وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

حصہ دوم

تذکرۂ قاریانِ ہند

تالیف

عماد القراء جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی۔اے
مقری قرأت عشرہ

الناشر
میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ جلد دوم۔ تذکرۂ قاریانِ ہند

تذکرۂ قاریانِ ہند کی جلد اول ابھی زیر طبع ہی تھی کہ جلد دوم کی طباعت کا انتظام بھی ہوگیا۔ چونکہ اس جلد میں قاریوں کے انفرادی حالات تھے اس کا حجم جلد اول سے زیادہ ہوگیا۔ تاریخ وفات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے قراء کی ترتیب دی ہے۔ ابتداء میں ایک تفصیلی فہرست کا اضافہ کیا ہے۔

میں اپنے اون احباب کا شکرگذار ہوں جنھوں نے اس کتاب کے مواد کی فراہمی سے لیکر طباعت تک ہر ہر قدم پر میری مدد کی ہے۔ خصوصاً قابل ذکر احباب یہہ ہیں :۔ (۱) جناب قاری عبدالرحمٰن سعید صاحب بی اے جو اچھے ادیب اور اہل قلم ہیں اونکے قیمتی مشورے بہت سود مند رہے (۲) خواجہ محمد احمد صاحب ایم اے ایل ایل بی وظیفہ یاب ناظم آثار قدیمہ جو اکثر سفروں میں ساتھ رہے اور اپنے وسیع معلومات اور قدیم کتابوں کے تعلق سے حوالے دیتے رہے (۳) خواجہ حمید احمد صاحب بی اے ڈپٹی سکرٹری وظیفہ یاب جن کے مشورے اور عملی مساعی کارآمد ثابت ہوئے۔ میں ان سب احباب کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں اور اونکی صحت و ترقی کا متمنی۔ اللہ تعالیٰ اونکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جلد سوم جس میں قرائے حال کا تذکرہ ہے زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آجائیگی ان تینوں جلدوں میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر موجودہ دور تک کے قراء کا ذکر آگیا ہے۔ ان سب سے مل کر میں نے اونکے حالات قلمبند کئے ہیں۔ جن قراء تک میری رسائی نہ ہوگی اون سے معذرت خواہ ہوں۔ اگر ایسے قراء یا اونکے دوست میری معاونت فرماکر اونکے حالات سے مطلع کریں تو انشاء اللہ آئندہ اونکو شریک کرلیا جائے گا۔

تذکرۂ قراء کے ساتھ تاریخ قرات بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ایسے قراء جو سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اونکے مساعی و حالات سے واقف ہونا ہر قاری کیلئے ضروری ہے۔ جلد اول میں اس کا خاص اہتمام ہے ان حالات و واقعات کو پڑھکر کوئی ملک یہہ نہیں کہہ سکتا کہ ہندستان میں قراء نے خاطر خواہ خدمت قرآن نہیں کی۔ میرا مقصد بھی اونکی خدمات کو اجاگر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خادم قراء

مرزا بسم اللہ بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ بر کتاب "قاریانِ ہند"

مصنفہ

قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ

از:- ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب ڈی-لٹ (لندن)
پریسیڈنٹ انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز

قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب جو جامعہ عثمانیہ کے قدیم طیلسانی ہیں سالہا سال سے قرآن مجید سے متعلق صوتیات اور قراءت کے خصوصی مطالعہ میں مصروف رہے اور اس فن کے مختلف پہلوؤں پر کئی رسالے شائع کئے۔ اب موصوف نے تین جلدوں میں قاریان ہند کے متعلق ایک کتاب اردو میں تحریر کی ہے جو پندرہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

موصوف نے اس کتاب سے متعلق میری رائے دریافت کی ہے۔ میں نے اس کتاب کو کافی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ پہلی جلد میں اس فن کی ابتداء اور ارتقاء کا ذکر ہے اور اسلام کے ابتدائی دور میں مستند سبعہ قرآت کی ترویج اور اون کی خصوصیات سے بحث کی ہے اور فن قراءت سے متعلق اسلام کے قرون وسطیٰ میں جو ممتاز شخصیتیں گذری ہیں اون کا سوانحی خاکہ پیش کیا ہے۔

دوسری اور تیسری جلد میں ہندستان کے مشہور قاریوں کا ذکر ہے جنھوں نے گذشتہ آٹھ سو سال کے طویل عرصے میں اس فن کو ہندستان میں پھیلانے اور زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

جہاں تک مجھے علم ہے اسلام کے آغاز سے ابتک اس فن کی تاریخ سے متعلق دو کتابیں لکھی گئیں ہیں پہلی کتاب اندلس کے عثمان دانی کی کتاب "طبقات القراء" جو پانچویں صدی میں لکھی گئی اور دوسری اسی نام کی کتاب شمالی افریقہ کے محمد الجزری نے آٹھویں صدی ہجری میں تحریر کی۔ ان دونوں کتابوں میں ہندستانی علماء کی کاوشوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ مشرق وسطیٰ کے کسی عالم کا جس نے یہہ کام کیا ہے ہندستان کیلئے یہہ بات باعث فخر ہے کہ اوسکے ایک عالم نے فن قراءت سے متعلق ابتداء سے ابتک

صرف ہندستانی علماء ہی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ بیرون سے بھی جو علماء یہاں آئے اون کی بھی تفصیلات دی ہیں۔

کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب نے اس کام میں سولہ سال صرف کئے اور مواد حاصل کرنے کیلئے پورے ہندستان کا سفر کیا۔ رفاہی کتب خانوں اور خانگی ذخیروں کو چھانا اور مخطوطات سے استفادہ کیا۔ نتیجتاً وہ ڈیڑھ ہزار ایسے ممتاز قاریوں کا مواد پیش کر رہے ہیں جنھوں نے اپنا مقام پیدا کر لیا ہے اور انمیں سے اکثر شمال و جنوب کے صوفی علماء ہیں۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ بڑی محنت کا کام ہے اور بڑی تحقیق سے جمع کیا گیا ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کو صرف اردو ہی میں شائع نہ کیا جائے بلکہ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ملائی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے۔ یہ کتاب قرات سے متعلق انسائیکلوپیڈیا ہے۔ میں مصنف کو اس شاندار کارنامے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس امر کے پیش نظر کہ ایک ہندستانی عالم نے اس تحقیقاتی کام کو ایسے بڑے پیمانے پر انجام دیا ہے جس کی مثال مشرق و مغرب میں نہیں ملتی۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ اسکی طباعت کا انتظام مناسب طریقے پر حکومت ہند کا محکمہ تعلیمات۔ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن۔ ایچ۔ ای۔ ایچ دی نظام چیریٹیبل ٹرسٹ جیسا کوئی رفاہی ادارہ انجام دے۔

(ترجمہ)

(ڈاکٹر) **سید عبداللطیف**

صدر

انڈو مڈل ایسٹ کلچرل انسٹی ٹیوٹ

جلد دوّم

فہرست قاریانِ ہند

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد

(۱) عثمان بن ابی العاص ثقفی گورنر عراق نے ۱۵ھ میں گجرات کے ساحل پر حملہ کیا بھیروچ کے اطراف میں فدائیان اسلام دفن ہوئے۔ ف ۹۷

(۲) دوسرا حملہ حکم بن ابی العاص نے بھیروچ پر تقریباً ۵۰ھ میں کیا۔ ف ۹۷

(۳) تیسرا حملہ محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں سندھ پر کیا۔ سندھ و پنجاب پر حکمران رہا۔ ف ۹۷، ۱۰۱

(۴) چوتھا حملہ ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری نے ۱۵۹ھ میں المہدی باللہ عباسی کے دور حکومت میں کیا۔ ف ۹۷ ۱۶۰ھ میں فوج باربد (بھاڑ بھوج) پہونچی۔ فتوحات کے بعد ہیضہ پھیلا۔ اوسی مرض سے ربیع بن صبیح کا انتقال ہوا۔ باربد میں دفن ہوئے ف ۹۷

(۵) ساحل ملابار پر ملک دینار۔ شرف بن ملک اور ملک حبیب کی آمد ۱۸۰ھ میں ہوئی ساحل ملابار۔ ساحل کارومنڈل اور شہر کالی کٹ میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ ملک دینار کی قبر کالی کٹ میں ہے۔ ف ۹۸

(۶) حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق خط کوفی میں خدابخش خان کے کتب خانے واقع پٹنہ میں موجود ہے۔

(۷) حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق گلاس پر خط کوفی میں خدابخش خان کے کتب خانے واقع پٹنہ میں موجود ہے۔

(۸) ابوعلی محمد حسین المعروف بہ مقلہ جو خط نسخ کے موجد مانے جاتے ہیں اونکے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید جس کی کتابت ۳۲۱ھ میں ہوئی حمائل سائز سے قدرے چھوٹا رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے یہ قدیم ترین قرآن مجید ہے جو ہندوستان میں پایا گیا۔

(۹) شیخ فخرالدین زنجانی ۳۹۰ھ میں لاہور آچکے تھے۔ اونکے مرید سعدالدین حموی تھے ف ۱۰۳

(۱۰) شاہ عبدالرحمٰن غازی ولادت ۳۷۴ھ شہادت ۳۹۲ھ۔ ایلچپور علاقہ برار (مہاراشٹرا میں دفن ہوئے)

(۱۱) بابا ریحان ۴۰۰ھ میں بھیروچ آئے۔ ۴۳۰ھ میں مدرسہ قائم کیا ف ۱۰۳

(۱۲) سالار ساہو کا حملہ اجمیر پر ۴۰۱ھ میں ہوا۔ ف ۱۰۳

(۱۳) محمود غزنوی کا حملہ سومنات پر ۴۰۷ھ میں۔

(۱۴) سالار مسعود ولادت ۴۰۷ھ۔ شہادت ۴۲۲ھ۔ بھیروچ میں دفن ہوئے ف ۱۰۳

(۱۵) ھود بن صالح پٹن میں آکر رہے۔ ۵۳۶ھ میں وفات ہوئی۔

(۱۶) علی الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش نے ۴۶۵ھ میں لاہور میں انتقال کیا ف ۱۰۳ و ۲۸

(۱۷) شیخ احمد بن محمد المعروف بہ بابائے دھلوی (انکے خلیفہ شیخ علی دھلوی) ۵۳۳ھ میں پٹن (گجرات) آئے۔ وفات ۵۵۵ھ۔

(۱۸) شاہ یوسف کابل سے ملتان ۵۵۰ھ میں آئے۔ ملتان میں رہکر انتقال کیا ف ۱۰۳

(۱۹) حاجی شیخ کرمانی ۵۹۶ھ میں بھڑوچ آئے۔ ساتھ جو قرآن مجید کا نسخہ لائے تھے وہ ابھی تک مزار پر محفوظ ہے۔ ف ۱۰۳

(۲۰) خواجہ معین الدین چشتی ولادت ۵۳۷ھ اجمیر میں ۵۶۱ھ میں آئے
وفات ۶۳۳ھ ف ۱۰۴ ف ۱۴۰ تا ۱۴۵ و ف ۳۴۰

(۱) خواجہ صاحب کی صاحب زادی بی بی حافظ جمال خوش الحان قاریہ تھیں۔ ۵۹۹ھ میں والد سے خلافت لی۔ عورتوں میں تبلیغ و تلقین کا کام انجام دیا۔

(۲) شیخ رضی الدین داماد تھے۔

(۳) فرزند کلاں خواجہ ابو سعید

(۴) فرزند دوم خواجہ فخر الدین

(۵) فرزند سوم خواجہ حسام الدین

(۶) سید حسین خنگ سوار امیر اجمیر و برادر نسبتی خواجہ صاحب۔

(۷) خلیفۂ جلیل القدر خواجہ بختیار کاکی دہلوی

(۸) قاری مادھو۔

ترک و پٹھان بادشاہان دہلی

محمد غوری ۵۸۹ھ تا ۶۰۲ھ — نیک و رحمدل بادشاہ تھا۔ قابل جنرل چھوڑے۔ ف ۱۴۰

محمد بختیار خلجی فاتح بنگال وفات ۶۰۳ھ — بہت سے مدرسے بنوائے۔ علوم پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔

ناصرالدین قباچہ ملتان وسندھ میں	مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النہری کو پرنسپل مقرر کیا۔ ف ۳۴۳	مدرسے بنوائے۔ علماء کی بڑی قدر کی۔
قطب الدین ایبک ۶۰۲ھ تا ۶۰۶ھ		مدرسے بنوائے۔ علماء کو نوازا۔ بڑا سخی بادشاہ تھا۔
شمس الدین التمش ۶۰۷ھ تا ۶۳۳ھ ف ۱۴۷	(۱) حضرت خواجگی مقری قاری ہفت قرأت۔ ف ۳۴۴ (۲) خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ولادت ۵۸۲ھ وفات ۶۳۳ھ ف ۱۴۶ تا ۱۴۸ (۳) مقری سید نورالدین مبارک غزنوی وفات ۶۳۶ھ (۴) مقری جلال الدین تبریزی سہروردی وفات ۶۴۲ھ ف ۳۴۷ (۵) مقری خواجہ حمید الدین ناگوری ابن عطاءؒ وفات ۶۴۴ھ ف ۱۳۸ ف ۳۴۸ (۶) بی بی زلیخا والدہ خواجہ نظام الدین وفات ۶۴۸ھ ف ۳۴۹	اونکے شاگرد تھے شادی مقری بدایونی خلیفہ: (۱) شیخ فرید گنج شکر (۲) نظام الدین المؤید رضی الدین، بدایونی نے مشارق الانوار لکھی۔
ناصرالدین بلبن ۶۴۴ھ تا ۶۶۴ھ	(۱) مولانا بدرالدین غزنوی وفات ۶۵۷ھ ف ۳۵۱ (۲) بابا شیخ فرید گنج شکر ولادت ۵۶۹ھ وفات ۶۶۶ھ ۶۷۰ھ ف ۱۵۰ تا ف ۱۵۲۔ ف ۳۵۱	بارہ چوٹی کے عالم بلبن کے دربار میں تھے (۱) خلیفہ جلیل القدر سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی (۲) شیخ منتجب الدین (۳) بی بی ہزبرہ بانو (۴) فرزند کلاں نصیر الدین نصیر اللہ

غیاث الدین بلبن
۶۶۴ھ تا ۶۸۶ھ

(۵) فرزند دوم شیخ شہاب الدین
(۶) فرزند سوم شیخ بدر الدین
(۷) فرزند چہارم خواجہ نظام الدین
(۸) فرزند پنجم شیخ یعقوب
(۹) بڑی لڑکی بی بی مستورہ
(۱۰) دوسری لڑکی بی بی شریفہ
(۱۱) تیسری لڑکی بی بی فاطمہ۔ رابعہ وقت
اونکے خاوند تھے مولانا بدر الدین
(۱۲) چھوٹی لڑکی بی بی عائشہ

یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نایاب قرآن مجید جس کی کتابت سنہ ۶۶۱ھ میں ہوئی ہندوستان پہونچا۔ اب حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔
(۲) یاقوت کا دوسرا قرآن مجید 5½ × 10¼ سائز پر ہے سنہ ۶۶۰ھ میں ختم ہوا۔ یہ قرآن مجید زیاد الدولہ مراد خان کے پاس تھا۔

(۱) مولانا معین الدین عمرانی لاہوری ف ۳۵۳
(۲) شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی راوی ہفت قرأت
ولادت سنہ ۵۷۸ھ وفات سنہ ۶۶۶ھ
ف ۱۳۲ تا ۱۳۵ ف ـ ۳۵۲ ف
(۳) بابا حاجی رجب فائی وفات سنہ ۶۶۷ھ ف ۳۵۴
(۴) مولانا نظام الدین المؤید خلیفہ بختیار کاکی
وفات سنہ ۶۷۲ھ ف ۳۵۵
(۵) شیخ شہاب الدین دہلوی استاد محبوب الٰہی ف ۳۵۶
(۶) شادی مقری بدایونی " ف ۳۵۷

خلیفہ۔ شیخ جلال الدین فرزند شیخ صدر الدین عارف سنہ ۶۸۴ھ
بہو: بی بی راستی۔ حافظہ قاریہ سنہ ۶۹۴ھ

محمد قاسم مصری ایک خوش الحان قاری ہم عصر تھے۔

	(۷) قاری حافظ شرف الدین دہلوی ف ۳۵۸	
معزالدین کیقباد ۶۸۵ھ تا ۶۸۹ھ	(۱) شیخ صدرالدین عارف فرزند شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی وفات ۶۸۴ھ ف ۱۳۵ و ۳۵۹ و ۳۶۰	ایک بڑا مدرسہ دہلی میں مدرسۂ معزیہ کے نام سے قائم کیا اونکے فرزند ابوالفتح شیخ رکن الدین مرید : مولانا علاء الدین
	(۲) مولانا بدرالدین اسحاق بخاری صدر مدرسہ معزیہ ف ۳۶۱	
	(۳) شیخ فخرالدین عراقی خواہر زادہ حضرت زکریا ملتانی وفات ۶۸۷ھ ف ۳۶۲	
	(۴) بابا شرف الدین سہروردی دکن آئے وفات ۶۸۷ھ ف ۱۳۷	
	(۵) بابا شہاب الدین سہروردی وفات ۶۹۱ھ	
جلال الدین خلجی ۶۸۹ھ تا ۶۹۵ھ		
علاء الدین خلجی ۶۹۵ھ تا ۷۱۶ھ	(۱) شیخ منتجب الدین خلدآباد آئے۔ وفات ۷۰۹ھ ف ۳۶۳	
	(۲) شیخ معزالدین سلیمان ابن شیخ علاء الدین گنج رواں شہادت ۷۱۲ھ ف ۳۶۴	آپ سجادہ نشین تھے بابا شیخ فرید کے
	(۳) مولانا حمید الدین مقری	
سلطان قطب الدین مبارک ۷۱۶ھ تا ۷۲۱ھ	(۱) شیخ صفی الدین ہندی ولادت ۶۴۴ھ وفات ۷۱۴ھ ف ۳۶۶	کتاب المعجز معہ رسالہ مقدمۃ الطرائق والابواب ۷۱۷ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس میں رسم الخط قرآنی اور اختلافات قرائت پر بحث ہے قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔
غیاث الدین تغلق ۷۲۱ھ تا ۷۲۵ھ	(۱) سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ولادت ۶۳۲ھ وفات ۷۲۵ھ ف ۱۵۵ تا ۱۶۶	والدہ بی بی زلیخا۔ نیک و متقی مریدین میں جید قراء

(۲) قاری مولانا عماد الدین حسام ف ۳۶۹

(۳) مولانا لطیف مقری ف ۳۷۰

(۴) خواجہ جمال الدین شاطبی ف ۳۷۱

(۵) مولانا علاء الدین مقری ف ۳۷۲

(۶) خواجہ زکی خواہر زادہ حسن بصری ف ۳۷۳

(۷) قاری مولانا دولت یار سنامی ف ۳۷۴

(۸) قاضی ضیاء الدین سنائی ف ۳۷۵

(۹) حافظ احمد دھلوی ف ۳۷۶

(۱۰) قاری شرف الدین منیری
ولادت ۶۶۱ھ وفات سنہ ف ۳۷۷

(۱) امیر خسرو ولادت ۶۵۱ھ وفات ۷۲۵ھ
ف ۱۶۱ ف ۳۷۹

(۲) فخر الدین زرادی وفات ۷۲۸ھ ف ۳۸۰

(۳) خواجہ محمد وفات ۷۳۴ھ ف ۳۸۱

(۴) فخر الدین مروزی ۷۳۶ھ ف ۳۸۲

(۵) میر نجم الدین حسن اعلائے سنجری
وفات ۷۳۸ھ ف ۳۸۳

(۶) خواجہ برہان الدین غریب وفات ۷۳۸ھ ف ۳۸۴

(۷) خواجہ موسیٰ ف ۳۸۵

(۸) خواجہ تقی الدین نوح ف ۳۸۶

(۹) خواجہ عزیز الدین ف ۳۸۷

(۱۰) خواجہ قاسم ابن خواجہ خضر ف ۳۸۸

(۱۱) خواجہ رفیع الدین ہارون ف ۳۸۹

(۱۲) قاری مولانا علاء الدین اندپتی ف ۳۹۰

(۱۳) سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی وفات ۷۵۲ھ ف ۳۹۱

(۱۴) خواجہ ضیاء الدین برنی ۶۸۴ھ وفات ۷۵۶ھ ف ۳۹۲

(۱۵) خواجہ شہاب الدین امام وفات ۷۵۸ھ ف ۳۹۳

(۱۶) مولانا علاء الدین نیلی وفات ۷۶۲ھ ف ۳۹۴

(۱۷) بی بی عائشہ دختر شیخ فرید ف ۳۹۵

(۱۸) ملک سید الحجاب وفات ۷۹۰ھ ف ۳۹۶

محمد تغلق ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ

(۱) حافظ قاری شیخ رکن الدین ابو الفتح ابن شیخ صدر الدین عارف وفات ۷۳۵ھ
ف ۱۳۶ ف ۳۹۷ ف ۳۹۸ ف ۳۹۹

(۲) مولانا معین الدین عمرانی۔ اونکے شاگرد
ف ۴۰۱

مختصر فی المذہب نامی ایک کتاب قرأت سبعہ میں ۷۳۱ھ میں لکھی گئی۔ کاتب کا نام علی النوی الدین المیدانی تھا یہ کتاب رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوئی

قاضی شہاب الدین دولت آبادی
وفات ۸۴۹ھ

فیروز تغلق سنہ ۷۵۲ھ
سنہ ۷۸۹ھ

(۳) خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی
وفات سنہ ۷۵۲ھ ف ۱۶۴ و ۳۹۱

(۲) قاری شیخ قطب الدین منور ہانسوی
ف ۴۰۲ و ۴۰۳

(۱) شیخ القراء مولانا جلال الدین داؤدی
ہفت قرأت۔ پرنسپل مدرسہ فیروز شاہی ف ۴۰۶

(۲) قاری حافظ خواجہ کمال الدین ہمشیر زادہ
مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی وفات سنہ ۷۵۶ھ
ف ۴۰۷

(۳) حافظ قاری شیخ زین الدین داؤد
ولادت سنہ ۷۰۱ھ وفات سنہ ۷۷۱ھ ف ۴۰۸

(۴) سراج الدین ہندی
ولادت سنہ ۷۰۴ھ وفات سنہ ۷۷۳ھ و ۴۰۹

(۵) شمس الدین ترک وفات سنہ ۷۸۱ھ و ۴۱۱

(۶) مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
وفات سنہ ۷۸۱ھ ف ۱۷۰ و ۴۱۳

خلیفہ (۱) شیخ احمد تھانیسری
(۲) خواجہ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی
(۳) خواجہ کمال الدین ہمشیر زادہ وفات سنہ ۷۵۶ھ

(۱) فرزند اول ۔ شیخ نظام الدین
(۲) فرزند دوم ۔ شیخ نصیر الدین
(۳) فرزند سوم ۔ شیخ سراج الدین

مطلوب القاری کو حافظ رومی محمد ابن یوسف الکی…
فارسی میں نظم کیا۔ یہ نظم سنہ ۷۶۶ھ میں بادشاہ …
کے زمانے میں جو خوارزم کا بادشاہ تھا لکھی گئی۔ ناظم
کا دعویٰ ہے کہ ۷۸۰ اشعار میں وہ مطالب بیان
کر دیئے جن کو علامہ شاطبی نے گیارہ سو میں بیان کیا
اس کا قلمی نسخہ رامپور کی اسٹیٹ لائبریری میں موجود
شاگرد: مولانا نور الدین امام دہلوی ف ۴۱۰

داماد: مخدوم سید شرف الدین مشہدی وفات سنہ …
مرید: شیخ کبیر الدین اسمٰعیل
خلیفہ: حافظ قاری شیخ سراج الدین امام …
فرزند: سید ناصر الدین محمود پدر قطب عالم ف

	(۷) مولانا مظفر شمس بلخی وفات در عدن سنہ ۸۰۳ھ	ف ۱۶۸ ف ۴۱۴
	(۸) شیخ یوسف بن الجمال حسینی مدرس مدرسہ فیروز شاہی وفات سنہ ۷۹۰ھ ف ۴۱۵	
علاء الدین حسن گنگو بہمن شاہ سنہ ۷۴۸ھ - سنہ ۷۵۹ھ	ف ۴۱۶ تا ف ۴۱۸	قرأت سے بڑی دلچسپی تھی جعبری کے ایک شاگرد جو راوی ہفت قرأت تھے۔ سنہ ۷۵۰ھ میں گلبرگہ آکر تا حیات رہے۔ وہیں دفن ہیں۔ ایک مطلا قرآن شریف جس پر سبعہ کا حاشیہ درج تھا اپنے ہاتھ سے لکھ کر بادشاہ کو ہدیہ دیا۔
محمد شاہ اول بہمنی سنہ ۷۵۹ھ - سنہ ۷۷۶ھ		خود قاری تھا۔ ترویج قرأت میں دلچسپی لی۔
محمود شاہ اول بہمنی سنہ ۷۸۰ھ - سنہ ۷۹۹ھ	عین الدین گنج العلوم سنہ ۷۰۶ھ - سنہ ۷۹۵ھ ف ۴۱۹	علماء کی بڑی قدر کرتا تھا۔ بہت سے عالم و شاعر باہر سے آکر رہے۔ حافظ شیرازی بھی آتے آتے رہ گئے۔
غیاث الدین تغلق و محمد شاہ سنہ ۷۸۱ھ - سنہ ۷۹۴ھ	(۱) ناصر الدین محمود فرزند مخدوم جلال الدین جہانیان جہاں گشت وفات سنہ ۸۰۰ھ ف ۱۷۱ ف ۴۲۳ (۲) شیخ رکن الدین دہلوی وفات سنہ ۸۰۰ھ ف ۴۲۴ (۳) مخدوم شیخ جلال الدین خیری وفات سنہ ۸۰۲ھ ف ۴۲۵ (۴) سید جہانگیر اشرف سمنانی ولادت سنہ ۷۰۸ھ وفات سنہ ۸۰۸ھ ف ۴۲۶	آپکے مصاحب و خلیفہ شیخ تاج الدین جو سمنان سے ساتھ آئے تھے۔
	(۵) قاضی جمال خضر راوی ہفت قرأت استاد سعدی (ہندی) ف ۴۲۷ (۶) مولانا خواجگی دوم وفات سنہ ۸۱۹ھ ف ۴۲۸	
خضر خاں سید سنہ ۸۱۷ھ - سنہ ۸۲۴ھ	(۱) مولانا احمد تھانیسری وفات سنہ ۸۲۰ھ ف ۴۲۹ (۲) حافظ قاری شیخ سراج الدین وفات سنہ ۸۳۰ھ ف ۴۳۰	یہ مرید و خلیفہ تھے مخدوم جہانیان جہاں گشت کے نیز امام مسجد بھی تھے۔

	(۳) قاری شیخ سلیمان مندوی۔ استاد عبدالقدوس گنگوہی ف ۴۳۱	النشر کا وہ قلمی نسخہ جس پر علامہ الجزری نے اپنے شاگرد النویری کو اجازت ۸۲۸ھ میں دی ٹونک کی سعیدیہ کتب خانے میں موجود ہے۔
فیروز شاہ بہمنی ۸۰۰ھ تا ۸۲۵ھ	ف ۴۳۳ - ف ۴۳۴	شنبہ۔ دوشنبہ۔ چہارشنبہ کو خود درس دیا کرتا تھا (۲) مجموعہ قرأت فیروز شاہی اس کے عہد میں مرتب ہوئی جس کا قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔
	(۱) شیخ احمد بخاری ولادت ۷۲۰ھ وفات ۸۲۰ھ ف ۴۳۵ (۲) شیخ القراء سید محمد گیسو دراز گلبرگوی قاری ہفت قرأت ولادت ۷۲۱ھ وفات ۸۲۵ھ ف ۴۳۶ ف ۴۳۷	مریدین کے لئے علامہ شاطبی کے حرز الامانی کی شرح بھی لکھی تھی۔
احمد شاہ بہمنی ۸۲۵ھ تا ۸۳۰ھ	ف ۴۳۸ ف ۴۳۹	علامۂ الجزری کے فرزند ابوبکر احمد نے اوس قرآن شریف کی نقل بھیجی جس پر عشرہ کا حاشیہ علامہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ یہہ قرآن شریف طاہر بن عرب بن ابراہیم الحافظ الاصبہانی تلمیذ الجزری کا لکھا ہوا تھا اس کا متن بصری کی قرأت سے لکھا گیا۔ یہہ نسخہ محمد غوث صاحب ایم اے جامعہ عثمانیہ۔ والائبریرین جامعۂ عثمانیہ کے پاس ہے (۲) سلیمان دانی کی التیسیر کا ایک قلمی نسخہ جو خوشخطی میں عدیم المثال ہے۔ عبدالوہاب کاتب نے ۸۳۲ھ میں لکھا جو اس وقت اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔
شاہ ابراہیم شرقی جونپوری ۸۰۴ھ تا ۸۴۰ھ	ف ۴۴۰	علم دوست تھا۔ دور دور سے علماء کو بلا کر رکھا ایک عظیم الشان دارالعلوم جونپور میں قائم کیا جسکے پرنسپل

		قاضی شہاب الدین غزنوی تھے۔
	قاضی تاج الدین ناصحی جونپوری وفات ۸۳۱ھ / ۸۳۷ھ ف ۴۴۱	
ف ۴۴۲	قاضی شہاب الدین غزنوی وفات ۸۴۰ھ	
ف ۴۴۳	قاضی شہاب الدین دولت آبادی وفات ۸۴۹ھ	
سلطان غیاث الدین والی بنگالہ		۸۱۴ھ میں ایک مدرسہ مکہ معظمہ میں قائم کیا جس میں ساٹھ طلبا پڑھتے تھے۔ جملہ اخراجات کی کفایت کرتا تھا۔ بعد ازاں دیگر چار مدرسے مکہ معظمہ میں کھولے۔
	حسین شمس بلخی (بہاری) قاری ہفت قرأت وفات ۸۴۴ھ۔ ف ۱۶۸۔ ف ۴۴۴ (۲) میاں حسن بلخی (بہاری) وفات ۸۵۵ھ۔ ف ۱۶۸۔ ف ۴۴۵ (۳) مخدوم شاہ احمد ولادت ۸۲۰ھ وفات ۸۹۱ھ ف ۴۴۶	
سلطان سلیمان کرانی والی بنگالہ		کئی مدرسے قائم کئے۔ علم دوست تھا۔ ڈیڑھ سو علماء اوسکی صحبت میں رہتے تھے۔
سلطان سکندر ۷۹۶ھ تا ۸۲۰ھ والی کشمیر	امام القراء ابو المشائخ شیخ سلیمان سری نگر کے مدرسۃ القرآن کے شیخ التجوید تھے۔ ولادت ۷۷۶ھ۔ وفات ۸۴۰ھ	
سلطان زین العابدین فرمانروائے کشمیر ۸۲۶ھ تا ۸۷۷ھ		عالم دوست تھا۔ بڑے بڑے عالم اوسکے دربار میں تھے۔ مدرسۃ القرآن کی سرپرستی کی۔
احمد شاہ اول والی گجرات ۸۱۴ھ تا ۸۴۶ھ	مخدوم شیخ علی مہائمی ولادت ۷۷۶ھ وفات ۸۳۵ھ ف ۴۴۸	تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان مشہور تفسیر عربی میں لکھی جو مصر سے طبع ہوئی۔

محمد شاہ اول والی گجرات ۸۴۵ھ-۸۵۵ھ		علم دوست تھا۔ عالموں وصوفیوں کی عزت کرتا تھا۔
سلطان قطب الدین والی گجرات ۸۵۵ھ-۸۶۳ھ	(۱) سید برہان الدین قطب عالم ابن سید ناصر الدین محمود ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۵۷ھ ف ۱۷۱ ف ۱۷۳ و ۴۴۹	فرزندان: (۱) شیخ جیو (۲) شاہ عالم خلیفہ: عبداللطیف مقری ہفت قرأت۔ (۴) سید جعفر شیرازی قاری ہفت قرأت۔ امام فن کا مرتبہ رکھتے تھے۔
	(۲) قاضی علم الدین شاطبی نہروالہ (پٹن) وفات ۸۶۰ھ و ۴۵۰	
	(۳) مقری شیخ عزیز اللہ چشتی ابن سید محمد حسینی و ۴۵۱	(۱) فرزند کلاں شیخ رحمت اللہ (۲) فرزند دوم شیخ سعد اللہ
	(۴) مولانا صدر جہاں احمد آبادی عالم و فاضل و ۴۵۲	
محمود خلجی والی مالوہ ۸۳۹ھ-۸۷۳ھ		ایک مدرسہ اجین میں۔ ایک مانڈو میں ایک سارنگ پور میں جاری کیا۔
محمود بیگڑہ گجراتی ولادت ۸۴۹ھ حکومت ۸۶۲ھ تا ۹۱۹ھ	(۱) سید سراج الدین محمد المعروف بہ شاہ عالم ولادت ۸۱۷ھ وفات ۸۸۰ھ ف ۱۸۸ و ۴۵۳	
	(۲) مقری عبداللطیف قاری ہفت قرأت و ۴۵۴	یہ تلمیذ و خلیفہ قطب عالم تھے۔ اونکے شاگرد: سید جعفر شیرازی قرأت کا مدرسہ چلاتے تھے۔
	(۳) شیخ جمال الدین جمن وفات ۸۰۸ھ و ۴۵۵	
	(۴) مخدوم کمال الدین قریشی خلیفہ گیسو دراز وفات ۸۸۹ھ و ۴۵۶	ایک بڑا مدرسہ بھیروچ میں قائم کیا جس کو اونکے فرزند امین الرحمن نے اور پھر پوتے نصیر الدین نے جاری رکھا۔ نواسے سید صبغۃ اللہ نے بھی درس دہی میں حصہ لیا۔
	(۵) قاری شیخ کبیر منتھاپوری استاد ملک محمد ش ۴۵۷	

	(۶) قاری شاہ زاہد بخاری وفات ۸۹۳ھ	ف ۴۵۸	
	(۷) قاری شیخ رحمت اللہ چشتی فرزند شیخ عزیز اللہ چشتی	ف ۴۵۹	
	(۸) قاری شیخ سعد اللہ چشتی فرزند شیخ عزیز اللہ چشتی	ف ۴۶۰	
عادل خان اول فاروقی ۸۴۰ھ تا ۹۰۷ھ	قاری شیخ ابراہیم برہان پوری وفات ۹۰۱ھ	ف ۴۶۴	
غیاث الدین خلجی والی مالوہ ۸۷۳ھ تا ۹۰۵ھ	قاری خواجہ حسین ناگوری	ف ۴۶۳	
بہلول لودھی ۸۵۵ھ تا ۸۹۴ھ		ف ۴۶۵	ایک مدرسہ دہلی میں قائم کیا جو اوس وقت اعلیٰ ترین درس گاہ تھی۔ (۲) طیبۃ النشر فی قرأت عشر تصنیف علامہ الجزری کی ایک نقل جس کی کتابت ۸۷۲ھ میں ہوی اور جو محمد الشر بینی کے پاس رہی وہ فی الوقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۳) خط بحر میں ایک قرآن مجید جو ۸۷۲ھ میں کاتب احمد بن محمود بن فضل اللہ کاشانی نے لکھا وہ خدا بخش خاں کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔ بڑی سائز ہے دو جلدوں میں ہے۔
سکندر لودھی ۸۹۴ھ تا ۹۲۳ھ		ف ۴۶۶	(۱) ایک قلمی نسخہ تحبیر کا قرأت عشرہ میں ۹۰۳ھ میں لکھا گیا جو اس وقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۲) کمال الدین سعدی کاکوروی مقری ہفت قرأت نے شرح شاطبی لکھ کر بادشاہ کے نام سے معنون کیا (۳) سکندر لودھی غیر معمولی طور سے علم دوست تھا

اچھے علماء کو چن چن کر جمع کیا۔ علماء کے درس میں جاکر خاموشی سے پیچھے بیٹھ جاتا اور سنتا۔

(۱) قاری شاہ عبداللہ قریشی ملتانی وفات ۹۰۰ھ
(۲) قاری شیخ جنید حصاری اولاد گنج شکر وفات ۹۰۰ھ
(۳) شیخ سماء الدین سہروردی ۸۰۸ھ۔ ۹۰۱ھ
(۴) شیخ اسحاق ملتانی وفات ۹۰۹ھ
(۵) شیخ بختیار مرید شیخ احمد وفات ۹۱۰ھ

ف ۴۶۷ء
ف ۴۶۸ء
ف ۴۶۹ء
ف ۴۷۰ء
ف ۴۷۱ء

مظفر شاہ دوم گجراتی ۹۱۹ھ تا ۹۳۲ھ
ف ۴۷۲ء ۴۷۳ء

خرد عالم۔ حافظ۔ قاری۔ سخن سنج۔ بذلہ گو بہادر۔ انصاف پسند۔ سخی بادشاہ تھا۔

ایران۔ توران۔ روم و عرب کے فاضل اسکے عہد حکومت میں گجرات آئے تھے۔ مشہور خوشنویس سیاوش شیراز سے گجرات آیا تھا۔

سید جعفر شیرازی تلمیذ عبداللطیف۔
قاری ہفت قرأت
ف ۴۷۴ء

ابراہیم لودھی ۹۲۳ھ تا ۹۳۲ھ
ف ۴۷۵ء ۴۷۶ء

یار محمد ابن خداداد سمرقندی نے ماوراء النہر میں قواعد القرآن کی مشہور کتاب فارسی میں عبیداللہ بہادر خاں ولی عہد کے لئے ۹۲۵ھ میں لکھی جس کا قلمی نسخہ ابراہیم لودھی کے دربار میں پہونچا۔ دو قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں۔ ایک قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ایک قلمی نسخہ مدراس قلمی (MANUSCRIPT) لائبریری میں موجود ہے۔ ایک خدابخش خان لائبریری بانکی پور میں ایک پٹنہ آرٹس کالج لائبریری میں۔ چار قلمی نسخے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں۔ سات قلمی نسخے اسٹیٹ لائبریری رامپور میں۔ ایک قلمی نسخہ مظاہر العلوم سہارن پور کے کتب خانے میں۔ دو قلمی نسخے سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں۔ یہ بیس نسخے میں دیکھ چکا ہوں

		(۲) میر شیخ بن نور الدین البورائے نے وقوف سجاوندی کا مطلا نسخہ سنہ ۹۲۷ھ میں لکھا جو اس وقت اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔ (۳) ملا کلاں بخاری نے عبید اللہ بہادر خان کے لئے درۃ الفرید فارسی میں لکھی جس میں اختلافات عشرہ درج ہیں۔ یہہ قلمی کتاب ۵۰۴ صفحے پر مشتمل ہے۔ اس میں وقف کا بھی تفصیلی بیان ہے۔ ملا کلان یار محمد سمرقندی کے ہم عصر تھے۔ ملا کلان کی وفات سنہ ۹۸۳ھ میں ہوئی۔ درۃ الفرید کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔
	(۱) قاری خواجہ شیخ احمد مجد ناگوری ولادت سنہ ۸۳۵ھ وفات سنہ ۹۲۷ھ ف ۴۷۷ (۲) حاجی قاری سید عبد الوہاب وفات سنہ ۹۳۲ھ ف ۴۷۸	
مغلیہ دور حکومت نصیر الدین محمد بابر سنہ ۹۳۲ھ تا سنہ ۹۳۶ھ	ف ۴۸۱ ف ۴۸۲ ف ۴۸۳ (۱) قاری محمد شعیب دہلوی وفات سنہ ۹۳۶ھ ف ۴۹۶ (۲) شیخ ابوبکر لاہوری ف ۴۹۷ (۳) شیخ القراء شیخ مخدوم سندھی وفات سنہ ۹۴۲ھ ف ۴۹۵	خود عالم و ادیب تھا۔ عالموں کی قدر کرتا تھا۔ ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھکر مکہ معظمہ بھجوایا فرزند: شیخ طیب سندھی
بہادر شاہ گجراتی سنہ ۹۳۲ھ تا سنہ ۹۴۳ھ	(۱) قاری حافظ سید احمد بن جعفر وفات سنہ ۹۴۲ھ ف ۴۹۸ (۲) قاری سید جلال بن سید احمد وفات سنہ ۹۴۲ھ	ف ۴۹۹
نصیر الدین ہمایون سنہ ۹۳۷ھ تا سنہ ۹۶۳ھ	صوفی شیخ عبد القدوس گنگوہی ف ۵۰۰	فوائد القرأت تصنیف کی جو قلمی موجود ہے۔ مریدین:- (۱) شیخ الہند جلال الدین تھانیسری (۲) شیخ بلال تھانیسری

ف ۵۰۱	(۲) قاری حافظ سید محمد ابراہیم ابن احمد ابن حسن بغدادی راوی ہفت قرأت	مخدوم نظام الدین کاکوروی کے استاد تھے۔
	(۳) مقری امیر ابراہیم بن معین الدین ایرجی دہلوی سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی آئے۔ وفات ۹۵۳ھ ف ۵۰۲	مخدوم نظام الدین کاکوروی کے مرشد تھے۔
	(۴) سید رفیع الدین صفوی اکبر آبادی وفات ۹۵۴ھ ف ۵۰۳	
	(۵) شیخ القراء عبد الملک راوی ہفت قرأت آگرہ میں تھے ف ۵۰۴	فرزند: حافظ مقری شیخ محمد راوی ہفت قرأت شاگرد۔ حافظ عبد الکریم بصیر راوی ہفت قرأت
	(۶) قاری شیخ حسن شیرازی انصاری اکبر آبادی وفات ۹۵۶ھ ف ۵۰۵	
	(۷) قاضی قاضن السندھی وفات ۹۵۸ھ ف ۵۰۶	
مبارک شاہ فاروقی ۹۴۳ھ تا ۹۷۴ھ	حسام الدین برہان پوری والد علی متقی وفات ۹۶۰ھ ف ۵۰۷	
محمود شاہ ثالث گجراتی ۹۴۳ھ تا ۹۶۱ھ	(۱) شاہ فضل اللہ کاشانی وفات ۹۴۶ھ ف ۵۰۸ (۲) شیخ حسن بن موسیٰ احمد آبادی وفات ۹۶۲ھ ف ۵۰۹	
ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ	ف ۵۱۰	حسین شاہ ولی نے ایک بڑا مدرسہ گولکنڈہ میں جاری کیا۔
محمد شاہ دوم فاروقی (راجے علی خاں) ۹۷۴ھ تا ۹۸۴ھ	(۱) شیخ علاء الدین علی متقی ولادت ۸۸۵ھ وفات ۹۷۵ھ ابن حجر مکی کے شاگرد ف ۱۸۶ ف ۵۱۱ ف ۵۱۲ ف ۵۱۳	معنف کنز العمال۔ بیس سال کی محنت سے شاگرد: عبد الوہاب متقی (۲) ابو طاہر عبد الوہاب بھورا (۳) حافظ شیخ فضل اللہ (۴) شیخ جیو برہان پوری

حسن شاہ فاروقی (بہادر دل خان) والی مالوہ ۹۸۴ھ تا ۱۰۰۹ھ	(۱) مقری ملا حکیم سندھی ۹۰۸ھ میں برہان پور آئے ف ۵۱۴ (۲) شیخ ابو محمد المعروف بہ ابوجیو ابن شیخ بہاء الدین امیر گڈھی۔ برہان پوری ولادت ۹۲۸ھ وفات ۹۹۲ھ ف ۵۱۵	علی متقی کے شاگرد تھے۔
علی عادل شاہ اول ۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ	ف ۵۱۶	ایک مدرسہ ۹۷۴ھ میں تعمیر کیا۔ (۲) کنز المعانی فی شرح حرز الامانی (تصنیف جعبری) کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔ اس پر ایک تحریر ۹۶۶ھ کی بیجاپور کی ہے۔ اس کے بعد یہہ نسخہ مدینہ منورہ اور دمشق گیا۔ وہاں کی تحریر ۹۷۹ھ کی ہے۔
جلال الدین محمد اکبر ۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ	ف ۵۱۷ (۱) مقری امیر سیف الدین راوی ہفت قرأت ابن قاری حبیب اللہ امیر کلاں ولادت ۸۷۷ھ وفات ۹۶۹ھ ف ۱۸۹ ف ۵۱۸ (۲) شیخ عبد المومن چشتی۔ ولادت ۸۸۰ھ وفات ۹۷۰ھ ف ۵۱۹ (۳) شیخ محمد بن عبد الملک راوی ہفت قرأت آگرہ۔ وفات ۹۷۰ھ ف ۵۲۰ (۴) شیخ عبد العزیز بن شیخ حسن طاہر ولادت ۸۹۸ھ وفات ۹۷۵ھ ف ۵۲۱ (۵) شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی اکبرآبادی ولادت ۸۸۴ھ وفات ۹۷۹ھ ف ۵۲۳ (۶) جلال الدین تھانیسری ولادت ۸۸۴ھ وفات ۹۷۹ھ ف ۵۲۲	اکبر نے کئی مدرسے بنوائے۔ ایک آگرے میں، ایک فتح پور سیکری میں ۹۷۹ھ میں۔ (۲) شیخ الاسلام ابن طیب کے پاس سبعہ قرأت کے حاشیہ کا ایک قرآن مجید تھا۔ انھوں نے اپنے فرزند کو ۹۷۵ھ میں ہبہ کیا جو خواجہ عبید اللہ احرار کا مملوکہ بتلایا جاتا ہے۔ یہہ خلیفہ تھے قاضی خاں کے۔

(۷) قاری ملا امیر دہلوی ف ۵۲۲	
(۸) قاری مولانا شیخ قاسم پسر شیخ عیسیٰ جند اللہ	
وفات سنہ ۹۸۱ھ ف ۲۰۶	
(۹) قاری حافظ محمد حسین دہلوی وفات سنہ ۹۸۱ھ	ف ۵۲۵
(۱۰) قاری مولانا میر کلاں اکبرآبادی ولادت سنہ ۹۰۱ھ	اونکی والدہ بھی قاریہ تھیں ہمیشہ تلاوت میں مصروف رہتیں
وفات سنہ ۹۸۱ھ ف ۵۲۶	شاگرد: ملا علی قاری
(۱۱) شیخ القراء مخدوم نظام الدین کاکوردی	شاگرد: (۱) قاری ملا عبدالرشید (۲) حافظ محب اللہ
راوی ہفت قرأت ولادت سنہ ۹۰۰ھ	(۳) مرزا شمس الدین خان
وفات سنہ ۹۸۱ھ ف ۱۱۲ تا ۲۰۰	فرزند: حافظ مقری شہاب الدین ف ۵۲۷
(۱۲) علی متقی دوم وفات سنہ ۹۸۵ھ	
(۱۳) قاضی القضات مجد الدین طاہر عبدالوہاب بھورا	فرزند اکبر شیخ الاسلام (۲) فرزند دوم
ولادت سنہ ۹۱۴ھ شہادت سنہ ۹۸۶ھ ف ۵۲۸	سراج الاسلام
(۱۴) شیخ احمد بن شیخ جلال چاپانیری	
وفات در برودہ سنہ ۹۸۸ھ ف ۵۲۹	
(۱۵) شیخ بلال تھانیسری وفات سنہ ۹۸۹ھ	ف ۵۳۰
(۱۶) قاری عبدالمعطی مکی ولادت سنہ ۹۰۵ھ وفات سنہ ۹۸۹ھ	ف ۵۳۱
(۱۷) شیخ القراء ملا محمد اسمٰعیل ایلچپوری	
ولادت سنہ ۹۲۰ھ وفات سنہ ۹۹۰ھ ف ۱۰۷	
(۱۸) رفیع الدین ابن جلال وفات سنہ ۹۹۰ھ	ف ۵۳۲
(۱۹) سید شیخ بن عبداللہ العیدروسی وفات سنہ ۹۹۰ھ	ف ۲۱۷
(۲۰) شیخ القراء مبارک بہول ابراہیم	مصنف معدن القرأت یہ تصنیف سبعہ قرأت میں
قاری سبعہ قرأت ف ۵۳۳	سنہ ۹۸۴ھ میں ختم ہوئی۔
(۲۱) شیخ القراء شیخ ابراہیم شطاری سندھی وفات سنہ ۹۹۱ھ	ف ۲۰۸
(۲۲) شیخ محمد بن احمد بن علی الفاکہی	
ولادت سنہ ۹۲۳ھ وفات سنہ ۹۹۲ھ ف ۵۳۴	

(۲۳) قاری شاہ لشکر محمد شطاری وفات ۹۹۳ھ ف ۲۰۹	(شاگرد تھے شیخ القراء شیخ ابراھیم کے)
(۲۴) قاری سید شمس الدین یحیٰی المعروف بہ میر بزرگ یا میر بلبل بدخشانی وفات در کابل ۹۹۴ھ ف ۵۳۵	امکے فرزند خواجہ میر نعمان سمرقندی خلیفہ مجدد الف ثانی
(۲۵) علامہ شاہ وجیہہ الدین علوی ولادت ۹۱۰ھ وفات ۹۹۸ھ ف ۵۳۶	فرزند کلاں شیخ حیدر (۲) فرزند دوم شیخ عبداللہ (۳) صبغتہ اللہ بھرونچی (۴) شیخ محمد بن فضل اللہ (۵) قاری حکیم شیخ عثمان بو یکانی قاری سبعہ ف ۲۱۰
(۲۶) قاری مولانا شیخ طیب سندھی وفات ۱۰۰۰ھ	
(۲۷) شیخ حیدر ابن شاہ وجیہہ الدین ف ۵۳۷	والد کا مدرسہ چلایا۔ اونکی اولاد برہان پور چلی گئی
(۲۸) عبدالوہاب متقی برہان پوری ولادت ۹۴۵ھ ہجرت بہ مکہ ۹۶۳ھ وفات ۱۰۰۱ھ ف ۵۳۸	یہہ شاگرد تھے علی متقی کے اور استاد تھے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے.
(۲۹) شیخ ابراھیم محدث و مجود اکبر آبادی ولادت ۹۱۵ھ وفات ۱۰۰۱ھ ف ۵۳۹	
(۳۰) شیخ مبارک ولادت ۹۱۱ھ۔ آگرے میں ۹۵۰ھ میں آئے۔ وفات ۱۰۰۱ھ ف ۵۴۰	قاری عشرہ تھے۔ آگرے میں ایک مدرسہ جاری کیا جس کی خدمت پچاس سال کی۔ فیضی و ابوالفضل کے والد تھے۔
(۳۱) مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی راوی ف ۵۴۱ و ۵۴۲ ہفت قرأت کا کوردی وفات ۱۰۰۲ھ	شرح شاطبی: سکندر لودھی کے زمانے میں لکھی۔
(۳۲) شیخ جمال الدین دہلوی عرف شیخ بہلول دہلوی وفات ۱۰۰۲ھ ف ۵۴۳	
(۳۳) ماہ عالم گجراتی وفات ۱۰۰۲ھ ف ۵۴۴	
(۳۴) شیخ محمود بن عبداللہ گجراتی خلیفہ لشکر محمد عارف برہان پور میں دفن ہیں وفات ۱۰۰۴ھ ف ۵۴۵	مصاحب (۱) میاں جمو جی محدث (۲) ملک میر محمد حسن درویش

(۳۵) ابو الفیض فیضی ولادت ۹۵۴ھ وفات ۱۰۰۴ھ — و ۵۴۶

(۳۶) ملا عبد القادر بدایونی ولادت ۹۴۷ھ وفات ۱۰۰۴ھ — و ۵۴۷

(۳۷) قاری شیخ طاہر محمد سندی ثم البرہانپوری وفات ۱۰۰۴ھ — و ۲۰۵

(۳۸) قاری شیخ ضیاء اللہ شطاری اکبر آبادی وفات ۱۰۰۵ھ — و ۵۴۸

(۳۹) قاری حافظ مخدوم شہاب الدین
راوی ہفت قرأت کاکوروی — و ۵۴۹

فرزند کلاں ملا حافظ عبد الکریم
(۲) ملا عبد القادر

(۴۰) حافظ خواجہ محمد حسن دہلوی مرید خواجہ باقی باللہ — و ۵۵۰

(۴۱) قاری حافظ شیخ حسین لاہوری شاگرد ابو بکر لاہوری
ولادت ۹۴۵ھ وفات ۱۰۰۸ھ — و ۵۵۱

(۴۲) ابو الفضل ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۱۱ھ — و ۵۵۲

(۴۳) حافظ مقری رضی الدین احمد المعروف بہ
باقی باللہ ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۱۲ھ — و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۵۵۳ و ۵۵۴

(۴۴) قاری شیخ حسین قادری شاگرد
عبد الوہاب متقی وفات ۱۰۱۳ھ — و ۵۵۵

(۴۵) شیخ کمال محمد العباسی گجراتی وفات ۱۰۱۳ھ — و ۵۵۶

(۴۶) حافظ مقری عبد الکریم بصیر
راوی ہفت قرأت وفات ۱۰۱۴ھ — و ۵۵۷

شاگرد مقری عبد الملک
تحفہ سلیمانی جس کو مولانا حسن نے ۱۰۱۴ھ میں
سلطان شاہ سلیمان صفوی کیلئے لکھا۔ ٹونک
کی سعیدیہ لائبریری میں موجود ہے۔

(۴۷) شیخ ابو الخیر فرزند سوم شیخ مبارک قاری عشرہ
ولادت ۹۶۷ھ۔ وفات ۱۰۱۴ھ — و ۵۵۸

(۴۸) حافظ محمود قرآن خوان بلگرام — و ۵۵۹

(۴۹) میاں نور الدین محمد لاہوری — و ۵۶۰

محمد قلی قطب شاہ
۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ — و ۵۷۷
مدرسے کیلئے چار مینار بنایا

نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ تا سنہ ۱۰۳۷ھ ف ۵۶۱ و ۵۶۲ ف ۵۶۳ و ۵۶۴	(۱) مولانا صبغۃ اللہ بھروچی ف ۵۶۷	یہہ شاگرد تھے شاہ وجیہہ الدین علوی کے۔
	(۲) خوشترابی بی قاریہ - عابدہ بنت شیخ مخدوم رفیع اللہ ابن شیخ سعد اللہ ابن عزیز اللہ ف ۵۶۲ و ۵۹۰	سنہ ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر احمد آباد گیا تو ملنا چاہا۔ نہ گئیں دعا کا وعدہ کیا۔ (۲) جہانگیر سنہ ۱۰۲۷ھ میں جب احمد آباد گیا تو نبیرۂ شاہ عالم سے مل کر یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا قرآن تحفتہً دیا۔
	(۳) سید احمد بن شیخ وفات سنہ ۱۰۲۴ھ	ف ۲۱۷ و ۵۶۸
	(۴) شاہ محمد ابن فضل اللہ نائب رسول اللہ وفات سنہ ۱۰۲۹ھ	ف ۵۶۹
	(۵) سید محمد بن عبداللہ وفات سنہ ۱۰۳۰ھ	ف ۲۱۸ و ۵۷۰
	(۶) حافظ قاری شیخ عیسیٰ شاہ جند اللہ	شاگرد ملا حکیم سندھی
	ولادت سنہ ۹۶۳ھ وفات سنہ ۱۰۳۱ھ ف ۲۱۲ و ۵۷۱	سید احمد بن رفیع الدین نے سنہ ۱۰۳۲ھ میں خاندانی حالات لکھے۔ قراء کا بھی ذکر ہے۔
	(۷) سید جلال الدین ابن رفیع الدین وفات سنہ ۱۰۳۶ھ و ف ۵۷۲	لطائف شاہیہ (اذکار قطب عالم و شاہ عالم) کو محمد بن جلال شاہی نے سنہ ۱۰۳۰-۴۰ھ میں لکھا۔
	(۸) شیخ نظام الدین تھانیسری وفات سنہ ۱۰۳۶ھ	ف ۵۷۳
	(۹) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی ولادت سنہ ۹۷۱ھ وفات سنہ ۱۰۳۴ھ ف ۲۲۵ تا ۲۲۸	فرزند: حافظ قاری خواجہ محمد سعید (۲) حافظ قاری خواجہ محمد معصوم (۳) حافظ خواجہ محمد یحییٰ خلیفہ: خواجہ میر نعمان (۵) قاری شیخ طاہر لاہوری (۶) قاری شیخ بدیع الدین (۷) حافظ محمود گجراتی (۸) شیخ آدم بنوری
	(۱۰) قاری نورالدین نے معز الدین قاضی خان کیلئے مقصود القاری فارسی میں لکھی۔	ف ۵۷۵
	(۱۱) خواجہ فضل اللہ و خواجہ فضیل فرزندان شاہ محمد فضل اللہ ف ۵۶۹ (د)	
	(۱۲) عبدالحلیم شاہ داتار بھنڈاری، فنون بہ انکلے سر متصل	ایک خوش خط مطلا قلمی قرآن شریف ۸ انچ × ۵ انچ

به بهیرونج ف ۵۷۶

حضرت اپنے ساتھ لائے جو قرطبہ میں ۵۰۵ھ
میں لکھا گیا۔
(۲) عبدالقادر خوشنویس جو احمد نگر کا درباری خوشنویس
تھا اوسنے ایک قرآنی حمائل لکھی جو خوش خطی میں
بے مثل ہے اوس کا کاغذ زر افشان۔ جدول
ہر سورہ طلائے سبز سے لکھا ہوا ہے۔ جسکی
لاجوردی دیا قوت سے تزئین کی گئی ہے اس
کی تصحیح و روایت شعبہ کا حاشیہ قاری محمد قاسم
بن قاری محمود نے سنہ ۱۰۳۶ھ میں لکھا جو شرف جنگ
کے کتب خانے میں بہ مقام حیدرآباد منتقل ہوا اب
اونکی اولاد کے پاس ہے۔

ابراهیم عادل شاہ
سنہ ۹۸۸ھ تا سنہ ۱۰۳۷ھ
ف ۵۸۰

(۱) شیخ حبیب بن عبداللہ بن شیخ العیدروس
سنہ ۹۹۳ھ میں بیجاپور آئے سنہ ۱۰۳۷ھ میں دولت آباد
گئے۔ وفات سنہ ۱۰۴۱ھ مدفون بہ خلد آباد متصل
گنبد ملک عنبر
ف ۵۸۱
و ۲۱۹

شہاب الدین محمد
شاہ جہاں
سنہ ۱۰۳۷ھ تا سنہ ۱۰۶۸ھ

کتب خانہ حبیب گنج متصل علی گڑھ میں کلام اللہ
خط کوفی کے پانچ ورق ہیں جنکے متعلق شاہ جہاں کی
تصدیق ہے کہ حضرت علی کے دست مبارک کے لکھے ہوئے
(۲) فتح اللہ کاشانی کا نوشتہ قرآن مجید جو سنہ ۱۰۳
میں لکھا گیا۔ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے
(۳) عبدالباقی الحداد کاتب نے ایک حمائل مطلا
و مذہب خوش خط لکھ کر شاہ جہاں کو نذر کیا
خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے
(۴) ایران میں ملا ابراهیم مصطفےٰ قاری نے
سنہ ۱۰۴۰ھ میں قرأت ۱۱۴ اسلام میں ایک رسالہ

تحفۃ القراء فارسی میں شاہ عباس کے زمانے میں لکھا تھا اس کا ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس کو دوسری بار آقا سید علی شوستری نے ۱۳۰۳ھ میں بمبئی سے طبع کرایا۔ طبع شدہ نسخے کی ایک کاپی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے

(۱) قاری عبدالقادر حضرمی ثم احمد آبادی ولادت ۹۷۰ھ وفات ۱۰۳۸ھ	ف ۵۸۲
(۲) ملا حافظ عبدالکریم نبیرہ مخدوم نظام الدین کاکوروی قاری ہفت قرأت وفات ۱۰۳۹ھ	ف ۵۸۳ ف ۵۸۴ ف ۵۸۵ ف ۵۸۶
(۳) ملا عبدالقادر نبیرہ مخدوم نظام الدین	ف ۵۸۷
(۴) شیخ جان اللہ لاہوری وفات ۱۰۳۹ھ	ف ۵۸۸
(۵) شیخ علی متقی سوم وفات ۱۰۴۰ھ	ف ۵۸۹
(۶) شیخ محمد اعظم چشتی وفات ۱۰۴۲ھ	ف ۵۹۱
(۷) مخدوم شاہ طیب بنارسی وفات ۱۰۴۲ھ	ف ۵۹۲
(۸) ملا حامد قادری مقری وفات ۱۰۴۴ھ	ف ۵۹۳
(۹) مقبول عالم احمد آبادی ولادت ۹۸۹ھ وفات ۱۰۴۵ھ	ف ۵۹۴
(۱۰) شیخ محمد میر بالا پیر ولادت ۹۵۷ھ وفات ۱۰۴۵ھ ف ۵۹۵ ف ۵۹۶ ف ۵۹۷	جہانگیر سے ایک مرتبہ ملا تھا۔ نذر نہیں لی۔ ہرن کا چمڑا ہدیہ میں لے لیا۔ آپکی بہن جمال دلیہ رابعہ وقت تھیں ان کی اولاد سجادہ نشین ہوئی اون کا انتقال ۱۰۴۹ھ میں ہوا۔
(۱۱) ابوبکر بن احمد بن حسین بن عبداللہ العیدروس وفات ۱۰۴۸ھ	ف ۲۲۰ ف ۵۹۸
(۱۲) شہباز محمد بھاگلپوری وفات ۱۰۵۰ھ	ف ۵۹۹
(۱۳) حافظ مقری شیخ عبدالحق محدث دہلوی ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ ف ۱۸۸ ف ۶۰۰	شاگرد تھے عبدالوہاب متقی کے۔ قرأت سے متعلق دو کتابیں لکھیں (۱) درۃ الفرید (۲) شرح قصیدہ الجزریہ۔

(۱۴) شیخ آدم بنوری لاہوری وفات در مکہ سنہ ۱۰۵۳ھ ف ۶۰۱	انکے مرید حافظ قاری سید عبداللہ جو استاد تھے عبد الرحیم کے۔
(۱۵) شیخ حامد وفات سنہ ۱۰۵۴ھ ف ۶۰۲	
(۱۶) ستی النساء خانم حافظہ قاریہ ہمشیرہ طالب آملی وفات سنہ ۱۰۵۶ھ ف ۶۰۳	انکی شاگرد تھیں جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہان
(۱۷) قاضی احمد بن ابوبکر حنفی موتی وفات سنہ ۱۰۵۷ھ	ف ۶۰۴
(۱۸) شیخ محب اللہ الہ آبادی وفات سنہ ۱۰۵۸ھ ف ۶۰۵	قرأت پر ایک تصنیف بھی ہے۔
(۱۹) سید جلال مقصود عالم ولادت سنہ ۱۰۰۳ھ وفات سنہ ۱۰۵۹ھ	ف ۶۰۶
(۲۰) بیگم مقرب خان وفات سنہ ۱۰۶۰ھ	ف ۵۶۳ ف ۶۰۸
(۲۱) خواجہ بہاری خلیفہ میاں میر بالا پیر لاہوری وفات سنہ ۱۰۶۰ھ ف ۶۰۷	
(۲۲) امیر سید ابو العلی ولادت سنہ ۹۹۰ھ وفات سنہ ۱۰۶۱ھ ف ۶۰۹	سنہ ۱۰۳۵ھ میں قرآن شریف لکھا۔
(۲۳) سید جعفر بن علی بھتیجے تھے سید محمد بن عبداللہ کے وفات سنہ ۱۰۶۴ھ ف ۲۲۰ ف ۶۱۲	
(۲۴) شاہ سلیمان قادری سجادہ نشین شاہ معروف چشتی قادری کے وفات سنہ ۱۰۶۵ھ ف ۶۱۳	انکے خلیفہ حاجی محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری۔
(۲۵) مخدومہ بیگم زوجہ ابو الحسن لاہوری وفات سنہ ۱۰۶۶ھ ف ۶۱۴ ف ۶۱۵ ف ۶۱۶ ف ۶۱۷	قرأت کا ایک بڑا مدرسہ لاہور میں قائم کیا۔
(۲۶) شیخ الاسلام حافظ قاری ملا عبد الحکیم سیالکوٹی وفات سنہ ۱۰۶۷ھ	ف ۶۱۸
(۲۷) نور الدین محمد بن علی وفات سنہ ۱۰۶۰ھ	ف ۶۱۹ ف ۲۲۰
(۲۸) صدر المجودین حضرت عبد الحق الحنفی المصری سنہ ۱۰۵۰ھ میں دہلی آئے عالمگیر کے زمانے تک قیام رہا ف ۲۳۱ تا ف ۲۳۳ - ف ۶۳۰	یہہ شاگرد تھے شمس الدین محمد بن اسمٰعیل المجا بہ بقری کے شاگرد (۱) حافظ عبد الغفور دہلوی (۲) حافظ محمد فاضل ششمی (۳) حافظ عبدالر

استادِ میرزا مظہر جانِ جاناں۔
اونکے بعد: (۴) حافظ غلام محمد گجراتی ثم الدھلوی (۵) حافظ عبدالملک بن نواب حبش خان دہلوی (۶) حافظ غلام مصطفےٰ (۷) حافظ شاہ عبدالمجید عرف صوبہ ہند (۸) حافظ محمد معروف بہ مولانا کرم اللہ دہلوی (۹) حافظ قادر بخش (۱۰) حافظ محمدی ہردو ابنائے خدابخش انصاری پانی پتی (۱۱) حافظ مرزا محمد بیگ دہلوی (۱۲) حافظ سید امام الدین امروہی نقشبندی۔

(۲۹) حافظ قاری ملا عزیز اللہ ابن عبدالکریم کاکوروی	و ۶۲۱	
(۳۰) " ملا ضیاء اللہ "	و ۶۲۲	
(۳۱) " ملا محمد ماہ "	و ۶۲۳	
(۳۲) مفتی ابوالبقا جونپوری	و ۶۲۴	
(۳۳) قاری محمد نجاد محمد قاری عشرہ	و ۶۲۵	اونکے فرزند محمد داؤد
(۳۴) قاری شیخ ابوالمعالی بلگرامی	و ۶۲۶	
(۳۵) میاں محمد حسین لاہوری	و ۶۲۷	
(۳۶) حافظ میاں سعد اللہ لاہوری	و ۶۲۸	ہر سہ نواسے تھے میاں نور الدین لاہوری کے.
(۳۷) میاں فتح محمد لاہوری	و ۶۲۹	
(۳۸) نواب محمد بن محمد علی موسی الحسینی المازندرانی المخاطب بہ مفتخر خان برہان پوری		اونکی لڑکی مریم بیگم قاریہ تھیں۔ زیب النساء کی استانی ۱۱۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ برہان پور میں دفن ہوئیں سنگ مرمر کا کتبہ سرہانے ہے۔
(۳۹) شیخ وجیہ الدین (شاہ ولی اللہ کے دادا)	و ۶۳۱	
(۴۰) سید شاہ محمود قادری بالاپوری فرزند شاہ حلیم بہسنڈاری	و ۶۳۲	ایک خوش خط قرآن مجید آپ ساتھ لائے تھے جو ابوحنیفہ کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے۔ اس وقت اس خاندان میں موجود ہے اسکی ندرت یہ ہے کہ

			ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے۔ (۲) ایسا ہی ایک نسخہ جو اسی سائز اور اسی کاتب کا معلوم ہوتا ہے خدا بخش خاں کی لائبریری واقع بانکی پور میں محفوظ ہے۔ حیات نگر میں مسجد و مدرسہ بنوایا۔ (۲) دوسرا مدرسہ ملا محمد ابن خاتون نے لنگر فیض بنایا
عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ	ف ۶۲۸		(۱) دربار کے خوشنویس عبد اللطیف نے سبعہ قرأت کے اختلافات حاشیے پر بتلاتے ہوئے مطلا قرآن شریف ۱۰۷۳ھ میں لکھا جو حیدر آباد کے عجائب خانہ واقع باغ عامہ میں محفوظ ہے۔
علی عادل شاہ دوم ۱۰۶۸ھ تا ۱۰۸۳ھ	ف ۶۳۳		(۲) عماد الدین علی شریف نے ایک بیگم کی فرمائش کی تکمیل کیلئے رسالہ تجوید فارسی میں ۱۰۷۳ھ میں خوش خط و مطلا لکھا جو حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔
	(۱) سید شریف ابو بکر بن حسین بن عبد الرحمن وفات ۱۰۷۴ھ		ف ۶۳۵
	(۲) احمد بن عبد اللہ النائطی وفات ۱۰۷۵ھ		ف ۶۳۶
	(۳) شیخ احمد بن عمر حضرمی		ف ۶۳۷
	(۴) خواجہ محمد زبیر احمد احمد آبادی ثم بیجاپوری وفات ۱۰۸۸ھ		ف ۶۳۸
	(۵) محمد عرب حضرموت سے بیجاپور آئے وفات ۱۰۹۵ھ	ف ۲۲۱	ف ۶۳۹
سکندر عادل شاہ ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ ف ۶۴۰	(۱) قاری عبد القادر فرزند محمد عرب	ف ۲۲۱	ف ۶۴۲
	(۲) قاری شیخ ابراہیم " یہہ سکندر کے استاد تھے	ف ۲۲۱	ف ۶۴۳
	(۳) قاری حافظ عبد الغفور۔ ف ۲۲۱ ف ۶۴۴		محمد واصل نے ایک قرآن شریف ۱۱۰۰ھ میں لکھا جس میں سبعہ قرأت کے اختلافات حاشیے پر درج ہیں یہہ قرآن مجید محمد شبلی یزدانی کے پاس حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

ابو الحسن تاناشاہ قطب شاہی سنہ ۱۰۸۳ھ وفات سنہ ۱۱۱۸ھ ف ۶۴۵	(۱) علی الحسینی الکوہ کیلوی ابن سید رکن الدین احمد سنہ ۱۰۸۳ھ میں گولکنڈہ آئے۔ ف ۶۴۶ و ف ۶۴۷	تجوید و قرأت عشرہ پر ایک کتاب حلیۃ القاری سنہ ۱۰۹۵ھ میں تصنیف کی جس کے دو قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں۔ ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر عبد الحق صاحب مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں ہے ایک قلمی نسخہ جو سنہ ۱۱۷۹ھ میں نقل کیا گیا کتب خانہ سعیدیہ واقع ٹونک میں موجود ہے۔
محی الدین اورنگ زیب ولادت سنہ ۱۰۲۸ھ سنہ ۱۰۶۸ھ تا سنہ ۱۱۱۸ھ ف ۶۵۱ ف ۶۵۲ ف ۶۵۳ ف ۶۵۴	خود حافظ و قاری ہفت قرأت۔ عالم و صوفی تلمیذ خواجہ محمد سعید خلف مجدد صاحب ف ۶۵۹	کئی نسخے قرآن شریف کے اپنے ہاتھ سے لکھے ایک قرآن مجید سنہ ۱۰۴۲ھ میں لکھا تھا اوس کا عکس لیا گیا ہے اوس کی ایک نقل خانقاہ نقشبندیہ بالاپور (علاقہ برار) میں موجود ہے۔
	ف ۶۵۶	(۲) مطلا۔ مذہب۔ زبرجد کے بیل بوٹے والا دیدہ زیب۔ بڑی تقطیع کا قرآن مجید جس کو مراد خان صفوی ابن سلطان مراد نے اپنے ہاتھ سے لکھا اوس کا نصف ثانی رامپور کی اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ اس پر عشرہ قرأت کے اختلافات حاشیے پر درج ہیں جو مطابق النشر و تقریب النشر ہیں۔ سنہ ۱۰۷۲ھ سے سنہ ۱۰۷۴ھ میں تین سال کی مدت میں لکھا گیا۔ کاتب کا دعویٰ ہے کہ حسین ابن علی اور مخدوم جلال الدین جہانیان جہان گشت کے قرآن سے اس کی تصحیح کی گئی ہے۔
	ف ۶۵۸	(۳) یار محمد سمرقندی کے قواعد القرآن کا ایک قلمی نسخہ جس کو کاتب امام الدین نے لمجار قلعہ کھلنا میں سنہ ۱۰۷۵ھ میں نقل کیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔
	ف ۶۵۷	(۴) خوشنویس عبد الباقی الحداد نے بڑی سائز پر

		ایک قرآن مجید مطلا۔ مذہب لکھوکر اورنگ زیب کو نذر دیا جیسا شاہجہاں کو نذر دیا تھا۔ یہہ قرآن مجید خدا بخش خاں کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔ (۵) سبعہ قرأت کے حاشیے والا قرآن مجید قاری حافظ علاؤالدین بن شیخ ابوالخیر ابن شیخ محمد طیب نے سنہ ۱۰۹۴ھ میں لکھا۔ جو نسخہ قاری حافظ محمد سعد اللہ صاحب ناظم تجوید القرآن منگھیر کے پاس موجود ہے۔
	(۲) مولانا محمد اسحاق بھروچی وفات سنہ ۱۰۷۲ھ	ف ٦٦٠
ف ٦٦١	(۳) مولانا نور الحق فرزند عبد الحق محدث وفات سنہ ۱۰۷۲ھ	اونکے شاگرد سید محمد مبارک محدث بلگرامی
	(۴) حافظ قاری حضرت خواجہ معصوم صاحب مجددی ولادت سنہ ۱۰۰۷ھ وفات سنہ ۱۰۷۹ھ ف ٦٦۲	آپ کے مرید حافظ قاری حامد تھے۔
	(۵) حافظ مقری سید عبد اللہ قاری ہفت قرات وفات سنہ ۱۰۸۰ھ ف ۲۵۲ تا ف ۲۵٦ ف ٦٦۳	استاد تھے شاہ عبد الرحیم کے۔
	(٦) قاری حاجی شاہ عبد اللہ ایلچپوری وفات سنہ ۱۰۸۰ھ	ف ٦٦۴
	(۷) بدر النسا، دختر اورنگ زیب حافظ و قاریہ ولادت سنہ ۱۰۵۷ھ - وفات سنہ ۱۰۸۰ھ	ف ٦٦۵
	(۸) بادشاہ بیگم قاریہ - دختر اورنگ زیب	ف ٦٦٦
	(۹) سید جعفر بدر عالم ولادت سنہ ۱۰۲۳ھ وفات سنہ ۱۰۸۵ھ	ف ٦٦۷
	(۱۰) شیخ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری سہروردی ولادت سنہ ۹۹۵ھ - وفات سنہ ۱۰۸۵ھ ف ٦٦٨	خلیفہ حافظ الٰہی بخش (۲) مرید مقری شیخ محمد صالح وفات سنہ ۱۱۱۵ھ (۳) میاں جان محمد لاہوری وفات سنہ ۱۰۸۵ھ (۴) جان محمد دوم وفات سنہ ۱۱۲۰ھ (۵) حافظ عبد اللہ (٦) حافظ محمد فاضل (۷) حافظ الٰہی بخش لوہرہ (۸) حافظ محمد حسین (۹) حافظ شیخ محمد

(۱۰) حافظ شیخ محمد ہاشم (۱۱) حافظ عبد الحمید (۱۲) حافظ عبد الکریم قصوری (۱۳) حافظ اخوند محمد عمر (۱۴) حافظ امانت خان (۱۵) حافظ فتح محمد خوشحالی (۱۶) حافظ مولوی تیمور لاہوری (۱۷) حافظ محمود وفات ۱۱۷۰ھ (۱۸) حافظ معز الدین وفات ۱۲۱۲ھ (۱۹) حافظ شرف الدین وفات ۱۲۷۰ھ (۲۰) فرزند حافظ احمد الدین۔

ف ۶۷۱ (۱۱) شیخ القراء عبد الباری تقی الدین محمد قاری سبعہ قرأت نے سبعہ قرأت میں کنز الایمان تصنیف کی۔

ف ۶۵۴ و ۶۷۲ (۱۲) قاری محمد نعیم الدشتی الرستاقی نے تحفۃ الخاقان فی رسم القرآن فارسی میں ۱۰۸۰ھ میں لکھی۔

ف ۶۷۳ (۱۳) قاری نعمت اللہ بن رحمت اللہ لاہوری نے مفید القراء فارسی میں ۱۰۸۹ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ نیز ایک نسخہ مقری خواجہ محمد احمد قاری عشرہ سابق ناظم آثار قدیمہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

ف ۶۷۴ (۱۴) قاری حافظ محمد حسن ایلچپوری وفات ۱۰۹۰ھ

ف ۶۷۵ (۱۵) جہاں آرا بیگم شاگرد دستی ملاشاہ خام (دختر شاہجہان) ولادت ۱۰۲۳ھ۔ وفات ۱۰۹۲ھ
آگرے میں شاندار جامع مسجد بنائی اور ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جس کے جملہ اخراجات کی خود کفیل تھی۔

ف ۶۷۶ (۱۶) ثریا بیگم دختر شاہ جہاں

ف ۶۷۷ (۱۷) حافظ قاری محمد یحییٰ فرزند مجدد صاحب ولادت ۱۰۲۴ھ۔ وفات ۱۰۹۶ھ

ف ۶۷۸ (۱۸) شیخ القراء عبد الخالق دہلوی (دوم) وفات ۱۰۹۸ھ

ف ۶۷۹ (۱۹) شیخ عبد الکریم بلگرامی وفات ۱۱۰۱ھ

ف ۶۸۰ (۲۰) زیب النساء بیگم دختر اورنگ زیب قاریہ۔ حافظہ۔ شاعرہ۔ خوشنویس شاگرد ملا جیون

		ولا عظمت اللہ در فقہ و مریم بیگم در قرأت و تجوید۔ حافظہ وقاریہ۔ انکی بیٹی اور پوتی دونوں حافظہ وقاریہ تھیں۔
و ۶۸۱	(۲۱) زینت النساء بیگم دختر اورنگ زیب	
و ۶۸۲	(۲۲) حاجی شیخ محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش سجادہ نشین شاہ سلیمان قادری وفات ۱۱۰۳ھ	آپ کے فرزند حافظ برخوردار نوشاہی۔ (۲) داماد حافظ معموری۔ (۳) پوتے میاں رحمت اللہ۔
و ۶۸۳	(۲۳) مولانا محمد بن اسحاق بھروچی وفات ۱۱۰۳ھ	والد کا مدرسہ چلایا۔
	(۲۴) سید ضیاء اللہ بلگرامی وفات ۱۱۰۴ھ	و ۶۸۴
	(۲۵) قاری شیخ حسین ایلچپوری وفات ۱۱۰۵ھ	و ۶۸۵
	(۲۶) امام المدرسین مولانا محمد حسین شہادت ۱۱۰۸ھ و ۲۴۱ تا و ۲۴۳ و ۶۸۶	شاگرد تھے محمد زبیر کے۔ رسم الخط قرآنی پر ایک رسالہ لکھا جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سعیدیہ واقع حیدرآباد میں محفوظ ہے۔
و ۶۸۷	(۲۷) حافظ ضیاء اللہ (دوم) وفات ۱۱۰۹ھ	اونکے فرزند سید قادری فاضل حافظ وقاری و حاجی تھے وفات ۱۱۴۴ھ میں ہوئی۔
	(۲۸) سید جعفر مجید عالم بخاری ولادت ۱۰۸۱ھ وفات ۱۱۰۹ھ	و ۶۸۸
	(۲۹) قاری شیخ الاسلام فرزند مجد الدین طاہر وفات ۱۱۰۹ھ	و ۶۸۹
	(۳۰) بابا محمد سعید پلنگ پوش نقشبندی اورنگ آبادی وفات ۱۱۱۰ھ	و ۶۹۱
و ۶۹۲	(۳۱) قاری حافظ علاء الدین قاری سبعہ قرأت ابن ابوالخیر ابن شیخ محمد طیب ولادت ۱۰۴۰ھ وفات ۱۱۱۰ھ	خوشنویس۔ سبعہ کے حاشیے والی ایک حمائل ۱۰۹۲ھ میں لکھی جو قاری حافظ محمد سعد اللہ صاحب مونگیری کے پاس موجود ہے۔
	(۳۲) ابوالمجد محبوب عالم قاری ہفت قرأت ولادت ۱۰۴۲ھ۔ وفات ۱۱۱۱ھ	و ۶۹۳
	(۳۳) شاہ عبداللطیف راوی ہفت قرأت تیلگاؤں	ایک مطلا قرآن شریف جس کی لمبائی ۲ فٹ اور

دساسر (برار) اورنگ زیب کے عہد حکومت میں انتقال ہوا۔	چوڑائی ایک فیٹ ہے۔ اس پر ایک سبعہ کا حاشیہ اور دوسرے پر تفسیر ہے۔ یہ حضرت کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے۔ آپ کے دو شاگرد تھے ان میں سے ایک شاہِ جلال تھے۔
(۳۴) مولانا سلیمان کردی شاگرد عبدالحق محدث	ف ۶۹۵
(۳۵) سید نوراللہ بلگرامی وفات ۱۱۱۳ھ	ف ۶۹۶
(۳۶) سید جلال حمید عالم احمد آبادی ولادت ۱۰۶۲ھ وفات ۱۱۱۴ھ	ف ۶۹۷
(۳۷) مولوی عبدالغفور برادر شیخ عبدالکریم بلگرامی	ف ۶۹۸
(۳۸) شیخ عنایت اللہ فرزند شیخ عبدالکریم بلگرامی وفات ۱۱۱۵ھ	ف ۶۹۹
ف ۷۰۰ (۳۹) حافظ شیخ محمد صالح لاہوری وفات ۱۱۱۵ھ	شاگرد تھے شیخ محمد اسمٰعیل مدرس کے
(۴۰) سید آیات اللہ بن علم اللہ نصیر آبادی وفات ۱۱۱۶ھ	ف ۷۰۱
(۴۱) شاہ یتیم پرہیزی حیدرآبادی وفات ۱۱۱۷ھ	ف ۷۰۲
(۴۲) شیخ القراء حافظ سید عنایت اللہ بالاپوری مجددی لاہور سے بالاپور ۱۰۵۹ھ میں آئے وفات ۱۱۱۷ھ ف ۲۳۵ تا ف ۲۴۰ ف ۷۰۳	برادر خورد قاری سید محمد سعید وفات ۱۱۲۵ھ فرزندان: قاری محب اللہ ولادت ۱۰۷۵ھ وفات ۱۱۱۹ھ (۲) سید منیب اللہ ولادت ۱۰۸۳ھ وفات ۱۱۶۱ھ (۳) سید مبین اللہ 〃 ۱۰۸۵ھ 〃 ۱۱۵۸ھ (۴) ظہیر الدین بن محب اللہ 〃 ۱۱۰۵ھ 〃 ۱۱۴۱ھ (۵) امام الدین 〃 〃 ۱۱۱۰ھ 〃 ۱۱۶۵ھ (۶) سید مجدد الدین عرف خواجہ معصوم 〃 ۱۱۱۶ھ 〃 ۱۱۹۸ھ (۷) سید مجیب اللہ بن منیب اللہ 〃 ۱۱۱۶ھ 〃 ۱۱۵۶ھ (۸) محمد قسم الدین 〃 ۱۱۲۳ھ 〃 ۱۱۹۳ھ

(۹) شمس الدین ولادت ۱۱۲۸ھ وفات ۱۱۷۲ھ

ف ۷۰۴ء	(۴۳) خواجہ محمد صالح عرف خواجہ وفا اورنگ آبادی ولادت ۱۰۲۰ھ - وفات ۱۱۱۸ھ	کشمیر سے دہلی شاہ جہان کے زمانے میں آئے وہاں سے اورنگ آباد آکر سکونت پذیر ہوئے وہیں فوت ہوئے
	(۴۴) مصطفےٰ بن سعید نے نجوم القرآن (کلیۂ قرآنی)	۱۱۰۲ھ میں لکھنا شروع کی ۱۱۲۲ھ میں ختم کیا ۱۲۲۶ھ میں مدراس سے طبع ہوئی۔ ایک نسخہ کتب خانہ سعیدیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔
	(۴۵) قاری حافظ محمد فاضل فرزند کولاجاٹ	ف ۷۰۵ء
ف ۷۰۶ء	(۴۶) قاری سید محمد مبارک محدث بلگرامی	یہہ شاگرد تھے مولانا نور الحق ابن عبد الحق کے۔
بہادر شاہ ۱۱۱۸ھ ۱۱۲۴ھ	(۴۷) قاری محمد داؤد ابن نجاد محمد قاری عشرہ خوشنویس خود حافظ و قاری تھا ولادت ۱۰۵۹ھ وفات ۱۱۲۴ھ ف ۷۱۱ء	ف ۷۰۷ء الدقائق المحکمہ فی شرح المقدمہ تصنیف ابو یحییٰ زکریا الانصاری کی کتابت امام الدین کاتب نے ۱۱۲۳ھ میں کی جو عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ (۲) جہد المقال قرأت سبعہ میں عربی میں ۱۲۲۴ھ میں۔ جس کی کتابت ظہور الحق مرادآبادی نے ۱۲۷۶ھ میں کی۔ اوس کی نقل حاجی حبیب الدین محمد فاضل نبواجی ڈیرہ اسمٰعیل خان نے خانقاہ غلام علی شاہ میں کی۔
	(۲) قاری محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ ولادت ۱۰۷۵ھ - وفات ۱۱۱۹ھ	ف ۷۱۲ء
	(۳) سید نصیر الدین برہان پوری وفات ۱۱۱۹ھ	ف ۷۱۳ء
	(۴) حافظ قاری جان محمد دوم شاگرد محمد اسمٰعیل مدرس وفات ۱۱۲۰ھ	ف ۷۱۴ء
	(۵) مولانا احمد بن سلیمان استاد مخدوم العالم شیخ نور الدین وفات ۱۱۲۰ھ	ف ۷۱۶ء

عہد	قراء	کیفیت
و ۱۵ء	(۶) شیخ القراء حافظ عبدالغفور وفات سنہ ۱۱۲۰ھ	شاگرد تھے عبدالخالق متوفی کے
جہاندار شاہ سنہ ۱۱۲۴ھ تا ۱۱۳۱ھ	(۱) قاری مولانا محمد سعید برادر شاہ عنایت اللہ وفات تقریباً سنہ ۱۱۲۵ھ	و ۲۳۵
و ۱۷ء	(۲) شاہ میران بخاری ثم بیجاپوری وفات سنہ ۱۱۲۵ھ و ۱۸ء	فرزند اکبر قطب عالم حیات نگر کے مدرسے میں مدرس رہے۔ (۲) فرزند دوم حافظ محمد
	(۳) شیخ حامد قادری وفات سنہ ۱۱۲۶ھ و ۱۹ء	
	(۴) محمد عاشور باباشاہ مسافر اورنگ آبادی ولادت سنہ ۱۰۶۰ھ۔ وفات سنہ ۱۱۲۶ھ	و ۲۰ء
و ۲۱ء	(۵) مقری شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون استاد اورنگ زیب۔ وفات سنہ ۱۱۳۰ھ	راوی ہفت قرات سبعہ کے حاشیے والا قرآن مجید سنہ ۱۰۷۱ھ میں لکھا جو فصیح جہان بیگم صاحبہ ساکن ٹونک کے کتب خانے میں موجود ہے۔
و ۲۲ء	(۶) حافظ برخوردار نوشاہ وفات سنہ ۱۱۳۰ھ	و ۲۵۱ تا و ۲۵۶ و ۲۳ء
	(۷) شاہ عبدالرحیم والد شاہ ولی اللہ ولادت سنہ ۱۰۵۴ھ وفات سنہ ۱۱۳۱ھ	
محمد شاہ سنہ ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۷ھ	و ۲۴ء	کفایت القاری منظوم فارسی میں قاری سیف الدین نے سنہ ۱۱۳۶ھ میں لکھی۔ رامپور کی لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے۔ نیز دوسرا نسخہ نواب سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔
	(۱) قاری مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی وفات سنہ ۱۱۳۳ھ	و ۲۶ء
	(۲) حافظ امان اللہ بن نوراللہ بنارسی وفات سنہ ۱۱۳۳ھ	و ۲۵ء
	(۳) قاری شیخ محمد فاضل سندی استاد شاہ ولی اللہ وفات تقریباً سنہ ۱۱۳۵ھ	و ۲۷ء
و ۲۸ء	(۴) ملا محمد عتیق مقری و محدث بہاری وفات سنہ ۱۱۳۵ھ	آپ کے شاگرد رشید وجیہہ الحق قاری عشرہ
	(۵) سید احمد بن ضیاء بلگرامی وفات سنہ ۱۱۴۳ھ	و ۲۹ء

(۶) سید اشرف بن ضیاء اللہ شہادت ۱۱۴۴ھ

ف ۴۳۱ (۷) سید قادری حافظ و قاری وفات ۱۱۴۴ھ

(۸) حافظ معموری داماد حافظ برخوردار

ف ۴۳۳ (۹) شیخ محمد صالح عرف پیر بابا ابن مخدوم العالم
شیخ نورالدین احمد آبادی وفات ۱۱۴۷ھ

(۱۰) محمود عالم وفات ۱۱۴۹ھ ف ۴۳۴

(۱۱) حافظ جان محمد بلگرامی ولادت ۱۰۸۲ھ وفات ۱۱۴۹ھ

(۱۲) ملا وجیہ الحق وفات ۱۱۵۰ھ ف ۴۳۶

(۱۳) حافظ خلیل الرحمن کاکوروی وفات ۱۱۵۱ھ

(۱۴) حافظ خواجہ سعد اللہ شاہجہان آبادی وفات ۱۱۵۲ھ

(۱۵) المخدوم عالم شیخ نورالدین احمد آبادی
ولادت ۱۰۶۴ھ وفات ۱۱۵۵ھ

ف ۴۴۰

(۱۶) قاری حافظ نورالدین محمد آفتاب کشمیری
ولادت ۱۰۸۶ھ وفات ۱۱۵۶ھ

(۱۷) عبداللطیف امروہی وفات ۱۱۵۷ھ

(۱۸) مولانا اکبر یار کشمیری بن خیرالدین وفات ۱۱۵۸ھ

(۱۹) قاری عبدالمجید ابن قاری ملاجیون وفات ۱۱۶۰ھ

ف ۴۴۴

ف ۴۳۰

ابن حافظ ضیاء اللہ

ف ۴۳۲

قاری سبعہ قرأت

ف ۴۳۵

عشرہ کے حاشیے والا قرآن شریف جسکی کتابت ۱۱۴۵ھ میں ہوئی خاندان میں موجود ہے۔

ف ۴۳۷

ف ۴۳۸

شاگرد، محمد اکرام الدین صوبیدار گجرات نے ۱۱۱۱ھ میں مدرسہ و کتب خانہ احمد آباد میں قائم کیا۔ فرزند: حافظ قاری شیخ محمد عرف پیر بابا۔ فرزند دوم: قاضی محمد نظام الدین وفات ۱۱۶۵ھ۔ لڑکیاں: (۱) حمیدہ (۲) سعیدہ (۳) عفیفہ (۴) صالحہ۔

ف ۴۴۱

ف ۴۴۲

ف ۴۴۳

خوشنویس ایک قرآن مجید مطلا مذہب لکھا۔ فارسی ترجمہ۔ بین السطور سرخی سے ہے۔ یہ قرآن مجید خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔

	(۲۰) قاری حافظ غلام مصطفےٰ شاگرد قاری عبدالغفور وفات ۱۱۶۰ھ	ف ۷۴۵
	(۲۱) شیخ نظام الدین فرنگی محلی وفات ۱۱۶۱ھ	و ۷۴۶
	(۲۲) قاضی محمد نظام الدین ابن مخدوم العالم شیخ نورالدین وفات ۱۱۶۵ھ	ف ۷۴۷
	(۲۳) شیخ علی القادری الکوکنی نوائطی عالم وقاری شاگرد میرزا عبدالقادر بیدلؔ	و ۷۴۸
نظام الملک آصفجاہ ۱۱۳۷ھ تا ۱۱۶۱ھ و ۷۴۹	(۲) قاریہ حافظہ بی بی تنگھن ایلچپوری ولادت ۱۰۵۵ھ وفات ۱۱۴۰ھ	ف ۷۵۰
	(۳) قاری سید حسین ایلچپوری وفات ۱۱۴۰ھ	ف ۷۵۰
	(۴) سید ظہیر الدین بن محب اللہ وفات ۱۱۴۱ھ	و ۷۵۱
	(۵) سید مجیب اللہ بن منیب اللہ وفات ۱۱۵۶ھ	ف ۷۵۲
	(۶) قاری مبین اللہ ابن شاہ عنایت اللہ وفات ۱۱۶۱ھ	و ۷۵۳
	(۷) قاری منیب اللہ بالا پوری	ف ۷۵۴
ناصر جنگ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ	(۱) قاری سید امام الدین ابن محب اللہ وفات ۱۱۶۵ھ	ف ۷۵۵
صلابت جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ		
عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ	(۱) حافظ محمود لاہوری وفات ۱۱۷۰ھ ف ۷۵۶	جو جانشین تھے شیخ محمد لاہوری کے
	(۲) قاری شمس الدین ابن منیب اللہ وفات ۱۱۷۲ھ	و ۷۵۷
محمد علی والاجاہ ولادت ۱۱۳۵ھ ۱۱۶۲ھ تا ۱۲۱۰ھ	ف ۷۶۰	
شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ ف ۷۹۵	(۱) حافظ نواب غلام رسول خان امیر دربار شاہ عالم	و ۷۹۶
	(۲) شاہ ولی اللہ ولادت ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ	و ۲۵۱ تا ف ۲۵۶ ف ۷۹۷

(۳) شیخ علی حزین مدفون بہ بنارس وفات سنہ ۱۱۸۰ھ ۷۹۸ف

(۴) سید شاہ ابوالحسن فربی شاگرد مولانا محمد حسین امام المدرسین ولادت سنہ ۱۰۹۰ھ وفات سنہ ۱۱۸۲ھ ف ۷۶۴ ف ۷۹۹ و ۴۲۴
ویلور میں مدرسہ لطیفیہ قائم کیا جس کے اساتذہ ومقریان دور دور سے بلائے گئے۔

(۵) حافظ رحمت اللہ خان سردار روہیل کھنڈ ولادت سنہ ۱۱۲۱ھ۔ شہادت سنہ ۱۱۸۸ھ ف ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ ف ۸۰۰
مفتی محمد عوض بدایونی کا نوشتہ رسالہ قراءت جو سنہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا گیا۔ صدیق حسین خان کے کتب خانے میں موجود ہے
(۲) مقصود الحافظین کے نام سے تجوید میں ایک تصنیف بزبان فارسی لکھی گئی جو شرح ہے قصیدہ حرز الامانی وجہ التہانی
کی۔ یہ تصنیف محمد صالح نے سنہ ۱۱۹۰ھ میں کی جو کتب خانہ مظاہر العلوم سہارنپور میں موجود ہے۔

(۶) مرزا مظہر جانجاناں دہلوی شاگرد مقری حافظ عبدالرسول ولادت سنہ ۱۱۱۱ھ۔ شہادت سنہ ۱۱۹۱ھ و ۸۰۱۔

(۷) محی الدین شاہ عبداللطیف قادری ذوقی وفات سنہ ۱۱۹۲ھ ف ۷۶۴ ج ف ۸۰۲

(۸) امین الدین بن سیف الدین ویلوری ولادت سنہ ۱۱۲۶ھ وفات سنہ ۱۱۹۵ھ ف ۸۰۳

(۹) سید احمد اللہ مجددی فرزند شیخ ثناء اللہ وفات سنہ ۱۱۹۸ھ۔ شاگرد میرزا مظہر جانجاناں ف ۸۰۴

(۱۰) شیخ رکن الدین احمد ثانی گجراتی۔ ولادت سنہ ۱۱۴۱ھ۔ وفات سنہ ۱۱۹۸ھ ف ۸۰۵
قصیدہ رائیہ شاطبیہ کو حافظ قطب الدین ولد حافظ محمد عاقل نے سنہ ۱۱۹۹ھ میں میاں صبغۃ اللہ کے لئے لکھا
جو رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔ روایت صحیح اربعہ زوائد عشرہ قرات کو محمد بن محمود ابن حسن ابن سلیمان
نے عربی میں سنہ ۱۲۰۰ھ میں لکھا جو قلمی مظاہر العلوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

(۱۱) قاضی محمد ابن ابو محمد انصاری تلمسانی المغربی ثم المدراسی وفات سنہ ۱۲۰۱ھ ف ۷۶۲ و ۸۰۶

(۱۲) سید عبدالرزاق بن سید مرتضیٰ حسینی۔ ولادت سنہ ۱۱۴۵ھ۔ وفات سنہ ۱۲۰۵ھ ف ۸۰۷

(۱۳) قاری نور محمد بھیل بہاروی۔ وفات سنہ ۱۲۰۵ھ ف ۸۰۸
آپ کے شاگرد مولانا محمد عاقل چشتی۔ بروودے میں ایک مترجم قرآن مجید جامع مسجد میں رکھا ہوا ہے جس کی لمبائی
۷۵ انچ۔ چوڑائی ۴۱ انچ فی صفحہ ہے۔ تعداد صفحات بارہ سو۔ ورق ۶۰۰ سو۔ ۱۵ جلدوں میں ہے اس کا
کاتب محمد غوث۔ تاریخ کتابت سنہ ۱۲۰۶ھ۔ فارسی ترجمہ بین السطور وحواشی فارسی ہیں۔ زبرجد ویاقوت کے
بیل بوٹے۔ درمیان میں متن طلائی کام کیا ہوا۔ سیاہی کالی استعمال کی گئی۔ غالباً اس سے بڑا قرآن شریف
ہندوستان میں تو نہ ہوگا۔

(۱۴) قاری عبدالمجید شاگرد قاری غلام مصطفیٰ۔ وفات سنہ ۱۲۱۰ھ ف ۸۰۹

(۱۵) حافظ معز الدین لاہوری جانشین حافظ محمود لاہوری۔ وفات سنہ ۱۲۱۲ھ ف ۸۱۰

(۱۶) مقری معین الدین کو کنی وفات سنہ ۱۲۱۵ھ و ۸۱۲

آپ کے استاد تھے قاری دلدار علی جو پیر عبد اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔

(۱۷) شیخ ثناء اللہ پانی پتی مقری و مفسر وفات سنہ ۱۲۱۶ھ۔ مرید تھے میرزا مظہر جانجاناں کے۔ تفسیر مظہری لکھی و ۸۱۱

(۱۸) مفتی امیر حیدر بلگرامی ولادت سنہ ۱۱۶۵ھ وفات سنہ ۱۲۱۷ھ و ۸۱۳

(۱۹) مفتی محمد عوض بدایونی قاری سبعہ وفات سنہ ۱۲۲۰ھ۔ رسالہ قرات سنہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا۔ و ۸۱۴

(۲۰) حافظ عبدالرحیم لال قلعے کے شاہی حفاظ میں تھے۔ فرزند: حافظ قاری احمد یار تھے۔

(۲۱) قاری حافظ مصلح الدین پانی پتی و ۸۱۶۔

ان کے فرزند قاری حافظ عبیدہ عرف قاری لالا وفات سنہ ۱۲۸۲ھ (۲) شاگرد۔ قاری قادر بخش۔

نظام علی خان آصف جاہ ثانی۔ | سنہ ۱۱۷۵ھ تا سنہ ۱۲۱۷ھ و ۸۱۷

(۱) حافظ قاری شاہ غلام حسین اورنگ آبادی۔ وفات سنہ ۱۱۷۶ھ و ۸۱۸

(۲) نظام الدین احمد ثانی فرزند امام المدرسین ولادت سنہ ۱۱۰۳ھ۔ وفات سنہ ۱۱۸۹ھ و ۸۱۹

(۳) محی الدین ابوالبقاء ابن سید مجدد الدین۔ وفات سنہ ۱۱۹۲ھ ف ۸۲۰

(۴) قاری حافظ قمر الدین بن منیب اللہ۔ ولادت سنہ ۱۱۲۳ھ وفات سنہ ۱۱۹۳ھ و ۸۲۱

(۱) فرزند کلان قاری حافظ نور الھدیٰ سنہ ۱۲۰۳ھ (۲) فرزند دوم: قاری سید نور العلیٰ سنہ ۱۲۲۳ھ (۳) فرزند سوم قاری نور المصطفےٰ سنہ ۱۲۳۰ھ

(۵) قاری حافظ شاہ غلام حسین ایلچپوری وفات سنہ ۱۱۹۳ھ

(۶) قاری حافظ سید شرف الدین ابوالوفا ابن سید مجدد الدین عرف خواجہ معصوم ولادت سنہ ۱۱۵۴ھ۔ وفات سنہ ۱۱۹۴ھ۔ و ۸۲۲

(۷) سید مجدد الدین عرف خواجہ معصوم۔ وفات سنہ ۱۱۹۸ھ و ۸۲۳

(۸) شیخ القراء مولانا نور الھدیٰ اورنگ آبادی ولادت سنہ ۱۱۵۳ھ۔ وفات سنہ ۱۲۰۳ھ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۸۲۴

(۹) قاری شاہ احمد کمبل پوش۔ وفات سنہ ۱۲۰۴ھ و ۸۲۵

(۱۰) قاری حافظ سید غلام سرور۔ وفات سنہ ۱۲۰۷ھ و ۸۲۶

(۱۱) زین العابدین عرف سید کلیم اللہ بالا پوری۔ ولادت سنہ ۱۱۶۲ھ وفات سنہ ۱۲۲۱ھ و ۸۲۷

(۱۲) سید نور العلیٰ اورنگ آبادی ولادت سنہ ۱۱۶۰ھ وفات سنہ ۱۲۲۳ھ و ۸۲۸

(۱) فرزند قاری نور الانبیاء، (۲) فرزند قاری نور الاولیاء، (۳) فرزند قاری نور الاصفیاء۔

(۱۳) سید میران ابن سید شمس الدین ولادت سنہ ۱۱۵۸ھ۔ وفات سنہ ۱۲۲۴ھ و ۸۲۹

(۱۴) ابوالعیاش محمد عبد العلی بحر العلوم۔ ولادت سنہ ۱۱۴۲ھ وفات سنہ ۱۲۲۵ھ۔ مدرسہ کلاں مدراس میں جاری کیا و ۷۶۳ و ۸۳۰

(١٥) علاء الدین داماد بحر العلوم پرنسپل مدرسہ کلان ف٧٦٣
(١٦) محمد عبد الرب فرزند بحر العلوم ف٧٦٣

اکبر ثانی ١٢٢١ھ تا ١٢٥٣ھ

قاری قادر بخش پانی پتی نے رسالہ تجوید و قراءت "ومختصر المفید" اردو میں ١٢٤٢ھ میں لکھے۔
(١) قاضی مولانا عاقل چشتی وفات ١٢٢٩ھ ف٨٣٣
(٢) قاری نور الاولیاء ابن نور العلیٰ وفات ١٢٢٩ھ ف٨٣٢
(٣) قاری نور المصطفےٰ وفات ١٢٣٠ھ ف٨٣٤
(٤) قاری حافظ امام الدین اینچپوری وفات ١٢٣٠ھ
(٥) قاری حافظ سید ضیاء الدین المعروف بہ اللہ دیے برھان پوری وفات ١٢٣٥ھ ف٨٣٥
(٦) سید مجاھد الدین ابن سید معصوم وفات ١٢٣٥ھ ف٨٣٦
(٧) قاری نور الانبیاء ابن نور العلیٰ وفات ١٢٣٥ھ ف٨٣٨
(٨) محمد غوث خان شرف الدولہ شرف الملک شاگرد بحر العلوم مصنف نثر المرجان (جو رسم الخط کی لاجواب تصنیف ہے) مدرسہ محمدیہ مدراس میں جاری کیا۔ وفات ١٢٣٨ھ ف٨٣٨ ف٢٤٥ ف٢٤٨
(٩) قاری حافظ قاضی امام الدین خان وفات ١٢٢٩ھ ف٨٣٩
تجوید میں ایک رسالہ لکھا جو غیر مطبوعہ قلمی موجود ہے۔
(١٠) شاہ عبد العزیز محدث دھلوی قاری ہفت قرات وفات ١٢٣٩ھ ف٨٤٠
(١١) شاہ عبد القادر " " " " ١٢٣٠ھ ف٨٤١
(١٢) شاہ رفیع الدین محدث دھلوی قاری ہفت قرات وفات ١٢٣٣ھ آپکے فرزند شاہ مخصوص اللہ قاری و حافظ تھے ف٨٤٢
(١٣) شاہ عبد الغنی " " " " ١٢٢٧ھ آپکے فرزند شاہ محمد اسمٰعیل شہید حافظ و قاری تھے ف٨٤٣
(١٤) منشی محمد مسعود لکھنوی وفات ١٢٣٩ھ ف٨٤٤
خوشنویس، پانچ قرآن مجید کے نسخے خوش خط اپنے ہاتھ سے لکھے اونکے فرزند قاری محمد ظہیر الدین خان تھے۔
(١٥) حافظ احمد یار فرزند حافظ عبد الرحیم (لال قلعے کے حفاظ و قراء) ف٨٤٥
(١٦) حافظ غلام رسول شوق قاری ولادت ١١٧٠ھ " " " ف٨٤٧
(١٧) حافظ غلام رسول ویران قاری " " " ف٨٤٦
(١٨) قاری حافظ شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی ولادت ١١٥٨ھ وفات ١٢٤٠ھ ف٨٤٠

خلیفہ مجاز قاری شاہ امام الدین دہلوی مجددی قاری سبعہ۔

(۱۹) قاری حافظ محمد بیگ دہلوی شاگرد قاری کرم اللہ وفات سنہ ۱۲۴۰ھ - اونکے شاگرد محمد ہاشم ف ۸۴۹

(۲۰) شیخ القراء حافظ محمد نسیم رامپوری وفات تقریباً سنہ ۱۲۴۰ھ ف ۸۵۰

(۲۱) قاری محمود عرب مدراسی وفات سنہ ۱۲۴۰ھ ف ۸۵۱

(۲۲) قاری مولانا سید جمال الدین رامپوری ولادت سنہ ۱۱۳۰ھ وفات سنہ ۱۲۴۱ھ ف ۸۵۲

سکندر جاہ ؛ سنہ ۱۲۱۷ھ تا سنہ ۱۲۴۴ھ

محمد جعفر یزدی نے سنہ ۱۲۴۱ھ میں فارسی میں قرائت کی کتاب حدائق القراءت لکھی جو سالار جنگ کے کتب خانے میں محفوظ ہے

نواب ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم - سنہ ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ -

(۲۳) شاہ رفیع الدین قندھاری قاری ہفت قرات - ولادت سنہ ۱۱۶۴ھ وفات سنہ ۱۲۴۱ھ ف ۲۶۲

پہلی سند مقری نور الھدیٰ سے لی - دوسری سند مدینہ منورہ میں لی - آپکے خلیفہ میر شجاع الدین حافظ و مقری ہفت قرات تھے

(۲۴) قاری محمد یوسف صاحب مدراسی - وفات سنہ ۱۲۴۱ھ

(۲۵) شاہ ابو الحسن ثانی دہلوی نحوی - وفات سنہ ۱۲۴۲ھ - والد کا مدرسہ جاری رکھا - ف ۷۶۴ ف ۸۵۵

(۲۶) قاری حافظ عبد الرحمٰن سورتی - ولادت سنہ ۱۱۸۰ھ وفات سنہ ۱۲۴۵ھ - آپکے شاگرد قاری شیخ اسمٰعیل - ف ۸۵۶

(۲۷) قاری حافظ محمد اسمٰعیل شہید فرزند عبد الغنی - ولادت سنہ ۱۱۹۶ھ - شہادت سنہ ۱۲۴۷ھ ف ۸۵۷

کنز المعانی شرح شاطبی (تصنیف جعبری) کو کاتب حسین بن داؤد محمد بن احمد ساکن چنول نے لکھا - یہ کتابت سنہ ۱۲۴۷ھ سے قبل کی ہے - رامپور کے کتب خانے سے یہ کتاب دہلی منتقل ہوئی -

(۲۸) شیخ علی بن عبد اللہ الحموی المدراسی - ولادت سنہ ۱۱۸۲ھ - وفات سنہ ۱۲۴۷ھ ف ۸۵۸

(۲۹) مفتی ولی اللہ فرخ آبادی ولادت سنہ ۱۱۶۵ھ - وفات سنہ ۱۲۴۹ھ ف ۸۵۹

(۳۰) شاہ ابو سعید شاگرد شیخ القراء محمد نسیم رامپوری ولادت سنہ ۱۱۹۶ھ - وفات سنہ ۱۱۵۰ھ ف ۸۶۰

(۳۱) قاری منتصر مصری ثم مدراسی - وفات سنہ ۱۲۵۰ھ ف ۸۶۱

(۳۲) قاری مولانا عابد عرف شاہ نوری بھاگلپوری وفات سنہ ۱۲۵۰ھ - سجادہ نشین شہباز محمد دیوریہ - ف ۸۶۲

(۳۳) غلام نبی ابن شاہ غلام سرور خطیب مکہ مسجد حیدر آباد - وفات سنہ ۱۲۵۲ھ ف ۸۶۳

(۳۴) قاری شیخ امین الدین محدث کاکوروی - ولادت سنہ ۱۱۶۴ھ - وفات سنہ ۱۲۵۳ھ ف ۸۶۴

(۳۵) قاری حافظ محمد یار خان فرزند حافظ رحمت خان ولادت سنہ ۱۱۶۴ھ

وفات سنہ ۱۲۵۳ھ ف ۷۹۳ ف ۸۶۵ -

بوظفر بہادر شاہ ؛ ۱۲۵۳ھ تا ۱۲۷۲ھ

حافظ و قاری خوشنویس نسخ و نستعلیق ف ۸۳۳ تا ۸۴۶

فخر المتعلمین رسالہ قراءت کو حاجی حافظ فخر اللہ داماد شیخ القراء محمد نسیم نے ۱۲۵۸ھ میں شروع کر کے ۱۲۶۴ھ

میں ختم کیا۔ دار العلوم دیوبند کے کتب خانے میں ایک نسخہ موجود ہے۔

(۱) مولوی حیدر لکھنوی واعظ وفات در حیدر آباد ۱۲۵۶ھ۔ اونکے فرزند مولوی ظہور لکھنوی اچھے واعظ تھے ف ۸۶۷

(۲) حافظ محمد علی دہلوی ثم حیدر آبادی۔ وفات ۱۲۵۹ھ ف ۸۶۸

(۳) شیخ القراء میر شجاع الدین حافظ و راوی ہفت قراءت۔ ولادت ۱۱۹۲ھ۔ وفات ۱۲۶۵ھ ف ۲۶۲ تا ۲۶۶

شاگردان ؛ قاری قمر الدین وفات ۱۳۰۳ھ (۲) سید شمس الدین وفات ۱۲۸۳ھ (۳) حاجی میر

(۴) محمد دائم حافظ و قاری (۵) سید بادشاہ حسینی وفات ۱۲۸۶ھ۔ تصانیف رسالہ تجوید منظوم لکھا

بہت مقبول ہوا۔ قلمی نسخہ قاری تاج الدین صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ کشف الخلاصہ آپ کی منظوم تصنیف

(۴) قاری محبوب علی شاہ مجذوب ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۲۷۰ھ ف ۸۷۰

(۵) حافظ مقری شاہ سعد اللہ صاحب نقشبندی مجددی وفات ۱۲۷۱ھ آپکے خلیفہ مسکین شاہ نقشبندی ف ۸۷۱

(۶) حافظ سید اشرف بن سید محمد فقیہہ ایلچپوری۔ وفات ۱۲۷۲ھ ف ۸۷۲

(۷) حافظ و قاری نواب عبد الرحمن خان المخاطب بہ صمصام الدولہ شہامت جنگ خلف اکبر حافظ غلام رسول خان

ولادت ۱۱۸۴ھ وفات ۱۲۶۵ھ۔ استاد تھے شاہ عالم و اکبر ثانی و بہادر شاہ کے المعروف بہ جگت استاد ف ۸۱۶

(۸) حافظ محمد علی خان دلیر الدولہ دلاور الملک خلف دوم حافظ غلام رسول خان ف ۸۹۷

خجستہ زمانی بیگم بنت عالمگیر ثانی سے شادی ہوئی جو خود حافظہ و قاریہ تھیں۔

(۹) حافظ محمد خلیل خان خلف سوم حافظ غلام رسول خان ف ۸۹۸

(۱۰) حافظ نواب سیف الرحمن خان خلف اکبر حافظ عبد الرحمن خان ف ۸۹۹

(۱۱) حافظ عبد الحکیم خان خلف دوم " " " ف ۸۹۹

(۱۲) حافظ علی محمد خان المخاطب بہ احتشام الدولہ نصیر الملک رفعت جنگ خلف نواب محمد علی خان ف ۸۹۷ (ب)

شادی فاطمہ بیگم بنت شاکرہ بیگم سے ہوئی جو زینت النساء کی پڑپوتی تھیں۔ دونوں حافظہ و قاریہ تھیں۔

(۱۳) حافظ محمد داؤد خان ندیم الدولہ خلیفۃ الملک مستقیم جنگ خلف حافظ محمد خلیل خان ف ۸۹۸

(۱۴) حیدری بیگم حافظہ و قاریہ بنت حافظ علی محمد خان ف ۸۹۷ (ج)

(۱۵) حافظ غلام دستگیر خان مبین خلف حافظ عبد الحکیم خان ف ۸۹۸

(۱۶) حافظ محمد اسمٰعیل ذہین نبیرہ حافظ داؤد خان - یہہ شاگرد تھے غلام دستگیر مبین کے۔ ف ۸۹۹

(۱۷) کلثوم زمانی بیگم دختر بہادر شاہ حافظہ وقاریہ - ف ۹۰۱

(۱۸) کالی بیگم " " " ف ۹۰۱

(۱۹) غلام فخر الدین المخاطب بہ مرزا فخر الملک حافظ وقاری فرزند بوظفر بہادر شاہ ف ۹۰۲

(۲۰) حافظ مرزا بخت آور شاہ قاری ف ۹۰۲

(۲۱) شہزادی حافظ محمدی بیگم سلاطین زادی ف ۹۰۱

(۲۲) قاری عبدالرحمٰن محدث خلف قاری محمدی
(۲۳) قاری کبیر الدین
(۲۴) قاری نجیب اللہ خلف سعد اللہ نواسے قادر بخش کے
} ان تینوں استادوں سے سیکھنے والے شاگرد عبدالرحمٰن بن چودھری، عبد الصمد اٹروی - پانی پتی

(۲۵) قاری حافظ قادر بخش (حفاظ و قرائے لال قلعہ)

(۲۶) قاری حافظ سرفراز حسین " " " انکے فرزند حافظ عباس حسین جو حفاظ لال قلعہ میں تھے

(۲۷) قاری حافظ محمد عبداللہ خان رامپوری - وفات ۱۲۵۶ھ ف ۹۰۵
انکے فرزند قاری حافظ عبدالرزاق نبیرہ عبدالجبار آصفی۔

(۲۸) مقری شیخ امام الدین امروہی مجددی ولادت ۱۱۹۳ھ - وفات ۱۲۵۶ھ ف ۹۰۶

(۲۹) حافظ قاری کریم اللہ (وزیر اللہ والی ٹونک کے پاس رہے) ف ۸۷۴
وسیلہ القاری علیٰ کلام الباری اردو میں ۱۲۵۴ھ میں لکھی (۲) دوسری تصنیف منبع القرآن فی سبعہ قرات و رسم القرآن ہے۔

(۳۰) قاری سید محمد دہلوی - نہایت البیان فی مقاصد القرآن فارسی میں ۱۲۵۵ھ میں لکھی۔ ف ۸۷۵

(۳۱) قاری غلام مرتضیٰ نے رسالہ قرأت فارسی منظوم ۱۲۵۷ھ میں لکھا۔ اس کا قلمی نسخہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ف ۸۷۶

(۳۲) قاری کرم اللہ محدث مجددی - وفات ۱۲۵۸ھ ف ۹۰۷

(۳۳) قاری فخر اللہ داماد قاری محمد نسیم نے قرأت کا رسالہ فخر المتعلمین ۱۲۵۸ھ میں اردو میں لکھا۔ ف ۸۷۷

(۳۴) احمد عفیف بن اسعد اللہ خان نے المواھب المکیہ فی تقریب التجوید الادبیہ عربی میں ۱۲۶۰ھ میں لکھی۔ ف ۸۸۹

(۳۵) قاری حافظ نصیر الحق قادری وفات ۱۲۶۰ھ ف ۹۰۸

(۳۶) قاری عنایت حسین نے "نور سرمدی" اردو میں لکھ کر ۱۲۶۱ھ میں طبع کرایا۔ ف ۸۸۰

(۳۷) قاری شاہ محمد اسحاق مہاجر مکہ وفات سنہ ۱۲۶۲ھ و ۹۰۹
زینت القاری دوسری بار سنہ ۱۲۶۴ھ میں طبع ہوئی۔

(۳۸) قاری سید حسن نے کتاب تجوید فارسی میں سنہ ۱۲۶۴ھ میں لکھی۔ و ۸۸۱

(۳۹) قاری محمد ظہیر الدین خان لکھنوی ابن منشی محمد مسعود لکھنوی نے ترغیب القرآن اردو میں لکھکر لکھنؤ سے طبع کرایا۔

(۴۰) محمد بن علی بن محمد الحسینی نے تجوید القرآن فارسی میں سنہ ۱۲۶۵ھ میں لکھی۔ قلمی نسخہ ٹونک کی لائبریری سعیدیہ میں موجود ہے

(۴۱) مفتی محمد سعد اللہ رامپوری نے رسالہ خلاصۃ النوادر لکھکر سنہ ۱۲۶۷ھ میں طبع کرایا۔ اس میں قرات سبعہ کے قوا
مختصراً فارسی میں لکھے گئے اس کی تصحیح حافظ عظیم اللہ خان تلمیذ رشید مصنف نے کی۔ کتب خانہ مظاہر
سہارن پور میں ایک نسخہ ہے (۲) رسالہ قرات منظومہ کو بھی صاحب موصوف نے لکھا (۳) قرات سبعہ
بہ بائل التجوید والقرارۃ لکھی جس کے قلمی نسخہ کی کتابت محمد یعقوب الہ آبادی نے سنہ ۱۳۱۲ھ میں کی۔ یہ
دیوبند کے دار العلوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ و ۸۸۵

(۴۲) قاری یوسف حسین مکی القادری ثم مدراسی نے فوائد قرات قرآن مدراس میں سنہ ۱۲۶۷ھ میں لکھی جو کتب خانہ اس
مدراس میں محفوظ ہے۔ و ۸۸۶

(۴۳) محمد حسن علی ہاتفی شاہ جہان پوری نے رموز القرآن کے نام سے تجوید کا رسالہ سنہ ۱۲۷۰ھ میں لکھا۔ اور اپنے ا
فضل الرحمٰن کو دکھلا کر انکی اجازت سے شائع کیا۔ و ۸۸۹

(۴۴) قاری حافظ جعفر علی اکبر آبادی وفات سنہ ۱۲۷۰ھ و ۹۱۱

(۴۵) حافظ قاری رضا علی بنارسی نے رغائب الانباب فارسی میں تجوید پر سنہ ۱۲۷۱ھ میں لکھی و ۸۹۰

(۴۶) قاری حافظ علی محمد عرف جی صاحب رامپوری وفات سنہ ۱۲۷۲ھ و ۹۱۲

(۴۷) قاری حافظ عبد الغنی پھلواری شریف ولادت سنہ ۱۱۹۰ھ وفات سنہ ۱۲۷۲ھ و ۹۱۳

(۴۸) قاری عبد العلی ابن سید عفت علی۔ ولادت سنہ ۱۲۰۲ھ وفات سنہ ۱۲۷۲ھ

(۴۹) قاری احمد علی عباسی چڑیاکوٹی۔ ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ وفات سنہ ۱۲۷۲ھ و ۹۱۴
قاری محمد نسیم رامپوری کے شاگرد تھے۔

(۵۰) حافظ شرف الدین لاہوری۔ وفات سنہ ۱۲۷۲ھ۔ انکے فرزند احمد الدین نے قدیم مدرسہ جاری رکھا۔ و ۹۱۵

(۵۱) سید جلال الدین اللہ والے برہان پوری۔ ولادت سنہ ۱۱۸۱ھ وفات سنہ ۱۲۷۳ھ و ۹۱۶

(۵۲) قاری احمد علی خان لکھنوی۔ وفات سنہ ۱۲۷۳ھ۔ و ۹۱۷

(۵۳) قاری حافظ مخصوص اللہ ابن رفیع الدین وفات سنہ ۱۲۷۳ھ و ۹۱۸

(۵۴) حاجی مقری محمد میاں اورنگ آبادی۔ تجوید محمدی عربی میں ۱۲۷۳ھ میں لکھی۔ ف ۹۱۹

(۵۵) قاری شاہ محمد عبدالحق کلکتوی انکے شاگرد محمد عبداللہ کانپوری ف ۹۲۰ ایران میں قراءت کا ایک رسالہ شاہ عباس ثانی
کے زمانے میں عبدالرضا ابن جلال نے لکھا جو سید ابوالقاسم کی کتاب منظومہ کی شرح ہے اس کی نقل ناظم الدولہ
کی فرمائش پر ۱۲۵۹ھ میں کی گئی۔ دوسری نقل ۱۲۷۸ھ میں محمد باقر نے کربلا میں کی اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر
عبدالحق مرحوم کے کتب خانہ واقع مدراس میں موجود ہے۔

(۵۶) حافظ عبدالصمد یوسفی ابن منشی رسول بخش لکھنو میں ملازم تھے ۱۲۷۳ھ میں غدر کے بعد ہر دو کو سزائے موت دی گئی ف ۹۲۱

(۵۷) مولوی محمد علی فرزند سخاوت علی وفات ۱۲۷۳ھ ف ۹۲۲

انگریزی دور ۱۲۷۳ھ تا ۱۳۶۵ھ

نواب افضل الدولہ ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ
نواب محبوب علی خان۔ ۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۷ھ
نواب عثمان علی خان ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۷۶ھ

(۱) قاری مولوی عبدالکریم ابن برکت علی ولادت ۱۲۴۶ھ۔ وفات ۸ محرم ۱۲۷۴ھ ۔ ف ۹۲۵

(۲) قاری حافظ محمد جمیل المعروف بہ بسم اللہ صاحب برہان پوری ولادت ۱۲۱۱ھ وفات: ۱۲۷۴ھ ف ۹۲۶

(۳) قاری حافظ حاجی محمد سخاوت علی عمری ولادت ۱۲۲۱ھ وفات ۱۲۷۴ھ ف ۹۲۷
آپ کے شاگرد تھے کرامت علی جونپوری۔

(۴) قاری حافظ مجیب علی احقر رامپوری۔ ولادت ۱۱۹۰ھ وفات ۱۲۷۵ھ۔ ف ۹۲۸

(۵) قاری حاجی ابوسعد اسمٰعیل بن حسین دیلوری ولادت ۱۲۴۱ھ وفات ۱۲۷۶ھ ف ۹۲۹

(۶) قاری محمد عبداللہ۔ مصنف مرغوب القاری فارسی منظوم جو مطبع ہاشمی سے ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوئی کاتب
ممتاز علی تھے۔ مظاہر العلوم کے کتب خانے میں ایک نسخہ ہے ف ۹۲۴ (الف) ف ۹۳۰

(۷) قاری حافظ ابوسعید ولادت ۱۲۱۷ھ۔ وفات ۱۲۷۷ھ ف ۹۳۱

(۸) یوسف علی خان ابن مظہر علی خان شاگرد قاری قادر بخش نے ایک رسالہ ضاد کی تحقیق میں ۱۲۷۸ھ میں لکھا
جو قلمی کتب خانہ مظاہر العلوم میں موجود ہے۔ ف ۹۲۴ (ب) ف ۹۳۲

(۹) مولانا فضل حق خیرآبادی ابن فضل امام ولادت ۱۲۱۲ھ وفات ۱۲۷۸ھ ف ۹۳۴

(۱۰) قاری شیخ احمد بن نعیم کشمیری وفات ۱۲۷۸ھ ف ۹۳۳

(۱۱) قاری یوسف حسین مکی ثم مدراسی وفات سنہ ۱۲۷۸ھ

(۱۲) قاری حافظ کریم اللہ خان بنارسی نے منبع القرآن فی سبعہ قرات و رسم القرآن فارسی میں سنہ ۱۲۷۹ھ میں لکھا۔ و۹۲۴

(۱۳) قاری مولوی جلال الدین احمد بنارسی ولادت سنہ ۱۲۲۱ھ وفات سنہ ۱۲۷۹ھ و۹۳۵

(۱۴) قاری محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ بدرالملک ولادت سنہ ۱۲۱۱ھ وفات سنہ ۱۲۸۰ھ۔ و۹۳۶

(۱۵) قاری مولانا غلام قادر مدراسی نے ضوابط الفرقان سنہ ۱۲۸۰ھ میں مظہر العجائب پریس مدراس سے شائع کرایا۔ و۹۲۴(ا)

(۱۶) فتح المنان فی تجوید القرآن سنہ ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد دکن میں لکھی گئی۔ قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں

موجود ہے۔ و۹۲۴ (د)

(۱۷) شیخ القراء محمد ہاشم دہلوی قاری سبعہ شاگرد محمد بیگ۔ وفات سنہ ۱۲۸۰ھ۔ و۹۳۷

(۱۸) قاری شاہ کرامت علی شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث وفات سنہ ۱۲۸۰ھ

(۱۹) عبدالغفار خان نے ایک قرآن مجید معہ فروش سبعہ قرات حسب الحکم یمین الدولہ وزیرالملک نواب محمد علی خان

والی ٹونک سنہ ۱۲۸۱ھ میں لکھا جو رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔ و۹۲۴ (و)

(۲۰) قاری حافظ شاہ مظہر علی بہ سلسلہ مخدوم زادہ کاکوروی ولادت سنہ ۱۲۱۲ھ وفات سنہ ۱۲۸۱ھ۔ ان کے فرزند

مہدی علی خوشنویس تھے۔ و۹۳۸۔

(۲۱) قاری نواب وزیرالدولہ وزیر خان والی ٹونک شاگرد کریم اللہ خان راوی ہفت قرات ولادت سنہ ۱۲۲۲ھ وفات سنہ ۱۲۸۱ھ

(۲۲) قاری حافظ سید کرم اللہ برہان پوری وفات سنہ ۱۲۸۱ھ و۹۳۹

(۲۳) قاری حافظ محمد عبدالکریم خان ابن نواب امیر خان ولادت سنہ ۱۲۳۲ھ وفات سنہ ۱۲۸۲ھ

(۲۴) قاری مولانا محمد عثمان بن حافظ محمود نے راحت القاری شرح زینت القاری لکھ کر محمدی پریس بمبئی سے

سنہ ۱۲۸۲ھ میں طبع کرائی۔ و۹۲۴ (ز)

(۲۵) قاری حافظ محمد عبیداللہ عرف قاری لالا پانی پتی وفات سنہ ۱۲۸۲ھ و۹۴۰

(۲۶) مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔ و مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سنہ ۱۲۸۳ھ میں قائم ہوئے۔ و۹۴۲

(۲۷) قاری حافظ شمس الدین فیض شاگرد شاہ شجاع الدین ولادت سنہ ۱۱۹۵ھ وفات سنہ ۱۲۸۳ھ و۹۴۱

(۲۸) شیخ القراء حافظ محمد عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی نے تحفۂ نذریہ لکھ کر سنہ ۱۲۸۳ھ میں طبع کرایا۔

(۲۹) قاری محمد سعداللہ نے رسالہ تجوید لکھا جس کی نقل سید شرف علی عرف میر ہدایت علی رضوی نے سنہ ۱۲۸۳ھ میں

ختم کی۔ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں ایک کاپی موجود ہے۔

(۳۰) قاری حافظ محمد جلال خان ابن نواب امیر خان ٹونکی ولادت سنہ ۱۲۳۰ھ وفات سنہ ۱۲۸۴ھ و۹۴۳

(۳۱) قاری عبدالوہاب مدار الامراء مدراسی ولادت ۱۲۰۸ھ وفات ۱۲۸۵ھ **ف ۹۴۴**

(۳۲) قاری سید محمد بادشاہ حسینی شاگرد شاہ شجاع الدین ولادت ۱۲۱۹ھ وفات ۱۲۸۶ھ **ف ۹۴۶**

(۳۳) ایک قرآن شریف لکھنؤ سے ۱۲۸۶ھ میں طبع ہوا جس کے حاشیے پر اختلافات سبعہ قرات مندرج ہیں یہ قرآن شریف بڑی سائز پر ہے۔ حشمت علی کاتب نے کتابت کی۔ تاریخ طبع منشی امیراللہ تسلیم نے کہی

زحسن کوشش حشمت علی باز ✕ چو مصحف طبع شد بے مثل دوران

نوشتم از پے تاریخ تسلیم ✕ شد از سید دو چندان شان فرقان

۱۲۸۶ھ

اس قرآن شریف کی مانگ زیادہ ہونے سے دوبارہ پھر طبع ہوا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا۔ اس تیسری طباعت کے قرآن کا ایک نسخہ سید قادر محی الدین صاحب اسسٹنٹ کمشنر آبکاری وظیفہ یاب مدراس کے پاس موجود ہے۔ سبعہ کے حواشی کے علاوہ جا بجا۔ بحر العلوم و درۃ الفرید واتحاف کے حوالے بھی مندرج ہیں

(۳۴) قاری مولوی حاجی حافظ ہادی علی خوشنویس ہفت قلم کاکوروی ولادت بنارس ۱۲۱۴ھ وفات ۱۲۸۶ھ **ف ۹۴۵**

(۳۵) قاری نواب مصطفیٰ خان شیفتہ ولادت ۱۲۱۸ھ وفات ۱۲۸۶ھ **ف ۹۴۷**

(۳۶) قاری شیخ اسمٰعیل سورتی گجراتی وفات ۱۲۸۷ھ **ف ۹۴۸**

(۳۷) قاری مولانا عبدالرشید ابن شاہ احمد سعید مجددی ولادت ۱۲۳۷ھ وفات ۱۲۸۷ھ **ف ۹۴۹**

(۳۸) قاری حافظ شاہ امیر حسن عظیم آبادی ۱۲۸۸ھ **ف ۹۵۰**

(۳۹) قاری حافظ محمد حسن علی ہاتفی شاہ جہان پوری نے رموز القرآن اردو میں دوسری مرتبہ ۱۲۸۸ھ میں طبع کرایا۔

(۴۰) قاری عبدالرحمن کلکتوی نے تیسواں پارہ سبعہ قرات کو متن میں لکھکر ۱۲۸۹ھ میں بمبئی سے طبع کرایا۔

(۴۱) قاری امیر احمد ابن نصیر احمد ٹونکی وفات ۱۲۹۰ھ **ف ۹۵۱**

(۴۲) شیخ القراء مولانا کرامت علی جونپوری تلمیذ سید ابراہیم بن محمد۔ وتلمیذ سید محمد اسکندرانی قاری ہفت قرات ولادت ۱۲۱۵ھ۔ وفات ۱۲۹۰ھ **ف ۲۶۸** تا **ف ۲۷۵** **ف ۹۹۲**

تصانیف (۱) زینت القاری (۲) قواعد مخارج و صفات (۳) مقدمہ الجزری کا اردو ترجمہ مع شرح جو بہت مقبول ہوا (۴) کوکب دری کے نام سے سلیس اردو میں لغات قرآنی کا ترجمہ کیا (۵) شرح شاطبی لکھی۔

فرزندان: قاری حافظ احمد علی (۲) قاری حافظ محمود علی (۳) قاری مولانا عبد الاول۔

شاگردوں میں: (۱) قاری عبدالقادر، بھتیجے (۲) قاری مولانا مصلح الدین بھتیجے (۳) قاری محمد حسن۔ بھتیجے (۴) قاری حافظ محمد احسن نابینا بھتیجے (۵) قاری محمد جاوید سلہٹی (۶) قاری غلام سرور تپسروی

(۷) قاری حافظ محمد حاتم امام مسجد کولوٹولہ کلکتہ (۸) قاری عبدالرحمٰن ڈھاکوی (۹) قاری محمد احمد تبریزی
(۱۰) قاری آغا شجاعت علی ڈھاکوی۔

(۴۳) قاری حافظ منیر علی رامپوری ولادت ۱۲۱۵ھ۔ وفات ۱۲۹۰ھ و۹۵۳

(۴۴) قاری حافظ عبدالرحیم رامپوری وفات ۱۲۹۰ھ و۹۵۴

(۴۵) قاری محمد زمان خان شہید ولادت ۱۲۴۲ھ وفات ۱۲۹۲ھ و۹۵۵

(۴۶) قاری محمد مسیح الزمان برادر محمد زمان خان شہید جنھوں نے ضوابط القرآن فی قراءت امام عاصم لکھ کر ۱۲۹۳ھ میں حیدرآباد دکن سے طبع کرائی۔

(۴۷) قاری حافظ سید نصیر الدین ابن سید جلال الدین برہان پوری ولادت ۱۲۲۳ھ وفات ۱۲۹۳ھ و۹۵۶

(۴۸) قاری سعید الدین احمد ابن قاری سید جلال الدین بنارسی وفات ۱۲۹۳ھ و۹۵۷

(۴۹) مقری حافظ سید علی حسین رامپوری ابن قمر علی ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۲۹۳ھ و۹۵۸

(۵۰) مقری مفتی محمد سعد اللہ رامپوری ولادت ۱۲۱۹ھ وفات ۱۲۹۴ھ و۹۵۹
تصانیف ایک سو سے زائد ہیں تجوید میں چار کتابیں ہیں (۱) رسالہ فی وجود الغنہ فارسی مطبوعہ (۲) رسالہ تجوید فارسی مطبوعہ (۳) خلاصۃ النوادر (۴) نوادر البیان فی علوم القرآن۔

(۵۱) قاری احمد علی احراری رامپوری وفات ۱۲۹۴ھ۔ آپکے فرزند قاری عبدالولی شہید و۹۶۰

(۵۲) قاری حافظ نواب محمد عباد اللہ خان ابن امیر خان ٹونکی ولادت ۱۲۲۷ھ وفات ۱۲۹۴ھ و۷۶۵

(۵۳) قاری حافظ نواب محمد جمال خان ابن امیر خان ٹونکی ولادت ۱۲۲۹ھ۔ وفات ۱۲۹۴ھ و۷۶۵

(۵۴) قاری حافظ شاہ محمد اسمٰعیل بنارسی وفات ۱۲۹۴ھ یہ شاگرد تھے شاہ رضا علی بنارسی کے۔ و۹۲۳

(۵۵) قاری حافظ مولوی عالم علی ابن کفایت علی رامپوری ولادت ۱۲۲۸ھ وفات ۱۲۹۵ھ و۹۲۴

(۵۶) قاری مولوی غلام رسول خان رامپوری ثم لکھنوی۔ وفات ۱۲۹۵ھ و۹۲۵

(۵۷) قاری مفتی ریاض الدین بن قاضی علیم الدین ولادت ۱۲۲۹ھ وفات ۱۲۹۵ھ و۹۲۶

(۵۸) وقوف سجاوندی کی ایک خوشخط نقل کاتب عزیز الرحمٰن نے ۱۲۹۵ھ میں لکھی جو فی الوقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۵۹) قاری عبدالولی اورنگ آبادی نے عمدۃ القصائد عربی میں ۱۲۹۵ھ میں حیدرآباد دکن سے طبع کرائی۔

(۶۰) قاری محمود علی پسر اوسط کرامت علی جونپوری وفات ۱۲۹۶ھ و۲۷۸ و۹۶۸

(۶۱) قاری حافظ عبدالعزیز اخوندجی وفات ۱۲۹۶ھ و۹۶۹

قاری حافظ عبدالعلی خان رامپوری وفات ۱۲۹۷ھ و۹۷۰

قاری حافظ نور المقتدیٰ اورنگ آبادی ابن نور المصطفےٰ ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۲۹۸ھ و۹۷۱

قاری سید غوث علی شاہ قادری نقشبندی وفات ۱۲۹۸ھ و۹۷۲

قاری حافظ شاہ محمد عمر مجددی ولادت ۱۲۴۴ھ وفات ۱۲۹۸ھ و۹۷۳

قاری محمد صادق مدراسی ولادت ۱۲۴۰ھ. وفات ۱۳۰۰ھ - التیسیر کا قلمی نسخہ ۱۲۸۹ھ میں آپکے پاس پہونچا جو فی الوقت ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں موجود ہے۔ و۹۷۴

قاری محمد ابراھیم حیدرآبادی نے المختصر المفید فی علم التجوید لکھ کر ۱۳۰۰ھ میں طبع کرایا۔

چودھوین صدی ہجری

قاری محمد اشرف عالم ابن مولانا عابد نے مجموعہ آداب اور پھر آداب القرآن ۱۳۰۱ھ میں شائع کئے۔

قاری حافظ حاجی محمد خان جاگیردار علاقہ اجمیر ساکن ٹونک وفات ۱۳۰۲ھ - و۹۸۱

حکیم حاجی قاری محمد حسن خان نیر ولادت ۱۲۵۲ھ وفات ۱۳۰۳ھ - و۹۸۲

شیخ القراء حافظ عبدالولی رامپوری ثم اورنگ آبادی شہادت ۱۳۰۳ھ و۹۸۳ (۱)

شاگردان: محمد ابراھیم التمیمصی القادری (۲) حافظ فیض محمد اورنگ آبادی (۳) قاری شرف الدین اورنگ آبادی (۴) قاری سید اصغر اورنگ آبادی مہتمم پولیس اورنگ آباد (۵) قاری نظام الدین اورنگ آبادی (۶) قاری شیخ احمد اورنگ آبادی (۷) قاری حاجی ابو محمد اورنگ آبادی (۸) قاری نظام الدین دوم اورنگ آبادی

قاری محمد ابراھیم التمیمصی القادری نے ولی القاری تالیف کر کے ۱۳۰۳ھ میں حیدرآباد سے طبع کرائی و۹۸۳ (و)

قاری حافظ مولانا عبدالحی فرنگی محلی ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۰۴ھ و۹۸۴

شاگردان: (۱) وحید الزمان حیدرآبادی (۲) مولوی انوار اللہ خان قندھاری (۳) مولوی عین القضاء حیدرآبادی ثم لکھنوی۔

قاری شیخ رحمٰن علی ولادت ۱۲۴۴ھ وفات ۱۳۰۴ھ - و۹۸۵

قاری امیر اللہ ابن فقیر اللہ وفات ۱۳۰۴ھ - و۹۸۶

قاری حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدھلوی نے حرز الاصول والفروع القرآن سبعہ قرات میں اردو میں لکھی جو بے نظیر کتاب ہے۔ قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

مطبوعہ قرآن شریف جس کی سائز ۲ × ۱½ فٹ جو صفحات ۱۵۱ پر مشتمل ہے جس کا وزن ۲۵ پونڈ ہے

یہہ قرآن شریف میور پریس دہلی میں ۱۳۰۴ھ میں شائع ہوا۔ اس میں اختلافات سبعہ کا ایک حاشیہ ہے۔ دوسرا حاشیہ رسم الخط کا ہے۔ تیسرا اور چوتھا حاشیہ تفسیر حسینی و تفسیر عزیزی کا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سید محمود علی صاحب سجادہ نشین شاہ عبد الحلیم بھنڈاری واقع انکلےسر کے پاس موجود ہے۔

بار دوم اس قرآن مجید کی طباعت ۱۳۰۸ھ میں میور پریس دہلی سے ہوئی۔ یہہ طباعت کپڑے پر بھی ہے جس کا ایک نسخہ مسٹر محمد مجید اللہ ڈپٹی کمشنر پولیس حیدر آباد (حال کمشنر پولیس بمبئی) کے پاس موجود ہے

ہذا یہہ غیب سے آئی کہ تاریخ ❖ شعا اب لکھ جزاک اللہ خیراً

۱۳۰۸ھ

(۱۱) شیخ القراء عبد الرحمٰن بن پیر بخش بن امیر شاہ گنگوہی وفات ۱۳۰۵ھ ف ۹۸۷

(۱۲) قاری مولوی وجیہہ الدین خان ابن مفتی علیم الدین خان ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۳۰۵ھ ف ۹۸۸

(۱۳) ایک قرآن شریف جس کی ہر سطر واو سے شروع ہوتی ہے کلکتے میں مطبع غوثیہ سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا جو حکیم ظہیر احمد صاحب ٹونکی شاہی طبیب کے پاس موجود ہے۔

(۱۴) قاری پیر محمد لکھنوی نے سبعہ قرات میں سراج القراءت اردو میں لکھ کر ۱۳۰۶ھ میں لکھنو سے طبع کرائی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے۔ ف ۹۸۹

(۱۵) قاری حافظ احمد الدین بہ سلسلہ محمد اسمٰعیل مدرس وفات ۱۳۰۶ھ

(۱۶) قاری سبعہ غلام قادر مدراسی نے روح التجوید فی ترغیب التجوید ۱۳۰۸ھ میں لکھی۔

(۱۷) قاری سید حمید الدین ابن سید جلال الدین وفات ۱۳۰۸ھ ف ۹۹۰

(۱۸) قاری مولوی صدیق حسن خان ولادت ۱۲۴۸ھ وفات ۱۳۱۰ھ ف ۹۹۱

(۱۹) قاری حافظ نواب محمد اکرم خان ابن امیر خان ولادت ۱۲۳۹ھ وفات ۱۳۱۰ھ ف ۹۹۲

(۲۰) قاری سید علی مراد شاہ بخاری المتخلص بہ افضل ولادت ۱۲۴۹ھ وفات ۱۳۱۰ھ (کرپوی) ف ۹۹۳

(۲۱) قاری حافظ عبد الہادی خان بھوپالی۔ قاری سبعہ قرات نے ہدایت القراء سبعہ قرات میں اردو میں لکھ کر بھوپال سے ۱۳۱۲ھ میں طبع کرائی۔ اب اس کے نسخے کمیاب ہیں۔

(۲۲) قاری حافظ مولانا رضا علی بنارسی ولادت ۱۲۴۶ھ۔ وفات ۱۳۱۲ھ ف ۹۹۴

(۲۳) قاری سید امین اللہ سنگھڑوی ولادت ۱۲۷۷ھ وفات ۱۳۱۲ھ

(۲۴) قاری نواب محمد علی خان والی ٹونک ولادت ۱۲۴۸ھ تخت نشینی ۱۲۸۱ھ معزولی ۱۲۸۴ھ۔ بنارس میں وفات ۱۳۱۳ھ۔ ف ۹۹۵

(۲۵) ایک قرآن شریف اعجاز محمدی پریس آگرے سے ۱۳۱۳ھ میں طبع ہوا۔ تفسیر حسینی حاشیے پر ہے سائز ۱۸×۱۲

ہے۔ یہ خط گلزار میں لکھا ہوا ہے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ بین السطور ہے۔ حکیم ظہیر احمد ٹونکی طبیب شاہی کے پاس ایک نسخہ موجود ہے

(۲۶) ایک قرآن شریف ۱۳۱۲ھ میں قاری محمد العلیم فرزند قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے مطبع فیض عام مظفر آباد سے طبع کرایا جس پر سبعہ قرات کا حاشیہ ہے اور جس کو قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے دیکھا تھا۔ اس قرآن شریف کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد صاحب ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس موجود ہے۔

(۲۷) قاری شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی ولادت ۱۲۰۹ھ وفات ۱۳۱۳ھ **ف ۹۹۶**

شاگرد و خلیفہ قاری عبدالرحمٰن مرادآبادی ثم حیدرآبادی

(۲۸) قاری مولانا محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ مجددی خلیفہ شاہ سعداللہ صاحب مجددی وفات ۱۳۱۴ھ لذات مسکینی میں قرات کا باب باندھا۔ **ف ۹۹۷**

(۲۹) شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی شاگرد مقری امام الدین ولادت ۱۲۲۷ھ۔ وفات ۱۳۱۴ھ **ف ۲۸۸ تا ف ۳۰۳ ف ۹۹۸**

شاگردان، قاری مولانا محمد علی مکی جو ٹونک و حیدرآباد دکن میں رہے (۲) قاری علی حسین رامپوری (۳) مولانا محمد یعقوب نانوتوی (۴) مقری عبدالهادی خان بھوپالی (۵) پیر جماعت علی شاہ مجددی (۶) مولانا گل حسن پانی پتی (۷) عبدالسلام عباسی (۸) قاری محمد حسن فرزند اول (۹) عبدالسلام انصاری فرزند دوم (۱۰) مقری عبدالعلیم انصاری فرزند سوم (۱۱) مقری عبدالرحمٰن ضریر (۱۲) قاری نورالهدیٰ (۱۳) شیخ الہند محمود الحسن (۱۴) مولانا اشرف علی تھانوی (۱۵) نواب صدر یار جنگ شروانی (۱۶) قاری نجیب اللہ پانی پتی (۱۷) مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی (۱۸) قاری حافظ اکرام الدین (۱۹) نواب عبدالوہاب خان ٹونکی (۲۰) لڑکیاں و دیگر بیگمات

تصانیف : (۱) رسالہ نذریہ (۲) فیوض رحمانی

(۳۰) قاری محمود حسین تلمیذ شیخ القراء حافظ سید محمد تونسی نے ضیاء الفرقانی لکھ کر ۱۳۱۴ھ میں مطبع عزیز دکن حیدرآباد سے شائع کیا۔

(۳۱) قاری راغب علی پانی پتی۔ وفات ۱۳۱۴ھ **ف ۹۹۹**

(۳۲) قاری عبدالرحیم مدراسی فرزند محمود عرب ولادت ۱۲۳۵ھ۔ وفات ۱۳۱۵ھ **ف ۱۰۰۰**

(۳۳) قاری منشی حافظ سراج الدین کاکوروی ولادت ۱۲۶۹ھ وفات ۱۳۱۵ھ **ف ۱۰۰۱**

(۳۴) قاری غلام محمد علوی رامپوری وفات تقریباً ۱۳۱۵ھ **ف ۱۰۰۲**

(۳۵) قاری مولانا سراج الاسلام اکبرآبادی وفات ۱۳۱۶ھ۔ ان کے فرزند مولانا ضیاء الاسلام تھے۔ **ف ۱۰۰۳**

(۳۶) قاری حافظ احمد علی فرزند اکبر مولانا کرامت علی جونپوری وفات ۱۳۱۶ھ۔ و ۱۰۰۴

(۳۷) التیسیر (جو حضرت سلیمان دانی کی مشہور قرات سبعہ کی کتاب ہے) کو عربی ہی متن میں حیدرآباد۔ دکن سے ۱۳۱۶ھ میں طبع کیا گیا۔

(۳۸) قاری سید سلیمان بھوپالی نے المختصر المفید فی مباحث التجوید المعروف بہ تحفۃ الطلاب اردو میں دو جلدوں میں لکھ کر ۱۳۱۶ھ میں شائع کیا۔

(۳۹) قاری سر سید احمد خان شاگرد مقری مخصوص اللہ ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۳۱۶ھ۔ و ۱۰۰۵

(۴۰) قاری محمد عبداللہ امام جامع مسجد کانپور و مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور نے "قاری بنانے والی کتاب" اردو میں لکھی جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ و ۱۰۰۰

(۴۱) "تجوید کی حقیقت" یہ اردو ترجمہ ہے۔ محمد صدیق افغانی کی زبدۃ الترتیل کا یہ ترجمہ قاری محمد یوسف نے کیا جو کریمی پریس الہ آباد سے شائع ہوا۔

(۴۲) کتاب المجز مع رسالہ مقتح الطرائق والابواب جو ۱۱۷۰ھ میں عربی میں لکھی گئی اوس کی قلمی کتابت ۱۳۱۷ھ میں محمود بن محمد نے کی۔ یہ رسم الخط قرآنی واختلافات قرات پر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۴۳) تجوید القرآن مع رسالہ تعلیم الوقف یادگار حق القرآن منظوم از مولوی اشرف علی تھانوی ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔

(۴۴) رسالہ عزیز القاری کو مولوی قاری سید شہاب الدین احمد ابن قاسم شرف الدین پنجابی ثم گجراتی نے ۱۳۲۰ھ میں لکھ کر مطبع کنز العلوم سے طبع کرایا۔

(۴۵) قاری حافظ محمد احمد خلف قاری حافظ عبداللہ نے خلاصۃ تجوید احمدیہ ۱۳۲۰ھ میں لکھا۔ یہ نسخہ حیدرآباد دکن کی اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۴۶) قاری واحد نور خان خلف محمد خان جاگیردار ٹونکی۔ وفات ۱۳۲۰ھ۔ و ۱۰۰۶

(۴۷) قاری مولوی محمد شبلی فرزند مولوی سخاوت علی۔ ولادت ۱۲۶۰ھ۔ وفات ۱۳۲۰ھ۔ و ۱۰۰۷

(۴۸) قاری محمد اسحاق پھلکی وفات ۱۳۲۰ھ

(۴۹) قاریہ قمر النساء بیگم بنت امیر خان ساکن انکلے سرو گودھرا ولادت ۱۲۴۰ھ وفات ۱۳۲۰ھ و ۱۰۰۹

(۵۰) قاری حافظ شیخ محبوب حیدرآبادی۔ وفات ۱۳۲۰ھ۔ و ۱۰۱۰

(۵۱) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن عربی میں۔ شیخ القراء ضیاء الدین احمد کی تالیف ۱۳۲۰ھ میں ہوئی

(۵۲) قاری مولانا محمد حسن ابن رجب علی قاری سبعہ وفات ۱۳۲۱ھ۔ و ۱۰۱۱

(۵۳) قاری سید احمد مدنی ثم سنگھڑوی ولادت ۱۲۵۹ھ۔ وفات ۱۳۲۱ھ

(۵۴) حکیم قاری حافظ حاجی مولانا محمد حسین الہ آبادی شاگرد شیخ القراء عبدالرحمٰن پانی پتی۔ ولادت ۱۲۶۹ھ
وفات ۸ رجب ۱۳۲۲ھ۔ تلامذہ کی تعداد ۲۴ ہے۔ ممتاز شاگرد یہ ہیں:۔ (۱) نذیر احمد لکھنوی (۲) مولانا
حکیم عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء (۳) مولانا عین القضاۃ (۴) مولانا محمد ابراہیم۔ ف ۱۰۱۲

(۵۵) قاریہ عائشہ بیگم (شاہ رفیع الدین کی پوتی) وفات ۱۳۲۲ھ ۴۸/۱۳

(۵۶) قاری ملا سید عبدالوحید سنگھڑوی ولادت ۱۲۵۰ھ وفات ۱۳۲۲ھ

(۵۷) مقری مولانا رشید احمد گنگوہی وفات ۱۳۲۳ھ۔ رد الطغیان فی اوقاف القرآن لکھی۔ ف ۱۰۱۴

(۵۸) قاری حافظ شاہ وارث علی ساکن دیوہ۔ وفات ۱۳۲۳ھ ف ۱۰۱۵

(۵۹) شیخ القراء سید محمد تونسی مدنی وفات ۱۳۲۴ھ ف ۳۲۶ تا ۳۲۸ ف ۱۰۱۶۔ ممتاز شاگرد:
(۱) مقری مولانا محمد ابراہیم القمیصی القادری (۲) مقری حافظ مولانا سید شاہ غلام غوث شطاری
(۳) مقری حافظ مولانا سید شاہ محمد علی شطاری (۴) مقری حافظ مولانا سید شاہ عمر قادری
(۵) مقری حافظ محمد ایوب (۶) قاری سید اسد اللہ ناظم عدالت عمرگہ (۷) قاری محمود حسین (۸) قاری نظام الدین
(۹) قاری سید زین العابدین (۱۰) قاری محی الدین شریف (۱۱) قاری حافظ فخر الدین (۱۲) قاری عبدالقادر
(۱۳) قاری عبدالقدیر۔

(۶۰) مقری حافظ عبدالرحمٰن ضریر کھوکھر تلمیذ عبدالرحمٰن پانی پتی۔ وفات ۱۳۲۴ھ ف ۱۰۱۷ ف ۱۰۱۸
شاگردان بہ (۱) قاری حافظ محی الاسلام (۲) قاری حافظ قیام الدین پانی پتی (۳) قاری عبداللطیف

(۶۱) ضیاء القرات شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی نے ۱۳۲۵ھ میں لکھ کر طبع کرائی۔

(۶۲) قاری غلام محمد کرنالی وفات ۱۳۲۵ھ ف ۱۰۲۱

(۶۳) قاری حافظ محمد یوسف ڈھاکوی وفات ۱۳۲۵ھ ف ۱۰۲۲

(۶۴) مجموعہ ضیاء القرادت کی دوسری بار طباعت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی جس کو مقری ضیاء الدین نے طبع کرایا۔

(۶۵) مفتی محمد محمود مدراسی نے "ریاض القراء" لکھ کر ۱۳۲۷ھ میں طبع کرائی۔

(۶۶) قاری مسیح الزمان جن کی تالیف ضوابط القرآن ہے۔ وفات ۱۳۲۸ھ ف ۱۰۲۳

(۶۷) قاری حسن الزمان نے "رسم الخط امام" تالیف کی جو قلمی اونکے کتب خانے میں موجود ہے۔ دوسری تالیف
"قرات القرآن اہل بیت" ہے جو ۸۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ تالیف ۱۳۲۸ھ ہے۔ ف ۱۰۲۶

(۶۸) قاری سید احمد علی ابن مولانا محمد علی مونگھیری ولادت ۱۲۹۷ھ وفات ۱۳۲۸ھ

(٦٩) التیسیر کا عربی متن دوسری بار مجتبائی پریس دہلی سے ١٣٢٨ھ میں طبع ہوا جس کا ایک نسخہ شیخ القراء حافظ
محمد سابق صاحب لکھنوی کے پاس موجود ہے۔

(٧٠) قاری حافظ نواب عبدالوہاب خان قاری سبعہ قرات برادر نواب ابراہیم علی خان ٹونکی ولادت ١٣٠٢ھ وفات ١٣٢٩ھ

(٧١) قاری حافظ مولوی عبدالحق رامپوری ولادت ١٢٤٩ھ وفات ١٣٢٩ھ ف ١٠٢٥

(٧٢) قاری حسن الزمان دہلوی ثم حیدرآبادی ولادت ١٢١٩ھ - وفات ١٣٢٩ھ ف ١٠٢٦
کثیر التصانیف - قرات پر دو کتابیں تالیف کیں جن کا ذکر نمبر (٦٦) میں کیا گیا -
شاگردان: مولوی انوار اللہ خان قندھاری (٢) فرزند لطیف الزمان -

(٧٣) قاری عبدالقادر جونپوری ابن رجب علی - وفات ١٣٣٠ھ - ف ١٠٢٩

(٧٤) قاری حافظ قمرالدین شاگرد شاہ شجاع الدین ولادت ١٢٠٠ھ وفات ١٣٣٠ھ ف ١٠٣٠

(٧٥) قاری حافظ مولانا سید عمر صاحب شاگرد سید محمد تونسی ولادت ١٢٨٠ھ وفات ١٣٣٠ھ ف ١٠٣١
شاگرد: قاری عبدالقدیر صدیقی المتخلص بہ حسرت

(٧٦) سراج القراءات از محمد عبداللہ تھانوی مرادآبادی ١٣٣٠ھ -

(٧٧) قاری حافظ عبدالسمیع شاگرد رضا علی وفات ١٣٣٠ھ ف ١٠٣٢

(٧٨) قاری نظام الدین حیدرآبادی ولادت ١٢٨٠ھ - وفات ١٣٣٠ھ ف ١٠٣٣

(٧٩) قاری سید فقیر عالم ولادت ١٣٠١ھ - وفات ١٣٣٠ھ

(٨٠) قاری جلال الدین ابن شریعت اللہ قاری عشرہ ولادت ١٢٨٥ھ وفات ١٣٣٠ھ ف ١٠٣٤
شاگردان: (١) قاری ولی اللہ (٢) قاری عباد اللہ (٣) قاری کمال الدین فرزند

(٨١) قاری حافظ سید غلام غوث شطاری وفات ١٣٣١ھ - ف ١٠٣٥

(٨٢) قاری عبدالرزاق خان (والد عبدالجبار آصفی) وفات ١٣٣١ھ - ف ١٠٣٦

(٨٣) قاری حبیب الرحمٰن مکی ولادت ١٢٦٢ھ وفات ١٣٣٢ھ - مسافرخانے کی مسجد متصل زکریا مسجد کلکتہ میں
درس و تدریس کرتے رہے - ف ١٠٣٧

(٨٤) قاری حافظ اخوند افغانی ثم بھوپالی ولادت ١٢٦٧ھ وفات ١٣٣٢ھ - خوش الحان باخدا بزرگ تھے - ف ١٠٣٨

(٨٥) تنشیط الطبع فی اجزاء السبع از مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ ١٣٣٣ھ

(٨٦) قاری محمد عثمان ابن حافظ عبدالرحمٰن شاگرد صوفی ناصرالدین بخاری نے "خلاصۃ الرسوم" کے نام سے ایک رسالہ تجوید
میں لکھا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے -

(۸۷) قاری حافظ سید شاہ محمد شطاری وفات ۱۳۳۴ھ۔ ف ۱۰۳۹

(۸۸) مفتی حافظ قاری محمد رمضان اکبرآبادی ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۳۴ھ۔ ف ۱۰۴۰

(۸۹) قاری حافظ خواجہ الطاف حسین حالی ولادت ۱۲۵۲ھ وفات ۱۳۳۴ھ۔ ف ۱۰۴۱

(۹۰) قاری محمد حسن گیاوی ابن شیخ القراء عبدالرحمن پانی پتی ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۳۴ھ ف ۱۰۴۲

(۹۱) مولوی حکیم حافظ قاری مسعود احمد کاکوروی ابن منشی محمد احمد۔ ولادت ۱۲۵۸ھ وفات ۱۳۳۵ھ۔ ف ۱۰۴۳

(۹۲) ایک قرآن مجید ۱۳۳۵ھ میں سادھوڑے سے شائع ہوا جس پر قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کی تقریظ ہے۔ حاشیے پر اختلافات سبعہ قراءت واضح طور پر درج ہیں اس کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس محفوظ ہے۔

(۹۳) قاری سبعہ شیر محمد خان شاگرد محی الاسلام پانی پتی ولادت ۱۲۵۵ھ وفات ۱۳۳۵ھ قاری سبعہ تھے۔ ف ۱۰۴۴

(۹۴) قاری محمد ادریس نگرامی ولادت ۱۲۷۵ھ وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۰۴۵

(۹۵) الاقتصاد فی الضاد از قاری مولانا رحیم اللہ بجنوری تلمیذ محمد قاسم نانوتوی ۱۳۳۶ھ

(۹۶) شیخ القراء محمد ابراہیم القمیصی القادری راوئ عشرہ قراءت ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ف ۱۰۴۶

(۹۷) قاری حافظ محمد عبداللہ مرادآبادی نے طیبۃ النشر کی شرح توضیح العشر مرادآباد سے ۱۳۳۶ھ میں شائع کیا۔

(۹۸) قاری حافظ مولوی انوار اللہ خان قندھاری ولادت ۱۲۶۳ھ وفات ۱۳۳۶ھ ف ۱۰۴۸

(۹۹) شیخ القراء میر روشن علی نے جواہر الصبیان و حرز الصبیان دو رسالے ۱۳۳۶ھ میں شائع کرائے۔

(۱۰۰) مولانا قاری عبدالمتین ابن مولانا عبدالقادر جونپوری وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۲۶۸ تا ف ۲۸۶۔

(۱۰۱) حکیم حافظ قاری شاہ ظہیر احمد سہسوانی بدایونی ولادت ۱۲۷۷ھ وفات ۱۳۳۶ھ ف ۱۰۵۰

(۱۰۲) قاری سید حسن کانپوری ولادت ۱۲۷۶ھ وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۰۵۱

مولانا رحمت اللہ سے علوم مدرسہ صولتیہ میں سیکھے۔ ۳۶ سال کانپور میں رہے۔ شاگردان: (۱) قاری مولوی مشتاق احمد (۲) نواب حافظ محمد ابراہیم (۳) قاری مولوی عبدالستار۔

(۱۰۳) قاری سید تجمل حسین نفضلی نے "تجوید مشہدی" بروایت حفص لکھ کر ۱۳۳۶ھ میں طبع کرائی۔

(۱۰۴) قاری حافظ عبدالسلام انصاری پانی پتی۔ وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۰۴۷

(۱۰۵) قاری مولانا عبدالعلیم ابن قاری عبدالرحمٰن پانی پتی وفات ۱۳۳۷ھ۔ ف ۱۰۵۲

(۱۰۶) قاری ریاض الدین ابن ضیاء الدین ولادت ۱۲۹۷ھ وفات ۱۳۳۷ھ۔ ف ۱۰۵۳

(۱۰۷) قاری حافظ محمد عبداللہ امام جامع مسجد کانپور۔ وفات ۱۳۳۷ھ۔

شاگردان: (۱) قاری ولی اللہ (۲) حافظ قاری امداد احمد۔

(۱۰۸) قاری عطاء اللہ بہاری - وفات ۱۳۳۷ھ - ف ۱۰۵۴
(۱۰۹) شیخ القراء حافظ محمد عبداللہ مہاجر مکی ولادت ۱۲۷۳ھ وفات در مکہ معظمہ ۱۳۳۷ھ ف ۳۱۱ تا ۳۱۳ ف ۱۰۵۵
فرزندان: (۱) قاری احمد (۲) قاری حامد (۳) قاری محمود (۴) قاری سراج -
شاگردان: (۵) برادر عبدالرحمن مکی (۶) برادر خورد قاری حبیب الرحمن (۷) مولانا اشرف علی تھانوی (۸)
قاری محمد سلیمان بھوپالی (۹) قاری حافظ محمد بختیار بھوپالی (۱۰) قاری محی الدین (۱۱) قاری حافظ محمد صدیق
(۱۲) قاری حافظ مرزا محمود بیگ (داماد)
(۱۱۰) الحاج قاری علامہ غلام محی الدین چیدہ ویلوری - وفات ۱۳۳۸ھ - ف ۱۰۵۶
(۱۱۱) قاری حافظ عبدالمجید ڈھاکوی ولادت ۱۲۶۸ھ وفات ۱۳۳۸ھ ف ۱۰۵۷
(۱۱۲) قاری حافظ عبدالاول بن قاری کرامت علی جونپوری ولادت ۱۲۸۳ھ وفات ۱۳۳۹ھ ف ۲۷۹ تا ف ۲۸۲ ف ۱۰۵۸
شاگرد: (۱) قاری حفیظ اللہ -
(۱۱۳) شیخ القراء حافظ عبدالحق مکی وفات در مکہ ۱۳۳۹ھ - مہتمم مدرسہ فخریہ - ف ۳۲۹ تا ۳۳۱ ف ۱۰۵۹
شاگردان: (۱) قاری حافظ محمد اسحٰق (۲) خواجہ عبدالوہاب (۳) عبدالقیوم وکیل (۴) خواجہ عبدالعزیز صدیقی
(۵) اکبر علی خان (۶) شیخ القراء میر روشن علی (۷) قاری منیر علی (۸) قاری ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی پروفیسر -
(۱۱۴) شیخ الہند مولانا قاری محمود الحسن دیوبندی وفات ۱۳۳۹ھ - ف ۱۰۶۰
(۱۱۵) قاری عبدالرؤف سنگھڑوی ولادت ۱۳۱۲ھ - وفات ۱۳۳۹ھ -
(۱۱۶) قاری مولانا عبدالعزیز صدیقی حیدرآبادی - وفات ۱۳۳۹ھ ف ۱۰۶۱
(۱۱۷) قاری محمد یحییٰ مدنی ولادت ۱۲۸۰ھ - وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۲
(۱۱۸) مولوی حافظ قاری ابوالخیر مکی پسر سخاوت علی ولادت ۱۲۷۴ھ وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۳
(۱۱۹) قاری حافظ اکرام الدین شاگرد قاری عبدالرحمن پانی پتی وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۴ شاگرد: قاری حافظ
(۱۲۰) قاری حکیم مولانا رحیم اللہ بجنوری کی تلمیذ مولانا محمد قاسم نانوتوی وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۵ - الاقتصاد فی القرا
(۱۲۱) قاری حافظ نیاز احمد قاری سبعہ شاگرد قاری حافظ ابوالخیر مجددی دہلوی وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۶
(۱۲۲) قاری عبدالقادر خان مدرس نظامیہ حیدرآباد شاگرد تونسی صاحب وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۸
(۱۲۳) قاری حافظ عبدالحی خطیب مکہ مسجد و صدر مدرسہ حفاظ - شاگرد سید سلیمان بھوپالی وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۷
(۱۲۴) قاری حافظ ارادت الحق گیاوی وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۹
(۱۲۵) قاری حافظ حکیم محمد عنایت اللہ خان قاری سبعہ شاگرد قاری محمد سلیمان وفات ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۷۰

(۱۲۶) قاری سید عبدالعزیز فرزند سید منظور احمد فرخ آبادی۔ وفات سنہ ۱۳۴۱ھ ف ۱۰۷۱

(۱۲۷) قاری سید عبدالحی۔ ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء۔ ولادت سنہ ۱۲۸۶ھ۔ وفات سنہ ۱۳۴۱ھ ف ۱۰۷۲

(۱۲۸) قاری حافظ شاہ محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی دہلوی قاری سبعہ ولادت سنہ ۱۲۷۲ھ وفات سنہ ۱۳۴۱ھ
شاگرد: قاری نیاز احمد قاری سبعہ ف ۱۰۷۳

(۱۲۹) قاری منیر علی حیدرآبادی نے خلاصۃ التجوید لکھ کر سنہ ۱۳۴۱ھ میں شائع کی۔ نیز رسالہ تشریح نقشہ جات بھی شائع کیا۔

(۱۳۰) قاری حافظ حبیب الرحمٰن مکی ابن محمد بشیر خان وفات سنہ ۱۳۴۲ھ۔ ف ۱۰۷۵

(۱۳۱) قاری حافظ ابراہیم سعد شاگرد قاری تونسی۔ صدر مدرسہ حفاظ ولادت سنہ ۱۲۷۲ھ وفات سنہ ۱۳۴۲ھ ف ۱۰۷۴

(۱۳۲) قاری حافظ محمود خان بھوپالی ولادت سنہ ۱۲۸۷ھ وفات سنہ ۱۳۴۲ھ۔ قاری سبعہ۔ خوشنویس۔ منتظم مساجد ف ۱۰۷۶

(۱۳۳) معرفت التجوید و تحفۃ المبتدی کو قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے لکھ کر سنہ ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔

(۱۳۴) رفع التضاد عن احکام الضاد از محمد شفیع دیوبندی و اشرف علی تھانوی سنہ ۱۳۴۳ھ

(۱۳۵) خلاصۃ التجوید از قاری حافظ ریاست علی مطبوعہ سنہ ۱۳۴۳ھ۔

(۱۳۶) فیض العزیز معروف بہ مفتاح التجوید از مفتی قاری سعید احمد سہارن پوری مطبوعہ سنہ ۱۳۴۳ھ

(۱۳۷) مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنوی ولادت سنہ ۱۲۷۵ھ وفات سنہ ۱۳۴۳ھ ف ۳۰۶ تا ف ۳۱۰ ف ۱۰۷۷

(۱۳۸) قاری حاجی ابو محمد خلد آبادی ولادت سنہ ۱۲۷۳ھ وفات سنہ ۱۳۴۳ھ۔ قاری عبدالولی کے شاگرد تھے۔ ف ۱۰۷۸

(۱۳۹) قاری حافظ عبدالباری فرنگی محلی ولادت سنہ ۱۲۹۰ھ وفات سنہ ۱۳۴۴ھ ف ۱۰۷۹

(۱۴۰) قاری جھمن سقہ کانپوری ولادت سنہ ۱۲۳۲ھ وفات سنہ ۱۳۴۴ھ۔

(۱۴۱) رسالہ تجوید از قاری محمد عبدالغفور خلف حاجی محمد ابراہیم حیدرآبادی سنہ ۱۳۴۴ھ

(۱۴۲) مولوی عبدالجبار آصفی وفات سنہ ۱۳۴۴ھ۔ ف ۱۰۸۰

(۱۴۳) قاری حافظ خواجہ اخلاق حسین ابن الطاف حسین حالی وفات سنہ ۱۳۴۴ھ۔ ف ۱۰۸۱

(۱۴۴) قاری حافظ محمد احسن نابینا۔ بھتیجے و شاگرد قاری کرامت علی جونپوری ولادت سنہ ۱۲۶۴ھ وفات سنہ ۱۳۴۴ھ ف ۱۰۸۲

(۱۴۵) قاری حافظ وحید بخش پانی پتی وفات سنہ ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۳

(۱۴۶) قاری عبدالرحمٰن تلمیذ قاری شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی وفات در حیدرآباد سنہ ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۴

(۱۴۷) مقری حافظ مولانا محمد علی ساکن نواکھالی۔ وفات سنہ ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۵

(۱۴۸) مولانا قاری حافظ حاجی خلیل احمد امیٹھوی ولادت سنہ ۱۲۶۹ھ وفات سنہ ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۶

(۱۴۹) قاری حافظ محمد عنایت اللہ خان رامپوری وفات سنہ ۱۳۴۵ھ خلف اکبر قاری حافظ امداد خان۔ ف ۱۰۸۷

(۱۵۰) مفتی قاری حافظ محمد محمود مدراسی ابن مولوی صبغتہ اللہ وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۸

(۱۵۱) قاری زین العابدین یمنی ثم بھوپالی وفات ۱۳۴۵ھ - اونکے فرزند قاری لطیف الرحمٰن ف ۱۰۹۰

(۱۵۲) قاری حافظ محمد مرتضیٰ ابن حافظ عبدالحکیم مدراسی وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۹۱

(۱۵۳) قاری حافظ فضل حق وطن پھلی شہر ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۹۲
تلمیذ تھے عبدالرحمٰن مکی کے والد تھے قاری سراج الحق الہ آبادی کے -

(۱۵۴) قاری مولانا سید محمد علی مونگھیری ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۴۶ھ - ف ۱۰۹۳

(۱۵۵) قاری حافظ محمد مدنی فرزند محی الاسلام پانی پتی ولادت ۱۳۲۸ھ وفات ۱۳۴۶ھ - ف ۱۰۹۴

(۱۵۶) افضل الدرر المعروف بہ درر العقیلہ فی شرح متن العقیلہ للشاطبی از قاری عبدالرحمٰن مکی عربی میں لکھکر
۱۳۴۶ھ میں شائع کیا -

(۱۵۷) حکیم قاری سید برکات احمد بہاری ثم ٹونکی طبیب شاہی وفات ۱۳۴۶ھ ف ۱۰۵۵

(۱۵۸) تحفتہ الاخوان فی بیان احکام القرآن مترجمہ الحاج الحافظ محمد زکریا شیخ الحدیث سہارنپور ۱۳۴۷ھ میں طبع
ہوئی - یہہ کتاب ترجمہ ہے شیخ حسن مصری بن ابراہیم السیوطی الشہیر بہ شاعر نزیل مدینہ -

(۱۵۹) شیخ القراء حافظ عبدالہادی خان ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۴۶ھ ف ۱۰۹۶
فرزند اکبر الیاس خان (۲) فرزند دوم قاری ادریس خان -

(۱۶۰) قاری حافظ محمد ایوب نابینا ولادت ۱۲۷۶ھ وفات ۱۳۴۶ھ شاگرد حافظ عبدالوفا عالم و فقیہہ ف ۱۰۹۷

(۱۶۱) قاری حافظ شیخ احمد اورنگ آبادی ولادت ۱۲۷۹ھ وفات ۱۳۴۷ھ شاگرد تھے عبدالولی اورنگ آبادی کے ف ۱۰۹۸

(۱۶۲) قاری حافظ محمد خان بھوپالی ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۱۳۴۷ھ شاگرد تھے عبدالہادی تہ ان کے پر کیف آواز تھی ف ۱۰۹۹

(۱۶۳) تسہیل الترتیل از پروفیسر الیاس برنی - اعظم اسٹیم پریس سے ۱۳۴۷ھ میں پہلی بار طبع ہوئی -

(۱۶۴) قاری عبدالقاسم سید اسمٰعیل حسن ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۷ھ

(۱۶۵) قاری ابو محمد محی الاسلام نے شرح سبعہ قرات مطبع علمی دہلی سے ۱۳۴۷ھ میں طبع کرائی

(۱۶۶) قاری چھوٹے میاں فرزند قاری بختیار خان بھوپالی - ولادت ۱۳۲۷ھ وفات ۱۳۴۷ھ ف ۱۱۰۱

(۱۶۷) قاری سید میاں صاحب ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۱۳۴۷ھ

(۱۶۸) اتالیق تجوید القرآن تالیف قاری تاج الدین حیدرآبادی ۱۳۴۷ھ میں حیدرآباد سے طبع ہوا -

(۱۶۹) رہنمائے تجوید از قاری سید سردار علی شاہ ساکن سکھر (سندھ) کریمی پریس لاہور سے ۱۳۱۸ھ میں طبع ہوا -

(۱۷۰) مفید الاقوال فی شرح تحفتہ الاطفال از قاری محمد حسین ساکن ہالے گاؤں ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوا -

(۱۷۱) ملا علی قاری کی شرح متن اشاطبیہ عربی میں دار العلوم دیوبند سے باہتمام قاری محمود حسن ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوئی۔

(۱۷۲) قاری مولانا محمد عمر سنگھڑ (دی) قاری عشرہ ولادت ۱۳۱۰ھ وفات ۱۳۴۶ھ۔

(۱۷۳) قاری حافظ نواب ابراہیم علی خان والی ٹونک ولادت ۱۲۶۵ھ وفات ۱۳۴۹ھ ف ۸۰ تا ف ۸۲ ف ۱۱۹۲

(۱۷۴) شیخ القراء حافظ عبد الرحمن مکی ثم الہ آبادی ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۴۹ھ ف ۳۱۱ تا ف ۳۲۲

شاگردان: (۱) ضیاء الدین احمد صدیقی (۲) عبد الوحید خان الہ آبادی (۳) عبد المالک (۴) محمد نصیر نعمانی (۵) محمد عبد المعبود (۶) عبد الخالق علی گڑھی (۷) حفظ الرحمن پرتاب گڑھی (۸) محمد یوسف کلکتوی (۹) محمد صدیق میمن سنگھی (۱۰) حافظ فضل حق (۱۱) محمد سلیمان سورتی (۱۲) پروفیسر محمد سراج الحق۔

(۱۷۵) قاری محمد صدیق میمن سنگھی وفات ۱۳۴۹ھ۔ ف ۱۱۰۴

شاگردان: قاری ریاست علی (۲) محمد قاسم لکھنوی (۳) تاج الدین لکھنوی (۴) محمد حسن صدیقی (۵) محمد عمر بہاری (۶) محمد انوار الحق لکھنوی (۷) محمد نور الحق لکھنوی (۸) کریم بخش بیلی بھیتی (۹) مظفر علی لکھنوی (۱۰) محمد ادریس مظفر پوری (۱۱) گوہر علی (۱۲) سلامت اللہ (۱۳) عزیز الرحمن (۱۴) عبد الرزاق (۱۵) سید محمد عثمان (۱۶) خلیل احمد لکھنوی (۱۷) حافظ اظہر حسن عرف ابرار احمد امروہی

(۱۷۶) قاری سید اشرف شمسی ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ (م ۱۹۳۰ء)۔ ف ۱۱۳۴

(۱۷۷) قاری حافظ حاجی سید محمد رشید بغدادی ثم حیدر آبادی وفات ۱۳۴۹ھ ف ۱۱۰۵

(۱۷۸) قاری حافظ محمد قیام الدین پانی پتی تلمیذ عبد الرحمن ضریر ف ۱۱۰۶

(۱۷۹) حکیم مولوی حافظ قاری نعمت اللہ وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۰۷

(۱۸۰) قاری حافظ احمد اللہ مبارک پوری وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۰۹

(۱۸۱) قاری حافظ ولی محمد میرٹھی قاری عشرہ ولادت ۱۲۷۵ھ وفات ۱۳۵۰ھ

(۱۸۲) قاری حافظ شرافت حسین سنبھلی۔ وفات ۱۳۵۰ھ

(۱۸۳) قاری حافظ خواجہ سجاد حسین بی اے پسر خواجہ الطاف حسین حالی ولادت ۱۲۷۸ھ وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۱۰

(۱۸۴) قاری مولانا ابو الحسین ابن محمد محسن جونپوری خوشنویس وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۱۱ ف ۲۶۸

(۱۸۵) قاری حافظ عبد الغفور ولادت ۱۲۹۰ھ وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۱۲

(۱۸۶) حافظ مقری محمد قاسم لکھنوی وفات ۱۳۵۰ھ۔

(۱۸۷) قاری محمد علی مکی ابن حاجی محمد نذیر ولادت ۱۲۸۴ھ وفات ۱۳۵۲ھ ف ۱۱۱۳

قاری شیخ مصلی سے مدرسہ صولتیہ میں سیکھا۔ زکریا مسجد کلکتہ میں بیس سال امامت کی وہیں انتقال ہوا۔

اونکے فرزند قاری محمد عثمان تھے

(۱۸۸) قاری حافظ اشفاق الہٰی شاگرد ولی محمد ولادت سنہ ۱۲۹۹ھ وفات سنہ ۱۳۵۲ھ بروایت قالون حافظ تھے

(۱۸۹) قاری حافظ فیض محمد اورنگ آبادی۔ وفات سنہ ۱۳۵۲ھ۔ شاگرد تھے قاری عبد الولی کے۔ ف ۱۱۱۴

(۱۹۰) قاری حافظ حبیب طاہر سمکری ولادت سنہ ۱۲۷۸ھ وفات سنہ ۱۳۵۳ھ ف ۱۱۱۵

(۱۹۱) القاری الحاج خلیل الرحمٰن ابن محمد اسمٰعیل وفات سنہ ۱۳۵۳ھ ف ۱۱۱۶

(۱۹۲) قاری سید بادشاہ صاحب سرحدی قاری سبعہ ولادت سنہ ۱۲۸۱ھ وفات سنہ ۱۳۵۳ھ۔

(۱۹۳) مکمل ضیاء التجوید از مقری سید محمد سلیمان دیوبندی شیخ التجوید مظاہر العلوم سہارن پور مطبوعہ سنہ ۱۳۵۳ھ

(۱۹۴) قاری مولانا عبد الحق کڑپوی ولادت سنہ ۱۲۸۷ھ وفات سنہ ۱۳۵۴ھ۔

(۱۹۵) قاضی حافظ قاری غوث علی ابن حافظ معز اللہ وفات سنہ ۱۳۵۴ھ ف ۱۱۱۷

(۱۹۶) قاری عشرہ محمود النبی سنگھڑوی ولادت سنہ ۱۳۲۵ھ وفات سنہ ۱۳۵۴ھ

(۱۹۷) فوائد مرضیہ شرح اردو مقدمہ الجزریہ از قاری محمد سلیمان دیوبندی شیخ التجوید مظاہر العلوم سہارن پور
مطبوعہ سنہ ۱۳۵۵ھ۔

(۱۹۸) "اشعۃ الضیا" و "مبتدیوں کی تجوید" یہ دو کتابیں قاری اظہر احسن عرف ابرار احمد صدیقی امروہی
نے سنہ ۱۳۵۵ھ میں حیدر آباد دکن سے شائع کیں۔

(۱۹۹) مبتدیوں کی تجوید دوسری بار سنہ ۱۳۷۶ھ میں اسلامک سنٹر مسجد چوک حیدر آباد سے شائع ہوئی۔

(۲۰۰) کاشف الابہام فی الوقف علی الہمزہ لحمزہ وہشام از قاری محب الدین احمد الہ آبادی سنہ ۱۳۵۵ھ۔

(۲۰۱) قاری حافظ جنرل عبیدہ خان بھوپالی ولادت سنہ ۱۲۹۵ھ وفات سنہ ۱۳۵۵ھ شاگرد تھے قاری محمد سلیمان کے

(۲۰۲) قاری سید غلام محمد شاہ قادری قندھاری ولادت سنہ ۱۲۹۵ھ وفات سنہ ۱۳۵۵ھ۔ ف ۱۱۱۹

(۲۰۳) ہدیۃ الوحید فی علم التجوید از قاری محمد عبد الوحید الہ آبادی ثم دیوبندی تاریخ طباعت سنہ ۱۳۵۵ھ۔

(۲۰۴) قاری محمد اسحاق بیگ فرزند قاری محمد رحیم بیگ دہلوی تلمیذ قادر بخش وفات سنہ ۱۳۵۵ھ ف ۱۱۲۰

(۲۰۵) قاری حمید الدین سنبھلی قاری عشرہ وفات سنہ ۱۳۵۵ھ ف ۱۱۲۲

(۲۰۶) قاری محمد لطیف الزمان ابن حسن الزمان حیدر آبادی وفات سنہ ۱۳۵۵ھ ف ۱۱۲۱

(۲۰۷) قاری اسد اللہ صاحب شاگرد تونسی صاحب وفات سنہ ۱۳۵۵ھ۔

(۲۰۸) الکتاب الوحید ترجمہ مفتاح التجوید (تالیف شیخ عبد اللہ بن ابراہیم مکی) مترجم حافظ قاری محمد اسمٰعیل
مجددی رام پوری۔ تاریخ طباعت سنہ ۱۳۵۶ھ

(۲۰۹) قاری محمود حسین حیدرآبادی وفات ۱۳۵۶ھ۔

(۲۱۰) غاز القرآن از قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی۔ تاریخ طباعت ۱۳۵۶ھ

(۲۱۱) ڈاکٹر قاری سر محمد اقبال ولادت ۱۲۹۳ھ۔ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۳

(۲۱۲) قاری مولانا ابوالفرح ابن مولانا عبدالقادر بن رجب علی جونپوری ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۵

(۲۱۳) قاری سید اصغر شاگرد عبدالولی ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۶

(۲۱۴) قاری فضل الرحمٰن سنگھڑدی ولادت ۱۳۳۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ

(۲۱۵) قاری غوث محی الدین ایجاد مدراسی ولادت ۱۲۶۷ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۷

(۲۱۶) قاری عبدالعلیم ابن عبدالحلیم ٹونکی ولادت ۱۲۹۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۸

(۲۱۷) قاری حافظ محمد موسیٰ مصری امام زکریا مسجد کلکتہ ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۹

(۲۱۸) قاری حافظ مولانا علاء الدین بھوپالی ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۳۰

قاری سبعہ شاگرد تھے عبدالھادی خان بھوپالی کے۔ مدرسہ احمدیہ میں مدرس تجوید تھے۔

(۲۱۹) قاری ضیاء الاسلام فرزند سراج الاسلام خطیب و امام و ناظم جامع مسجد آگرہ۔ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۳۱

انکے شاگرد قاری حافظ فیض محمد نابینا اکبرآبادی (جامع مسجد میں درس دیتے ہیں)

(۲۲۰) قاری محمد حماد ابن قاری حافظ عبدالاول جونپوری وفات ۱۳۵۸ھ۔ ف ۱۱۳۲

(۲۲۱) قاری عبدالعظیم کلکتوی شاگرد محمد یحییٰ مدنی ولادت ۱۲۸۹ھ وفات ۱۳۵۹ھ ف ۱۱۳۳

(۲۲۲) اقتباس التجوید از کرنل قاری مرزا بسم اللہ بیگ حیدرآبادی مطبوعہ ۱۳۵۹ھ۔

(۲۲۳) قاری حافظ سید سلیمان بن داؤد بھوپالی ثم حیدرآبادی وفات ۱۳۶۰ھ

(۲۲۴) قاری محمد شفیع بنارسی ولادت ۱۲۹۸ھ وفات ۱۳۶۰ھ ف ۱۱۳۵

(۲۲۵) حاجی قاری مولانا حافظ سید محمد قاسم ویلوری وفات ۱۳۶۰ھ (مارچ ۱۹۴۰ء) ف ۱۱۳۶

(۲۲۶) قاری حافظ الیاس خان بھوپالی وفات ۱۳۶۱ھ ف ۱۱۳۷

(۲۲۷) قاری حافظ سید شاہ علی حسن لقب شاہ میاں مارہروی ولادت ۱۲۹۳ھ وفات ۱۳۶۱ھ

(۲۲۸) قاری حافظ محمد عبداللہ المعروف بہ محمد عالم ساکن گجرات در پنجاب ثم دہلوی قاری سبعہ وفات ۱۳۶۲ھ ف ۱۱۳۸

(۲۲۹) قاری حافظ غلام نبی گیاوی شاگرد عبدالمالک ولادت ۱۳۰۷ھ وفات ۱۳۶۲ھ ف ۱۱۳۹

(۲۳۰) قاری مشتاق احمد ابن مولانا احمد حسن ولادت ۱۲۹۷ھ وفات ۱۳۶۲ھ تلمیذ قاری سید حسن ف ۱۱۴۰

(۲۳۱) قاری حافظ مولانا اشرف علی تھانوی وفات ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۱ تصنیف جمال القرآن (۲) وجہ المثانی فی توجیہ

(۲۳۲) قاری مولانا خیر الدین گیاوی وفات ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۲

(۲۳۳) قاری محمد عبداللہ مراد آبادی قاری عشرہ وفات ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۳

(۲۳۴) قاری حافظ محمد اسحٰق داماد قاری عبدالحق مکی وفات در مکہ ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۴

(۲۳۵) قاری حافظ فضل الرحمٰن ابن ضمیرالدین ولادت ۱۳۴۸ھ وفات ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۵

(۲۳۶) مقری محمد امین الدین ابن محمد عبدالکریم ولادت ۱۲۹۴ھ وفات ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۶

(۲۳۷) قاعدہ مفتاح القرآن از حکیم قاری عبدالرشید کی مطبوعہ ۱۳۶۴ھ۔

(۲۳۸) قاری مولانا حیدر حسن ٹونکی محدث ولادت ۱۲۹۰ھ وفات ۱۳۶۴ھ ف ۱۱۴۷

(۲۳۹) قاری حافظ حاجی عبدالرحیم ابن حافظ کریم اللہ بنارسی ولادت ۱۳۰۳ھ وفات ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ ف ۱۱۴۸

(۲۴۰) قاری حافظ عبدالغفور بھوپالی ولادت ۱۲۹۹ھ وفات ۱۳۶۴ھ پیش امام جامع مسجد ف ۱۱۴۹

(۲۴۱) قاری حافظ محمد ابراہیم سہارن پوری وفات ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۰

(۲۴۲) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن از قاری حفظ الرحمٰن دیوبندی مطبوعہ ۱۳۶۵ھ۔

(۲۴۳) قاری شیخ محمد عرب ولادت ۱۲۸۵ھ وفات ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۱

قاری سبعہ۔ مکہ معظمہ میں قاری عبداللطیف سے قرات سیکھی۔ جہیر الصوت خوش الحان قاری تھے عرب لہجوں کے ماہر۔ سلطان جہاں بیگم نے اپنے ساتھ لائیں۔ جامع مسجد کا امام مقرر کیا۔

(۲۴۴) قاری محمد سعید الہ آبادی ولادت ۱۳۰۹ھ وفات ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۵

(۲۴۵) قاری حافظ عبدالوحید الہ آبادی ثم دیوبندی وفات ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۳

شاگردان: (۱) مولوی شبیر احمد عثمانی (۲) مولانا محمد طیب ناظم دیوبند (۳) مولانا محمد طاہر

(۲۴۶) قاری سبعہ ظہور الدین ولادت ۱۳۱۰ھ وفات ۱۳۶۵ھ۔ والدہ بھی قاریہ تھیں۔

(۲۴۷) قاری عبدالرحیم صدر المدرسین پانی پت۔ وفات ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۴

دور آزادی

۱۳۶۵ھ تا ۱۳۸۱ھ

(۱) قاری منیر علی حیدرآبادی قاری عشرہ ولادت ۱۳۰۰ھ وفات ۱۳۶۶ھ ف ۱۱۶۳ تصنیف خلاصۃ التجوید و نقشہ جات

(۲) رہنمائے تجوید المعروف بہ میزان التجوید از مقری سید سلیمان دیوبندی سہارن پوری مطبوعہ ۱۳۶۶ھ

(۳) قاری عبدالرشید بھوپالی تلمیذ محمد بختیار خان وفات ۱۳۶۶ھ جامع مسجد کے امام رہے ف ۱۱۶۴ شاگرد: قاری عبدالشکور

(۴) قاری حافظ محمد عبدالقیوم عباسی خلف عبدالسلام عباسی وفات سنہ ۱۳۶۶ھ و ۱۱۶۵
(۵) قاری حاجی محمد محی الدین ولادت سنہ ۱۲۹۶ھ وفات سنہ ۱۳۶۶ھ و ۱۱۶۶
(۶) شیخ القراء، حافظ عنایت اللہ ابن حافظ محمد اسحاق قاری سبعہ ساکن بھو بھنجن ناتھ وفات سنہ ۱۳۶۶ھ ۔ و ۱۱۵۲
تلمیذ ضیاء الدین احمد۔ شاگردان: (۱) قاری خلیل الرحمٰن (۲) قاری حافظ ضمیرالدین قاری سبعہ (۳) قاری حافظ محمود علی (۴) قاری حافظ ضیاء الدین (۵) قاری حافظ ظہور احمد (۶) قاری محمد عبداللہ (۷) قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی (۸) قاری حافظ مظفرالدین۔ تالیف۔ قراءت پر ایک رسالہ لکھا۔ سہارن پور سے ایک قرآن شریف سبعہ کے حاشیے والا آپ نے شائع کرایا۔
(۷) حافظ احمد جان خان سہسرامی ولادت سنہ ۱۳۰۱ھ وفات سنہ ۱۳۶۶ھ و ۱۱۶۷
(۸) نزہت القاری از محمد ابراہیم ساکن نواکھالی مطبوعہ سنہ ۱۳۶۷ھ
(۹) قاری حافظ سعادت علی خان والی ٹونک وفات سنہ ۱۳۶۷ھ و ۱۱۶۸
(۱۰) قاری حافظ محمد سلیمان بن داؤد وفات سنہ ۱۳۶۷ھ و ۱۱۶۹
(۱۱) قاری حافظ محمد نذر نابینا تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی ولادت سنہ ۱۳۰۷ھ وفات سنہ ۱۳۶۷ھ و ۱۱۷۰
(۱۲) مصباح القرآن مؤلفہ شفیق الدین حسن فضلی بھوپالی مطبوعہ سنہ ۱۳۶۸ھ۔
(۱۳) قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی ولادت سنہ ۱۳۰۴ھ وفات سنہ ۱۳۶۹ھ و ۱۱۷۱۔ تلمیذ قاری عبدالہادی خان
(۱۴) قاری حبیب الرحمٰن خان شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ ولادت سنہ ۱۲۸۳ھ وفات سنہ ۱۳۷۰ھ و ۱۱۷۲
(۱۵) قاری سبعہ عبدالرحمٰن رامپوری ابن قاری علی حسین مدرس مدرسہ عالیہ رامپور وفات سنہ ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۳
(۱۶) قاری حافظ ادریس خان بھوپالی وفات سنہ ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۴
(۱۷) قاری حافظ عبدالوہاب گونڈوی تلمیذ عبدالمالک ولادت سنہ ۱۳۲۰ھ وفات سنہ ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۵
(۱۸) مفتاح التجوید از قاری محمود عبدالصبور حیدرآبادی مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس سنہ ۱۳۷۱ھ
(۱۹) ضیاء البرہان فی جواب علی خط القرآن از محب الدین احمد مطبوعہ سنہ ۱۳۷۱ھ۔
(۲۰) جامع الوقف و معرفۃ الوقوف از محب الدین احمد مطبوعہ سنہ ۱۳۷۱ھ
(۲۱) تکمیل تیسیر از حافظ عبدالخالق سہارن پوری مطبوعہ سنہ ۱۳۷۱ھ
(۲۲) شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد ولادت سنہ ۱۲۹۰ھ وفات سنہ ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷
شاگردان: (۱) محمد صدیق میمن سنگھی (۲) عبدالمالک (۳) عصام الدین فرزند اکبر (۴) مستجاب الدین فرزند دوم (۵) محب الدین فرزند سوم (۶) عبدالمعبود برادر خورد (۷) محمد نذر نابینا (۸) حکیم عبدالرحیم خان

(۹) محمد عبداللہ تھانوی (۱۰) حکیم محمد عنایت اللہ (۱۱) وصی الرحمٰن اسلام آبادی (۱۲) محمد صالح لکھنوی (۱۴)
ریاست علی (۱۵) خلیل احمد لکھنوی (۱۶) محمد اظہر حسن امروہی (۱۷) محمد زکریا ملیح آبادی (۱۸) محمد سلیمان دیوبندی
(۱۹) عبدالقوی لکھنوی (۲۰) پروفیسر غلام مصطفٰے خان۔

(۲۳) قاری سخاوت حسین سنگھڑوی ولادت سنہ ۱۳۳۲ھ وفات سنہ ۱۳۷۲ھ

(۲۴) قاری شیخ محمد ناظم دارالعلوم مئو تلمیذ عبدالرحمٰن مکی وفات سنہ ۱۳۷۲ھ و ۱۱۷۸

(۲۵) شیخ القراء حافظ بختیار خان قاری سبعہ بھوپالی ولادت سنہ ۱۲۹۱ھ وفات سنہ ۱۳۷۲ھ و ۱۱۷۹
تلمیذ شیخ محمد افغانی۔ شاگردان: قاری حافظ بشیر اللہ خان بھوپالی (۲) قاری حاجی لطیف الرحمٰن بھوپالی
(۳) قاری حافظ پیر محمد صدیق حسین بھوپالی (۴) قاری ابراھیم بیگ بھوپالی (۵) قاری حافظ منشی عبدالرؤف
(۶) قاری حافظ محمد اسحٰق قاری سبعہ (۷) قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی (۸) قاری حافظ عبدالشکور
(۹) قاری حافظ عبدالرشید (۱۰) قاری حافظ فضل الرحمٰن بھوپالی (۱۱) قاری حافظ محمد سلیمان دوم۔

(۲۶) قاری محمد عمر بھوپالی پیش امام جامع مسجد ولادت سنہ ۱۲۹۳ھ وفات سنہ ۱۳۷۲ھ و ۱۱۸۱

(۲۷) قاری سبعہ حافظ ضیاء الدین فتح پوری ولادت سنہ ۱۳۱۵ھ وفات سنہ ۱۳۷۲ھ و ۱۱۸۲

(۲۸) قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی ولادت سنہ ۱۳۱۰ھ وفات سنہ ۱۳۷۲ھ مدرس جامع العلوم کانپور۔ و ۱۱۸۳

(۲۹) قاری فتح محمد نابینا نے قصیدہ لامیہ شاطبیہ کو کراچی سے سنہ ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا۔ التیسیر کا ترجمہ اردو میں نیز
وجوہ المسفرہ کا ترجمہ اردو میں طبع کرایا۔ یہہ قاری کیلئے نہایت مفید کام ہوا۔

(۳۰) قاری حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ تلمیذ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی ولادت سنہ ۱۲۵۲ھ وفات ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۲ھ و ۱۱۸۵

(۳۱) قاری شیخ محمد بیرم خطیب چوک کی مسجد حیدرآباد۔ ولادت سنہ ۱۳۰۸ھ وفات در مدینہ سنہ ۱۳۷۳ھ و ۱۱۸۶

(۳۲) قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی وفات سنہ ۱۳۷۳ھ۔ و ۱۱۸۷

(۳۳) قاری مولوی نورالرحمٰن فرنگی محلی ثم حیدرآبادی ولادت سنہ ۱۳۱۳ھ وفات سنہ ۱۳۷۳ھ و ۱۱۸۸

(۳۴) قاری حافظ مشتاق احمد مدرس مدرسہ فرقانیہ (متعلقہ رحمانیہ) پانی پت وفات سنہ ۱۳۷۳ھ و ۱۱۸۹

(۳۵) مکمل مظاہر التجوید اردو از حافظ مقری محمد ابراھیم سہارنپوری مطبوعہ سنہ ۱۳۷۳ھ

(۳۶) قاری نظیر حسین شریف حیدرآبادی وفات سنہ ۱۳۷۳ھ و ۱۱۹۲

(۳۷) قاری نورالضیاء المخاطب بہ ضیاء یار جنگ مفتی حیدرآباد وفات سنہ ۱۳۷۳ھ و ۱۱۹۳

(۳۸) قاری عبدالمجید مظفرپوری ولادت سنہ ۱۳۰۴ھ وفات سنہ ۱۳۷۴ھ۔

(۳۹) قاری حمیدالدین سنبھلی قاری عشرہ وفات سنہ ۱۳۷۴ھ۔

(۴۰) التجوید اردو از قاری مظفر حسین حیدرآبادی مطبوعہ ۱۳۷۵ھ۔
(۴۱) حمایت الوقف از عبدالحی اعظمی مبارک پوری مطبوعہ ۱۳۷۵ھ
(۴۲) سفید القاری از آغا محمد علی المعروف بہ محمد عبدالمنان مطبوعہ ۱۳۷۵ھ
(۴۳) قاری حافظ فضل علی حیدرآبادی ولادت ۱۳۰۰ھ وفات ۱۳۷۵ھ۔ ف ۱۱۹۴
(۴۴) قاری حافظ عبدالسلام پانی پتی وفات ۱۳۷۵ھ۔ ف ۱۱۹۵
(۴۵) قاری حافظ اللہ دیا ساکن سکھ واڑی ضلع رائے پور ولادت ۱۳۱۲ھ وفات ۱۳۷۵ھ۔ ف ۱۱۹۶
(۴۶) قاری عبدالسلام ابن حافظ عبدالرحمٰن ولادت ۱۲۹۱ھ جہیر الصوت افریقہ چلے گئے وفات ۱۳۷۵ھ۔ ف ۱۱۹۷
(۴۷) قاری حافظ انوارالحق بھوپالی ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۷۵ھ تلمیذ عبدالہادی خان ف ۱۱۹۸
(۴۸) قاری عبدالسلام ابن مولانا قاری عبدالاول جونپوری وفات ۱۳۷۶ھ ف ۱۱۹۹
(۴۹) قاری حافظ عبدالستار کانپوری ولادت ۱۳۱۳ھ وفات ۱۳۷۶ھ ف ۱۲۰۰
تلمیذ قاری سید حسن و تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی۔ ضیاء العلوم میں تیس سال درس دیا۔
(۵۰) قاری سید شاہ محی الدین نبیرۂ قادری راوی ہفت قرات حیدرآبادی ولادت ۱۳۱۱ھ وفات ۱۳۷۶ھ ف ۱۲۰۱
(۵۱) شیخ القراء حافظ عبدالخالق سہارن پوری قاری سبعہ ولادت ۱۳۱۱ھ وفات رمضان ۱۳۷۶ھ ف ۱۲۰۲
شاگردان: قاری حافظ عبدالباری قاری عشرہ فرزند (۲) قاری حافظ محمد اسحٰق ابن حافظ محمد ابراہیم
(۳) قاری حافظ محمد صدیق (۴) قاری حافظ اللہ بندہ۔
(۵۲) قاری حافظ مولانا عبدالسلام تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۷۶ھ۔
(۵۳) قاری نظام الدین ابن فیض محمد اورنگ آبادی ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۷۷ھ تلمیذ عبدالولی ف ۱۲۰۳
(۵۴) قاری حافظ مفتی سعید احمد قاری سبعہ سہارن پوری ولادت ۱۳۲۲ھ وفات صفر ۱۳۷۷ھ ف ۱۲۰۴
تلمیذ قاری عبدالعزیز مکی و حسن شاعر مدنی۔ آپ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم کے شیخ التجوید تھے۔
(۵۵) قاری حافظ حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دیوبند ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۷۷ھ ف ۱۲۰۵
(۵۶) قاری ابوالکلام آزاد ولادت ۱۳۰۵ھ وفات ۱۳۷۷ھ ف ۱۲۰۶
(۵۷) قاری حافظ قطب الدین سنبھلی ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ ف ۱۲۰۷
(۵۸) شیخ القراء میر روشن علی حیدرآبادی ولادت ۱۳۰۰ھ وفات ۲۰ محرم ۱۳۷۹ھ
(۵۹) حکیم حافظ قاری رحمت اللہ صاحب لکھنوی ولادت ۱۳۲۷ھ وفات ۱۳۷۹ھ
(۶۰) مفتی قاری عبداللطیف بجنوری ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۹ شعبان ۱۳۷۹ھ۔

(٦١) علامہ شیخ سعد اللہ مکی قاری عشرہ ولادت سنہ ۱۲۹۴ھ وفات سنہ ۱۳۸۰ھ۔
اون کے شاگرد قاری عثمان میمن۔

جلد دوّم

انفرادی حالاتِ زندگی

بابُ نہم (مسلمانوں کی آمد سے ترک اور پٹھان بادشاہوں تک)

۲۳۶ الف ہندوستان میں سات سو سالہ مساعی کو چودہ ادوار میں تقسیم کرکے پچھلے ابواب میں اجمالی طور سے یہ بتادیا گیا کہ ان ادوار میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں اس میدان میں کون کون سی قوتیں کارفرما ہیں۔ مختلف خانوادوں نے تجوید و قراءت کی نشر و اشاعت۔ درس و تدریس۔ حفظ و تحفظ میں کتنے شغف اور انہماک کا اظہار کیا اس امر کی وضاحت بھی کردی گئی تھی کہ اوسکے کیا اثرات مرتب ہوئے اور کیا نتائج برآمد ہوئے۔

(ب) جس طرح ایک ماہر طبعیات دعوی کرتا ہے کہ خاص تناسب سے دو گیسوں کو ترکیب دیا جائے تو پانی بن جاتا ہے اور پھر تجربہ گاہ میں اوس کا تجربہ بھی کرا دیتا ہے تاکہ لوگ اپنی آنکھوں سے نتیجہ کا مشاہدہ کرلیں اسی طرح قرآن پاک جس میں قوانین الٰہیہ کا بیان ہے دعویٰ کرتا ہے کہ کتاب اللہ سے توافق پیدا کرنے اور علم و عمل کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے سے زندگی حیات طیبہ بن جاتی ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں ہمارے بزرگوں نے دنیا کے سامنے اپنی زندگیوں کو پیش کرکے ثابت کردیا کہ علم و عمل کو قرآن کے سانچے میں ڈھالا جائے تو نتائج وہی ہوتے ہیں جن کا دعویٰ قرآن نے کیا ہے۔ زندگی کے یہہ نمونے ناظرین کے لئے سبق آموز بھی ہیں اور بصیرت افروز بھی۔

(ج) آئندہ ابواب میں قراء کی انفرادی کوششوں اور شخصی کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مرکزی شخصیتوں کے ساتھ جو قراء وابستہ رہے انھوں نے کیا کارنامے انجام دیئے اونمیں سے ہر ایک کی زندگی میں دیدۂ عبرت کے لئے سبق موجود ہے۔ ماضی کی یہہ داستانیں نہ صرف توسن شوق کی جولانی کا باعث بن سکتی ہیں بلکہ اہل شوق کے لئے مشعل راہ کا کام بھی دے سکتی ہیں۔ اونکے پاکیزہ حالات زندگی کے مطالعہ سے اگر ہم میں سے چند افراد کو بھی صحیح راستے پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہوسکے تو بڑی حد تک اس تالیف کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

بابا ریحان ماورالنہری ف ۳۳۷۔ آپ کا ذکر تفصیل کے ساتھ فقرہ (۱۰۳) کے آخری حصے میں آگیا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

ابوالحسن علی الہجویری ف ۳۳۸۔ ہجویر۔ غزنین (علاقہ افغانستان کا ایک گاؤں ہے) ابوالحسن علی ۴۰۰ھ میں یہاں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید عثمان بن سید علی تھا۔ تحصیل علم کی تحصیل ابوالعباس محمد الاشقانی سے کی۔ پھر شیخ جعفر بن المصباح الصیدلانی اور شیخ القاسم عبدالکریم سے استفادہ کیا۔ علوم کی تکمیل کے بعد شام۔ عراق۔ بغداد۔ فارس۔ قہستان۔ آذربائیجان۔ طبرستان۔ کرمان۔ خراسان۔ ماورالنہر اور ترکستان کا سفر کیا۔ ہر جگہ کے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام سے ملاقات کی۔ صرف خراسان میں تین سو مشائخ سے ملے۔ قرآن سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ لاہور آکر ایک عرصے تک قرآن کی خدمت انجام دی ابتک آپ کی مزار پر خصوصیت سے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ ۴۶۵ھ میں وفات ہوئی۔ لاہور میں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ تصوف میں آپ کی کتاب کشف المحجوب بڑی مستند اور مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ بہت مقبول ہوئی آپ کے بیشمار ارشادات محفوظ ہیں۔ ایک ارشاد یہہ بھی ہے۔ "اگر تمھیں کوئی ایسا شخص ملے جس کا دل تم سے بہتر ہے تو اوس کی خاطر و مدارات کر سکتے ہو۔ تمام مساکین کے لئے اپنا دل پریشان نہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کیلئے کافی ہے۔" ایک اعتقادی مسئلہ آپ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی سے نقل فرماتے ہیں۔ "تم کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو پیدا کرتا ہے۔ ہم کو اوس کے فعل سے عداوت نہ کرنی چاہئیے اور نہ دل میں کسی ناگواری کو جگہ دینا چاہئیے بلکہ اوس سے مطابقت کرلو تو تمام تکلیفوں سے نجات مل جائیگی۔ [۱]

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ف ۳۳۹ حضرت کے حالات فقرہ جات (۱۴۰ تا ۱۴۵) میں تفصیل سے درج کر دیئے گئے ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری مادھو و قاری احمد ف ۳۴۰ تذکرہ کی کتابوں میں قاری مادھو اسی نام سے یاد کئے گئے ہیں اسلامی نام کا پتہ نہ چل سکا۔ آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرید تھے۔ حضرت ہی سے تجوید و قراءت و قرآن پڑھا تھا۔ خوش الحان ہونے کی وجہ سے حضرت نے اپنی مسجد کا امام مقرر کیا۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ درس و تدریس میں گذرتا۔ ایک دفعہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ سامنے سے ایک نوجوان جولاہا گذرا جس کا نام احمد تھا وہ ہندی کا کوئی گیت گارہا تھا اوس کی آواز میں درد تھا۔ حضرت کو اپنے ڈھب کا معلوم ہوا آپ نے

---

[۱] بزم صوفیا از سید صباح الدین عبدالرحمن۔

اوس کو اپنے پاس بلایا اور یہ الفاظ حضرت سلطان المشائخ فرمایا" چنین آوازے کہ تو داری دریغ باشد کہ در سرود ہندی خرچ کنی" یعنی آواز تمہاری ایسی اچھی ہے افسوس کی بات ہے کہ تم اُسے ہندی گانوں پر صرف کرو۔ نوجوان نے پوچھا پھر کیا کروں۔ اجمیر کو اجمیر والے نے جس فضاء سے معمور فرمایا تھا۔ امام مسجد کا مشورہ بھی اوسی فضاء کی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ "فرمود کہ قرآن یاد گیر"۔ احمد راضی ہوگیا اور تجوید و قرات اور حفظ شروع کر دیا۔ چند ہی دنوں میں ہندی گیت والے باشندے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اوس نے "قرآن یاد گرفت" (فوائد الفواد صفحہ ۴۷) اور اس خوبی سے یاد کیا کہ ہر سننے والا وجد کرنے لگا۔ چند روز میں شہرت دور دور پہونچ گئی۔ جب قاری احمد ملتان گئے تو آپ کو خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے سامنے پیش کیا گیا کہ یہ خواجہ احمد نہروانی ہیں۔ حضرت نے آپ سے قرآن سنانے کی فرمائش کی۔ جب خواجہ احمد ایک رکوع سنا چکے تو حضرت بہت خوش ہوئے بری تعریف کی۔ نیز فرمایا " اگر مشغولی احمد بسنجند مایہ دہ صوفی باشد" خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی خود بھی شیخ التجوید و مقری ہفت قرات تھے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب عام طور پر "کم کسے را پسندیدے" بہت کم لوگوں کی ایسی تعریف فرماتے۔ اس سے خواجہ احمد نہروانی کے بلند پایہ مجود ہونے کا پتہ چلتا ہے نیز اوس شیخ التجوید کی بالغ نظری کا جنھوں نے انتخاب فرما کر اس راستے پر لگایا۔

شہر نہروالہ عرف پٹن میں مسلمانوں کی آمد

ف ۳۴۱ بگھیلا قوم کے راجہ کرن سولنکی اول کے عہد حکومت میں حاجی محمود دین صالح پٹن میں آئے اون سے عامتہ الخلائق کو بڑا فیض پہونچا۔ وفات ۵۳۶ھ میں واقع ہوئی۔ پٹن ہی میں دفن ہیں۔ اونکے بعد سید السادات سید محمد صاحب نے راجہ سدراج جے سنگھ کے زمانے میں آکر تیس سال تک اونکی خدمت کی۔ اونکے بعد شیخ احمد دہلوی بن شیخ محمد المعروف بہ بابائے دہلوی نے جو شیخ علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ سدراج جے سنگھ کے عہد حکومت میں ۵۳۳ھ میں آکر اقامت اختیار کی۔ بائیس سال تک خدمت خلق کرکے ۵۵۵ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ راجہ حضرت کا بہت معتقد تھا۔ بعد ازاں کرن سولنکی دوم کے زمانے میں (جو ظالم بادشاہ تھا) سلطان علاء الدین خلجی کا حملہ ہوا۔ سلطان کے ساتھ شیخ معز الدین سلیمان تشریف لائے تھے اور سپاہیوں کی طرح جنگ میں شریک تھے ۷۱۴ھ میں بدوران جنگ حضرت کی شہادت ہوئی پٹن ہی میں دفن ہوئے۔ آپ کے بعد پٹن کی عظیم المرتبت شخصیت مجد الدین مولانا ابو طاہر بھورا کی ذات گرامی تھی جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ [۱]

حاجی شیخ کرمانی بھڑونچی

ف ۳۴۲ حاجی شیخ کرمانی بھڑونچی مجاہدین وقت سے تھے۔ سمندر کے راستے سے ۷۹۶ھ میں بھڑونچ پہنچے۔ ایک عرصہ تک خدمت خلق میں معروف رہے قرآن مجید

---

[۱] تحفتہ الکرام از علی شیر قانع۔ و مراۃ احمدی جلد دوم۔

کا ایک نسخہ اپنے ساتھ لائے تھے جس پر تفسیر کا ایک حاشیہ تھا۔ حال ہی جو جلد بندی کی گئی تو حاشیہ کاٹ ڈالا گیا اس نسخہ کی موجودہ تقطیع ۱۸ انچ × ۱۲ انچ ہے۔ بین السطور فارسی ترجمہ ہے۔ خط کوفی اور بحر کے بین بین ہے حاجی شیخ کرمانی کا مزار بھڑوچ میں نربدا کے کنارے ایک پُر فضا مقام پر واقع ہے۔ یہ قرآن مجید ان کے مجاور کے پاس اب بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔

ف ۲۴۳ مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النهری آپ کا وطن کاشان تھا۔ ماوراء النہر میں تجوید و قراءت اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔ بے نظیر عالم تھے۔ جب آپ ملتان میں تشریف لائے تو ناصر الدین قباچہ نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا اور آپ مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔ نماز فجر اوسی مدرسے میں ادا کر کے آپ درس دینے میں مشغول ہو جاتے تھے بیشمار طلبا کو آپ سے فیض پہنچا۔ (تاریخ فرشتہ)

ف ۲۴۴ حضرت خواجگی مقری لاہوری راوئ ہفت قرأت چھٹی صدی ہجری کے آخر میں لاہور میں ایک جید مقری خواجگی مقری کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سبعہ قرأت کے عالم تھے۔ آپ نے کثیر التعداد اشخاص کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کا شمار اولیا، اللہ میں ہوتا ہے آپ کے شاگردوں میں شادی مقری کو امتیازی درجہ حاصل تھا۔ لاہور میں تجوید و قرأت سیکھ کر بدایون چلے آئے۔ آپ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین کے استاد اوّل تھے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۶۲)

ف ۲۴۵ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حافظ و قاری تفصیلی حالات فقرہ جات (۱۴۶ تا ۱۴۹) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

ف ۲۴۶ مقری سید نور الدین مبارک غزنوی یہ سلطان التمش کے دربار کے بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے۔ شرعی احکام بڑی جرأت سے بیان فرماتے کسی کا خوف نہ کرتے آپ کو تجوید و قرأت سے بڑی دلچسپی تھی۔ وقت کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گذارتے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ وفات ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں حوض شمسی کے پاس ایک احاطے میں واقع ہے مگر اب کوئی نشاندہی کرنے والا نہیں تھا۔ [1]

ف ۲۴۷ مقری جلال الدین تبریزی سہروردی مقتدر فرمانروا تھے۔ علوم متداولہ کی تکمیل بچپن ہی میں کر لی تھی تجوید و قرائت کے جید عالم تھے۔ عشق الٰہی سے مغلوب ہو کر تخت سے دستبردار

---

[1] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔

ہوئے۔ بیٹے کو بادشاہت سونپ دی اور خود حضرت شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر سات سال تک اون کی خدمت میں رہے۔ بڑی ریاضت۔ اور مجاہدے کے بعد خلافت حاصل کی۔ جب حضرت زکریا ملتانی بغداد پہنچے تو ادن سے رفاقت و دوستی ہو گئی اون ہی کے ساتھ ملتان اور وہاں سے دہلی تشریف لائے سلطان التمش نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور کچھ عرصہ آپ کی معیت میں گذارا۔ چنانچہ بختیار کاکی اور خواجہ حمیدالدین ناگوری کے ساتھ اچھی صحبتیں رہا کرتی تھیں۔ دہلی سے آپ عازم بدایون ہوئے جو اوس وقت صوبہ کا پایہ تخت تھا وہاں خواجہ بدرالدین اور خواجہ حسن موئے تاب سے صحبتیں رہیں۔ ایک مدت تک بدایون میں قیام کرنے کے بعد آپ اودھ۔ بہار اور اڑیسہ کی سیر کرتے ہوئے بنگال پہنچے۔ مشرقی علاقہ میں قصبۂ پنڈوہ میں ایک بڑا بت خانہ تھا جہاں کالی کی پوجا ہوتی تھی آپ نے وہیں قیام کیا۔ خانقاہ بنائی اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔ چند ہی روز میں آپ کی شہرت ہو گئی۔ اطراف واکناف میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ آپ کی شہرت سنکر ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی۔ اپنے سفرنامے میں آپ کی بڑی توصیف، متعدد کمالات کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ترویج علم واشاعت تجوید و قرارت کے سلسلے میں بڑا کام کیا ہے۔ ۶۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ مزار پنڈوہ میں ہے جو اب مشرقی پاکستان میں ہے۔ [سلہ]

قاضی مقری حمیدالدین ناگوری

۳۴۸ وطن بخارا۔ والد کا نام شیخ عطاء اللہ۔ والد کے ساتھ دہلی آئے جو علوم منقول ومعقول میں تبحر رکھتے تھے۔ اچھے قاری، حافظ وشاعر تھے نامور معلمین واساتذہ سے علم کی تحصیل کی۔ علمی تبحر کی بناء پر بادشاہ نے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کیا۔ تین سال خدمت انجام دینے کے بعد ترک دنیا کر کے بغداد پہنچے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔ حضرت شیخ کے اجل خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ایک سال مرشد کی خدمت میں رہکر مدینہ منورہ چلے گئے جہاں ایک سال سات ماہ قیام رہا۔ تین سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ ہر وقت کلام اللہ پڑھتے رہتے تھے۔ بہت اچھا یاد تھا۔ شبینہ پڑھنا۔ نوافل میں قرآن مجید ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔ چھ سال باہر گذارنے کے بعد دہلی آئے۔ آپ خواجہ بختیار کاکی کے استاد تھے۔ مولانا بدرالدین غزنوی۔ خواجہ بختیار کاکی اور آپ میں دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دفعہ یہہ تینوں بزرگ جامع مسجد دہلی میں معتکف تھے۔ طئے یہہ ہوا کہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن مجید ختم کریں۔ آپ کو امام کیا گیا باقی دو دوست مقتدی ہوئے۔ آپ نے پہلی رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر کے دوسری رکعت میں مزید چار سیپارے سنائے۔ پھر تینوں نے حصول رضائے الٰہی کیلئے دعا کی۔ معمولاً آپ

سلہ ہفتاد اولیاء، از شاہزادہ سہروردی۔

شب و روز میں دو دفعہ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ نے اپنی تصنیف "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں لکھا ہے کہ آپ کا سلوک بالقرآن تھا۔ جملہ مدارج علویہ اسی ذریعہ سے حاصل فرمائے تھے۔ سنہ ۶۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ قطب صاحب دہلی میں مزار ہے۔ [1]

بی بی زلیخا

ف ۳۴۹ آپ خواجہ احمد کی بیوی اور خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ کی والدہ ماجدہ تھیں اپنے زمانے کی بڑی عابدہ و زاہدہ و صالحہ خاتون گذری ہیں۔ مولوی عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کو مستجاب الدعوات لکھا ہے۔ ابھی خواجہ نظام الدین کم سن ہی تھے کہ خواجہ احمد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت والدہ ہی نے فرمائی۔ بڑی محنت و مشقت سے سوت کات کر اور سلائی کر کے اپنے صاحب زادے نظام الدین اور صاحب زادی بی بی جنت کی پرورش کی۔ بعض اوقات کئی کئی فاقے کرنے پڑتے۔ جب کبھی آپکے ہاں فاقہ ہوتا تو آپ کی والدہ فرمایا کرتیں "کہ بابا نظام! آج ہم خدا کے مہمان ہیں"۔ بی بی زلیخا کی تربیت اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ حضرت نظام الدین کو اعلیٰ و ارفع مراتب ملے۔ بی بی زلیخا کی وفات سنہ ۶۴۸ھ میں ہوئی۔ قصبہ مہرولی دہلی میں آپ کا مزار ہے۔ اوسی احاطے میں بی بی جنت ہمشیرہ نظام المشائخ اور بی بی جنت کی دختر رقیہ اور بی بی حورہ اور بی بی نور دختران شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھی مزار ہیں۔ یہ سب عابدہ۔ زاہدہ، اور قرآن مجید سے شغف رکھنے والی خواتین تھیں۔

قاری مولانا شیخ بدر الدین غزنوی

ف ۳۵۰ وطن غزنین۔ خواجہ بختیار کاکی کے مرید و خلیفہ خاص تھے۔ حافظ و قاری تھے۔ اکثر قاضی حمید الدین ناگوری۔ خواجہ قطب الدین بختیار اور آپ کی صحبتیں رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے دو رکعت نفل میں پورا قرآن اور چار پارے سنے تھے جس کا ذکر فقرہ (۳۴۸) میں گذر چکا۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ سو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔ سنہ ۶۵۷ھ میں انتقال ہوا خواجہ قطب الدین کی پائین میں مزار ہے۔

بابا شیخ فرید الدین گنج شکر

ف ۳۵۱ آپ کے تفصیلی حالات فقرہ جات (۱۵۰ تا ۱۵۴) میں بیان کئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔ آپ اچھے قاری و مقری تھے۔ مریدین کو تجوید کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے اس کا ذکر کیا ہے جو فوائد الفواد میں درج ہے آپ کی وجہ سے اجودھن میں تجوید و قرأت کا اچھا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کی والدہ بھی عابدہ، زاہدہ اور بڑی بزرگ تھیں۔ آپکے زمانے میں بڑے بڑے قرار ہوئے ہیں اور آپ کی اولاد میں بھی بہت سے قاری و حافظ ہوئے۔ بعض کا ذکر

---

[1] ہفتاد اولیاء، از شاہ مراد سہروردی

ان اوراق میں ملے گا۔ آپ کی لڑکیاں بھی عبادت و پارسائی میں شہرہ آفاق ہوئیں۔ بابا صاحب کے پانچ صاحبزادے (۱) شیخ نصیر الدین نصیر اللہ (۲) شیخ شہاب الدین (۳) شیخ بدرالدین سلیمان (۴) خواجہ نظام الدین (۵) شیخ یعقوب تھے۔ تین صاحبزادیاں (۱) بی بی مستورہ (۲) بی بی شریفہ (۳) بی بی فاطمہ (جنکے خاوند کا نام مولانا بدرالدین تھا) بی بی فاطمہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ اونکے دو فرزند (۱) خواجہ محمد (۲) خواجہ موسیٰ تھے۔

شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی

ف ۳۵۲ حضرت کے تفصیلی حالات فقرہ جات (۱۳۲ تا ۱۳۵) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔ آپکے فرزند اور پوتے بڑے اچھے عالم و قاری تھے جن کے واقعات فقرہ جات (۱۳۵) و (۱۳۶) میں درج ہیں۔ آپ کے خاندان میں بہت سے قراء و حفاظ ہوئے جن میں سے بعض کا حال آیندہ اوراق میں ملے گا۔

مولانا معین الدین عمرانی

ف ۳۵۳ آپ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے ہم عصر تھے۔ لاہور میں سکونت اختیار کی۔ سبعہ قرات کے عالم اور مستند قاری تھے۔ آپ کے شاگردوں میں خواجگی مقری لاہوری تھے۔

باباحاجی رجب رفاعی

ف ۳۵۴ شیخ محمد نام۔ حاجی رجب عرف۔ آپ حضرت احمد کبیر کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قراءت کے جید عالم تھے ۶۱۸ھ میں پٹن (گجرات) تشریف لائے باون سال خدمت خلق انجام دیکر ۶۷۰ھ میں وفات ہوئی۔ پٹن ہی میں مزار ہے۔

مولانا نظام الدین المؤید

ف ۳۵۵ آپ شمس العارفین کے پوتے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ تھے آپکی والدہ بی بی سارہ بڑی عابدہ زاہدہ او نیک خاتون تھیں ان کا انتقال ۶۳۶ھ میں ہوا قطب صاحب کے مزار کے جنوبی حصہ میں دفن ہوئیں۔ مولانا نظام الدین تجوید و تفسیر کے اچھے عالم تھے۔ سلطان غیاث الدین آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ بارش نہوئی تو بادشاہ نے آپ سے دعا کے لئے درخواست کی۔ سیر العارفین کے مصنف نے لکھا ہے کہ دعا سے پہلے آپ نے قاسم مصری سے جو خوش الحان قاری تھے تلاوت قرآن کی فرمائش کی۔ "قاسم مصری پیش او چند آیتے بہ خوش الحانی خواند۔ شیخ دعائے باران کرد۔ باران بارید کہ بہ تحریر نیاید (سیر العارفین از مولانا جمالی) اپنے ابتدائی زمانے میں حضرت نظام المشائخ نے بھی آپ کو دیکھا تھا۔ آپکے وعظ کی محفلوں میں بھی جایا کرتے تھے۔ آپکے وعظ بہت موثر ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک وعظ کا ذکر فواید الفواد میں ہے کہ وعظ سے پہلے ان ہی قاسم مصری نے تلاوت کی۔ پھر حضرت نے وعظ فرمایا۔ لوگ سنکر بہت روئے۔

آپ کی وفات ۶۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار قطب صاحب کی مسجد کے پاس مسجد کہنہ کے جنوب میں واقع ہے۔

قاری شیخ شہاب الدین

ف ۳۵۶ اسی زمانے میں دہلی میں ایک جید قاری شیخ شہاب الدین نامی تھے جن سے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کو تلمذ حاصل تھا۔ آپ کی خوش الحانی سے چرند و پرند تک مدہوش ہوجاتے تھے (ملاحظہ ہو سیرالاولیا، صفحہ ۲۹۰-۲۹۱) آپ نے ایک عرصہ تک فن تجوید کی خدمت کی۔ دہلی میں تجوید و قراءت کے لئے ساز گار ماحول پیدا کیا۔

حضرت شادی مقری بدایونی

ف ۳۵۷ نومسلم۔ لاہور کے باشندے۔ خواجگی مقری لاہوری کے شاگرد جن کا ذکر فقرہ ۳۴۴ میں گذر چکا۔ شادی مقری نے اپنے استاد سے ہفت قراءت سیکھیں۔ تحصیل فن کے بعد بدایون آگئے جہاں آپ نے درس تجوید و قراءت کا سلسلہ شروع کیا۔ مشہور تھا کہ آپ سے جو شخص ایک تختی پڑھ لیتا تھا اوسکے لئے قرآن شریف حفظ کرنا آسان ہوجاتا۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی نے بھی آپ سے قراءت سیکھی تھی۔ حضرت کے ملفوظات سے جو علاء الدین حسن سنجری کی بیس سالہ ڈائری ہے اور جو فوائد الفواد کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین حضرت شادی مقری کا ذکر بڑی عزت سے فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ "وہ باکرامت بزرگ تھے"۔ ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ جس سے ان دونوں مقریوں کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب شادی مقری بدایون میں مقیم تھے اوسوقت اونکے استاد لاہور میں تھے عرصہ سے استاد کی خیریت معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز ایک شخص لاہور سے بدایون آیا اور بیان کرنے لگا کہ وہاں کثرت سے بارش ہوئی جس کی وجہ سے سینکڑوں مکانات منہدم ہوگئے۔ کئی جانیں تلف ہوگئیں۔ یہہ سنکر حضرت شادی مقری رونے لگے۔ مسافر نے تعجب سے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے استاد کا انتقال ہوگیا اس نے نام پوچھا تو حضرت نے خواجگی مقری بتایا۔ آنے والے نے تصدیق کی کہ حقیقتاً اس حادثے سے پہلے ہی حضرت کا انتقال ہوچکا تھا۔ یہہ قصہ بیان کرنے سے حضرت محبوب الٰہی کا منشاء یہہ تھا کہ جب تک بزرگان دین اور اولیاء اللہ کسی بستی میں موجود رہتے ہیں ان کی بدولت آفات و بلیات ٹلتی رہتی ہیں۔

قاری حافظ شرف الدین دہلوی

ف ۳۵۸ ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں، حضرت محبوب الٰہی کے ہمعصر ایک جید قاری حافظ شرف الدین دہلی میں رہتے تھے جو اپنا وقت تجوید کے درس و تدریس میں صرف کرتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہی نے اپنے ملفوظات میں اونکی تعریف کی ہے کہ "وہ قرآن مجید ترتیل سے پڑھتے تھے مخارج حروف سے خوب واقف تھے۔ ادائی پر قادر تھے"۔ یہہ بھی فرمایا کہ میں نے بھی اون کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۷۰)

قاری حافظ شیخ صدر الدین عارف

ف ۳۵۹ آپ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے فرزند اکبر خلیفہ و سجادہ نشین تھے آپ نے جملہ علوم اپنے والد سے سیکھے

قرات کے اچھے عالم اور قرآن شریف کے حافظ تھے۔ بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے سالہا سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے۔ اپنے آبا کی روایات و شہرت کو علی حالہ قائم رکھا۔ والد کے انتقال پر سات لاکھ اشرفیاں ورثے میں ملیں۔ ان کو راہ خدا میں خیرات کر دیا۔ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ دونوں بھائیوں کے حوالے کر دی۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جس کو آپ قرآن شریف پڑھاتے وہ جلد حافظ ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کا لڑکا بہت جلد حافظ ہو گیا۔ آپکی زوجہ محترمہ بی بی راستی بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں

ف ۳۶۰ حضرت صدر الدین کا انتقال سنہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔ والد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے مریدین میں مولانا علاء الدین بڑے محقق و فاضل۔ اچھے قاری و حافظ تھے۔ دن رات میں دو بار قرآن شریف ختم کرتے۔

مولانا بدر الدین اسحاق بخاری
صدر مدرسہ معزیہ

ف ۳۶۱ معز الدین کیقباد نے سنہ ۶۸۵ھ سے سنہ ۶۸۹ھ تک دہلی میں حکومت کی۔ یہ بادشاہ بڑا علم دوست علماء کا قدردان تھا اس نے دہلی میں ایک بڑا مدرسہ ' مدرسہ معزیہ کے نام سے قائم کیا۔ اس مدرسہ کی صدارت مولانا بدر الدین اسحاق کو دی جو بخارا کے رہنے والے تھے اور علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مولانا بدر الدین تجوید و قرات کے جید عالم تھے۔ ایک عرصے تک اس مدرسہ میں درس و تدریس کا کام انجام دیا۔

شیخ فخر الدین عراقی

ف ۳۶۲ آپ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بہن کے بیٹے تھے۔ ہمدان کے نواح میں پیدا ہوئے صغر سنی میں قرآن شریف حفظ کیا۔ تجوید و قرات سیکھی۔ بیحد خوش الحان تھے۔ ہمدان کے لوگ آپ کی خوش گلوئی پر شیفتہ تھے۔ سترہ سال کی عمر میں ہمدان سے فارغ التحصیل ہو کر بغداد آئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے پھر ہندوستان آئے۔ پھر ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت میں رہے۔ پھر حج کے لئے روانہ ہوئے چندے عدن میں قیام کیا۔ حج و زیارت سے فارغ ہوئے آپ کا انتقال سنہ ۶۸۷ھ میں ہوا

قاری شیخ منتجب الدین

ف ۳۶۳ آپ شیخ فرید الدین گنج شکر کے خلیفہ تھے۔ بعض آپ کو سلطان المشائخ کے خلیفہ کہتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ برہان الدین کے بڑے بھائی تھے یا چھوٹے۔ مرشد کے ایماء سے آپ دکن آئے اور خلد آباد میں اقامت اختیار کی۔ زندگی بھر خلق خدا کی خدمت و ہدایت میں معروف رہے۔ تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے سنہ ۶۹۵ھ اور بعض نے سنہ ۷۰۹ھ بیان کیا ہے۔ آپ کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ خلد آباد میں اس کی تعلیم کا بڑا اچھا ماحول پیدا کیا۔ آپ کے ہمراہ شیخ فرید گنج شکر کے داماد اور انکی بیٹی بی بی عائشہ خلد آباد آئی تھیں جن کی پرورش بعد ازاں خواجہ برہان الدین نے کی۔

قاری شیخ معز الدین سلیمان بن شیخ علاء الدین گنج رواں

ف ۳۶۴ بابا شیخ فرید کے سجادہ نشین شیخ علاء الدین گنج رواں تھے جن سے سلطان

علاءالدین خلجی کو بڑی عقیدت تھی۔ وہ اون کا مرید بھی تھا۔ شیخ علاءالدین کے فرزند شیخ معزالدین سلیمان تھے جنہوں
نے لاہور ہی میں علم حاصل کیا۔ تجوید کے ماہر تھے اور تلاوت قرآن کا بڑا شوق تھا۔ ساتھ ہی بڑے اچھے سپاہی اور مجاہد
تھے۔ شہ سواری و تلوار کے کام کو بحیثیت فن سیکھا تھا۔ اکثر دہلی آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ معزالدین دہلی میں
قیام پذیر تھے۔ علاءالدین خلجی نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ارشاد فرمارہے ہیں کہ علاءالدین اعلی الدین ہے۔ گجرات کا حاکم
نہروالہ میں کرن سولنکی بڑا جابر و ظالم ہے۔ مسلمانوں کو تکالیف پہنچاتا ہے تو اپنی تلوار سے اسلام کو تازہ رونق دے
جب سلطان بیدار ہوا تو سخت متعجب ہوا۔ دوسرے روز بھی یہی خواب دیکھا تو گجرات کی طرف جانے کا عزم کرلیا۔
جب سناکہ شیخ معزالدین دہلی آئے ہوئے ہیں تو ازراہ عقیدت و دعا طلبی اونکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا
خواب بیان کرکے دعا کا طالب ہوا۔ یہہ سنکر حضرت نے فرمایا "آپ مجھ سے رخصت ہونے کیلئے آئے ہیں
حالانکہ آج رات حضور اکرم نے مجھے حکم دیا ہے کہ علاءالدین خلجی کی رفاقت کر اور یہہ بشارت بھی دی ہے کہ میں
اس جنگ میں شہید ہوجاؤں گا۔ میں آپ کے ساتھ ہوں"۔ سلطان علاءالدین بہت خوش ہوا۔ شیخ معزالدین سلیمان
صاحب علم و تقوی اور صاحب سجادہ ہونے کے باوجود ایک بہادر سپاہی بھی تھے۔ غرض سلطان اور سلیمان گجرات
کی طرف روانہ ہوئے۔ چالیس روز طئے منازل کرکے نہروالہ کے قریب پہنچے۔ کرن سولنکی کے باغ اناواڑہ کے
قریب پہلی لڑائی ہوئی اور پھر لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ راجپوت بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے رہے
شیخ معزالدین اپنے عیال کے ساتھ تھے۔ جب لڑتے ہوئے بائیس روز گذر گئے تو حضرت سلیمان کے لڑکے شیخ فضیل
نے (جو باپ کی طرح بہادر سپاہی تھے) جو سلطان کے ساتھ تھے۔ سلطان سے کہا کہ آج بائیس روز گذر گئے لیکن
فتح کی صورت نظر نہیں آتی۔ سلطان نے کہا کہ یہ فتح تو آپ کے والد کے ہاتھ پر ہونے والی ہے اون سے کہئے
ادھر سلطان حملہ کرنے میں مصروف ہوگیا۔ ادھر شیخ فضیل جب باپ کے پاس پہونچے تو وہاں یہہ خبر مشہور تھی کہ
سلطان کی فوج کو پسپا ہونا پڑا اور اب خود سلطان حملہ آور ہونے والے ہیں۔ یہہ سنتے ہی حضرت معزالدین نے
بیٹے کو خلافت اور سجادگی دی۔ خرد و کلاں کو اونکے سپرد کیا اور خود گھوڑے پر سوار ہوکر معرکہ کی جانب روانہ
ہوئے۔ دیکھا کہ سلطان دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اور کچھ پریشان ہے۔ حضرت دلیرانہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ سلطان
کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اتنے میں آپکے لڑکے فضیل بھی آپ کی مدد کے لئے آگئے۔ باپ بیٹے نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا
جو ان کے سامنے آتا زندہ نہ بچتا۔ اس طرح (۳۳) راجپوتوں کو تہ تیغ کیا۔ حضرت کے جسم پر پندرہ زخم تیر کے
اور تین زخم تلواروں کے لگے۔ کرن سولنکی کے بیٹے کو گرفتار کرکے شیخ فضیل کے حوالے کیا اور خود آگے بڑھے مگر
زخموں کی وجہ سے رفتہ رفتہ کمزوری بڑھتی گئی۔ بالآخر دشمنوں نے آپ کو شہید کردیا۔ ادھر کرن کے بیٹے نے
فضیل سے کہا کہ اگر آپ مجھے میرے باپ کے پاس پہنچادیں تو وہ آپ کو بڑا انعام دے گا۔ شیخ نے پوچھا تیرا باپ کہاں

اشارے سے بتایا کہ وہ ہے۔ شیخ سمجھ گئے کہ یہہ راجہ کا بیٹا ہے۔ فوراً اسے اپنے گھوڑے کے پیچھے سوار کر کے راجہ کے پاس اس شان سے پہنچے کہ راجپوت جو اطراف میں تھے شیخ کی دلیری دیکھ کر متعجب ہوئے۔ شیخ نے راجہ سے کہا اب لڑنا فضول ہے۔ صلح کر لی جائے۔ راجہ لڑائی کا رنگ دیکھ کر ہراساں ہو رہا تھا۔ شیخ کے ساتھ سلطان کے پاس چلا گیا۔ راجہ کی فوج کے ۷۹۸۰ سپاہی مارے گئے۔ سلطان کی فوج کے ۱۰۳۰ پیادے اور ۹۵۰ سوار کام آئے یہہ فتح ۱۲ محرم ۷۱۴ھ کو ہوئی۔ ظہر کے بعد شہدا کی تدفین عمل میں آئی حضرت معزالدین کو الگ مقام پر دفن کیا گیا۔ خان اعظم سرور خان کو وہاں چھوڑ کر سلطان بھروچ کی طرف روانہ ہوا۔ سلہ

(ب) حضرت معزالدین سلیمان کے اس کارنامے سے واضح ہوتا ہے کہ اس عہد کے خانقاہ نشین صاحب تسبیح و سجادہ ہی نہیں بلکہ صاحب سیف اور مرد میدان بھی ہوتے تھے۔ جس خلوص سے عبادت کرتے تھے اسی طرح توکلاً علی اللہ میدان کارزار میں جوہر شجاعت بھی دکھاتے تھے اپنی شہادت کی بشارت سنکر خوش ہونا اونکی علو ہمتی اور راہ خدا میں ایثار و فدائیت کی دلیل ہے۔ قرآن سے شغف رکھنے والوں کی ایسی بکثرت مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں کہ ان میں تواضع و انکسار کے ساتھ روح جہاد بھی کارفرما تھی۔ ایسی ہی ہستیوں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت ؛ یہہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم ؛ دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

دہلی بحیثیت مرکز قرات

ف ۳۶۵ جس طرح حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے زمانے میں ملتان تعلیم قرات و تجوید کا مرکز بنا ہوا تھا اور حضرت شیخ فرید گنج شکر کے زمانے میں اجودھن میں قرات کا زور و شور تھا اسی طرح سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کی بدولت دہلی مرکز قرات بنگیا تھا۔ یہہ سلطان بلبن۔ معزالدین کیقباد۔ جلال الدین خلجی۔ علاءالدین خلجی اور غیاث الدین تغلق کا عہد حکومت تھا۔ دہلی میں بڑے باکمال قرا جمع تھے۔ یوں تو ہر قسم کا صاحب کمال یہاں مل جاتا تھا۔ مگر چند بزرگوں کی مرکزی شخصیت نے فن تجوید و قرات کے لئے نہایت ہی سازگار ماحول پیدا کر دیا تھا۔ علاءالدین خلجی کا عہد علمی اور تمدنی اعتبار سے تاریخ اسلام کا ایک تابناک باب ہے۔ ضیاءالدین برنی رقمطراز ہیں کہ دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا۔ سمرقند۔ بغداد۔ مصر۔ خوارزم۔ دمشق۔ رے تبریز اور روم میں اون کا ثانی ممکن نہیں تھا۔"

قاری شیخ صفی الدین ہندی

ف ۳۶۶ شیخ صفی الدین ہندوستان کے مایہ ناز علماء میں سے تھے

سلہ تحفتہ الکرام از علی شبیر قانع۔ و مراۃ احمدی جلد دوم

ولادت ۶۴۴ھ میں ہوئی - نانا سے تعلیم پائی - تجوید و قراءت - تفسیر - حدیث - فقہ - منطق کی تکمیل کے بعد ۲۳ سال کی عمر یعنے ۶۶۷ھ میں یمن گئے - الملک المظفر اس نوجوان کی استعداد سے بڑا متاثر ہوا - بطور نذر سو اشرفیاں پیش کیں - یمن سے مکہ معظمہ پہونچے - وہاں سے قاہرہ - قاہرہ سے اناطولیہ کے شہر قونیہ - سیواس قیصریہ وغیرہ کا سفر کرتے رہے - بالآخر دمشق کو وطن بنالیا - جامع اموریہ میں درس کا حلقہ قائم کیا - دوسرے مدارس میں بھی درس دیتے رہے - ذہبی جیسے علامہ آپ کے شاگرد تھے - اسی زمانے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے علمی بحران کا آغاز ہوا - اونکے پیدا کئے ہوئے علمی ہنگاموں سے عالم اسلام متزلزل تھا - عجیب عجیب مسائل پیدا کر کے اہل علم کی محفلوں میں ہلچل ڈال دیتے تھے - آخر تنگ آکر علماء نے حکومت دمشق کو دست اندازی پر مجبور کیا - امیر تنکر نے مناظرہ کے لئے دار السعادہ میں (جو دار الحکومت تھا) ایک مجلس طلب کی - علماء نے بالاتفاق یہہ طے کیا کہ شیخ ہندی کو مناظرہ کے لئے بلایا جائے - اس لئے کہ کوئی دوسرا عالم مناظرہ کے لئے آگے نہیں آرہا تھا - غرض شیخ ہندی بلائے گئے - امیر تنکر بھی موجود تھا - السبکی بھی اس مجلس میں موجود تھے اون کا بیان ہے کہ شیخ ہندی نے بے محابا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو مخاطب کیا - شیخ ہندی کو تقریر میں کمال کا ملکہ تھا - جب بحث کے کسی پہلو پر تقریر کرتے تو جتنے شبہات - یا اعتراضات کا امکان ہو سکتا تھا تقریر میں انھیں صاف کرتے جاتے - نتیجہ یہہ کہ جب تقریر ختم ہوتی تو اعتراض کرنے والے کے لئے جواب مشکل ہو جاتا ابن تیمیہ نے اپنی عادت کے مطابق جلد بازی سے کام لینا شروع کیا اور اصل بحث کو چھوڑ کر دوسری طرف نکل گئے اور اپنے معلومات کی وسعت اور انتقال ذہنی کی قوت سے شیخ ہندی کو مرعوب کرنا چاہتے تھے - ابن تیمیہ کے اس انداز کو دیکھ کر شیخ صفی الدین سے نہ رہا گیا اونکی جلالت شان کے باوجود شیخ کو کہنا پڑا کہ "ابن تیمیہ مجھے آپ کی حالت اوس چڑیا کی طرح معلوم ہوتی ہے جو پھدک پھدک کر ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر جاتی ہے" غرض بڑی طویل بحث رہی - یہہ کہنا مشکل ہے کہ فتح کا سہرا کس فریق کے سر رہا - مگر امیر تنکر نے حکم دیا کہ ابن تیمیہ اور اونکے شاگرد حکومت کے عہدوں سے معزول کر دیئے جائیں -

ف ۳۶۷ **کتاب المعجز معہ رسالہ متحۃ الطرائق والابواب** | فن تجوید کی اس کتاب میں قرآنی رسم الخط اور اختلافات قراءت پر بحث ہے - ۷۱۷ھ کی تصنیف ہے اس کا قلمی نسخہ جس کو کاتب محمود بن محمد نے ۱۳۱۷ھ میں لکھا تھا - رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے -

ف ۳۶۸ **سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی** | حضرت کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات (۱۵۵ تا ۱۶۵) میں درج ہیں ملاحظہ فرمائے جائیں -

قاری مولانا عماد الدین حسام

ف ۳۶۹ نامور قرائے دہلی میں مولانا عماد الدین حسام درویش کو بڑا امتیاز حاصل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ادنکے "لحن جان نواز" کا یہ حال تھا کہ "نہ چشمے دیدہ نہ گوشے شنیدہ" انھوں نے بیس سال تک تجوید و قرآن کی خدمت انجام دی۔ کثرت سے لوگوں نے اون سے تجوید سیکھی۔

مولانا لطیف مقری

ف ۳۷۰ دوسرے نامور قاری مولانا لطیف مقری تھے۔ یہ بھی نہ صرف تجوید و قرات کے عالم تھے بلکہ خوش الحان بھی تھے۔ اور ایسے کہ بقول ضیاء الدین برنی "مرغ از آسمان فرود آمدے"۔ (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۵۵)

خواجہ جمال الدین شاطبی

ف ۳۷۱ یہ بھی اپنے زمانے کے ممتاز قراء میں سے تھے۔ آپ کا شغل بھی تجوید و قرات کی تعلیم تھا۔ ایسے مشہور زمانہ اور یگانۂ دوران تھے کہ اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔

خواجہ علاء الدین مقری

ف ۳۷۲ دہلی کے اس دور کے مستند قراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ہمیشہ درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ کی درس گاہ میں قراء اور حفاظ کا مجمع رہتا تھا۔ صاحب نزہت الخواطر نے آپ کو شیخ فاضل اور قرات و تجوید میں سرآمد روزگار لکھا ہے۔

خواجہ زکی خواہرزادہ حسن بصری

ف ۳۷۳ دہلی کے مستند قراء میں آپ کا شمار تھا۔ اپنا پورا وقت تجوید کی تعلیم و اشاعت میں صرف کرتے تھے۔ مذکورہ بالا تین بزرگوں کے متعلق ضیاء الدین برنی کی شہادت ہے کہ شہر کے سیکڑوں حافظ و مجود اپنی تجوید ان سے درست کرتے تھے۔ نیز یہ کہ "مثل ایشاں در خراسان و عراق نشان نداده اند"۔ یہ تینوں بزرگ خوش الحانی میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۵۵) محمد قاسم فرشتہ نے شاطبی۔ علاء الدین مقری اور خواجہ زکی خواہرزادہ حسن بصری کو اساتذہ قرات بتایا ہے۔

قاری مولانا دولت یار سنامی

ف ۳۷۴ آپ سنام نامی ایک قصبے کے رہنے والے تھے۔ علوم تجوید و قرات کے ماہر تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے اپنے ملفوظات فوائد الفواد میں آپ کی مہارت کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ درویش باخدا اور تجوید کے اچھے عالم تھے۔ [۱]

---

[۱] تفحص کے باوجود فقرہ جات ۳۶۸ تا ۳۷۴ کے قراء کے زیادہ حالات نہ مل سکے۔ کتب سیر و تاریخ فرشتہ میں صرف نام درج ہیں یا ایک سطری تعارف۔ اگر تفصیلی حالات مل سکیں تو اس فن کے لٹریچر میں قیمتی اضافہ ہوگا۔

قاری قاضی ضیاء الدین سنائی

وف ۳۷۵ آپ سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ قاری ہونے کے علاوہ آپ سرآمد علماء روزگار تھے۔ متشرع ہونے کے باعث علمائے دہلی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ کا رنگ ہی اور تھا۔ امور شریعت میں انتہادرجہ کا غلو تھا۔ اسی وجہ سے حضرت نظام الدین کی مجلس سماع کے سخت مخالف تھے اس کوشش میں لگے رہتے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع ہمیشہ کے لئے موقوف ہو جائے۔ ایک دفعہ علماء دہلی سے کہا کہ میں نظام الدین سے علمی بحث میں غالب آسکتا ہوں لیکن کرامات میں غالب نہیں آسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اہل شریعت کا پایہ اہل کرامت سے بلند سمجھا جائے۔ آپ نے شیخ رکن الدین کو ملتان سے مباحثہ کیلئے طلب کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مولانا وجیہ الدین کو بھی سماع سے اجتناب تھا مگر بالآخر مجلس سماع میں شریک ہو کر حضرت سلطان المشائخ سے بیعت ہو گئے۔ مگر قاضی صاحب شریعت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے شریعت سے اونکے اخلاص کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو شریعت پر قربان کردیا[لہ]

[لہ] واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ دہلی میں ایک دفعہ ایک فقیر وارد ہوا۔ شبانہ روز آگ روشن کرکے اوسی میں بیٹھا رہتا تھا۔ قاضی صاحب کو جب خبر ہوئی تو اپنے بڑے بیٹے سے کہا کہ اس فقیر سے جاکر کہو کہ آگ سے باہر نکل آئے کیونکہ یہ حرکت خلاف شریعت ہے۔ بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ درویش نے لڑکے پر کچھ ایسی نگاہِ گرم ڈالی کہ لڑکا وہیں گر کر مر گیا۔ قاضی صاحب کو جب خبر ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے نے راہِ حق میں جان دی۔ دوسرے بیٹے کو بھیجا اوس کا بھی یہی حشر ہوا۔ پھر تیسرے اور چوتھے بیٹے کو بھیجا اون کے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آیا۔ ہر بیٹے کی وفات پر دوگانہ شکر بجالاتے رہے۔ جب کوئی لڑکا باقی نہ رہا تو کتاب ہاتھ میں لیکر درویش کے پاس تشریف لے گئے اور کہا "اے شخص آگ سے نکل آ یہ امر خلاف شرع ہے۔" فقیر نے حسب عادت اونکی طرف بھی گرم نگاہ سے دیکھا مگر کچھ اثر نہ ہوا قاضی صاحب نے دوبارہ اور سہ بارہ ہدایت فرمائی۔ فقیر ہر بار نظر کو تیز تر کرتا گیا مگر قاضی صاحب کو کوئی نقصان نہ پہونچا۔ فقیر نے جب دیکھا کہ اوس کی نظر کوئی اثر نہیں کرتی تو آگ سے نکل کر قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ آج تک میں نے کسی کو شریعت پر ایسا سچا اور ثابت قدم نہیں پایا۔ میں نے کئی بار تیز نظر ڈالی مگر آپ کا ایک بال بھی شریعت کے خلاف نہ تھا۔ اس لئے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں نے ایک تیر چلانا چاہا مگر آپ کے تن پر شریعت کی زرہ اس قدر استوار تھی کہ میرا تیر پار نہو سکا۔ یہ کہکر درویش وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اس کے باوجود اونکے صبر و شکر کا یہہ عالم تھا کہ زبان سے اُف تک نہ کی۔ دہلی سے بیزار ہوکر آپ حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر دہلی جانے کے بجائے دولت آباد آکر قیام کیا۔ یہاں برہان الدین غریب موجود تھے مگر اون سے کبھی اس لئے ملاقات نہ ہوسکی کہ وہ سماع کو جائز سمجھتے تھے۔ حضرت برہان الدین غریب آپ کا بہت احترام کرتے تھے جب سنا کہ قاضی ضیاء الدین سخت علیل ہیں تو اونکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ شاگردوں نے اطلاع دی تو قاضی صاحب نے کہا کہ وہ گانا سنتے ہیں اور جو شخص نامشروع عمل کرتا ہو مرتے وقت میں اوسکا منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ جواب میں برہان الدین نے کہلا بھیجا کہ میں توبہ کرکے آیا ہوں۔ یہہ سنتے ہی قاضی صاحب نے اپنا عمامہ شاگردوں کو دیکر فرمایا کہ اس کو پا انداز کردو اور کہا کہ اس پر تشریف لائیں۔ شیخ برہان الدین عمامہ کو بوسہ دیتے ہوئے اندر تشریف لائے اور قاضی صاحب نے اون کو بہت تواضع اور اخلاق سے بٹھایا اور عیادت کے بعد رخصت کیا۔ قبر خلد آباد میں کالی مسجد کے پاس واقع ہے۔

قاری حافظ احمد دہلوی

ف ۳۷۶ آپ بابا شیخ فرید اور سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ بہت اچھے قاری و حافظ تھے۔ موضع سرسی میں حضرت سلطان المشائخ سے ملاقات بھی کی تھی۔ درس و تدریس آپ کا شغل رہا۔

قاری شرف الدین احمد منیری

ف ۳۷۷ والد کا نام یحییٰ۔ ولادت ۲۶ رشعبان ۶۶۱ھ بمقام منیر (پٹنہ) سلسلہ نسب حضرت جعفر صادق سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ بھی بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں۔ وضو کے بغیر بچے کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ ایسی والدہ کی آغوش میں حضرت نے تربیت پائی بڑے ہوکر ابو تامہ سے قرات وتفسیر و حدیث سیکھی۔ پھر حضرت سلطان المشائخ سے ملے۔ آپ نے شیخ نجیب الدین کے پاس بھیجا۔ واپسی پر منیر ہی میں خدمت خلق و درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ حضرت کے عرفان و کردار کی بلندی حضرت کے اقوال سے ترشح ہوتی ہے۔ چند بطور نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) جو شریعت کی پیروی میں جتنا راسخ ہوتا ہے اتنا ہی خوش خلق زیادہ ہوتا ہے اور جتنا خوش خلق زیادہ ہے اتنا ہی بارگاہ خداوند تعالیٰ کا محبوب زیادہ ہے۔ جبکہ اچھے اخلاق آدم علیہ السلام کی میراث اور خداوند عالم کا تحفہ ہے۔ پس لازماً مومن کیلئے اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی اور اچھا طریقہ اور کوئی اور زیب و زینت کی چیز نہیں ہے اور اچھے اخلاق کی حقیقت خداوند تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری اور اوسکے رسول کی شریعت کی پیروی کرنا ہے۔ کیونکہ سید کائنات کے تمام افعال و حرکات ہمیشہ (خلق و خالق کے نزدیک) پسندیدہ رہے ہیں اور جو کوئی آنحضرتؐ کی پیروی کرتا ہے اوسے چاہیئے کہ اپنی زندگی اس طرح گذارے جس طرح آپ نے گذاری ہے۔

(۲) عارف و مرد خدا کا مقام و طریق زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ اوسکی رحمت و شفقت کا

آفتاب ہرایک پر چمکتا ہے۔ خود نہیں کھاتا لوگوں کو کھلاتا ہے۔ خود نہیں پہنتا۔ لوگوں کو پہناتا ہے۔ لوگوں سے جو اسے تکلیف پہنچتی ہے اوس کی طرف نگاہ نہیں کرتا اور اس کے ظلم کو نہیں دیکھتا۔ اپنے پر ظلم کرنے والے کا شفیع ہوتا ہے۔ جفا کا بدلہ وفا سے دیتا ہے۔ گالی کا جواب دعا و ثنا سے۔ تو جانتا ہے کہ وہ یہہ سب کچھ کیوں کرتا ہے اسلئے کہ وہ محفوظ ہے اوس کے دنگی فضاء سے سوائے باد راحت کے خلق پر کوئی ہوا نہیں چلتی وہ شفقت میں آفتاب کی طرح ہوتا ہے کہ جس طرح دوست پر چمکتا ہے اوسی طرح دشمن پر چمکتا ہے۔ تواضع میں زمین کی طرح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اوس پر پاؤں رکھتی ہے وہ کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتا۔ مخلوق پر دست درازی کرنے اوس کا ہاتھ کوتاہ ہوتا ہے۔ تمام مخلوق ادسکی عیال ہوتی ہے لیکن وہ کسی کا عیال نہیں ہوتا۔ سخاوت میں دریا کی طرح ہوتا ہے۔ دشمن کو اوسی طرح نوازتا ہے جس طرح دوست کو مشرق و مغرب کی جملہ مخلوقات پر رحمت ہی رحمت بنکر رہتا ہے کیونکہ وہ آزاد ہے۔ جو کچھ دیکھتا ہے ایک ہی جگہ سے دیکھتا ہے۔

(۳) آپ کا بڑا امتیاز اور ترقیات و کمالات کا راز آپ کی جبلی بلند ہمتی اور علو حوصلگی ہے۔ فرماتے ہیں: "تو کتنا ہی پست سہی۔ ہمت کو بلند رکھ۔ بھائی! مردوں کی ہمت کسی بھی چیز سے پست نہیں ہوتی۔ اونکی ہمت کے بوجھ آسمان و زمین عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ نہیں اٹھا سکتے۔ ؎

این طائفہ را چنیں سرشتہ اند ✻ در غم دوزخ بہشتہ اند
ہرچہ آن نیست پشت پائے زدہ ✻ چنگ در حضرت خدائے زدہ
کے رسی در سرائے إلّا اللّٰہ ✻ تا بہ جاروب لا نہ روبی راہ

مردوں کی ہمت کعبہ و بیت المقدس کے گرد نہیں گھومتی اور آسمان و زمین کا طواف نہیں کرتی۔ سبحان اللہ! کیا ہی عجیب مقام ہے۔ ایک مرد اپنی جگہ بیٹھا ہوا۔ پاؤں کو دامن میں سمیٹا ہوا۔ سر کو زانو پر رکھا ہوا۔ در آن حالیکہ اوس کا سر کون و مکان سے بھی آگے گذر گیا ہے۔

(۴) اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی وحشت نہیں ہے اور غیر اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی راحت نہیں ہے محبوب در عین بلا اگرچہ کلید خزائن ممالک در دست دارد و ہرکہ با خداست پادشاہ دو جہان ست ہرچند نان شبے ندارد۔ ؎

آن او باش ہرچہ خواہی کن ✻ خاک او باش بادشاہی کن
گر فرشتہ است خاک بر سر او ✻ ہرکہ چون خاک نیست بر در او

شیخ زین بدر عربی نے آپ کی وفات کے واقعات جو قلمبند کئے ہیں اون سے آپ کی بے نظیر استقامت جذبۂ اتباع شریعت۔ امت محمدیہ کی فکر۔ اوس کے لئے دل سوزی، اہل اسلام سے محبت اور ان کی خیر خواہی زندگی کی نازک ترین ساعت میں ادن کا خیال اور اونکے لئے دعا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور یقین اور اعتماد کا

اوس کی بے نیازی کی۔ کبریائی کا ڈر۔ سلامتی ایمان وحسن عاقبت کی فکر و اہتمام ظاہر ہوتا ہے۔ زین بدر لکھتے ہیں:۔

چہار شنبہ کا دن تھا ۵، شوال ۸۲ھ۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ نماز فجر کے بعد حجرے میں تکیے کے سہارے سے بیٹھے تھے جلیل الدین بھائی و دیگر احباب وخادم حاضر تھے جو متواتر کئی راتوں سے خدمت کے لئے جاگتے رہے تھے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔ پھر حاضرین کی طرف رخ کرکے فرمایا تم بھی کہو۔ لوگوں نے تعمیل کی۔ پھر آپ نے مسکراتے ہوئے تعجب کے طور پر فرمایا۔ سبحان اللہ وہ ملعون اس وقت بھی مسئلہ توحید میں لغزش دینا چاہتا ہے خدا کا فضل و کرم ہے اوسکی طرف کیا توجہ ہو سکتی ہے۔ پھر آپ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم پڑھنا شروع کیا اور حاضرین سے کہا تم بھی پڑھو۔ پھر وظائف وادعیہ میں مشغول ہوگئے۔ چاشت کے وقت اون سے فارغ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول ہوگئے۔ باآواز بلند الحمد للہ۔ الحمد للہ کہنے لگے۔ فرماتے تھے خدا نے کرم فرمایا۔ المنۃ للہ۔ المنۃ للہ۔ کئی بار دل کی خوشی اور اندرونی فرحت کے ساتھ اسی کو بار بار دہراتے تھے بعد ازاں صحن حجرہ میں تشریف لائے اور تکیہ کا سہارا لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ پھیلائے جیسے مصافحہ فرمانا چاہتے ہیں قاضی شمس الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دیر تک لئے رہے۔ پھر قاضی زاہد کا ہاتھ پکڑ کر سینہ پر رکھا۔ فرمایا ہم وہی ہیں، ہم وہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ ہم وہی دیوانے ہیں۔ ہم وہی دیوانے ہیں۔ پھر تواضع وانکساری کے ساتھ کیفیت طاری ہوگئی۔ فرمایا نہیں۔ ہم اون دیوانوں کی جوتیوں کی خاک ہیں۔ پھر حاضرین میں سے ہر ایک کے ہاتھ کو اور داڑھی کو بوسہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے امیدوار رہنے کی تاکید فرمائی اور بلند آواز سے پڑھا لاتقنطو من رحمۃ اللہ۔ اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

خدایا رحمتت دریائے عام است ؛ از آن جا قطرۂ بر ما تمام است

اوسکے بعد حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ کل تم سے سوال کریں تو کہنا لاتقنطو من رحمۃ اللہ لائے ہیں۔ اگر مجھ سے بھی پوچھیں گے تو یہی کہوں گا۔ اوسکے بعد کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر یہ الفاظ ادا کئے رضیتُ باللہ ربًّا و بالاسلام دینًا و بمحمدٍ نبیًّا و بالقرآن امامًا و بالکعبہ قبلۃ و بالمومنین اخوانا و بالجنۃ ثوابًا و بالنار عذابًا۔ پھر حاضرین اور جو آگئے اون سے مصافحہ کیا۔ اور ہر ایک کے لئے دعائے خیر کی ظہر کی نماز کے بعد امیر شہاب الدین اپنے لڑکے کے ساتھ حاضر ہوئے۔ لڑکے سے پوچھا پانچ آیتیں پڑھ سکتے ہو۔ حاضرین نے کہا ابھی چھوٹا ہے۔ پھر ظہیر الدین کے لڑکے سے پانچ آیتیں سنیں۔ (یہ تھیں سورہ فتح کے آخری رکوع کی آیتیں۔ محمد رسول اللہ سے) پڑھتے وقت اٹھ کر مودب دوزانو بیٹھ گئے۔ توجہ سے قرآن شریف سنا۔ پھر وضو کیلئے پانی طلب کیا۔ وضو کے بعد کنگھی طلب کی اور داڑھی میں کنگھی کی۔ پھر مصلیٰ منگا کر نماز شروع کی۔ دو رکعت کے بعد تکان کی وجہ سے کچھ آرام کیا۔ نماز کے بعد حجرے میں گئے اور لیٹ گئے ۲۱

عصر کے بعد مغرب تک آرام کیا۔ بعد مغرب احباب و خدام آگئے اور چارپائی کے اطراف بیٹھ گئے۔ حضرت مخدوم نے کچھ دیر کے بعد باواز بلند بسم اللہ کہنی شروع کی۔ کئی بار بسم اللہ کے بعد زور سے کہا۔ لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ اوسکے بعد پھر ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔ پھر کلمۂ شہادت اشہد ان لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ اوسکے بعد فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر دیر تک کلمہ شہادت زبان پر جاری رہا پھر کئی بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اوسکے بعد بڑے اہتمام سے اور دنکی بڑی قوت سے اور بڑے ذوق و شوق سے محمد محمد محمد اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آلِ محمّد۔ پھر یہہ آیت پڑھی۔ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تا آخر۔ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا۔ اوسکے بعد تین بار کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ جیسے کوئی دعا و مناجات کرتا ہے فرمایا۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد۔ اللّٰھم ارحم امۃ محمد۔ اللّٰھم اغفر لامۃ محمد۔ اللّٰھم تجاوز عن امۃ محمد۔ اللّٰھم اغث امۃ محمد۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمد اللّٰھم فرج عن امۃ محمد فرجاً عاجلا اللّٰھم اخذل من خذل دین محمد برحمتک یا ارحم الراحمین۔ ان الفاظ پر آواز بلند ہو گئی۔ اوسوقت زبان پر یہہ الفاظ تھے۔ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ لاالٰہ الا اللہ۔ اوس کے بعد ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہہ واقعہ پنجشنبہ کی شب ۲ر شوال سنہ ۷۸۲ھ وقت عشاء کا ہے اگلے روز چاشت کے وقت تدفین عمل میں آئی۔ شیخ اشرف جہانگیر سمنانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(بزم صوفیا از سید صباح الدین عبدالرحمٰن)

خانقاہ سلطان المشائخ کے قراء

ف ۳۷۸ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین کے حالات پڑھنے سے یہہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت کو تجوید و قرات سے بڑی گہری دلچسپی تھی۔ حضرت کی خانقاہ میں جہاں کثرت سے حفاظ و قراء جمع تھے سلوک بالقرآن کی تربیت دیجاتی تھی مریدین و خلفاء سب کو تجوید کا شوق و ذوق تھا۔ بڑے بڑے خوش الحان قراء آپ کی خانقاہ میں موجود تھے ہم صرف چند قراء کا ذکر یہاں کرتے ہیں جو بعد میں بہت مشہور ہوئے۔

امیر خسرو

ف ۳۷۹ کنیت ابوالحسن۔ والد کا نام امیر سیف الدین بلخی۔ امیر سیف الدین، چنگیز خان کے حملوں سے پریشان ہو کر ہندوستان آئے۔ امیر خسرو بمقام مومن آباد معروف بہ پٹیالی جو گنگا کے کنارے ضلع ایٹہ میں واقع ہے سنہ ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد امیر سیف الدین ایک معرکہ میں شہید ہوئے۔ آپکے نانا عماد الملک نے آپ کی پرورش کی۔ ابتدائی عمر میں قرآن مجید اور پھر دیگر علوم درسیہ کی تحصیل کی۔ شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ حضرت نظام الدین سے والہانہ محبت تھی حضرت ہی کے

فیض صحبت سے اونکے یار وفادار۔ محرم اسرار۔ محبوب و مطلوب بن گئے۔ حضرت آپ کو "ترک اللہ" اور "مفتاح السماع" کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ کو حسن وجمال اور موسیقی سے فطری انس تھا۔ حضرت کی صحبت میں آپ نے تجوید و قرات اور حفظ کی تکمیل کی۔ تہجد گذار اور شب بیدار تھے۔ چالیس سال تک صائم الدہر رہے۔ تہجد کی نماز میں سات پارے ختم کرتے تھے۔ مرشد نے آپ کو سلوک بالقرآن کی تربیت دی تھی۔ مرشد ہی کے ساتھ حج بھی کیا۔ اونکے انتقال کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے۔ جب محبوب الٰہی کی وفات ہوئی ہے آپ اوس وقت کسی معرکہ میں باہر گئے ہوئے تھے چھ مہینے کے بعد واپس ہوئے تو ایک بار قبر کو دیکھا اور یہ ہندی دوہا پڑھا۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس (بال) ☆ چل خسرو گھر آپنے اب سانجھ بھئی چو دیس

کہتے ہیں کہ اوسی روز آپ کا انتقال ہوگیا۔ ۷۲۵ھ میں وفات ہوئی حضرت نظام الدین کے پائیں میں دفن ہیں۔

قاری فخرالدین زرادی ف ۳۸۰ عالم وفاضل وقاری۔ سلطان المشائخ کے خلیفہ۔ حضرت کی صحبت میں بہت وقت گذارتے۔ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبارالاخیار میں لکھا ہے کہ مولانا فخرالدین زرادی از شیخ نظام الدین سوال کرد کہ مشغولی بہ کلام اللہ فاضل تر است یا ذکر۔ فرمودند کہ ذاکر را وصول زود تر بود اما خوف زوال ہم بود۔ اما تالی را وصول دیر تر بود ولیکن خوف زوال نباشد" ؎۱

حضرت کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضرت تلاوت قرآن کو لازوال اور اقرب ترین طریق معرفت قرار دیتے ہیں۔ فخرالدین زرادی خانقاہ کے مریدین کو فقہ کے مسائل اور عربی وغیرہ بھی سکھاتے رہتے تھے۔ ۷۲۸ھ میں حج کیلئے تشریف لے گئے۔ جہاز کے غرقاب ہونے سے آپ کی شہادت ہوئی۔

حافظ قاری خواجہ محمد امام و ۳۸۱ والد کا نام بدرالدین اسحاق۔ بابا شیخ فرید گنج شکر کے نواسہ تھے۔ جب حضرت نظام الدین کو اطلاع ملی کہ پاک پٹن میں بدرالدین اسحاق کا انتقال ہوگیا تو آپ نے سید محمد کرمانی کو پاک پٹن بھیجکر اونکے دونوں فرزند خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ اور ان کی والدہ کو دہلی بلوالیا۔ دونوں بچوں کی پرورش و تربیت فرمائی۔ تعلیم دیکر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حافظ وقاری بناکر مسجد کا امام مقرر کیا۔ جب خواجہ محمد نہوتے تو خواجہ موسیٰ امامت کرتے اس لئے خواجہ محمد امام کے نام سے مشہور ہوئے آپ بڑے خوش الحان قاری تھے وفات ۷۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار درگاہ محبوب الٰہی میں چبوترہ یاران پر ہے۔

؎۱ (ترجمہ) مولانا فخرالدین زرادی نے شیخ نظام الدین سے سوال کیا کہ کلام اللہ میں مشغولی بہتر ہے یا ذکر میں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر سے وصول جلد تر ہوتی ہے مگر ساتھ ہی زوال کا خوف بھی لگا ہوا ہے لیکن تلاوت قرآنی میں وصول دیر سے ہوتی ہے مگر زوال کا خوف نہیں ہے۔

مولانا فخر الدین مروزی ف ۳۸۲ آپ بھی سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے عابد و زاہد متقی و پرہیزگار ہونے کے علاوہ حافظ و قاری بھی تھے۔ عمر بھر شادی نہیں کی۔ بڑے اچھے خوشنویس اور قرآنی رسم الخط کے ماہر تھے۔ قرآن مجید کی کتابت کر کے خود لوگوں سے اوس کی اجرت پوچھتے۔ اگر معلوم ہوتا کہ عام شرح چھ روپیہ فی جزو ہے تو آپ صرف چار آنے فی جزو کا مطالبہ فرماتے۔ اگر کوئی زیادہ دیتا تو قبول نہ کرتے۔ رجال الغیب بھی آپ سے ملتے تھے مگر آپ کسی سے کچھ نہ لیتے۔

(حب) جب آپ بہت ضعیف ہو گئے اور کتابت سے معذور تو محمد تغلق نے ایک اشرفی روزینہ مقرر کیا۔ لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ صرف چار آنے لیتے۔ ۷۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ "چبوترہ یاران" پر شمس الدین یحییٰ کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپکے متعلق لکھا ہے کہ "حافظ کلام ربانی بود۔ بہ کمال تقویٰ وورع آراستہ۔ پیوستہ کتابت کلام مجید کردے۔"

امیر حسن اعلائے سنجری ف ۳۸۳ میر حسن یا امیر حسن نام تھا۔ والد کا نام نجم الدین اعلائے سنجری جو سنجر علاقہ سیستان کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے دہلی آئے۔ دہلی میں میر حسن پیدا ہوئے شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ بڑے اچھے شاعر تھے۔ [1]

شیخ نظام الدین محبوب الٰہی سے عقیدت کے باعث زیادہ وقت حضرت کی صحبت میں گذرتا تھا۔ بیس سال حضرت کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ نے حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات مرتب کئے جو "فوائد الفواد" کے نام سے شائع ہوئے۔ امیر خسرو اس تالیف پر رشک کرتے تھے۔ حضرت کی صحبت میں آپ اچھے قاری بن گئے تھے حضرت نے آپ کو بھی سلوک بالقرآن پر لگا دیا تھا۔ آپ امیر خسرو کے انتقال کے بعد کسی مہم پر خلد آباد آئے جہاں ۷۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزار شہر سے باہر مشہور جگہ پر ہے۔ غلام علی آزاد کی قبر بھی وہیں ہے۔

خواجہ برہان الدین غریب ف ۳۸۴ ۶۵۴ھ میں بمقام ہانسی پیدا ہوئے۔ ہانسی سے دہلی آئے۔ اور حضرت محبوب الٰہی کی شہرت سنکر آپ کے خادموں کے سلسلہ میں منسلک ہو گئے یہ واقعہ ۶۹۳ھ کا ہے اوس وقت سے ۷۱۸ھ یعنے کامل پچیس سال تک حضرت کی خدمت میں لگے رہے جو

---

[1] جس طرح امیر خسرو مقبول عام صاحب دیوان شاعر تھے اسی طرح میر حسن کی غزلین بھی مقبولیت میں شہرۂ آفاق ہیں چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔ ~~ عمر گرا میںت حسن در کار خوبان صرف کن ٭ بیہودہ کہگل میکنی دیوار بے بنیاد را۔

حسن گر عشق میورزی چنیں بر جان چہ میلرزی ٭ بہ یک دل در نمی گنجد غم جان و غم جانانہ

اے حسن توبہ آن زمان کردی ٭ کہ ترا طاقت گناہ نہ ماند

احول حضرت نے پیدا کیا تھا اس سے پوری طرح فیض یاب ہوئے۔ قرات اور علوم باطنی سے وہیں استفادہ کیا منتجب الدین کے انتقال کے بعد محبوب الٰہیؒ نے آپ کو خلد آباد روانہ کیا۔ ۷۱۸ھ و بروایت دیگر ۷۲۰ھ میں آپ خلد آباد پہنچے۔ اوائل عمری ہی سے دل فقر کی جانب مائل تھا۔ چھ سات سال کی عمر سے کلمہ طیبہ کی مواظبت کیا کرتے تھے شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ پچیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ تیس سال تک بہ طریق صوم داؤدی روزے رکھے۔ سو رکعت صلوٰۃ التحفہ۔ اٹھارہ رکعت نماز چاشت۔ تین پارے کلام مجید کے تلاوت کرکے ایک روز کی قضاء نماز گذارتے۔ ایک ہزار پانچسو بار سورۂ اخلاص پڑھتے اور اس کے بعد اکثر فرمایا کرتے کہ "ما عبدناک حق عبادتک" ابتداء ہی سے ازدواجی زندگی سے اجتناب کا تہیہ کرلیا تھا۔ ۱۳ سال کی عمر سے تقلیل غذا کی عادت ڈالی تھی۔ صرف سات لقموں پر گذارہ کرلیتے تھے۔ غذا بہت سادہ اور بے تکلف تھی۔ عام طور سے جو کی روٹی اور لوبیا کھاتے۔ لباس نہ بہت فاخرہ اور نہ بہت سادہ۔ سلاطین و امراء سے قطعاً نہ ملتے۔ صدہا مریدین اور خلق خدا کو آپ سے فیض پہنچا۔ پورے آداب کے ساتھ بڑی پابندی سے تلاوت فرماتے تھے۔ خوش الحانی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔ نیز فرمایا کرتے "تلاوت کے وقت اگر عذاب و رحمت کی آیت آئے تو اس وقت تلاوت کرنے والے کو تامل و تفکر کرنا چاہیئے"۔ اگر آیات حق تعالیٰ کی صفات کے متعلق ہوں تو تواضع و تکریم کا اظہار کرنا چاہیئے۔ جب حق تعالیٰ اور رسول اللہ کے ساتھ کفار کی جسارت کا ذکر ہو تو تلاوت میں آہستگی کے ساتھ شرم کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ تلاوت کے وقت یہ امر مستحضر رہے کہ خود اللہ تعالیٰ قاری سے کچھ کہہ رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی تجلی کلام پاک کے حروف میں تبدیل کردی گئی ہے کہ آنکھ اور دل اس تجلی کی تاب لاسکیں۔ ورنہ زمین و آسمان بھی اس کی تجلی کے متحمل نہیں ہوسکتے"۔ ۷۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ خلد آباد میں بڑا گنبد و خانقاہ زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کے خلفاء میں زین الدین داؤد بڑے بزرگ تھے [1]

قاری خواجہ موسیٰ ف ۳۸۵ آپ بابا شیخ فرید کے نواسے اور قاری حافظ خواجہ محمد کے چھوٹے بھائی تھے۔ تجوید و قرات کے ماہر تھے خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ عالم و فاضل بھی تھے۔ والد کے انتقال کے بعد جیسا کہ فقرہ (۳۸۱) میں بیان ہوا سلطان المشائخ نے آپ کو اپنے پاس بلاکر دونوں بھائیوں کی پرورش کی اور خلافت دی تھی۔ بھائی کی عدم موجودگی میں خواجہ موسیٰ خانقاہ کی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ وفات سنہ ۷۴۰ھ میں ہوئی۔ "چبوترۂ یاران" میں بڑے بھائی خواجہ محمد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ [2]

قاری حافظ خواجہ تقی الدین نوح ف ۳۸۶ سلطان المشائخ کے حقیقی خواہر زادے تھے۔ قاری و حافظ و زاہد

---

[1] ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی۔ بزم صوفیا از سید صباح الدین عبدالرحمن

[2] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔

وعابد تھے۔ تجوید و قرات میں قاری شہاب الدین سے تلمذ تھا۔ ہر جمعرات کو ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سلطان المشائخ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب آپ محفل میں تشریف لاتے تو حضرت فرماتے یاران این را عزیز دارید که این نیکو کسے ست۔ این قرآن یاد دارد و ہر شب آدینہ (جمعہ) ختم می کند۔" تحصیل علم میں اس قدر انہماک رہا کہ آپ کو مرض دق لاحق ہوگیا۔ سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔ علاء الدین نیلی کے مزار کے پاس مدفون ہیں۔

قاری خواجہ عزیز الدین ف ۳۸۷ آپ بھی سلطان المشائخ کے خواہر زادے اور خواجہ ابوبکر چشتی کے فرزند تھے آپ بڑے عالم و فاضل۔ عابد و زاہد تھے۔ تجوید و قراءت قاری شہاب الدین صاحب سے سیکھی تھی۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی فرماتے۔ کبھی تکبیر اولیٰ قضا نہ کی۔ اگر ایک مسجد میں نماز نہ ملتی تو دوسری مسجد تلاش کرکے تکبیر کا ثواب حاصل کرتے۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ ہر جمعرات کو قرآن ختم فرماتے۔ سلطان المشائخ کے آخری زمانے میں خانقاہ کی مسجد کی امامت بھی کرنے لگے تھے۔ آپکو حضرت سے خلافت ملی تھی۔ اپنے والد خواجہ ابوبکر کے پائین میں دفن ہیں۔ ے۵

قاری حافظ خواجہ قاسم ابن خواجہ عمر ف ۳۸۸ آپ بھی سلطان المشائخ کے خواہر زادے تھے۔ حضرت نے ان کو بسم اللہ پڑھائی اور تختی لکھی جس میں بسم اللہ کے بعد درازی عمر اور ارزانی علم کی دعا درج تھی۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر میں آپ قاری و حافظ ہوگئے۔ مولانا شیخ جلال الدین کے شاگرد ہوئے، اس کے بعد لطائف التفسیر لکھی۔ مولانا جلال الدین قاری ہفت قرات تھے جن کا ذکر دوسری جگہ ہے خواجہ قاسم کا مزار خواجہ ابوبکر کے مزار کے پاس ہے۔ ے۵

قاری حافظ خواجہ رفیع الدین ہارون ف ۳۸۹ آپ بھی سلطان المشائخ کے خواہر زادے کے فرزند تھے حضرت آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ حافظ و قاری تھے حضرت کے مرید و خلیفہ بھی ہوئے۔ آپ کو تیر اندازی۔ کشتی رانی اور سیر و سیاحت کا بڑا شوق تھا۔ آپ خانقاہ کے منتظم مقرر ہوئے آپ کا مزار ابوبکر چشتی کے مزار سے متصل محبوب الٰہی کے پائیں میں ہے۔

قاری مولانا علاء الدین اندپتی ف ۳۹۰ میر خورد مصنف سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ آپ عالم حافظ و قاری تھے آپ سلطان المشائخ کے قرابت داروں میں سے تھے۔ خانقاہ کے سب مریدین کو حفظ و قرات سکھانے کا کام آپ ہی کے تفویض کیا گیا تھا۔

ے۵ تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی

قاری سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

ف ۳۹۱ ابن سید یحییٰ ابن سید عبداللطیف۔ سید یحییٰ لاہور میں پیدا ہوئے۔ سید نصیر الدین محمود اودھ میں پیدا ہوئے۔ نو برس کے تھے کہ سید یحییٰ کا انتقال ہوا۔ والدہ سیدانی تھیں۔ بچے کی تعلیم میں بڑی سعی فرمائی۔ پہلے مولانا عبدالکریم کے زیر تعلیم رہے اون کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم سیکھے۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم بچپن میں ہوئی۔ تجوید و قراءت کی تعلیم بعد میں حاصل کی۔ ہمیشہ روزہ رکھتے نماز با جماعت ادا کرتے۔ پھر دہلی آکر سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ حضرت کی وفات تک دہلی ہی میں رہے۔ آپ کو گوشہ عافیت بہت پسند تھا۔ ایک روز امیر خسرو کی وساطت سے حضرت شیخ کی خدمت میں کہلوایا کہ مجھے جنگل میں عبادت کرنے کی اجازت ہو۔ شہر میں مشغولیت کا لطف نصیب نہیں ہوتی۔ شیخ نے کہا ان سے کہدو کہ تمہیں شہر ہی میں لوگوں کے ہجوم میں رہنا ہوگا۔ اون سے تکالیف پہنچیں تو برداشت کرنی ہونگی اور پھر تکالیف کے بدلے احسان بھی کرنا ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بزرگان دین خدمت خلق کو کیا اہمیت دیتے تھے اور ہر تکلیف کا بدلہ احسان سے کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ یہہ خاصان خدا ہی کا حصہ ہے۔ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ ان بزرگوں نے خدمت خلق میں وہ انہماک پیدا کیا تھا کہ شادی کرنے تک کی فرصت نہ ملی مگر جن کو تاریخ کے ان تابناک شخصیتوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا وہ سب کو نفع اندوزی ہی کا الزام لگاتے ہیں۔

تمھیں نے دیکھے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا ✢ کہ اورنگ زیب ہندوکش تھا ظالم تھا ستمگر تھا۔

(ب) چراغ دہلوی کے خلفاء میں شیخ احمد تھانیسری اور شیخ القراء سید محمد گیسو دراز مشہور قراء ہوئے۔ آپ کے ہمشیرزاد خواجہ کمال الدین بھی باکمال قاری تھے وفات، ر رمضان ۷۵۷ھ کو ہوئی۔ مزار شاہجہاں آباد میں ہے۔

قاری خواجہ ضیاء الدین برنی

ف ۳۹۲ قصبۂ برن۔ ضلع بلند شہر کے رہنے والے۔ ۶۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ سلطان المشائخ کے مریدوں میں خاص مرتبہ رکھتے تھے۔ حضرت کے فیض صحبت سے آپ بھی اچھے قاری ہو گئے تھے۔ اکثر قرائے عصر کا ذکر آپ ہی کے تحریروں سے ملتا ہے۔ بڑے عابد و زاہد۔ عالم و فاضل۔ بے مثل شاعر۔ مستند و معتبر مورخ مانے گئے تاریخ فیروز شاہی او حسرت نامہ آپ کی ممتاز تصانیف میں شمار کئے جاتے ہیں۔ بزلہ سنجی۔ لطیفہ گوئی۔ نعت گوئی میں خاص مہارت تھی جس کی وجہ سے سلطان محمد تغلق کے ندیم و مصاحب ہو گئے تھے۔ مگر یہہ ابتدائی رنگ تھا فیروز تغلق کے زمانے میں گوشہ نشین ہو گئے۔ وفات کے وقت ایک چٹائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ امیر خسرو کی پائین میں قبر ہے۔ [1]

---

[1] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔ و گلزار ابرار

قاری خواجہ شہاب الدین امام

ف ۳۹۳ آپ بھی سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ خاص تھے۔ بڑے عابد مرتاض باکمال و صاحب جمال تھے۔ خوش الحان قاری تھے۔ ایک دفعہ احسن خوش الحانی سے نماز پڑھائی کہ حضرت سلطان المشائخ بہت محظوظ ہوئے۔ نماز کے بعد تعریف کی تو شہاب الدین نے فرط عقیدت سے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اونکو اٹھانے کیلئے جھکے تو مصلیٰ جو حضرت کے کندھے پر تھا اونکی پیٹھ پر گر گیا۔ حضرت نے وہ مصلیٰ اون ہی کو عنایت کر دیا۔ اوس روز سے خواجہ صاحب خانقاہ کی مسجد کی امامت پر فائز ہوئے اور شہاب الدین امام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت نے اپنے خواہرزادوں خصوصاً تقی الدین نوح کو تاکید کی تھی کہ اون سے تجوید و قراءت سیکھیں۔ محبوب الٰہی کی وفات کے بعد آپ دکن تشریف لے گئے اور وہاں فیض جاری ہوا۔ اپنی وفات سے کچھ روز پہلے دہلی واپس آگئے۔ ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دہلی سے چھ میل کے فاصلے پر لاڈو سرائے کے اندر قنائی مسجد میں واقع ہے۔ مصنف گلزار الابرار لکھتے ہیں کہ " کلام ربانی لفظاً و معناً برداشت و بہ حسن ادائے تلاوت سی فرمود کہ بشنونده کا نرا ہمین بزم کلیم الٰہی می گردانید۔ [۱]

قاری مولانا علاء الدین نیلی

ف ۳۹۴ سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حصول علم کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ و خوش الحان قاری تھے۔ زہد و تقویٰ۔ عبادت و ریاضت علم و فضل میں بے مثل تھے۔ ایک دفعہ آپ سلطان المشائخ کی خانقاہ میں آئے تو عشاء کی نماز ختم ہو چکی تھی۔ آپ نے نماز شروع کی تو خانقاہ کے اور لوگوں نے بھی اقتداء کی۔ حضرت سلطان المشائخ اس وقت بالاخانے پر جا چکے تھے۔ جب مولانا نے خوش الحانی سے قراءت شروع کی تو آپ نے بڑے شوق سے سماعت فرمایا اور اپنے خادم خاص اقبال کے ہاتھ مصلیٰ تحفتہً بھیجا۔ مولانا علاء الدین نیلی نے بڑے احترام سے مصلے کو چوم کر سر پر رکھ لیا۔ غرض خانقاہ میں قراءت کا ذوق عام تھا۔ اور حضرت محبوب الٰہی اوس میں اضافہ فرماتے رہتے تھے۔ مولانا نیلی کی وفات ۷۶۲ھ میں دہلی میں ہوئی۔ "چبوترہ یاران" میں حضرت محبوب الٰہی کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ [۱]

بی بی عائشہ دختر شیخ فرید گنج شکر

ف ۳۹۵ بابا شیخ فرید کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے والد سے فن تجوید و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ اپنے خاوند منتجب الدین کے ہمراہ خلد آباد آئیں۔ منتجب الدین کے انتقال کے بعد یہیں بس گئیں اور یہیں انتقال ہوا۔ حضرت نظام الدین نے بوقت رخصتی شیخ برہان الدین کو جو نصائح کئے اون میں ایک نصیحت یہہ بھی تھی کہ پیرزادی صاحبہ کی خدمت سے غافل نہ رہنا چنانچہ حضرت برہان الدین آپ کی خبر گیری کیا کرتے۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد خود تشریف لیجاکر خیریت پوچھتے۔ بی بی عائشہ

---

[۱] تاریخ اولیائے صوبۂ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔

کی ایک لڑکی تھی جو نہایت ذہین اور سمجھ دار تھی۔ بی بی عائشہ نے خود اسے تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ چودہ سال کی عمر میں وہ لڑکی صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہو کر حافظ قرآن۔ صائم الدہر اور قائم اللیل ہو گئی۔ اونکی شادی ایک بزرگ ضیاء الدین سے ہوئی جو باہر سے آئے تھے۔ اون سے ایک لڑکا تولد ہوا جو صاحب کمال ہوا۔ بی بی عائشہ اور اون کی صاحبزادی کے مزارات میر حسن اعلائے سنجری کے مزار سے جانب جنوب واقع ہیں۔ ہر سال ۲ شعبان کو عرس ہوتا ہے۔ ۵۲

قاری ملک سید الحجاب

ف ۳۹۶ والد کا نام وحید الدین قریشی جو سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ جب ملک سید الحجاب پیدا ہوئے تو والد نے از راہ برکت اون کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ وضو کے بعد فرمایا کہ اوس معروف زمانہ بچے کو لاؤ اور وضو کا پانی اوسکے منہ پر ڈالا۔ اس وقت سے آپ معروف کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت نے ہدایت کی تھی کہ اس بچے کی پرورش اچھی طرح کرنا کہ یہہ مشاہیر زمانے سے ہوگا۔ غرض بچپن سے آپ کو علم سے رغبت رہی۔ قرآن شریف اور علوم درسیہ سے جلد ہی فارغ ہوگئے عبادت و ریاضت۔ زہد و تقویٰ میں کمال حاصل کیا۔ پھر حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اپنی فضیلت کے باعث ملک الحجاز کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کے بعد محمد تغلق کے زمانے میں آپ دہلی واپس آئے۔ بادشاہ نے آپکی فراست و دانشمندی سے خوش ہو کر آپ کو نائب عماد الملک کے عہدے پر مقرر کیا۔ جب فیروز تغلق تخت نشین ہوا تو وہ آپ کا بے حد معتقد و گرویدہ ہو گیا۔ آپ کو سید الحجاب کا خطاب دیکر اپنا ندیم و مصاحب مقرر کیا۔ آپ غریبوں کی بڑی امداد فرماتے آپ کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ خدمت خلق کے بعد جو وقت ملتا اوس کو قرآن کی تلاوت میں صرف کرتے تھے تاریخ وفات ۷۹۰ھ ہے۔ آپ کا مزار لاڈو سرائے کے قریب موضع سید الحجاب میں واقع ہے۔

قاری حافظ شیخ رکن الدین ابو الفتح

ف ۳۹۷ جس زمانے میں سلطان المشائخ دہلی میں فیض رسانی فرما رہے تھے اوسی زمانے میں ملتان میں حضرت ابو الفتح شیخ رکن الدین معرفت کے دریا بہا رہے تھے۔ آپ حضرت شیخ صدر الدین عارف کے فرزند دلبند اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے نبیرہ ارجمند تھے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپکی والدہ بی بی راستی بڑی پاکدامن۔ عبادت گذار۔ متقی و پرہیزگار خاتون تھیں۔ زمانہ حمل میں حضرت بہاء الدین نے بہو کو بشارت دی تھی کہ ہونے والا بچہ خاندان کا چشم و چراغ ہوگا۔ چار سال ہی کی عمر سے والد نے تعلیم پر توجہ دینی شروع کی۔ حافظہ کا یہہ عالم تھا کہ والد بزرگوار سے کئی کئی پارے بطور سبق پڑھتے چار مرتبہ اعادہ کر کے انھیں حفظ کر لیتے۔ جد امجد قاری ہفت قرات تھے۔ والد ماجد بھی راوی ہفت قرات تھے۔ فرزند کو یہہ فن

۵۲۔ فتوح الاولیاء

قدرتا ورثہ میں ملا تھا۔ سات ہی سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرلی۔ خانقاہ میں چلے کھینچے اور مجاہدے کئے۔ رات بھر نماز میں مصروف رہتے۔

(ب) آپ کے والد پر زہد غالب تھا۔ آپ اپنے دادا کے مسلک کے مطابق دنیا و ثروت دنیا سے متنفر نہ تھے۔ اچھا کھاتے۔ اچھا پہنتے اور اچھی طرح بسر کرتے تھے۔ دولت و ثروت بھی بہت پیدا ہو گئی تھی مگر طاعت و عبادت کا یہہ حال تھا کہ رات بھر نماز میں کھڑے رہتے تھے۔ جب تک زندہ رہے روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے رہے۔ جب جذب کا عالم طاری ہوتا تو کئی کئی روز مدہوش رہتے۔ آپ کی ذات گرامی ایک دریائے فیض و برکت تھی۔ سینکڑوں افراد آپ کی توجہ سے کامل ہو گئے۔ امراء و سلاطین تک آپ کے مرید تھے۔ سب کو یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔ دادا کے زمانے میں جو مدرسہ قائم تھا اوس کو فروغ دیا۔ خانقاہ کی بھی رونق بڑھائی۔ چین۔ ترکستان۔ ماوراءالنہر۔ خراسان۔ ایران۔ عراق۔ دمشق حجاز و مصر کے طالبان حقیقت آپ کی مجلس میں موجود رہتے تھے۔ لنگر خانے میں رات دن کھانے پکتے رہتے تھے ہزارہا آدمی کھاتے تھے۔ اس کے علاوہ کثرت سے صدقہ و خیرات بھی دیا کرتے تھے۔ وقت واحد میں دو لاکھ سے لیکر پانچ لاکھ تک فقراء میں تقسیم کیا ہے۔ امراء۔ رؤسا ہزاروں لاکھوں روپے نذر گذرانتے۔ سلطان علاءالدین خلجی آپ کا بہت معتقد تھا۔ جب آپ دہلی تشریف لیجاتے تو دور تک پیشوائی کو آتا اور آتے وقت دو لاکھ اور جاتے وقت پانچ لاکھ نذرانہ دیا کرتا جسے آپ اسی وقت تقسیم کر دیتے۔ حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ بڑا تعلق خاطر تھا فرمایا کرتے "بھائی نظام الدین ہی کی محبت ہے جو مجھے ملتان سے دہلی لے آتی ہے۔" حضرت سلطان المشائخ نے وصیت کی تھی کہ اونکی نماز جنازہ شیخ رکن الدین پڑھائیں۔ چنانچہ آپ ہی نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ کئی لاکھ نفوس نے آپ کی اقتداء کی۔ آپ ہی نے قبر میں اتارا اور فرمایا کہ اس وقت میں نے روح پاک رسول اکرم کو جلوہ فرما دیکھا۔

۳۹۸ غرض جد بزرگ کی سی شان و شوکت۔ نفع رسانی خلق۔ مدرسہ۔ خانقاہ اور لنگر خانے کی چہل پہل آپ کے زمانے میں بھی برقرار رہی۔ مولانا ظہیرالدین [۱]

---

[۱] مولانا ظہیرالدین بڑے عالم و فاضل تھے۔ اونکی قابلیت دیکھ کر غیاث الدین تغلق نے اون کو کوتوال شہر بنا دیا تھا۔ آپ نے ایک عرصہ تک یہہ خدمت انجام دی۔ ایک روز سلطان نے مولانا ظہیرالدین سے پوچھا کہ تم نے کبھی شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی ہے تو مولانا نے جواب دیا کہ ہاں دیکھی ہے۔ پھر اپنا قصہ سنایا کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگوں کا اژدھام ہے جو آپ کی قدمبوسی کے لئے جمع ہوا ہے۔ اوس وقت میرے دل میں یہہ خیال آیا کہ میں دارالسلطنت کا کوتوال ہوں۔ عالم و مولوی

غیاث الدین تغلق کے زمانے میں کوتوال شہر تھے۔ بعد میں مرید ہوکر خاص عقیدت سے حضرت کی خدمت کرنے لگے تھے اون کو حضرت نے ۱۶ رجب ۷۳۵ھ کو عصر کی نماز کے بعد بلایا اور کہا کہ تجہیز و تکفین کا انتظام کرو مغرب کے نوافل، دوسرے نوافل اور اوابین میں مصروف ہو گئے۔ سجدہ میں سر رکھا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی مردان خدا ایسا جیتے ہیں اور ایسا مرتے ہیں۔ ایک لمحہ بھی اپنے وقت کا ضائع نہیں کیا اور راضی برضا رہتے ہوئے دنیا کو خیرباد کہدیا ع تیری رضا میں سدا گذرے جو دم واہ وا۔

جنازے میں کئی لاکھ آدمی موجود تھے۔ آپکے فرزند محمد اسمٰعیل سجادہ نشین ہوئے۔

ف ۳۹۹ حضرت شیخ رکن الدین کی کرامت کا ایک واقعہ یہہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت سلطان غیاث الدین تغلق فتح دکن کے بعد واپس آیا تو مولانا رکن الدین بھی بلائے گئے۔ سلطان تمام امراء و شیوخ اور مولانا کے ساتھ تناول طعام میں مصروف تھا۔ آپ کو روحانی قوت کی بدولت اس کا علم ہو گیا کہ جس عمارت میں

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ (۹۰) ۲ بھی ہوں اوس کے باوجود کوئی میری طرف ملتفت نہیں ہوتا۔ اون کا یہ حال ہے کہ خلق خدا ٹوٹی پڑ رہی ہے یا تو مجھ میں کوئی کمی ہے یا حضرت کے پاس کوئی عمل تسخیر ہے۔ ارادہ کر لیا کہ کل صبح جاکر "مسئلہ استنشاق و مضمضہ" کے متعلق سوال کروں گا تاکہ اونکے علم کی حقیقت منکشف ہو جائے۔ اوسی دھن میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ صاحب تشریف لائے اور مجھے انھوں نے حلوا کھلایا جس کی شیرینی بیداری کے بعد بھی میرے حلق و زبان پر محسوس ہو رہی تھی۔ سوچا کہ یہہ شیطان کی حرکت ہو گی جو بشکل شیخ آگیا۔ صبح جو خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا "مولانا خوش آمدی۔ من منتظر شما بودم" یعنے میں انتظار ہی کر رہا تھا آپ آئیں اور میں آپ کو مسئلہ بتاؤں۔ پھر فرمایا مولانا جنابت دو قسم کی ہوتی ہے۔ جنابت تن اور جنابت دل۔ جنابت تن تو قربت زن سے پیدا ہوتی ہے اور جنابت دل برے اور بدکار افراد کی صحبت سے عاید ہوتی ہے۔ اب جس طرح تن پانی سے پاک ہوتا ہے اسی طرح دل پاک ہوتا ہے نیک مرد اور اولیاء اللہ کی زیارت سے۔ اوسکے بعد فرمایا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اوس سے حدث اعضا دور ہوتی ہے اور جس طرح شیطان نبی کریم کی شکل اختیار کرنے سے قاصر ہے اوسی طرح اوس کی مجال نہیں کہ دوستان خدا کے روپ میں کسی کے سامنے پہونچ سکے"۔ میں نے جو بلا کہے اپنے سوالات کا جواب پالیا تو اوسی وقت مرید ہو گیا"۔ سلطان غیاث الدین بھی یہہ واقعہ سنکر بیحد متحیر ہوا۔ غرض مرید ہونے کے بعد اون پر یہہ راز کھلا کہ باوجود علم و ادب سیکھنے کے اون میں عمل و خلوص کا فقدان تھا۔ لیکن شیخ کی صحبت بابرکت نے اس کی تکمیل کر دی۔

سب بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں وہ گرنے والی ہے۔ فرمایا عمارت جدید ہے اوس میں سے جلد باہر آجائیے۔ سلطان نے کہا طعام سے فراغت کے بعد چلیں گے۔ آپ نے یہی الفاظ تین بار ارشاد فرمائے مگر سلطان اوس کا مفہوم نہ سمجھ سکا آپ ہاتھ دھوئے بغیر اوسی وقت اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ معاً بعد چھت گر پڑی اور سلطان اوسی صدمے سے ۷۲۵ھ میں فوت ہو گیا۔

محمد تغلق ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ

ف ۴۰۰ اس کے عہد حکومت[۱] میں علماء و فضلاء بکثرت موجود تھے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی بھی اسی عہد کے اکابرین میں ہیں۔ قراءت کی ایک کتاب "مختصر فی المذاہب" قرائت سبعہ کے فن سے متعلق ۷۳۱ھ میں مرتب ہوئی جس کو علی النوی المیدانی کاتب نے لکھا تھا۔ یہہ کتاب رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوئی۔

قاری مولانا معین الدین عمرانی

ف ۴۰۱ اس دور کے عالم و فاضل فن تجوید و قراءت پر عبور رکھتے تھے مولانا خواجگی اور شیخ احمد تھانیسری مولانا عمرانی کے شاگردوں میں سے تھے۔ شہاب الدین دولت آبادی بھی آپکے شاگرد خاص تھے۔ تذکرہ علماء میں محمد حسین آزاد نے آپ کو فاضل جلیل و مدرس نبیل کہا ہے۔ محمد تغلق نے آپ کو قاضی عضد الدین کو لانے شیراز بھیجا تھا۔ مگر سلطان ابو اسحاق نے اونکو جانے کی اجازت نہ دی۔ کنز حسامی اور مفتاح العلوم کے حاشیہ آپ کی تصانیف میں ہیں

قاری شیخ قطب الدین منور

ف ۴۰۲ یہہ جمال الدین ہانسوی کے پوتے ہیں جو بابا شیخ فرید گنج شکر کے خلیفہ تھے۔ آپ کا قیام بھی ہانسی میں تھا۔ علوم کی تکمیل والد سے کی۔ تجوید و قراءت و قرآن کے اچھے عالم تھے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد خدمت خلق اور درس و تدریس میں گذارا کرتے تھے۔

(ب) ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ محمد تغلق بر سبیل دورہ ہانسی پہنچتا ہے۔ اطراف کے لوگ اس سے ملنے

---

[۱] محمد تغلق بہت ہی مطلق العنان بادشاہ تھا۔ عالم و فاضل ہونے کے باوجود ضدی تھا۔ اکثر لوگ اس کے شاکی رہے۔ بستر مرگ پر اپنی شاہانہ زندگی کا مرقع اپنے چند فی البدیہ اشعار میں اس طرح کھینچا ہے۔ ؎
بسیار درین جہاں چمیدیم ٭ بسیار نعیم و ناز دیدیم۔ اسپان بلند بر نشستیم ٭ ترکان گران بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط و آخر ٭ چون قامت ماہ نو خمیدیم۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا زندگی کی حسرت و یاس لئے بادل ناخواستہ اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ اسی رجحان کے خلاف بزرگوں نے کہا ہے کہ۔ ع
"چھیننے سے پہلے جامہ ہستی اتار دے"۔ خاصان خدا کی زندگی کے پاک حالات جنکے نمونے ان اوراق میں ملتے ہیں ان میں اور اس زندگی میں جو حسرتوں سے لبریز ہے کتنا بنیادی فرق محسوس ہوتا ہے۔

نہ ہیں گر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ محمد تغلق کو اس کی خبر ملتی ہے حاضری کا فرمان صادر کرتا ہے۔ حسن برہنہ نامی امیر کو حکم دیتا ہے کہ فوراً شیخ کو بارگاہ سلطانی میں حاضر کیا جائے۔ حسن برہنہ ہانسی پہونچکر شیخ کو بادشاہ کا حکم سناتا ہے۔ شیخ پوچھتے ہیں کہ "جبراً لانے کا حکم ہے یا میری مرضی کو بھی دخل ہے۔" اوس نے کہا "جس طرح ممکن ہو لانے کا حکم ہے۔ شیخ بیوی کے پاس جاتے ہیں اون کو اور بال بچوں کو خدا کی حفاظت میں سونپتے ہیں۔

روایت ہے کہ "مصلیٰ بر کتف و عصا در دست گرفتہ پیادہ پا روان شد" حسن نے گھوڑا پیش کیا تو انکار فرمایا ہانسی سے باہر نکلتے ہوئے اپنے آبا و اجداد کے مقبرے کے قریب سے گذرے تو فرمایا "من از کنج شما بہ اختیار خود بیرون نیامدہ ام۔ مارا می برند" شاہی بارگاہ بانسی نامی قریہ میں تھی جو ہانسی کے قریب ہے۔ وہاں پہونچنے کے بعد بادشاہ بجائے ملاقات کے یہہ حکم دیتا ہے کہ "دہلی کیمپ کے ساتھ ان کو دہلی لے چلو۔" آپ منزل بمنزل دہلی پہونچتے ہیں۔ دہلی میں آپ کے صاحبزادے میاں نورالدین بھی آجاتے ہیں۔ تغلق دربار میں شیخ کی حاضری کا حکم دیتا ہے۔ صاحبزادے شیخ نورالدین بھی ساتھ جاتے ہیں۔ شاہی محل میں باپ بیٹے دونوں داخل ہوتے ہیں۔ ہر طرف ننگی تلواریں لئے سنتری ٹہل رہے ہیں در و دیوار پر دہشت و خوف طاری ہے۔ شیخ قطب الدین ایمان کامل کے ساتھ آگے بڑھے چلے جاتے ہیں لیکن کمسن شیخ نورالدین کے پاؤں میں جس نے یہہ جلال و شان پہلی بار دیکھا تھا لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ شیخ نے پلٹ کر دیکھا اور فرزند کی یہہ حالت دیکھ کر فرماتے ہیں۔ "بابا نورالدین العظمة والکبریاء للّٰہِ (عظمت و کبریائی تو اللہ کے لئے ہے) جملہ کا یہہ وہ نشہ تھا جو سلطان المشائخ کی مجلس میں پلایا جاتا تھا۔ میر خورد بیان کرتے ہیں کہ میاں نورالدین کہتے تھے کہ "بمجرد[1] آن کہ این سخن (العظمت والکبریاء للّٰہ) بسمع من رسید تقویتے در باطن من ظاہر گشت و اطمینانے و استظہارے حاصل شد۔ تا آنکہ آن ہیبت و رعب از دل من بکلی زائل گشت۔"

میاں نورالدین سنبھل کر تخت تک پہنچ جاتے ہیں جہاں محمد تغلق بیٹھا تھا۔ دیکھا کہ اوس کے ہاتھ میں تیر و کمان ہے۔ چہرہ غصے سے لال ہے۔ آنکھیں چڑھی ہوئی ہیں۔ شیخ السلام علیکم کہتے ہیں۔ بادشاہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ شیخ مصافحہ کرتے ہیں۔ ہاتھ کا ملانا تھا کہ محمد تغلق کا رنگ فق ہو جاتا ہے خدا جانے دل میں کیا کچھ ٹھان رکھی تھی مگر زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ یہہ ہیں۔ "من در دیار شما رسیدم تربیت نفرمودند۔ و بہ ملاقات خویش مشرف نہ گردانیدند" (میں آپ کی بستی میں پہونچا آپ نے نہ ملاقات کی اور

---

[1] ترجمہ: والد کے یہہ الفاظ میرے کان میں پہونچتے ہی دل میں ایک قوت آگئی اور ایسا اطمینان و ہمت حاصل ہوئی کہ وہ ہیبت و رعب میرے دل سے بالکل جاتا رہا۔

نہ نصیحت فرمائی) شیخ اوسی توحیدی سکینت و وقار کے ساتھ جواب دیتے ہیں "این درویش خود را نازد
کہ ملاقات بادشاہان کند۔ در گوشہ بہ دعا گوئی بادشاہ و کافہ اہل اسلام مشغول می باشد معذور می باید داشت
(یہہ درویش اس موقف میں نہیں کہ بادشاہوں سے ملاقات کرے اس لئے گوشہ میں بادشاہ اور جملہ اہل اسلام
کے لئے دعاگوئی کرتا ہے اوسے معاف رکھنا چاہئیے) تغلق مہر بہ لب ہو جاتا ہے۔ فیروز باربک جو بعد کو فیروز شاہ
کے نام سے مشہور ہوئے اونکو حکم دیتا ہے کہ "انچہ مطلوب شیخ است ہمچنان کنید" جو شیخ کا مطلوب ہے
ویسا ہی کیا جائے۔ شیخ پھر فرماتے ہیں کہ "مقصود من فقر و مطلوب من کنج جد و پدر است" میرا مقصود
فقر اور مطلوب باپ دادا کا گوشہ عافیت ہے۔ محمد تغلق یہہ سنکر اون کو رخصت کر دیتا ہے۔ میر خورد نے ایک
نامی امیر اعظم ملک کبیر معظم کے حوالے سے یہہ روایت نقل کی ہے کہ شیخ کی روانگی کے بعد محمد تغلق نے اہل دربار کو
مخاطب کر کے کہا کہ جس کسی سے میں نے آج تک مصافحہ کیا" البتہ دست او لرزیدہ" میری ہیبت سے اوس کا
ہاتھ کانپنے لگا۔ مگر این بزرگ کہ بقوت دین دست ما محکم گرفتہ بود از سیمائے او مہابت دین احساس کردم"
سوائے ان بزرگ کے کہ دین کی قوت سے میرا ہاتھ مضبوط پکڑے رہے اور اون کی پیشانی سے میں نے دین کی
ہیبت محسوس کی۔ اوس کے بعد محمد تغلق نے فیروز باربک اور ضیاء الدین برنی کو شیخ کے پاس بھیجا کہ اون کو مطلع
کرو کہ "بادشاہ یک لک تنکہ انعام فرمود" خبر شیخ کو پہنچتی ہے۔ بیساختہ زبان مبارک سے نکلتا ہے
"نعوذ باللہ این درویش یک لک تنکہ قبول کند" ٹکہ سا جواب پاکر دونوں بادشاہ کی خدمت میں
شیخ کے انکار کی خبر پہونچاتے ہیں۔ "فرمان شد کہ پنجاہ ہزار ببرید" مگر شیخ کو انکار ہی پر اصرار رہا۔ آخر میں
تغلق عاجزی سے کہلا بھیجتا ہے "اگر شیخ این مقدار قبول نہ کند خلق مرا چہ گوید" اگر شیخ یہہ بھی قبول نہ کریں
تو دنیا مجھے کیا کہے گی۔ بالآخر بڑی رد و کد کے بعد دو ہزار پر بات طے ہوئی۔ اس لئے کہ فیروز باربک در برنی
نے کہا کہ۔ ہم بادشاہ سے اس سے کم کے لئے کچھ نہیں سکتے"۔

ف ۴۰۳ اللہ تعالی کی ولایت میں پناہ لینے والے کو محمد تغلق جیسے عنان گسیختہ کا طغیان کبر بھی مرعوب
نہ کر سکا۔ ایمانی قوت کو جانچنے کے لئے اس سے بہتر کسوٹی اور کیا ہو سکتی ہے۔ نیز باپ کی ایک کوجہ سے فرزند کا
قلب میں اطمینان و ہمت پیدا ہو جانا یہہ بھی ایمانی قوت کا نتیجہ تھا۔

فیروز تغلق ۷۵۲ھ تا ۷۸۹ھ

ف ۴۰۴ محمد تغلق کے بعد فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ یہہ بہت ہی نیک بخت اور خدا ترس بادشاہ تھا۔ محمد تغلق کے خلاف جتنے لوگوں
کو شکایت تھی اون کو بلا کر سرفراز کیا۔ اون سے دستاویز لکھوائے تا کہ محمد تغلق عند اللہ ماخوذ نہو۔
(ب) دہلی میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جس کے اساتذہ نامی و گرامی تھے۔

(ج) جب فیروز شاہ لڑکا تھا اوس وقت حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بڑے ادب سے حاضر ہوا۔ اوس کا یہ سلیقہ و طریقہ حضرت کی خوشنودی کا باعث ہوا۔ اوس سے پوچھا "چہ نام داری" جواب دیا "فدوی بہ اسم کمال الدین مشہور است۔" ارشاد فرمایا کہ "عمر بہ کمال۔ دولت بہ کمال۔ نعمت بہ کمال۔" اسی دعا کا اثر تھا کہ فیروز تغلق کی زندگی سنور گئی۔

ف ۴۰۵ اسی زمانے میں خوارزم کا حکمران بادشاہ حسین تھا۔ اوس کے زمانے میں خوارزم میں تجوید و قراءت کی طرف بڑی توجہ کی گئی۔ حافظ رومی محمد ابن یوسف الظہیر نے ۷۶۶ھ میں مطلوب القاری فارسی نظم میں لکھی۔ یہ نظم شاطبی کے قصیدہ لامیہ کا ترجمہ ہے۔ مترجم کا دعویٰ ہے کہ (۷۸۰) اشعار میں اس نے وہ مطالب بیان کئے جن کو علامہ شاطبی نے ساڑھے گیارہ سو اشعار میں بیان کئے۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کاش کہ اس نسخہ کی اشاعت قراء کی محفلوں میں زیادہ ہوتی۔

شیخ القراء مولانا جلال الدین راوی ہفت قرات

ف ۴۰۶ فیروز تغلق نے جو مدرسہ دہلی میں قائم کیا تھا۔ مولانا جلال الدین اوس کے پرنسپل تھے یہ تجوید کے ماہر اور راوی ہفت قرات کہلاتے تھے۔ آپ کا فیضان عام رہا۔ بے شمار افراد نے آپ سے تجوید سیکھی

قاری حافظ علامہ خواجہ کمال الدین

ف ۴۰۷ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ہمشیرزادے تھے۔ نسب امام حسن سے ملتا ہے آپ علم دین، حدیث و فقہ اصول و معقول و منقول میں یگانۂ روزگار تھے۔ اوسی وجہ سے علامہ کا خطاب پایا۔ علم تصوف کے ماہر تھے۔ کلام اللہ مع ترجمہ زبانی یاد تھا۔ ہمیشہ تجوید سے تلاوت فرماتے۔ ہزاروں طلباء ان سے اکتساب علم کرتے خواجہ نصیر الدین آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ کچھ روز احمد آباد میں قیام کیا۔ اژدہام خلائق سے گھبرا کر واپس آگئے۔ ۷۵۶ھ میں وفات ہوئی صحن آستانہ مخدوم چراغ دہلوی میں دفن ہوئے۔ آپکے تین فرزند تھے (۱) شیخ نظام الدین (۲) شیخ نصیر الدین (۳) شیخ سراج الدین۔ سب عالم و فاضل و قاری ہوئے۔

قاری حافظ شیخ زین الدین داؤد

ف ۴۰۸ حضرت شیخ زین الدین داؤد ابن خواجہ حسین بن سید محمود شیراز میں ۷۰۱ھ میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں والد کا انتقال ہوگیا۔ علوم کی تکمیل شیراز میں کی۔ پھر حرمین شریفین چلے گئے۔ حج سے فارغ ہوکر ہندوستان آئے۔ دہلی میں قیام کیا یہیں قرأت و حفظ کی تکمیل کی۔ سلطان محمد تغلق نے جب دارالسلطنت کو دہلی سے دولت آباد منتقل کیا تو آپ بھی دولت آباد آئے۔ پھر یہیں قیام فرمایا۔ درس و تدریس آپ کا مشغلہ رہا۔ حضرت برہان الدین سے عقیدت پیدا ہوئی ۷۳۶ھ میں اون کے مرید ہوئے۔ محمد تغلق کے ایماء سے ۷۴۷ھ میں پھر دہلی بلوائے گئے مگر محمد تغلق کے ساتھ

توافق زیادہ دن تک نہو سکا اوس نے آپ کو حرمین جانے کا حکم دیا مگر جلد ہی اوس کا انتقال ہوگیا اوس کے جانشین فیروز تغلق نے اجازت دیدی کہ آپ دہلی میں رہ سکتے ہیں مگر آپ نے قیام کیلئے دولت آباد منتخب فرمایا۔

(ب) حضرت کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ دہلی کے قیام کے دوران میں دو ماہ تک روزانہ پورا قرآن شریف ختم کرکے اس کا ثواب سلطان المشائخ کی روح پر فتوح پر ایصال فرماتے۔ ؎۱

(ج) دہلی کے قیام کے زمانے میں بڑے بڑے بزرگوں نے آپ سے بیعت و استفادہ کیا۔ شیخ الاسلام صدرالدین آپکے مرید ہوئے۔ مولانا نورالدین امام نے آپ سے تجوید سیکھی اور تصحیح کے خیال سے چند پاروں کی تلاوت بھی کی۔ اوسکے بعد امامت پر مامور ہوئے۔ ؎۲

(د) حضرت زین الدین ۷۴۹ھ میں دہلی سے اجودھن بابا فرید کی مزار پر گئے۔ ایصال ثواب کی نیت سے تین روز میں بارہ مرتبہ قرآن مجید ختم کئے۔ ایک ماہ وہاں قیام کرکے اجمیر آئے۔ جہاں اسی نیت سے اٹھائیس مرتبہ قرآن مجید ختم کئے۔ اوسکے بعد دولت آباد واپس آگئے۔ سلطان محمد نظام شاہ آپ کا بہت معتقد تھا۔

(ہ) حضرت کی وفات ۷۷۱ھ میں ہوئی۔ خلد آباد میں شاندار گنبد میں حضرت برہان الدین کے مقابل میں دفن ہوئے۔ آپ نے تاحیات شادی نہیں کی۔ (ملاحظہ ہو روضۃ الاقطاب از رونق علی)

قاری سراج الدین ہندی

ف ۷۰۹ آپ ہندوستان کے مایۂ ناز فرزند تھے جو ہندوستان کے باہر جاکر مصر میں امتیاز حاصل کیا۔ ولادت ۷۰۴ھ میں ہوئی۔ متداولہ علوم کی تحصیل وجیہہ الدین رازی۔ سراج الدین ثقفی۔ رکن الدین بدایونی سے کی۔ تجوید و قرات کے ماہر اور عربی زبان پر بڑی قدرت رکھنے والے تھے۔ چھتیس سال کی عمر میں ۷۴۰ھ میں مصر پہونچے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ عسکر کے قاضی ہوئے۔ جمال الدین بن ترکمانی کی طرف سے نائب قاضی کا کام ایک عرصہ تک انجام دیتے رہے۔ ۷۶۹ھ میں قضاءت کے عہدے پر مستقلاً مامور ہوئے۔ اس ہندی عالم نے مصر میں ہنگامہ بپا کردیا۔ ۷۷۱ھ میں جب بسطامی کا انتقال ہوا تو جامع طولونی کے درس تفسیر کا کام بھی حکومت نے آپکے سپرد کردیا۔ عربی زبان میں گفتگو اور تقریر پر وہ قدرت حاصل تھی کہ اوس کا ذکر امتیازی طریقے پر کیا گیا۔ بڑے جری۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ امراء دولت کی نگاہ میں اون کی بڑی عزت تھی۔ مصر میں ایک بڑی کوٹھی

؎۱ شیخ زین الدین فرماتے ہیں کہ اس ایصال ثواب سے میں نے بہت سے فضل و کرم مشاہدہ کئے۔ ایک روز مرقد سے یہ سناع تو حسن من بیفزودی خدا حسنت بیفزاید۔

؎۲ روضۃ الاقطاب مؤلفہ رونق علی صفحہ (۲۰۰)

ہوائی۔ بڑی ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ تصوف کا بھی خاص ذوق ہندوستان سے لیگئے تھے۔ وحدت الوجود کے نظریہ کی تشریح کی ہے۔ سنہ ۷۰۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔

قاری مولانا نورالدین امام دہلوی

ف ۱۰ھ آپ محمد تغلق کے عہد میں دہلی میں مقیم تھے۔ بچپن ہی میں قرآن مجید و قرات سیکھی۔ اوسکے بعد علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ جب حضرت زین الدین داؤد سنہ ۷۴۷ھ میں دہلی پہونچے تو آپ عقیدت کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت سے بھی تجوید و قرات کا درس لیا۔ اور بہ خیال صحت چند پاروں کی تلاوت بھی کی۔ اوسکے بعد امامت پر مامور ہوئے اس لئے امام کا لفظ آپ کے نام کے بعد لکھا جانے لگا۔ فیروز تغلق کے زمانے تک زندہ تھے۔

قاری سید شمس الدین ترک

ف ۱۱ھ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے ہیں۔ ترکستان کے رہنے والے وہیں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم کی تکمیل وہیں کی۔ تجوید کی تعلیم بھی وہیں پائی۔ بچپر ریاضی ہیئت۔ فلسفہ۔ تفسیر و حدیث میں تبحر حاصل کیا (مراۃ الاسرار) مرشد کی تلاش میں ماوراءالنہر۔ ایران۔ افغانستان کے ایک ایک بزرگ سے ملے۔ کہیں طبیعت نہ جمی۔ ہندوستان آکر ملتان ہوتے ہوئے پاک پٹن پہونچے۔ مخدوم علاوالدین صابر وہیں موجود تھے۔ اون کی جانب کشش ہوئی۔ اون سے بیعت ہوئے۔ چند روز کے مجاہدات کے بعد مخدوم صاحب نے آپ کو خرقہ عنایت کیا اور مشورہ دیا کہ دہلی جاکر شاہی فوج میں ملازمت کرلیں۔ چنانچہ مرشد کے حکم کی تعمیل کی۔ دہلی آئے غیاث الدین بلبن کی فوج میں اہم عہدے پر فائز ہوئے۔ کئی ہزار سپاہی آپ کے ماتحت تھے۔ ایک عرصے تک فوجی ملازمت میں منسلک رہے۔ ایک مرتبہ غیاث الدین بلبن نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجی چونکہ قلعہ بہت محفوظ اور ناقابل تسخیر تھا اور باغیوں کی قوت خوفناک شکل اختیار کررہی تھی اس لئے سلطان بلبن خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر بڑھا۔ اس لشکر میں شمس الدین ترک بھی تھے۔ اگرچہ سلطان نے کئی بار حملے کئے مگر قلعہ فتح نہوا۔ محاصرہ طول کھینچتا جارہا تھا۔ سلطان متردد اور پریشان تھا۔ اوسی اثنا میں سرہنگان شاہی کو خیمے کی رسیوں کیلئے سوت کی ضرورت ہوئی سوت کی تلاش میں دیہات میں گھوم رہے تھے ایک صاحب ولایت نے سرہنگوں سے کہا کہ رعایا کو پریشان نہ کرو۔ ایک تکلی لے جاؤ جتنے سوت کی ضرورت ہو اس میں سے نکالتے جاؤ۔ یہہ کرامت دیکھ کر لوگ اونکے معتقد ہوگئے۔ سلطان کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ وہ بھی پہونچا۔ اور دعا کا طالب ہوا۔ اون بزرگ نے کہا "یہہ کام میرے امکان سے باہر ہے۔ البتہ آپ ہی کی فوج میں ایک قوی دست بزرگ ہیں جو یہہ کام کرسکتے ہیں۔" نشان پوچھا گیا تو کہا "شب کو زور کی آندھی آئیگی جس سے سب چراغ گل ہوجائیں گے جس کے خیمے کا چراغ جلتا دیکھو اوسی سے دعا طلب کرو۔"

ف ۱۲ھ اس رات کو بارش اس شدت سے ہوئی کہ کسی کو اپنے سوا اور کا خیال ہی نہ آیا۔ سلطان کے خادم کو پانی گرم کرنے کیلئے آگ کی ضرورت ہوئی۔ ڈھونڈھنے لگا تو اس کو ایک خیمہ نظر آیا اوس میں چراغ جلتا دکھائی دیا وہاں ۲۷

پہونچا تو دیکھا شمس الدین ترک بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اتنی ہیبت تھی کہ اوس کی زبان نہ کھلی آپ نے نظر اٹھا کر فرمایا "آگ کی ضرورت ہے تو لے لے" یہہ فرما کر آپ پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے وہ چراغ سے کوئلہ سلگا کر لے گیا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی اوس وقت کچھ ذکر نہ کیا اور سو رہا۔ صبح اٹھ کر پھر حضرت کے خیمے میں گیا مگر آپ وہاں نہ تھے تلاش کے بعد دیکھا کہ تالاب کے کنارے بیٹھے وضو فرما رہے ہیں چاہا کہ وہ خود بھی وضو بنا کر حضرت کے ساتھ نماز میں مصروف ہو۔ تالاب پر گیا تو پانی گرم پایا اور اوس کی حیرت بڑھ گئی۔ اب تو ضبط نہ ہو سکا۔ جا کر سلطان سے سارا واقعہ کہہ سنایا سلطان دن گذار کر رات کو تالاب پر گیا دیکھا تو پانی ٹھنڈا تھا۔ درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا حسب معمول شمس الدین صاحب آئے اور وضو کر کے چلے گئے۔ اب جو سلطان نے جا کر دیکھا تو تالاب کا پانی گرم پایا آخر سلطان بھی بابا صاحب کا مرید تھا۔ سمجھا کہ یہہ وہی بزرگ ہیں جن کی نشاندہی دیہات کے اہل خدمت نے کی تھی شمس الدین صاحب نے تو جا کر نماز ادا کی۔ بادشاہ ان کو دیکھتا رہا۔ نماز کے بعد تلاوت میں مصروف ہو گئے سلطان اب ہمت کر کے آگے بڑھا اور دیر تک دست بستہ کھڑا رہا۔ حضرت پر استغراق کا عالم طاری تھا۔ نظر جو اٹھی تو سلطان کو کھڑا پایا۔ آپ تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتے تھے مگر سلطان نے کہا "حضور تشریف رکھیں۔ مجھے اس امر کی بیحد مسرت ہے کہ میرے لشکر میں بھی آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ موجود ہیں۔ حضور دعا کریں کہ یہہ قلعہ فتح ہو جائے۔" آپ نے اب بھی خود کو چھپانا چاہا۔ مگر سلطان مسلسل منت و سماجت کرتا رہا۔ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا جائیے حملہ کیجئے فتح ہو گی۔" سلطان کی باچھیں کھل گئیں خوش خوش واپس آیا اور اوسی وقت قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ پہلے ہی حملہ میں قلعہ مسخر ہو گیا۔

(ب) قلعہ کے تسخیر کی اطلاع پاتے ہی حضرت نے سب کچھ وہیں چھوڑا۔ اور سیدھے کلیر پہونچے۔ وہاں مرشد کا انتقال ہو چکا تھا۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر پانی پت گئے وہیں خدمت خلق کرتے رہے۔ سنہ ۷۸۱ھ میں وفات ہوئی پانی پت میں مزار ہے۔ جلال الدین پانی پتی جو بہت متمول اور صاحب ثروت ہونے کے علاوہ علم و فضل سے بھی ممتاز تھے۔ آپ کے خلیفہ ہوئے۔ انکے مرید شیخ احمد ردولوی تھے۔

قاری حافظ مخدوم جہانیاں جہان گشت

ف ۱۳ آپکے حالات فقرہ ۱۷۰ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ آپ کے خلفاء میں آپ کے فرزند سید ناصر الدین محمود۔ مخدوم شیخ اخی۔ شیخ سراج الدین حافظ و قاری و مفسر تھے۔ آخر الذکر خانقاہ کی مسجد میں امامت بھی کرتے تھے۔ سنہ ۸۳۰ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ کالپی میں مزار ہے۔ حضرت کے داماد سید شرف الدین مشہدی کا قاری و عالم تھے ایک اور مرید شیخ کبیر الدین اسمٰعیل بھی قاری تھے۔

مولانا مظفر شمس بلخی

ف ۱۴ آپکے حالات فقرہ ۱۶۸ میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری یوسف بن الجمال حسینی

ف ۱۵ آپ بڑے عالم و فاضل اور مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد تھے آپکے اسلاف مشہد مقدس سے آکر ملتان میں رہ گئے تھے۔ آپ نے پہلے ملتان میں اور پھر بلاد اسلامیہ میں جاکر علوم کی تکمیل کی۔ فیروز تغلق کے زمانے میں دہلی آئے۔ آپکے علم و فضل کا شہرہ سنکر بادشاہ بڑے اعزاز سے پیش آیا۔ شاہی درس گاہ میں حوض خاص کے پاس درس و تدریس کیلئے آپ کو مقرر کیا۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ غرض شیخ القراء مولانا جلال الدین کی بدولت جو پرنسپل تھے اور یوسف بن الجمال حسینی کی وجہ سے مدرسہ فیروز شاہی میں تجوید و قراءت کا اچھا ماحول پیدا ہوگیا تھا۔ یوسف بن الجمال حسینی کا انتقال ۷۹۰ھ میں ہوا۔ مزار حوض خاص کے پاس واقع ہے (تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی)

بہمنی بادشاہان دکن کو قراءت سے دلچسپی

ف ۱۶ شمال میں جس طرح ترک و افغان بادشاہ علم دوست اور علماء کی صحبت کے قدردان تھے اسی طرح دکن میں بہمنی بادشاہوں نے اشاعت علم۔ قیام مدارس۔ اونکی نگرانی اور برقراری۔ علماء کی سرپرستی و عطائے وظائف و جاگیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جس شوق و ذوق سے علماء۔ فضلاء و قراء ماوراء النہر سے دہلی آتے تھے اوسی جذبہ اخلاص اور ترویج قراءت کی نیت سے حضرموت۔ حجاز۔ مصر اور عراق کے علماء اور قراء نے دکن کی جانب توجہ کی۔ علم کی جو مشعلیں بزرگوں نے روشن کیں اوسکے اثر سے دکن کا چپہ چپہ ضیاء بار ہوا۔ اونکی ہمت و جراءت پر غور کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بڑی بڑی سفر کی صعوبتوں۔ ڈاکہ اور راہ زنی کے خطرات کے باوجود انھوں نے دور دراز کے مقامات کے سفر کا کس طرح عزم کیا ہوگا۔ گو صدیاں گذر گئی ہیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے اشاعت علم کا حق ادا کردیا۔ اب سوال یہہ ہے کہ کیا ہم اس منصب کو اسی سرگرمی سے ادا کر رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب ہر شخص اپنے ضمیر سے حاصل کرلے۔ اگر کسی کا جواب اثبات میں ہے تو وہ خوش قسمت اور قابل مبارکباد ہے اس کا یہہ احسان بطور صدقہ جاریہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور آنے والی نسلیں اوس کی خدمات کا اعتراف کریں گی۔ اگر صورت حال یہہ نہیں ہے تو ابھی وقت اور موقعہ باقی ہے۔ اہل ہمت اس دینی و علمی خدمت کیلئے کمر ہمت باندھ لیں۔

ف ۱۷ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے باہر سے بیشمار قراء دکن میں داخل ہوئے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمن شاہ کو قراءت سے خاص دلچسپی تھی اس کا عہد حکومت ۷۴۸ھ سے ۷۵۹ھ تک رہا۔ علامہ معبری کے جید اور صاحب سلسلہ شاگرد[۱] جو راوی ہفت قراءت تھے ۷۵۰ھ میں عرب سے گلبرگہ آئے (مؤلف طبقات) انکو علامہ الجزری کے شاگرد لکھتے ہیں مگر یہہ اس لئے درست نہیں ہے کہ علامہ الجزری کا سنہ پیدائش ۷۵۱ھ ہے

---

[۱] سعی بسیار کے باوجود قاری صاحب کا نام اور سنہ وفات معلوم نہ ہوسکا۔

انھوں نے درس کا سلسلہ بہت بعد میں شروع کیا۔ اس لئے یہہ روایت کہ علامہ جعبری کے شاگرد ہیں صحیح معلوم ہوتی ہے)
بادشاہ نے قرأت سنکر اون کی بیحد تعظیم کی۔ خود بھی اون سے تجوید سیکھی اور بچوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ قاری صاحب جو خوشنویس، اور قرآنی رسم الخط کے ماہر تھے ایک قرآن شریف مطلا یاقوتی۔ جس پر زبرجد سے بیل بوٹوں کا کام کیا گیا تھا اور سبعہ قرأت کا حاشیہ بھی درج تھا۔ تحفتہً بادشاہ کو دیا جس کے معاوضہ میں بادشاہ نے حسن کا بدرہ پیش کیا۔ یہہ نایاب نسخہ کتب خانہ شاہی میں رہا۔ بہمنی بادشاہوں کے زوال کے بعد ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں منتقل ہوا۔ اب غالباً برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ قاضی القضات مولانا صبغۃ اللہ نے جو قرأت کے بڑے ماہر تھے اور محمد غوث خان شرف الدولہ شرف الملک کے فرزند تھے اس نسخہ کی نقل حاصل کرلی تھی۔ جو اب تک حیدرآباد کے رئیس حسین عطا صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ (تذکرۂ سلاطین دکن از مولوی عبد الجبار ملکاپوری)

ف ۴۱۸ حسن گنگو نے قرأت کے لئے جو سازگار ماحول پیدا کیا تھا وہ ایک عرصہ تک قائم رہا۔ چنانچہ دیگر بادشاہان بہمنی نے بھی قرأت سے دلچسپی لی۔ قاری صاحب مدت العمر گلبرگہ میں قرأت کا درس دیتے رہے بے شمار بندگان خدا نے اون سے تجوید سیکھی۔ قاری صاحب کا انتقال گلبرگہ میں ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔ قلعہ کے اندر قبرستان میں قبر کا ہونا بتایا جاتا ہے

ف ۴۱۹ علاءالدین حسن گنگو کے زمانے میں ایک قابل قدر ہستی حضرت عین الدین کی تھی۔

قاری عین الدین گنج العلوم

آپ ۷۰۶ھ میں دہلی کے مضافات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دہلی میں ہوئی۔ تجوید و قرأت وجملہ علوم کی تحصیل وہیں کی حضرت سلطان المشائخ و دیگر بزرگان دین و مقربان کرام دیکھا تھا۔ ۷۳۰ھ میں دکن کی طرف آئے اور دولت آباد میں قیام فرمایا۔ خواجہ برہان الدین اوس وقت بقید حیات تھے۔ آپ کے علم وفضل کا شہرہ دور دور تک پھیلا۔ حسن گنگو سے ملاقات ہوئی وہ آپ کی قابلیت سے متاثر ہوکر بڑا احترام کرنے لگا۔ ۷۷۳ھ میں بیجاپور گئے۔ ۷۹۵ھ میں وفات پائی۔ ایک سو بیس تصانیف چھوڑیں۔

ف ۴۲۰ محمد شاہ اول خود قاری ہونے کے علاوہ ایک اچھا

محمد شاہ اول بہمنی ۷۵۹ھ تا ۷۷۶ھ

فقیہہ و محدث بھی تھا اوس کے عہد سلطنت میں ان علوم کی ترویج ہوئی۔ ۷۷۶ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۴۲۱ عالم وفاضل۔ شاعر و ادیب تھا اوسکے زمانہ میں

محمود شاہ بہمنی ۷۸۰ھ تا ۷۹۹ھ

بہت سے عالم و شاعر۔ و قراء باہر سے آئے۔ بڑا فیاض

بادشاہ تھا جس کی سخاوت کے چند قصے ہم نے دوسری جگہ قلمبند کئے ہیں۔ اوس نے حافظ شیراز کو بھی دعوت دی تھی مگر وہ جہاز کے سفر سے گھبرا کر نہیں آئے۔

ف ۴۲۲ قراء دکن کے حالات بیان کرنے کے بعد ہم پھر شمال کی طرف رجوع ہوئے ہیں۔ غیاث الدین تغلق اور اوس کے بعد محمد شاہ تغلق کے عہد میں تیموری حملے کے وقت جو قراء ہندوستان میں موجود تھے اون کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ سیّد ناصر الدین محمود

ف ۴۲۳ آپ مخدوم جلال الدین جہانیان جہان گشت کے محبوب ترین فرزند تھے۔ اپنے والد ہی سے جملہ علوم نیز فن قرارت کی تکمیل بھی ان ہی کی نگرانی میں ہوئی بعدازاں مرید اور پھر خلیفہ ہوئے۔ آپ نے مجاہدات بہت کئے۔ رات رات بھر نمازیں کھڑے رہتے۔ آپ کے پچیس فرزند ہوئے۔ بی بی رحمت خاتون سے دو بیٹے سید برہان الدین قطب عالم اور سادات عالم ہوئے تھے۔ سنہ [illegible]ھ میں سید ناصر الدین محمود کا انتقال ہوا اوچ میں دفن ہوئے۔

قاری رکن الدین دہلوی

ف ۴۲۴ آپ شیخ شہاب الدین امام مسجد خانقاہ حضرت سلطان المشائخ کے فرزند تھے۔ اپنے والد سے علوم حاصل کئے۔ تجوید بھی ان ہی سے سیکھی اوسکے بعد مرید بھی ہوگئے۔ آپ نے سلطان المشائخ کے دیگر خلفاء سے بھی اکتساب فیض کیا۔ درس و تدریس میں ساری عمر بسر ہوگئی۔ سنہ [illegible]ھ میں وفات ہوئی۔ لاڈو سرائے وقناتی مسجد کے اندر مزار واقع ہے۔ آپ کے خلفاء میں مسعود بک نامی عالم و فاضل تھے جن کی وفات سنہ ۸۳۶ھ میں ہوئی۔ مرشد کی مزار کے پاس دفن ہوئے۔

قاری مخدوم شیخ شعیب جلال منیری

ف ۴۲۵ آپ حضرت یحییٰ منیری کے خاندان سے ہیں والد کا نام شاہ عبدالعزیز تھا۔ آپ کی والدہ عالمہ۔ حافظہ۔ قاریہ اور بڑی بابرکت خاتون تھیں۔ عبادت گذاری و کلام اللہ کی تلاوت میں وقت صرف ہوتا تھا۔ چنانچہ مخدوم شعیب کو بچپن ہی سے اچھی تعلیم و تربیت ملی اور والدہ ہی کے صفات لیکر آئے۔ آپ سے خلق خدا کو بے انتہا فائدہ پہونچا ایک عرصہ کی خدمت کے بعد سنہ ۸۰۲ھ میں وفات ہوئی (مراۃ الکونین)

قاری حافظ سید جہانگیر اشرف سمنانی

ف ۴۲۶ والد کا نام سلطان سید ابراہیم سمنان کے حکمران تھے۔ ایک مجذوب ابراہیم کی دعا سے جہانگیر اشرف سنہ ۷۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں انھوں نے قرآن حفظ کیا۔ تجوید و قراءت سے واقف ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں تفسیر۔ حدیث۔ ادب اور فلسفہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد پندرہ سال کی عمر میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ۲۵ سال کی عمر تک حکمرانی کے فرائض انجام

دے۔ پھر سلطنت چھوڑ کر مشرق کی راہ لی۔ سمرقند۔ بخارا ہوتے ہوئے ملتان آئے۔ وہاں مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات کی۔ ملتان سے دہلی آئے۔ جہاں ایک اہل خدمت نے بشارت دی کہ علاء الدین عبد الحق اونکے منتظر ہیں۔ پنڈوہ (بنگال) پہنچکر حضرت علاء الدین سے بیعت کی۔ بارہ سال تک مرشد کی خدمت گذاری میں رہے۔ اوسکے بعد مرشد کے حکم کی تعمیل میں پھر سلسلۂ سفر آغاز کیا۔ دہلی ہوتے ہوئے عراق پہونچے۔ وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپسی ۷۵۰ھ میں ہوئی۔ کچھوچھہ میں قیام کیا۔ پھر سفر دکن اختیار کیا۔ گجرات ہوتے ہوئے گلبرگہ پہونچے جہاں سید محمد گیسو دراز سے ملاقات کی۔ پھر سراندیپ چلے گئے۔ وہاں سے واپس ہو کر گجرات ہوتے ہوئے پھر کچھوچھہ پہنچے۔ جہاں کچھ ہی روز قیام کر کے تیسری بار عرب و فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ فارس اور روم ہوتے ہوئے ماوراء النہر گئے۔ جہاں سے براہ یاغستان واپسی عمل میں آئی۔ پنڈوہ کا آخری سفر مرشد کے انتقال کے بعد ۸۰۰ھ میں کیا۔ ۸۰۴ھ میں جونپور گئے۔ ۸۰۸ھ میں سو سال کی عمر پاکر ۸ محرم کو انتقال ہوا۔ شادی نہیں کی۔ دوران سیاحت میں (۱۹۰) اقطاب وقت سے ملاقات کی اور اون سے فیض حاصل کیا۔ آپ سے خلق خدا کو بیحد فیض پہنچا۔ حضرت کے اقوال[۱] و ملفوظات میں صاحب بصیرت کے لئے

---

[۱] حضرت کے چند اقوال نمونتاً یہاں درج کئے جاتے ہیں: فرمایا:-

(۱) نفس کی اصلاح کے لئے مجاہدہ ضروری ہے مگر وصول کی علت نہیں۔ وصول فضل سے ہوتا ہے اور مجاہدہ مشیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دینے کا طریقہ یہی ہے۔ زہد و عبادت بیکار نہیں ہیں مگر سب کچھ اسی کو نہ سمجھو۔ عبادت کرو اور فضل پر نظر رکھو۔ ریاضت تو شیطان کی بھی بیکار نہ گئی شیر نفس کے باوجود ریاضت کی وجہ سے معلم الملکوت ہو گیا۔ ریاضت کو علت سمجھنے سے فضل پر سے نظر ہٹ جاتی اس لئے منع فرمایا۔ ایسی ریاضت جس سے صحت یا نفس کو نقصان پہنچے ممنوع ہے۔ ریاضت کے فائدے اتنے ہیں کہ چالیس سال میں کافر بھی اشراف حاصل کر لیتے ہیں۔

(۲) ہاتھ ہلاؤ تاکہ کاہل نہ کہلاؤ۔ مگر روزی خدا کی طرف سے سمجھو تاکہ کافر نہ ہو جاؤ۔

(۳) بدترین خصلت جو ہندوستان میں جاری ہوئی وہ یہہ ہے کہ پیشے کو معیوب سمجھنے لگے اس لئے فقر و گدائی میں مبتلا ہوئے۔ اکثر انبیاء نے حرفت و کسب اختیار کیا ہے۔

(۴) شیخ علاء الدین سمنانی کہتے تھے کہ اس زمانے کے آدمیوں کا عجیب اعتقاد ہے وہ کہتے ہیں کہ درویش کو فقیر و محتاج ہونا چاہیئے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ حق تعالیٰ کسی مرشد کو ہرگز محتاج نہیں بناتا ہے۔ بندگان خدا

بے شمار نصائح ہیں۔ آپکے مریدین اور خلفاء کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں سے ایک شیخ تاج الدین۔ آپکے مصاحب و خلیفہ تھے۔ جو سمنان سے حضرت کے ساتھ ہی آئے تھے۔ بعدازاں اونکی اولاد کاکوری میں منتقل ہو گئی۔ آپ کو اور آپ کی اولاد کو قرات کا بہت شوق تھا۔ (مراۃ الکونین۔ لطائف اشرفی۔ ملفوظات و سوانح)

قاری جمال خضر قاری ہفت قرات

ف ۴۲۷ آپ کاکوری کے ایک ممتاز قاری سبعہ ہونے کے علاوہ جید حافظ بھی تھے۔ آپ نے اپنے زمانے میں بہت سے قراء پیدا کئے جن میں سب سے زیادہ مشہور شاگرد کمال الدین سعدی ہیں جو راوی ہفت قراءت تھے اون کا ذکر بعد میں آئے گا۔

قاری مولانا خواجگی دوم

ف ۴۲۸ عالم و فاضل۔ تجوید کے ماہر۔ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلفاء میں تھے۔ مستجاب الدعوات گنے جاتے تھے۔ امیر تیمور کے حملے کی خبر کشف سے معلوم کرکے دہلی سے چلے گئے۔ ۸۱۹ھ میں وفات ہوئی۔ کالپی میں مزار ہے۔

قاری مولانا احمد تھانیسری

ف ۴۲۹ عالم و فاضل۔ تجوید کے فن کے ماہر اور ناشر۔ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلفاء میں تھے۔ امیر تیمور کے ہاتھ گرفتار ہو گئے مگر جب اوس کو معلوم ہوا کہ آپ چراغ دہلوی کے خلیفہ ہیں تو اس نے رہا کر دیا۔ آپ وہاں سے کالپی چلے گئے۔ ۸۲۰ھ میں وفات ہوئی۔ وہیں دفن ہیں۔

حافظ قاری شیخ سراج الدین

ف ۴۳۰ عالم متبحر۔ مفسر۔ قاری۔ صاحب کرامت بزرگ تھے حضرت شیخ جلال الدین جہانیان جہان گشت کے مرید و خلیفہ تھے۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۰۲) سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ دنیا کے تمام عیش اونکی برکت سے قائم ہیں وہ کیونکر دوسروں کے محتاج ہو سکتے ہیں۔ شیخ کے پاس اتنا مال ضرور ہونا چاہیئے کہ اوسکے مریدوں کو دنیا کے کاروبار میں مشغول نہونا پڑے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ شیخ کو صاحب جاہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ مرید عاجزی کریں جو طریقت کا بڑا رکن ہے۔ (۵) شیخ شرف الدین منیری کی نظر ایک دولتمند پر پڑی جو عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا آپ نے فرمایا کہ یہہ بیچارہ اپنی راہ بھول گیا ہے۔ دوسروں کی راہ پر چلتا ہے مطلب پوچھا تو فرمایا دولتمند کو چاہیئے کہ عمدہ لباس جمع کریں اور فقراء و مساکین کو دیں۔ قسم قسم کے کھانے پکوائیں اور بھوکوں کو کھلائیں یہہ اونکی روش ہے اون کا ریاضت میں مشغول رہنا حضور اکرمؐ کے حکم کے خلاف ہے۔ بطور نمونہ چند اقوال نقل کئے گئے۔ تفصیل کے لئے لطائف اشرفی کا مطالعہ فرمایا جائے۔ بڑے موثر نصائح ملیں گے۔

سالہا سال مرشد کی مسجد کی امامت کی۔ قاری خوش الحان تھے وفات ۸۳۰ھ میں ہوئی۔ کالپی میں مزار ہے۔

قاری شیخ سلیمان مندوی

ف ۴۳۱ خضر خان سید بادشاہ کے زمانے میں ایک جید قاری شیخ سلیمان مندوی دہلی میں تھے۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "در تجوید قرآن یگانہ عصر بود" تجوید کے فن میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ یہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے استاد تھے۔ عرصہ دراز تک تجوید کا کام انجام دیتے رہے بیشمار اشخاص کو تجوید سکھائی۔

ف ۴۳۲ النشر کا ایک نایاب نسخہ جس پر علامہ الجزری نے اپنے شاگرد النویری کو پڑھا کر ۸۱۸ھ میں اجازت دی تھی۔ ہندوستان میں منتقل ہوا۔ اب ٹونک کی سعیدیہ لائبریری میں موجود ہے۔

فیروز شاہ بہمنی ۸۰۰ھ تا ۸۲۵ھ

ف ۴۳۳ اس بادشاہ کے علم وفضل وزبان دانی کے سب مورخین معترف ہیں۔ تجوید وقراءت سے بھی بڑا شغف تھا علماء کی صحبت کا دلدادہ تھا۔ اون سے مباحثے کرتا۔ حکم تھا کہ ایسے جلسوں میں آداب شاہی ملحوظ نہ رکھے جائیں شنبہ۔ دوشنبہ اور چہارشنبہ کو خود درس دیا کرتا تھا۔ اس بادشاہ کو عربی سے خاص دلچسپی تھی۔ دوسری اور کئی زبانیں جانتا تھا۔ اون زبانوں کی ٹکسالیت باقی رکھنے کے لئے انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا اوس نے اپنے حرم میں کئی سو بیگمات رکھی تھیں جن میں عرب۔ ایرانی۔ ترکی۔ پنجابی۔ دکنی ہر قوم ونسل کی عورتیں موجود تھیں ہر بیگم کے ساتھ اوس کی ہم قوم اہل زبان دو سہیلیاں ہوا کرتی تھیں۔ اونکی معاشرت بھی اوسی ملک کی ہوتی۔ کھانے بھی اوسی مذاق کے مطابق پکے ہوتے۔ بادشاہ ہر بیگم سے اوس کی زبان میں ہم کلام ہوتا۔ غرض اس بادشاہ نے اپنے علمی ذوق وزبان دانی کا عجیب وغریب طریقے سے مظاہرہ کیا تھا۔

ف ۴۳۴ اس کے زمانے میں فن تجوید وقراءت کو بہت فروغ ہوا۔ جو قرا اوسکے عہد حکومت میں تھے اون کا ذکر آگے آئیگا۔ "مجموعہ قراءت فیروز شاہی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب فارسی زبان میں مرتب کرائی۔ جس کی ابتداء میں لکھا ہے کہ "این قواعد نام کردہ شدہ مجموعہ فیروز شاہی لما اللہ عمرہ فی المعدلہ والسرور..." اس مجموعے میں تدوین قرآن سے متعلق اہم واقعات۔ قراءت میں اختلافات۔ روایات جو صحابہ میں رائج تھے اونکی توضیح کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ رسم الخط کی بحث بھی موجود ہے۔ اوسکے بعد اختلافات سبعہ کی وضاحت کی گئی ہے پھر مد وقصر۔ ادغام واظہار اور قواعد وقف کے باب باندھے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں بھی عرب وحجاز کی قراءت وتجوید کو کس طرح احتیاط سے دکن میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ کوئی غلطی یا تسامح باقی نہ رہے۔ اور فن کی تفصیلات صحت کے ساتھ محفوظ ہو جائیں

قاری شیخ احمد بخاری

ف ۴۳۵ شیخ احمد بخاری ابن جلال الدین بن ناصر الدین ۸۲۰ھ میں بمقام

بخارا پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن و قرات کی تعلیم کی ابتدا کرکے آٹھویں سال اوسکی تکمیل کی۔ بڑے خوش الحان قاری تھے۔ دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان آئے تو ابتداءً ڈیڑھ سال تک سورت میں قیام کیا۔ وہاں سے موضع گو بجی ضلع بیجاپور میں شیخ جنیدی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے نکل کر کنوار میں اقامت اختیار کیا۔ درس و تدریس میں وقت صرف کرتے تھے۔ آپ کا علمی شغف اور خدمت خلق کے پیش نظر حسن گنگو نے جاگیر پیش کی۔ آپ نے لینے سے انکار کیا۔ پھر فیروز شاہ بہمنی نے جاگیر دینی چاہی اوسکو بھی رد کردیا اور متوکلانہ زندگی بسر کی۔ سو سال کی عمر میں سنہ ۸۰۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ القراء حافظ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی

ف ۴۳۶ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز کے والد شاہ راجہ حسینی محمد تغلق کے ساتھ سنہ ۷۰۱ھ میں دولت آباد آئے تھے خلد آباد میں تار ایلورہ کے اوپر جہاں اب گنبد واقع ہے قیام کیا۔ سید محمد گیسو دراز کی ولادت بمقام دہلی سنہ ۷۲۱ھ میں ہوئی۔ والد کے ساتھ پانچ سال کی عمر میں خلد آباد آئے۔ والد سے فن قرات حاصل کیا اور حفظ کی تکمیل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں دہلی گئے۔ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید ہوئے۔ فیروز شاہ بہمنی کے زمانے میں سنہ ۸۱۵ھ میں گلبرگہ تشریف لائے۔ آپ اچھے قاری و حافظ تھے۔ بعد ظہر تلاوت فرماتے[1] سنہ ۸۲۵ھ میں وفات پائی (سوانح بندہ نواز سید محمد حسینی از محمد حامد صدیقی۔ و دیگر کتب سیر)

ف ۴۳۷ خواجہ صاحب کے مریدین میں ایک بزرگ شاہ محمد علی سامانی بھی تھے۔ جو عرصہ دراز تک حضرت کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ نے حضرت کے حالات میں ایک کتاب سیر محمدی کے نام سے لکھی تھی جو شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں شاہ محمد علی نے تفصیل سے حضرت کے حالات درج کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کی خانقاہ میں تعلیم و تربیت کا انتظام بہت باقاعدہ تھا۔ علوم کے ساتھ نہ صرف تجوید قرآن بلکہ سبعہ قرات کا درس روزآنہ حضرت دیا کرتے تھے اور مریدین کی سہولت کے لئے شاطبی کی حرز الامانی کی شرح بھی لکھی تھی۔ جس کا ذکر شاہ محمد علی نے صفحہ (۲) پر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ نیز ترجمہ تاریخ حبیبی نے اس شرح کا ذکر صفحہ (۶۶) پر کیا ہے۔ ان حوالوں سے یہہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت کی خانقاہ میں قرات سبعہ کے

---

[1] تصوف میں حضرت کی تصانیف قابل دید ہیں۔ اقوال و ملفوظات پُر مغز اور زندگی کا نچوڑ ہیں چند یہہ ہیں۔ (۱) مَنْ فَاتَ وَقْتَهٗ فَقَدْ فَاتَ رَبَّهٗ (جسنے اپنے وقت کو کھویا۔ اوسنے اپنے رب کو کھویا)۔ (۲) جس کسی کو جو کچھ ملا ذکر اور مراقبہ ہی سے ملا۔ (۳) بارہا گفتہ ام و بازمی گویم کہ سرمایہ جملہ سعادت پاکی نفس و توجہ تام بہ خدائے تعالیٰ است۔

جاننے والے بہت تھے۔ اور بیشتر مریدین قرات سبعہ کو درساً درساً حضرت سے سیکھتے تھے اور بعد ازاں سکھلاتے بھی ہے

احمد شاہ بہمنی ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ | ف ۴۳۸ اس کے عہد حکومت میں ایک خوشنویس کاتب عبدالوہاب نے عثمان دانی کی التیسیر ۸۳۲ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ اس وقت

حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے۔ محقق نہو سکا کہ یہہ نسخہ کس کے لئے لکھا گیا تھا۔ فن قراوت کے اساتذہ و ماہرین ہی فنی کتابیں حوالے کی غرض سے اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ ایسی کمیاب قلمی کتابوں کی حفاظت اور اونکی نقلیں کرانا اس فن کے ساتھ شغف تامہ کا ثبوت ہے۔

ف ۴۳۹ علامہ الجزری نے قرآن مجید کے ایک نسخہ پر عشرہ کا حاشیہ خود اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہے اون کے فرزند ابو بکر احمد نے اوس کی نقل طاہر بن عرب بن ابراہیم الحافظ الاصبہانی تمیذ الجزری سے کرائی اور اوس کو تحفتاً احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں بھیجا تھا جس کے معاوضہ میں اونکو زر کثیر دیا گیا۔ اس قرآن شریف کا متن امام ابو بکر کی روایت کے مطابق لکھا گیا تھا اور حاشیے پر اختلافات عشرہ واضح کئے گئے تھے۔ خوش خط ہونے کے علاوہ اس پر طلائی اور زبرجد کا کام بھی کیا گیا ہے۔ یہہ قرآن شریف عرصہ تک شاہی کتب خانے میں رہا۔ وہاں سے والاجاہی کتب خانے میں منتقل ہوا۔ حضرت محمد غوث صاحب شرف الدولہ شرف الملک نے اوس کی ایک نقل کر کے اپنے پاس رکھ لی۔ اوس کا اصل نسخہ اس وقت مولوی محمد غوث صاحب ایم اے مہتمم کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کے پاس جو محمد غوث صاحب کے خاندان کے ایک فرد ہیں حیدرآباد میں موجود ہے۔ محمد غوث صاحب نے جو نقل کرائی تھی اوس کو اونکے فرزند بدرالدولہ بدرالملک نے ۱۲۶۷ھ میں مدراس میں طبع کرایا۔ اس میں شک نہیں کہ اس طباعت پر بڑی محنت اور زرکثیر کا صرفہ عاید ہوا ہوگا۔ مگر اب تو اس کے نسخے بھی نایاب ہو چکے ہیں۔ البتہ خاندانی کتب خانہ مدرسہ محمدیہ میں اسکے دو تین نسخے محفوظ ہیں۔ ۔له

له۔ مجھے اس نسخہ کی زیارت کا بڑا شوق تھا۔ مجھے یہہ اطلاع ملی تھی کہ اصل نسخہ اور اوس کی مطبوعہ کاپیاں مدراس میں محمد غوث صاحب کے خاندانی کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ جب میں مدراس گیا تو اس کتب خانے میں بھی گیا وہاں مطبوعہ لگر نسخے تو مل گئے مگر اصل نسخے کے متعلق نشاندہی کی گئی کہ وہ حیدرآباد ہی میں مولوی محمد غوث صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ واپس آنے کے بعد مولوی صاحب موصوف سے مل کر میں نے قرآن شریف کا یہہ نسخہ دیکھا۔ مولوی صاحب کی عنایت سے یہہ نسخہ کئی روز میرے پاس رہا۔ اور دوسرے بھی اس کو دیکھ سکے۔

شاہ ابراہیم شرقی جونپوری سنہ ۸۰۴ھ تا سنہ ۸۴۰ھ

ف۴۴۰ علم دوست بادشاہ تھا۔ دور دور سے علماء کو طلب کرکے انھیں جونپور میں رکھا۔ ایک عظیم الشان دار العلوم جونپور میں قائم کیا جس کے صدر قاضی شہاب الدین غزنوی تھے۔ اوس زمانے میں جونپور علمی سرگرمیوں کے لحاظ سے دہلی اور بغداد کا حریف تھا۔ شاہ ابراہیم علم کا اتنا قدر دان تھا کہ عالموں کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دینے میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس کی تفصیل قاضی شہاب الدین غزنوی کے حالات میں ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جونپور رفتہ رفتہ اکابر علماء کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ قاضی تاج الدین ناصحی اور شہاب الدین دولت آبادی جیسے علماء کا ذکر یہاں اس سلسلے میں کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ قاضی تاج الدین ناصحی

ف۴۴۱ وطن جونپور۔ آپ کا سلسلہ نسب ابراہیم ادھم سے ملتا ہے۔ بچپن میں علوم متداولہ حاصل کرکے حفظ و قرات کی تکمیل کی شریعت کے بڑے پابند تھے۔ قاضی شہر مقرر ہوئے۔ سید نورالدین نے اپنی تصنیف تجلّی نور[1] میں (جو کتاب اب کمیاب ہے) ان الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ "عالمے باعمل عابدے قصیر الامل۔ در جمیع علوم مہارت کامل داشتے۔ حافظ قرآن و قاری خوش الحان بودند۔ کلام مجید را چنان لہجہ خوش و بہ آواز پردرد خواندے کہ سامعان متغیر الحال گشتندے در اوائل بہ درس و تدریس مشغول بود۔ و بالآخر بہ جذب و فراموشی"[2] سنہ ۸۳۰ھ یا سنہ ۸۳۱ھ میں وفات ہوئی۔ قبر مخدوم بندگی کے احاطے میں محلہ ناصحی ظفرآباد میں بلند چبوترہ پر واقع ہے

قاری حافظ قاضی شہاب الدین غزنوی

ف۴۴۲ آپ غزنین کے رہنے والے تھے۔ قرات اور جملہ علوم کی تحصیل اور حفظ کی تکمیل بغداد میں ہوئی۔ وہاں سے

---

[1] مشاہیر جونپور کے حالات سید نورالدین نے تین جلدوں میں مرتب کئے تھے۔ رامپور کے کتب خانے میں صرف جلد دوم کا ایک نسخہ ہے۔ مولوی امتیاز علی صاحب عرشی مہتمم کتب خانے نے مجھ سے کہا کہ انھوں نے ہندوستان بھر سے جلد اول دسوم حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ مجھے قلمی نسخوں کی تینوں جلدیں مولوی ظفر احمد صاحب جونپوری کے کتب خانے میں مل گئیں۔ اونکی عنایت سے قراء کے حالات اون کتابوں سے جمع کئے۔

[2] آپ عالم باعمل تھے اور ایسے عابد جس نے خواہشات ترک کر دیئے ہوں۔ تمام علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ قرآن کے حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ قرآن مجید کو ایسی اچھی لحن اور پر درد آواز میں پڑھتے تھے کہ سننے والوں کا حال دگرگون ہو جاتا۔ ابتدائی زمانے میں درس و تدریس کا شغل رہا۔ آخری زمانے میں جذب و خود فراموشی طاری رہی۔

لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے جونپور پہونچے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے آپ کی بیحد توقیر کی۔ دارالعلوم جونپور کا صدر مدرس مقرر کیا۔ خود بھی اون سے استفادہ کرتا تھا۔

(ب) ایک مرتبہ سخت علیل ہوئے تو بادشاہ عیادت کو پہنچا۔ حضرت کے سرہانے بیٹھکر یہہ دعا کی کہ اے اللہ ایسے باکمال عالم مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ انکی آفت مجھ کو آجائے اور یہہ زندہ و سلامت رہیں۔ اوس کے بعد قاضی صاحب تو اچھے ہوگئے مگر اوسی سال یعنے ۸۴۰ھ میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ قاضی صاحب کو اوس کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ بھی اوسی سال راہی عدم ہوئے۔ چنانچہ قاضی صاحب کا سنہ وفات بھی ۸۴۰ھ ہے جونپور میں دفن ہیں۔

قاری قاضی شہاب الدین دولت آبادی

ف ۴۴۳ قاضی شہاب الدین دہلی کے ایک محلہ یار مضافات میں پیدا ہوئے۔ اپنے ہم ناموں میں امتیاز کی غرض سے اپنے نام کے ساتھ دولت آبادی لکھنے لگے۔ والد کا نام شمس الدین بن عمر تھا۔ قاضی عبد المقتدر اور مولانا معین الدین عمرانی سے تلمذ حاصل تھا۔ فن تجوید و قرات سے واقف تھے۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد کالپی ہوتے ہوئے جونپور پہونچے سلطان ابراہیم شرقی نے آپ کی بڑی توقیر کی۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر قرآن مجید "بحر مواج" کے نام سے بہت مشہور ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے "بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ کہ مقید بہ سجع شدہ است"۔ ۸۴۹ھ میں بمقام جونپور انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔

مقری حسین شمس بلخی راوی ہفت قرات

ف ۴۴۴ آپ کے تفصیلی حالات فقرہ ۱۶۸ جلد اول میں مذکور ہیں وہاں لاحظہ فرمائے جائیں۔

قاری میاں حسن بلخی

ف ۴۴۵ آپ کے تفصیلی حالات بھی فقرہ (۱۶۸) جلد اول میں مندرج ہیں وہاں لاحظہ ہوں۔

مخدوم شاہ احمد بہاری

ف ۴۴۶ آپ کے تفصیلی حالات بھی فقرہ ۱۶۸ جلد اول میں بیان کئے گئے ہیں وہاں لاحظہ کئے جائیں۔

بادشاہان گجرات کو تجوید سے شغف

ف ۴۴۷ پنجاب۔ دہلی اور دکن کے بعد تجوید کا جو تھام کر خطۂ گجرات رہا ہے جہاں بہت سے نامی گرامی قرا نے باہر سے آکر امامت اختیار کی گجرات کے علم دوست بادشاہوں نے اونکی اور دیگر علما، و فقرا، کی دل کھولکر خدمت کی۔ مظفر شاہ اول ۷۹۶ھ تا ۸۱۴ھ جسے مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے بیعت حاصل تھی اپنے حضرت قطب عالم کو اعزاز کے ساتھ احمد آباد لے آیا۔ اور یہہ خاندان احمد آباد میں آباد ہوگیا جس کے تفصیلی واقعات فقرہ جات ۱۷۱ تا ۱۸۳ جلد اول میں بیان ہوچکے ہیں۔

اس خاندان نے خلق اللہ کی بڑی خدمت انجام دی۔ اور بادشاہان گجرات کو نیکی کے راستے پر لگانے کا کام انجام دیا اس کے علاوہ دیگر قراء نے بھی خطۂ گجرات میں نمایاں کام انجام دیئے جس کے تفصیلات آئندہ اوراق میں بیان ہونگے

قاری مخدوم شیخ علی مہائمی

ف ۴۴۸ قریش میں ایک خاندان نائطہ کے نام سے مشہور ہے اوسکے چند افراد حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر ساحل ہند پر آباد ہوئے۔ چونکہ یہ خاندان قریش میں علمی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔ یہاں بھی اوسکے علمی کارنامے جاری رہے اون میں شیخ احمد نام کے ایک بزرگ تھے اونکے فرزند شیخ علی نے جن کی ولادت ۷۷۶ھ میں ہوئی۔ علوم منقول و معقول میں تبحر حاصل کیا۔ آپ محی الدین ابن عربی کی تصانیف سے بیحد متاثر تھے۔ تصوف میں بھی کمال حاصل کیا۔ تجوید و قرات کے بھی ماہر تھے۔ عربی زبان میں تفسیر مرتب کی جس کا نام تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان ہے۔ یہ تفسیر مصر سے شائع ہوئی ہے جو صوفیانہ انداز کی پہلی تفسیر ہے۔ آپ کا انتقال بمقام مہائم (بمبئی) ۸۵۵ھ میں ہوا۔ وہاں آپ کی درگاہ مشہور ہے۔ جس میں تفسیر کے قلمی نسخے اور حضرت کے پڑھنے کا قرآن شریف محفوظ ہے رمضان میں بغرض زیارت اون کو باہر نکالا جاتا ہے (تذکرۂ علماء از محمد حسین آزاد۔ و برکات الاولیاء از امام الدین احمد)

سید برہان الدین قطب عالم قاری ہفت قرات

ف ۴۴۹ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۱۷۱ - ۱۷۲ میں بیان کئے گئے ہیں۔

شیخ القراء قاضی علم الدین شاطبی

ف ۴۵۰ - آپ پٹن (نہروالہ) گجرات میں مقیم تھے۔ سید صدر الدین راجو قتال کے خلیفہ تھے۔ قاری ہفت قرات اور دیگر علوم و فنون میں بھی ماہر تھے۔ مگر تجوید و قرات میں آپ کو امام فن کی حیثیت حاصل تھی۔ پٹن میں علم پھیلانے اور تجوید کا درس دینے میں عمر کا بڑا حصہ صرف کیا۔ ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔

مقری عزیز اللہ چشتی

ف ۴۵۱ آپ سید محمد چشتی فاروقی کے چوتھے فرزند تھے۔ احمد آباد میں پیدا ہوئے حافظ قرآن و قاری تھے۔ مشہور تھا کہ جو آپ سے قرات سیکھتا وہ بہت جلد حافظ ہو جاتا۔ آپ نے ان گنت شاگرد چھوڑے۔ معدن پور میں آپ کا مزار ہے۔

(ب) آپکے دونوں فرزند شیخ رحمت اللہ اور شیخ سعد اللہ قاری و حافظ تھے۔ شیخ سعد اللہ کے فرزند مخدوم رفیع اللہ بھی بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ اونکی دختر خوشترا بی بی تھیں جو زہد و تقویٰ علم و فضل میں ممتاز ہوئیں اون کا ذکر بعد میں آئے گا۔ (تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع و مرات احمدی جلد دوم)

قاری مولانا صدر جہاں احمد آبادی

ف ۴۵۲ شاہ عالم کے ہم عصر ایک جید عالم و فاضل۔ متقی و پرہیزگار صدر جہاں احمد آباد میں تھے آپ ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے۔

تجوید و قرأت کے اچھے جاننے والے تھے۔ شاہ عالم کے فرزند میاں مخدوم بھی آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ مولانا کو تصوف سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ صرف علمی مشاغل کو اہمیت حاصل تھی۔ شرع کے بہت پابند تھے۔ خلاف شرع کام کو سخت ناپسند کرتے تھے چونکہ حضرت شاہ عالم کی بعض باتوں کو خلاف شرع سمجھتے تھے اس لئے اون کا ذکر جب کبھی آتا تو بے ادبی سے پیش آتے۔ آخر تنگ آکر میاں مخدوم نے ارادہ کیا کہ مولانا کے پاس درس کیلئے جانا موقوف کردیں۔ اوسی روز شاہ عالم نے میاں مخدوم کو بلاکر پوچھا کیا آج مولانا کے پاس درس کے لئے گئے تھے۔ کہا "ہاں" فرمایا "مولانا کی صحبت کبھی ترک نہ کرنا۔ بڑی مفید ہے۔ مولانا کا وجود اس زمانے میں بہت غنیمت ہے۔" میاں مخدوم نے اپنا ارادہ بدل کر پھر جانا جاری رکھا۔ ایک روز مولانا نے شاہ عالم کے متعلق انکار و بدتمیزی میں مبالغہ کیا تو میاں مخدوم رونے لگے پوچھا "کیوں روتے ہو۔" کہا ایک صحیح النسب سید جو اپنے افعال و احوال و اعمال میں حضور اکرمؐ کی اتباع کرتا ہے اوس کو آپ برا بھلا کہتے ہیں نہ صرف اونکی صحبت سے محروم ہیں بلکہ اونکی بزرگی سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کبھی چل کر ملئے تو" مولانا نے کہا کہ اگر وہ میری چار شرطیں منظور کریں تو میں چلتا ہوں (۱) کمرے میں پر تکلف قالین نہ ہوں (۲) لباس ریشمی نہ پہنیں (۳) کوئی ہدیہ نہ دیں (۴) علمی بحث کریں تو تصوف کی بحث نہ ہو۔" میاں مخدوم نے کہا اچھا چلئے۔ مولانا نے کہا پہلے پوچھ تو آؤ کہا اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اونکو معلوم کرا دیا ہے۔ مولانا کو میاں مخدوم کی حسن عقیدت پر تعجب ہوا مگر ساتھ ہولئے۔ جاکر دیکھا تو بورے کا فرش پایا۔ قمیص اور تہمد جسم پر تھا۔ شاہ عالم نے مولانا کو تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ اور دونوں کے مابین گفتگو شروع ہوئی۔

شاہ عالم۔ رویت الٰہی ملائکہ کو بھی ہوگی یا نہیں۔

صدر جہاں۔ نہیں

شاہ عالم۔ آیت کریمہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا جب عام ہے تو پھر کیوں نہ ہوگی۔

صدر جہاں۔ ملائکہ لطیف ہیں تجلی کی تاب نہیں رکھتے۔ اور بشر بواسطہ کثافت اس کی تاب لاسکیں گے۔

شاہ عالم۔ جب حکیم نے بشر کو کثافت کے باوجود یہہ قدرت دی تو ملک کو بواسطہ دیگر قدرت دے سکتا ہے۔

صدر جہاں۔ ہم تو نقل کے تابع ہیں۔ سلف سے اس بارے میں کوئی نقل نہیں آئی۔ مگر بعض کے نزدیک حضرت جبرئیل کو رویت ہوگی اس لئے کہ وہ حضور اکرمؐ کے عبا میں داخل ہوئے تھے۔

شاہ عالم۔ امام فخر الدین رازی نے جو رسالہ رویت کے متعلق لکھا ہے اوس میں فرمایا ہے کہ رویت جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل حاملان عرش اور جملہ ملائکہ ثابت ہے۔

صدر جہاں۔ میں نے وہ رسالہ نہیں دیکھا۔ شاہ عالم نے وہ رسالہ منگوا کر دکھلادیا۔ صدر جہاں قائل ہوگئے۔

شاہ عالم۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان حضرت یوسف۔ ذوالقرنین کو رزق میں کشادگی ملی۔ مگر بغاوت نہ کی۔ اور کمال اطاعت کو ملحوظ رکھا، تو پھر بغی اور بسط میں تطابق کیسے کیا جائے۔

صدر جہاں نے ایک جواب دیا۔ شاہ عالم نے کہا کہ یہہ فلاں تفسیر میں تو ہے مگر اس پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ مولانا نے یکے بعد دیگرے دس جوابات دیئے اور حضرت ہر جواب پر فرماتے رہے کہ یہہ فلاں تفسیر میں تو ہے مگر اس پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ صدر جہاں نے عاجز ہو کر کہا کہ پھر آپ ہی فرمائیں۔

شاہ عالم۔ در کتب عربیہ مقرر کردہ اند کہ چون فعل را بفاعل ظاہر کنند باید کہ فعل درخور آن فاعل باشد۔ چنانچہ بنی الامیر المدینۃ وقتے می گویند کہ بنائے مدرسہ عظیم درخور قدر امیر باشد۔ چونکہ این جا حق تعالیٰ بسطت۔ بسط و بسطا۔ نہ فرمودہ بلکہ بسط اللہ فرمود پس بسطے کہ درخور قدرت او تعالیٰ باشد مستلزم بغی ست و ملازمت درست است۔ چراکہ آن چنان بسط خود تا حال در وجود نیامدہ اگر بجائے ہژدہ ہزار عالم ہفتاد کرور عالم بہ کسے بر ہر باز در جنب او تعالیٰ چیزے نیست۔" مولانا تحسین فرمودند و گفتند کہ علم حضرت لدنی می نماید۔" حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ ایک لفظ لدنی کہکر آپ میری شفقت ضائع کر رہے ہیں مولانا تکیہ کو بوسہ دیکر رخصت ہو گئے۔ [۱]

(ب) چونکہ اس بحث سے حضرت شاہ عالم کا تبحر علمی ثابت ہوتا ہے اس لئے اس کو تفصیل سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت کے علم کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

(ج) مولانا صدر جہاں کا مرقد محلہ نور گنج احمد آباد میں واقع ہے۔

سید سراج الدین محمد المعروف بہ شاہ عالم

ف ۴۵۳ آپ کے تفصیلی واقعات فقرہ جات (۱۷۴ تا ۱۸۶) میں درج ہیں۔

مقری عبداللطیف راوی ہفت قرأت

ف ۴۵۴ آپ احمد آباد کے باشندے۔ حضرت قطب عالم کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ تجوید و قرأت کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک ہونہار شاگرد سید جعفر شیرازی تھے جنہوں نے استاد سے سبعہ قرأت سیکھکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت جعفر شیرازی بھی حضرت قطب عالم کے مرید تھے۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام از علی شیر قانع و مراۃ احمدی جلد دوم

[۲] خاندان شیرازیہ کے ایک فرد سید احمد نے سنہ ۱۰۳۲ھ میں "ملفوظ احمدی" کے نام سے اپنے خاندانی حالات جمع کئے

قاری حافظ شیخ جمال الدین جمن وفات ۹۸۰ھ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ بچپن ہی میں تجوید وحفظ وتعلیم کی تکمیل کی۔ کتب درسیہ ختم کرنے کے بعد حضرت محمود راجن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک عرصے تک خدمت کرکے خلافت حاصل کی۔ ریاضتیں بھی کی تھیں۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ قرآن شریف کے ساتھ تفسیر بھی حفظ کرلی تھی۔ بڑے خوش الحان قاری تھے۔

(ب) ہمیشہ روزے رکھتے۔ افطار میں کم کھاتے۔ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ درس وتدریس میں بہت وقت صرف کرتے۔ ۲ ذی الحجہ ۹۸۰ھ کو وفات ہوئی۔ مرشد کی مزار کے پاس پاک پیران پٹن میں دفن ہوئے (تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی)

قاری مخدوم کمال الدین قزوینی وفات ۸۸۹ھ ولادت ۷۹۰ھ۔ بڑے عالم وفاضل۔ ماہر تجوید وقرات تھے سید محمد گیسودراز سے خلافت لی تھی۔ مرشد کی اجازت سے بھڑونچ میں آکر ایک مدرسہ قائم کیا۔ عمر کا بڑا حصہ درس وتدریس میں گذارا۔ وفات ۸۸۹ھ میں ہوئی۔ اونکے بعد اونکے فرزند امین الرحمن نے مدرسہ جاری رکھا۔ اونکی وفات کے بعد مخدوم کمال الدین کے پوتے نصیر الدین عرف ننھے میاں خلیفہ ہوئے اور مدرسہ جاری رکھا۔ مخدوم صاحب کے نواسے سید صبغۃ اللہ نے بھی اس مدرسہ میں درس دیا ہے۔ سید صبغۃ اللہ کی وفات ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔ پہلے تین بزرگوں کی مزاریں شہر کے باہر ایک ٹیلے پر ہیں اور مدرسے کے کھنڈر بھی پاس ہی ہیں۔ جہاں اس خاندان کے تین بزرگوں نے ڈیڑھ سو سال تک خدمت انجام دی۔ حضرت کی اولاد اب بھی بھڑونچ میں موجود ہے۔

قاری شیخ کبیر منتھناپوری وفات ۹۸۰ھ مضافات احمد آباد میں ایک قصبہ منتھناپور ہے۔ وہاں قاری شیخ کبیر ہمیشہ ایک مسجد میں بیٹھے دن بھر بچوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے۔ آپ تجوید سے واقف اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ علم وفضل سے آراستہ مگر قرآن مجید کی تعلیم کی فضیلت کے پیش نظر دن بھر یہی کام کرتے۔

(ب) سلطان محمود بیگڑے کے بچپن کے ساتھی تین مصاحب (۱) دریا خان (۲) الف خان (۳) ملک محمد تھے۔ محمود نے تخت نشینی کے بعد ملک محمد کو خطاب دینا چاہا۔ لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا کہ محمد سے بہتر کوئی نام ہو نہیں سکتا۔ جاگیر ومنصب تو پہلے ہی سے حاصل تھی۔ مرفہ الحال زندگی گذارتے تھے۔ ایک بہو

(فٹ نوٹ بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۱۱) جسکی ایک قلمی نقل اس خاندان میں محفوظ ہے جو فی الوقت قاضی نورالدین بھڑونچی کے پاس جو اسی خاندان کے فرد ہیں محفوظ ہے۔ میں نے یہہ واقعات اسی کتاب سے انکی اجازت سے نقل کئے ہیں۔

پالکی میں سوار منتھا پور سے گذر رہے تھے۔ دھوپ کی چونکہ شدت تھی۔ سستانے کیلئے املی کے ایک درخت کے سایہ میں آرام کیا۔ دیکھا کہ قریب میں ایک ملا مسجد کے ایک گوشے میں بچوں کو پڑھانے میں مصروف ہے ملا صاحب کا نام شیخ کبیر تھا۔ دوپہر گذارنے کے بعد مسجد میں جاکر وضو کیا۔ ظہر کی نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر شیخ کبیر کے پاس بھی بیٹھ گئے اونکی گفتگو میں بڑا لطف آیا۔ اوس وقت سے روزانہ اونکی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ چند روز میں شیخ کبیر کا ایسا رنگ چڑھا کہ مناصب وجاگیر واپس کر کے شیخ کبیر کے پاس جاکر رہ گئے۔ پانی کا گھڑا اپنے سر پر رکھکر شیخ کبیر کیلئے لایا کرتے۔

(ج) ایک مرتبہ سلطان محمود شکار کو جارہا تھا راستے میں دیکھا کہ ملک محمد پانی کا گھڑا سر پر لئے جارہے ہیں دیکھکر تعجب کیا سب اونکو دیوانہ کہنے لگے مگر ملک محمد نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ چند روز بعد شیخ کبیر سے خلافت حاصل کی۔ ایک مرتبہ شاہ عالم سے ملاقات ہوئی تو خرقہ بدلی کی۔ حضرت شاہ عالم بھی شفقت فرمانے لگے۔ شیخ کبیر کے انتقال کے بعد ملک محمد شاہ عالم کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت نے آپ کو کچھ کا صاحب ولایت بناکر بھیجا۔ جہاں ایک مدت تک رہے۔ بالآخر اوباشوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (مرات احمدی جلد دوم)

(د) حیرت کا مقام ہے کہ شہروں سے دور مضافات کی مسجد کے [illegible] میں بھی خاصان خدا آسائش کی تمنا اور صلہ کی پرواہ سے بے نیاز ہوکر قرآن شریف کی تعلیم ہی کو اپنا مستقل وظیفہ بنالیا تھا۔ ایسے ہی بزرگوں کی بدولت گوشے گوشے میں قرآن پاک کی اشاعت ہوئی۔

قاری شاہ زاہد بخاری — **ف ۴۵۸** آپ بخارا کے باشندے تھے۔ تجوید۔ فقہ۔ حدیث و دیگر علوم کے ماہر تھے۔ احمد آباد میں مقیم ہوئے۔ حضرت شاہ عالم سے عقیدت کی وجہ سے آپکی خانقاہ میں رہنے لگے۔ قاری خوش الحان تھے اس لئے مسجد کی امامت بھی آپکے سپرد ہوئی۔ شاہ عالم کے انتقال کے بعد بھی وہیں رہے اور تجوید کا درس دیتے رہے۔ ۸۹۳ھ میں وفات پائی۔ احمد آباد میں مدفون ہیں۔

قاری شیخ رحمت اللہ چشتی — **ف ۴۵۹** آپ شیخ عزیز اللہ چشتی کے فرزند صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ تجوید و قرات اپنے والد سے سیکھی۔ خود بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا سلطان محمود آپ کا بہت معتقد تھا۔ آپ کا روضہ سیجو پور احمد آباد میں ہے۔

قاری شیخ سعد اللہ چشتی — **ف ۴۶۰** آپ شیخ عزیز اللہ چشتی کے دوسرے فرزند ہیں۔ عالم و فاضل اور قاری تھے۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپکے فرزند مخدوم رفیع اللہ بھی علم و فضل کے ساتھ فن قرات سے واقف تھے۔

شاہان خاندیش و مالوہ کے زمانے میں تجوید و قرات کی ترویج — **ف ۴۶۱** عادل خان اول فاروقی نے ۸۴۰ھ سے ۸۴۴ھ تک حکمرانی کی۔

یہہ بڑا نیک اور رحمدل بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں علم وفضل میں ترقی ہوئی۔ اس سے پہلے محمود خلجی والی مالوہ ۸۳۹ھ سے ۸۷۳ھ تک حکمران رہا۔ اوسکے عہد میں تجوید وقرارت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ محمود خلجی کے بعد غیاث الدین خلجی مالوے کا حکمران ہوا جس نے ۸۷۳ھ سے ۹۰۵ھ تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں قاری خواجہ حسین ناگوری اجمیر میں درس دیا کرتے تھے۔

قاری خواجہ حسین ناگوری

ف ۴٦۲ قاری خواجہ حسین ناگوری کا سلسلہ خلافت خواجہ حمید الدین ناگوری سے ملتا ہے جوان ہی کے خاندان کے ایک فرد تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی روایت کے مطابق آپ نے ایک تفسیر "نور النبی" چالیس جلدوں میں مرتب کی ہے۔ غیاث الدین خلجی کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ اس نے بارہا خواہش کی کہ حضرت مانڈو میں آکر قیام فرمائیں مگر حضرت نے قبول نہ کیا تو بادشاہ کو کسی نے یہہ تجویز سمجھائی۔ آپ کے پاس حضور اکرم کا موئے مبارک ہے اوس کی زیارت عام کا اعلان کر دیا جائے شیخ خود ہی کھچے کھچے چلے آئیں گے۔ چنانچہ یہہ تدبیر کارگر ہوئی۔ یہہ خبر سنتے ہی خواجہ حسین صاحب درود پڑھتے ہوئے مانڈو کی طرف چل پڑے۔

(ب) جب اس کی اطلاع شاہ غیاث الدین کو ہوئی۔ تو بہت خوش ہوا اور آپکے استقبال کے لئے نکلا گر بیسیوں بیل گاڑیوں کی آمد ورفت میں کچھ پتہ نہ چلا اور حضرت مانڈو پہونچ گئے۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو معذرت خواہ ہوا۔ حضرت کے آرام وآسائش کا پورا انتظام کیا۔ محمود خلجی کی قبر پر لیجاکر دعا کرائی۔ تحفے دیئے گر حضرت نے قبول نہ کیا۔

(ج) چند روز کے قیام سے رفتہ رفتہ شاہی محلات اور امراء سب حضرت کے معتقد ہو گئے۔ حضرت کی وجہ سے قرآن خوانی کا ذوق بڑھا۔ نوبت بہ این جارسید کہ شاہی محل سرا میں ہر فرد قاری وحافظ دکھائی دینے لگا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دفور شوق کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ محل سرا میں ایک ہزار کنیزیں حافظ ہو گئیں تو بیگمات اور مردوں کا پوچھنا ہی کیا تھا جن کو اس کام کی زیادہ فرصت تھی۔

(د) شاہ غیاث الدین پر مذہبی رنگ اس قدر غالب ہوا کہ اوس نے حکم دے رکھا تھا کہ اوس کو تہجد کے لئے بیدار کیا جائے۔ اگر آسانی سے بیدار نہ ہو تو زبردستی منہ پر پانی ڈال کر یا جھنجھوڑ کر بیدار کیا جائے۔

ف ۴٦۳ اسی عقیدت کی بناء پر غیاث الدین نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی مزار مبارک پختہ بنوایا۔ اور اطراف میں خانقاہ تعمیر کرائی۔

(ب) خواجہ حسین ناگوری کے شاگرد قاری شیخ احمد مجد ناگوری تھے جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

قاری شیخ ابراہیم برہان پوری

ف ۴٦۴ قاری شیخ ابراہیم احمد آباد کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تجوید قرآن کی تحصیل کی۔ قرأت کے مستند استاد ہوئے۔ بعد میں برہان پور جاکر رہے اور

ایک عرصے تک وہاں درس و تدریس میں لگے رہے وفات سنہ ۹۰۱ھ میں واقع ہوئی۔

بہلول لودھی سنہ ۸۵۵ھ تا ۸۹۴ھ

ف ۴۶۵ بہلول لودھی کو علم سے بڑا شغف تھا۔ ایک مدرسہ دہلی میں قائم کیا جو اوس وقت کی بہت بڑی درسگاہ تھی۔

(ب) طیبۃ النشر فی القرات العشر جو علامۃ الجزری کی مشہور تصنیف ہے۔ سنہ ۸۷۲ھ میں اوسکی خوشخط نقل کرائی گئی۔ یہ نسخہ محمد الشربینی کے پاس تھا جو فی الوقت حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے

(ج) خط بحر میں ایک قرآن مجید جس کو سنہ ۸۷۲ھ میں کاتب احمد بن محمود بن فضل اللہ کاشانی نے بڑی تقطیع پر دو جلدوں میں لکھا تھا وہ خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔

سکندر لودھی سنہ ۸۹۴ھ تا ۹۲۳ھ

ف ۴۶۶ سکندر لودھی بڑا عالم و فاضل۔ علم دوست۔ علم پرور بادشاہ تھا۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے علماء کو جمع کیا۔ علماء کے درس میں اکثر شریک ہوتا۔ خاموشی سے پیچھے جا بیٹھتا۔ ایسے مواقع پر احترام شاہی کی بجا آوری ممنوع تھی۔

(ب) علامۃ الجزری کی تحبیر کا ایک قلمی نسخہ جو قرات عشرہ میں ہے اور جو سنہ ۹۰۳ھ میں نقل کیا گیا تھا اس وقت کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے۔

(ج) کمال الدین سعدی کاکوروی مقری ہفت قرات نے شرح شاطبی لکھ کر بادشاہ کے نام سے معنون کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب تک قرات عشرہ سے دلچسپی اور غیر معمولی رجحان نہو اوس وقت تک ایسی تصانیف نہیں ہوتیں اور اگر بادشاہ کو دلچسپی نہو تو اوسکے نام سے معنون بھی نہیں ہوتیں۔

قاری شاہ عبداللہ قریشی ملتانی

ف ۴۶۷ آپ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے آپ کے اسلاف دہلی میں آگئے تھے۔ آپ اپنے دادا کے قدم بقدم تھے۔ قاری و حافظ۔ شب بیدار۔ تہجد گذار تھے۔ نوافل کی ادائی اور قرآن کی تلاوت آپکے خاص مشاغل میں تھے۔ روزانہ تین قرآن ختم کرتے۔ آپ کا تقویٰ اور پرہیزگاری دیکھ کر سکندر لودھی نے اپنی دختر سے آپ کا عقد کر دیا تھا۔ سنہ ۹۰۰ھ میں وفات ہوئی (تذکرۂ اولیا ہند از مرزا محمد اختر دہلوی)

قاری حافظ شیخ جنید حصاری

ف ۴۶۸ آپ بابا شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ تجوید و دیگر علوم میں کامل تھے۔ مصنف خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ:۔ "عالی درجت بود۔ عمر دراز یافتہ و نعمتے ظاہر داشت"۔ آپ رسم الخط قرآنی کے ماہر۔ حافظ خوشنویس و زود نویس تھے۔ مصنف خزینۃ الاصفیاء نے اس طرح آپ کا ذکر کیا ہے "سرعت کتابت بحدے بود کہ آن را جز خوارق عادت وے نتوان نمود۔ در سہ روز تمام قرآن مجید بہ اعراب و صحت می نوشت۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی تائید کی ہے کہ "در سہ روز قرآن مجید با اعراب می نوشت"۔ وفات سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ "گفت کامل خواجہ واصل جنید" ہے۔ حصار میں مدفون ہیں۔

قاری شیخ سماء الدین سہروردی (سنہ ۹۰۱ھ)

ف ۴۶۹ آپ شیخ فخرالدین عرف شیخ احمد کے فرزند اور شیخ جمال الدین ملتانی کے پوتے تھے۔ شیخ جمال الدین ملتانی بڑے عالم و فاضل و قاری تھے۔ اونکے فرزند شیخ احمد نے والد سے قرات و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ شیخ سماء الدین سنہ ۸۰۸ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم پائی۔ قرات و دیگر علوم میں والد سے تلمذ رہا۔ شیخ کبیرالدین اسمٰعیل (نبیرۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت) کے مرید ہوئے۔ بارہ برس کی عمر سے وفات تک کبھی تہجد قضا نہ کی۔ ملتان سے دہلی آکر ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جو اوسوقت کا ممتاز ترین ادارہ تھا۔ رات کا بڑا حصہ عبادت میں اور دن کا بڑا حصہ تعلیم و تعلم میں صرف ہوتا تھا۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی پورا انتظام تھا۔ صاحب گلزار ابرار کا بیان ہے کہ "آپ ورع و تقویٰ۔ ایثار و بلند ہمتی میں نظیر نہیں رکھتے تھے بے نیازانہ زندگی گذارتے تھے۔ کسی کی نذر قبول نہیں کرتے تھے۔ تمام زندگی خلوص و بے لوثی کے ساتھ گذار دی۔ شب بیدار تھے۔ کم کھاتے اور کم بولتے۔ سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں آپ دہلی آئے۔ سلطان بڑی عقیدت سے ملا ہمیشہ آکر خادموں کی طرح بیٹھتا۔ بہلول لودھی کے بعد سکندر لودھی بھی نیاز مندانہ ملتا رہا۔ آپ کی دعا سے درباری سازشوں سے محفوظ رہا"۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۰۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ بمقام دہلی حوض شمسی کے جنوب میں مدفون ہیں۔ کئی تصانیف چھوڑیں جن میں مفتاح الاسرار اور حاشیہ لمعات عراقی مشہور ہیں۔

قاری شیخ اسحاق ملتانی

ف ۴۷۰ آپ کا وطن تو ملتان تھا مگر دہلی میں آ گئے تھے۔ بچپن ہی میں قرآن کی تعلیم تجوید و قرات کے ساتھ حاصل کی۔ ہمیشہ تلاوت میں مشغول رہتے۔ ریاضتیں بھی بیحد کی تھیں۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ انتقال سے پہلے ایک منزل تلاوت کر کے جمعہ کے روز انتقال کیا۔ وفات سنہ ۹۰۲ھ میں واقع ہوئی (خزینۃ الاصفیاء)

قاری شیخ بختیار

ف ۴۷۱ آپ نے بچپن ہی میں تجوید سیکھ لی تھی۔ قرآن شریف سے بیحد شغف تھا شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے مرید تھے۔ وفات سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ (خزینۃ الاصفیاء)

مظفر شاہ دوم گجراتی سنہ ۹۱۹ھ تا سنہ ۹۳۲ھ

ف ۴۷۲ خلیل خان نام۔ محمود شاہ بیگڑے کا فرزند۔ مظفر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ بڑی خوبیوں کا حامل تھا۔ عالم۔ قاری۔ حافظ۔ شاعر سخن سنج۔ سخن فہم۔ بذلہ گو۔ بہادر۔ انصاف پسند۔ صاحب کردار۔ صاحب استقامت۔ فیاض و سخی۔ خدمت خلق کا صحیح جذبہ رکھنے والا بادشاہ تھا۔ فقرہ جات (۱۸۰ تا ۱۸۳)

میں کچھ حالات مذکور ہوئے ہیں۔ سولہ تراویح میں سولہ قرآن اپنے باپ کو سنائے۔ دور دور کے علماء و فضلاء۔ ایران و توران روم و عرب کے اساتذہ اس کے عہد میں گجرات آئے۔ شیراز کا مشہور خوشنویس سیاوش بھی اسی عہد میں گجرات آیا تھا۔

وفات ۹۳۲ھ مصنف مرات سکندری نے اس بادشاہ کی بڑی ستائش کی ہے۔ لکھا ہے کہ کوئی مستحب فعل اس نے ترک نہیں کیا۔ ہمیشہ با وضو رہتا۔ اپنے عمل کا مدار حدیث نبوی پر رکھتا[۱]۔ رعایا کے حال کے تفحص کے لئے راتوں میں نکلا کرتا۔[۲]

---

[۱] ملک الحدیہ ہنر الملک کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اوس کو اولاد نہ تھی۔ اوسے بادشاہ سے درخواست کی کہ بیت اللہ جاکر دعا کرنے کی اجازت دی جائے۔ سلطان مظفر نے اوس کو ایک سال توقف کرنے کا مشورہ دیا۔ خود ترک حیوانات کر کے راتوں میں جب عبادت کیلئے بیدار ہوتا تو تہجد کے بعد لمحات خاص میں ملک الحدیہ کے لئے دعا کرتا۔ اوسی ہفتہ میں شب جمعہ کو حضور اکرمؐ نے خواب میں بشارت دی کہ ملک الحدیہ کو دو لڑکے ہوں گے مگر دوسری عورت کرے۔ یہہ بشارت پاکر سلطان بیدار ہوا۔ وضو کر کے دوگانہ شکر ادا کیا۔ ایک بالغ ذہین کنیز لیکر ملک الحدیہ کے پاس گیا اور کہا اس سے تجھ کو دو لڑکے ہوں گے۔ کچھ نذر مان۔ چند روز کے بعد حمل رہا ایک حسین لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے خود جاکر اوس کے کان میں اذان دی اور لطف اللہ نام رکھا۔ یہہ بچہ سلطان احمد ثانی کے زمانے میں ہنر الملک کے خطاب سے مشہور ہوا۔ دوسرے لڑکے نے بھی خطاب پایا۔

[۲] ایک مرتبہ رات کی گشت میں ایک مسجد میں چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص گوشہ میں بیٹھا رو رہا ہے۔ پوچھا کیوں روتا ہے۔ کہا کہ حال ناگفتہ بہ ہے۔ سلطان نے اصرار کے ساتھ حقیقت حال دریافت کی کہ شاید وہ اوسکی مدد کرسکے تو اوس شخص نے کہا کہ وہ ایک فقیر ہے۔ ایک پہلوان اوسکے گھر میں گھس آتا ہے اور زبردستی اوس کی بیوی سے زنا کرتا ہے۔ یہہ فقیر اپنی کمزوری کے باعث اوسکو روکنے سے عاجز ہے۔ یہہ راز کسی سے کہا بھی نہیں جاسکتا۔ سلطان نے کہا کیا وہ ہر رات آتا ہے۔ کہا "ہاں" سلطان نے اوسکو دلاسا دیا اور کہا کہ تم خاطر جمع رکھو جب تک میں اوس کو نہ ماروں گا۔ کھانا مجھ پر حرام ہے۔ فقیر کے ساتھ جاکر اوس کا گھر دیکھ لیا۔ اتفاقاً وہ پہلوان اوس روز نہ آیا۔ فقیر مایوس ہوکر باہر آکر کہہ دیا۔ سلطان دوسرے روز گیا اوس روز بھی نہ آیا۔ تیسرے روز فقیر اسی مسجد میں بیٹھا اس خیال سے رو رہا تھا کہ آج شاید وہ مدد کرنے والا نوجوان نہ آئے۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہے کہ سلطان مسجد میں موجود ہے۔ فقیر نے کہا وہ پہلوان آج آیا ہے۔ سلطان ساتھ ہولیا اور گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص فقیر کی عورت کے ساتھ بیٹھا ہے۔ سلطان نے اوس کو آواز دی کہ اٹھ آج میں تجھے تیرے اس فعل

نظم و نسق کے جن نقائص پہ مطلع ہوتا۔ صبح ان کا تدارک کرتا۔ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی کے بھی واقعات مشہور ہیں۔[۱]

قاری سید جعفر شیرازی ف ۹۲۴ھ شیرازیوں کا ایک مشہور خاندان اپنے وطن سے آکر سندھ میں آباد ہوا سید جعفر شیرازی سندھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے علوم کی تحصیل کی سندھ سے آکر کچھ عرصہ پٹن میں قیام کیا۔ پھر احمد آباد آ گئے۔ قطب عالم سے عقیدت ہوگئی تھی اون ہی کی صحبت میں رہکر اون سے اجازت لی۔ مقری شیخ عبداللطیف کے مدرسہ میں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے احمد آباد میں وفات ہوئی۔ اس خاندان کے دیگر افراد کا ذکر دوسری جگہ مذکور ہے

ابراہیم لودھی ۹۲۳ھ تا ۹۳۲ھ ف ۹۲۵ھ اس بادشاہ کے زمانے میں علماء و قراء اپنا کام کرتے رہے۔ میر شیخ بن نورالدین البورائے نے وقوف سجاوندی کا مطلا نسخہ ۹۲۷ھ میں لکھا جو اس وقت کتب خانہ آصفیہ احید رآباد (اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے۔

(ب) ابراہیم لودھی کے زمانے میں ماوراالنہری قراء کا اثر ہندوستان نے نمایاں طریقے پر قبول کیا تھا ممتاز فقیہہ۔ عالم و قاری یار محمد ابن خداداد سمرقندی نے ماوراالنہر میں "قواعد القرآن" نام کی مشہور کتاب عبیداللہ بہادر خان ولی عہد کے لئے ۹۲۵ھ میں بزبان فارسی لکھی جس کا قلمی نسخہ ابراہیم لودھی کے دربار میں

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۱۷) شمشیر کا مزہ چکھاتا ہوں۔ پہلوان نے بھی تلوار سنبھال لی اور سلطان پر پہلا وار کیا سلطان نے اوسکے وار کو روک کر کمر پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ جسم کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ سلطان کو بھی کمزوری سے چکر آگیا کیونکہ جس روز سے قسم کھائی تھی کھانا نہ کھایا تھا۔ فقیر سے کہا کچھ کھانے کیلئے ہے، کہا باجرے کی روٹی ہے وہی کھاکر واپس جانے لگا۔ تو فقیر نے کہا کہ کوتوال کو خبر ہوگی تو میرا گھر تاراج کر دے گا کہا فکر نہ کریں اوس کا بھی انتظام کر دوں گا۔ کوتوال کو بلاکر کہا کہ فلاں محلے میں ایک شخص مقتول ہے اوسکو اوسی گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے اور کسی پر ظاہر نہو۔

سلہ ملا ایوب ایک شاعر نے افیون کی تعریف میں ایک قطعہ کہا تھا۔

بخور اے مرد ذرہ افیون ✤ کہ مہمت بوقت حل باشد۔ علما را مناسب است افیون ✤ علم باید کہ با عمل باشد

کسی نے یہ قطعہ بادشاہ کے سامنے پڑھا۔ بادشاہ کی ذہانت نے کام کیا مسکرا کر کہا "جی نہیں ملا نے قطعہ مذمت میں کہا تھا کاتب نے غلطی سے "مخور" کو "بخور" لکھ دیا۔ اب اس کو مخور پڑھیئے اور تیسرے مصرع کو استفہامیہ تعجب کے لہجہ میں پڑھیئے تو مذمت ہو جاتی ہے۔ (ب) سلطان مظفر کی مجلس میں کسی نے کہا السلام علیکم سلطان نے فی البدیہہ کہا وعلیکم السلام یا جامع التنوین و اللام (مراۃ سکندری از سکندر ابن محمد عرف منجھو)

پہونچا۔ یہہ تالیف ہندوستان میں بہت مقبول ہوئی اور اوس کے قلمی نسخے کثیر التعداد میں پھیل گئے۔ چنانچہ دو قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہیں۔ ایک کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں۔ ایک مدراس کے قلمی کتب خانے میں۔ ایک خدا بخش خاں کی لائبریری بانکی پور میں۔ ایک پٹنہ آرٹ کالج لائبریری میں چار قلمی نسخے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں۔ سات نسخے اسٹیٹ لائبریری رامپور میں۔ ایک نسخہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں پائے جاتے ہیں۔ ان نسخوں کا میں نے بچشم خود معائنہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور نسخے بھی ہندوستان کے دوسرے مقامات میں ضرور ہوں گے۔

ف ۴۷۶ ماوراء النہر کے دوسرے موثر قاری لاکلان تھے۔ صاحب موصوف نے عبیدہ بہادر خاں کے لئے "درۃ الفرید" فارسی میں لکھی تھی۔ جس میں اختلافات عشرہ قرأت درج ہیں۔ یہہ قلمی کتاب ۵۰۴ صفحوں پر مشتمل ہے اس میں وقف کا بھی تفصیلی بیان ہے۔ لاکلان یار محمد سمرقندی کے ہم عصر تھے۔ لاکلان کی وفات ۹۸۳ھ میں ہوئی۔ درۃ الفرید کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

قاری خواجہ شیخ احمد مجد ناگوری

ف ۴۷۷ قاری خواجہ حسین ناگوری کا ذکر فقرہ ۴۶۲ میں گذر چکا ہے۔ اونکے شاگرد شیخ احمد مجد ناگوری تھے جن کے والد کا نام مجد الدین ناگوری تھا۔ قاضی مجد کے نام سے مشہور ہوئے۔ قاضی مجد امام محمد بن حسن الشیبانی کے خاندان سے تھے۔ شیخ احمد مجد کی ولادت ۸۳۵ھ میں ہوئی۔ تجوید و قرأت کے ماہر اور علوم قرآنی کے متبحر عالم تھے۔ قاری خواجہ حسین ناگوری سے علوم و فیوض حاصل کرنے کے بعد اجمیر ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد تفسیر مدارک سنایا کرتے۔ ۷ سال تک اجمیر میں یہی کام کرتے رہے۔ مدارک پڑھاتے وقت اون پر حال طاری ہوتا اور اس قدر روتے کہ "صوفی در حالت سمع کنند" اون کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "این وظیفۂ تفسیر مدارک طریقہ سلوک مشائخ ایشان ست۔ کہ خواجہ حسین ناگوری و شیخ حمید الدین ناگوری صوفی نیز ہم چنین می کردند۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمید الدین ناگوری کا عرفانی سلوک کا طریقہ بھی سلوک بالقرآن تھا۔ شیخ احمد مجد ۹۲۲ھ تک اجمیر میں رہے۔ اون پر جب انکشاف ہوا کہ رانا سانگا حملہ آور ہونے والا ہے تو ایک ہفتہ قبل مسلمانوں کو اطلاع کر کے اجمیر سے چلے گئے۔ آپ کا انتقال ۹۲۷ھ میں ہوا۔ ۹۳۳ھ میں بابر نے پہلے ابراہیم لودھی کو اور پھر رانا سانگا کو شکست دی۔ ؎۱

؎۱ مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت از مناظر احسن گیلانی جلد دوم

حاجی قاری سید عبد الوہاب ف ۹۳۲ھ آپ کے والد کا نام سید جلال الدین شریف تھا۔ ملتان میں رہتے تھے۔ عالم و فاضل۔ قاری و مفسر تھے۔ دو حج کئے۔ قرآن و تفسیر سے خاص شغف تھا۔ سکندر لودھی بھی بہت معتقد تھا۔ ۹۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ دہلی میں مدفون ہیں۔ [1]

شیخ القرا، یار محمد سمرقندی ف ۹۷۹ ہندوستان اور ممالک اسلامیہ کے مابین علمی ربط اس قدر گہرا تھا کہ جو کتاب جہاں بھی لکھی جاتی اوسکے قلمی نسخے جابجا پہونچ جاتے۔ چونکہ اس زمانے میں تجوید و قراءت سے دلچسپی تھی اس لئے اس فن پر اچھی کتابوں کی بڑی مانگ تھی۔

(ب) یار محمد بن خدا داد ماوراءالنھر میں ایک مستند استاد تجوید و قراءت مانے گئے ہیں۔ انھوں نے والد کے اساتذہ سے تجوید سیکھی۔ تقریباً ۹۲۵ھ میں عبید اللہ بہادر خان کے لئے جو ماوراالنھر کا ولی عہد تھا اور جو ۹۳۹ھ میں حکمران ہوا استاد قراءت مقرر ہوئے۔ آپ نے ولی عہد کے لئے تجوید کا ایک رسالہ "قواعد القرآن" کے نام سے فارسی میں لکھا۔ اس کتاب سے نہ صرف شہزادے نے استفادہ کیا بلکہ اس کے قلمی نسخے ابراہیم لودھی کے زمانے میں ہندوستان پہونچ گئے اور ہر بڑے کتب خانے میں اس کا ایک نہ ایک قلمی نسخہ مل جاتا ہے یہ اونکی اور اونکی تالیف کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ یار محمد مقری ہونے کے علاوہ فقیہہ و محدث بھی تھے۔ اس لئے اونکی ہر بات وزن رکھتی تھی۔ دوسرے علماء اونکے اقوال بطور حوالے کے نقل کرتے ہیں چنانچہ ایک رسالہ قراءت ۱۰۹۰ھ میں لکھا گیا جس میں جابجا یار محمد سمرقندی کے قواعد القرآن کے حوالے ہیں۔ یہ رسالہ بھی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ایک دلچسپ حوالہ یار محمد سمرقندی کا درج ذیل ہے:۔ "یار محمد سمرقندی بحوالہ مولانا عثمان می گوید کہ آن سکتات کہ در فاتحہ می کنند (ولل وکنن کی طرف اشارہ ہے) از آن جراءت کہ جہالہ اختراع کردہ اند۔ پس اعتبارے ندارد۔ زیرا کہ حدیثے بہ ما بہ صحت رسیدہ است۔" دوسرا حوالہ رسالۂ قراءت میں یار محمد سمرقندی کے قواعد القرآن کے باب دہم کا یہہ ہے:۔ "وجہ تسمیہ رکوع آنست کہ بعد قراءت در نماز انسب آن ست کہ دران موضع بہ رکوع روند۔ و دیگر گفتہ اند اگر کسے خواہد کہ قرآن را در نماز تراویح ختم کند در سی شب پس باید کہ از رکوع تا رکوع بخواند در ہر رکعت۔ و این موافق آید کہ تا سی شب رمضان ہمچنیں شنیدہ شود۔ و از استادے نقل است کہ امیر المومنین حضرت عثمان در سی شب رمضان بہ این طریق عمل کردہ اند۔ و بعضے گویند بہ جہت آن نام کردہ اند کہ عبد الرحمٰن سُلمی در تراویح امامت کرد عائشہ صدیقہ را۔ و ہمین طور رکوع کرد و عائشہ صدیقہ تحسین کردہ ست بر او۔ و بعضے گویند کہ حسن بصری

---

[1] تذکرۂ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

بزمل کردہ است در تراویح:

پیر محمد شاہ کا کتب خانہ موقوعہ احمد آباد | **ف۴۸۰** اس کتب خانے میں فن تجوید و قراءت پر ذیل کی کتابیں موجود ہیں:۔

(۱) قلمی رسالہ الوقوف فی اسرار الحروف از ابوالقاسم محمود بن حمزہ بزبان عربی جو ۶۶۹ھ میں لکھا گیا تھا۔

(۲) قلمی رسالہ فی التجوید از محمد ابوبکر جو ۶۶۹ھ میں مرتب ہوا۔

(۳) قلمی نسخہ مطلع الشموس والبدور در قراءت سبعہ میں ابوعبداللہ محمد ابن خلیل بن ابوبکر حلبی کا ۶۶۱ھ کا مرتب کیا ہوا ہے۔

(۴) فارسی میں ایک رسالہ فتح اللہ بن عبدالصمد کا لکھا ہوا رسالہ جواہر القرآنی (۴۲) اوراق پر مشتمل ہے جو ۹۲۶ھ میں لکھا گیا تھا جس کا قلمی نسخہ کتب خانے میں موجود ہے۔

مغلیہ دور

باب دہم۔ (از بابر تا جہانگیر)

(الف) ترک اور پٹھان بادشاہوں کا دور ۹۳۲ھ میں بابر کے حملے اور پانی پت کی لڑائی پر ختم ہوا فن تجوید و قراءت کی اشاعت میں ساڑھے تین سو سالہ جد وجہد کا جو نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اوس سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ جس سرگرمی کے ساتھ بلاد اسلامیہ میں تجوید و قراءت کا کام ہوتا رہا اوسی جوش و خروش سے ہندوستان میں بھی جاری تھا۔ ملک کے طول و عرض میں قراء پھیلے ہوئے تھے۔ بابر کے حملے نے اگرچہ دہلی کی حکومت میں تغیر پیدا کیا تھا مگر قراء نے بدستور اپنا کام جاری رکھا۔

(ب) مغل بادشاہ بھی ترک اور پٹھان بادشاہوں کی طرح علم دوست اور عالم نواز تھے۔ علماء کی بڑی سرپرستی کرتے تھے۔ اونکو جاگیروں اور منصبوں سے نوازتے تھے۔ اونکے لئے ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے تھے۔ پھر اون کی تعظیم و تکریم اس درجہ کرتے تھے کہ دیکھ کر دوسروں کو حصول علم کی ترغیب ہوتی تھی۔ مغل بادشاہوں نے جس تہذیب و تمدن کو جنم دیا اوس کا اثر دیرپا رہا۔ اون میں دینداری تھی۔ علم سے گہرا شغف تھا۔ مغل بادشاہوں کے خاندان میں تعلیم و تربیت کا یہہ پروگرام تھا کہ ہر بچے کے لئے ابتداً قرآن مجید کی تعلیم لازمی تھی۔ صرف ناظرہ پڑھنے ہی پر اکتفاء نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اوس کو حافظ و قاری بھی بنایا جاتا تھا۔ پھر قرآن کے متعلقہ علوم سکھائے جاتے تھے۔ ان امور کی تکمیل کے بعد دوسرے علوم کی طرف توجہ کی جاتی تھی جس میں فن خطاطی بھی شامل تھا۔ اس طریقہ تربیت کا اثر یہہ ہوتا تھا کہ ہر بچہ ایمان و اعتقاد میں راسخ اور عمل صالح میں پیش پیش ہوتا۔ رہی سہی بشری کمزوریاں حد امکان تک ہم عصر علماء۔ صوفیا و بزرگان دین کی قابل تقلید زندگی کو دیکھ کر دور کرلی جاتی تھیں۔ ہر بچہ کے لئے منفرداً حافظ و قاری و عالم اور خوشنویس الگ الگ مقرر کئے جاتے تھے۔ جتنے شہزادے۔ شہزادیاں ہوتی تھیں ان سب کے لئے اس نوع کا انتظام لازمی طور پر کیا جاتا۔ چنانچہ بو ظفر بہادر شاہ کے عہد تک یہہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہہ عام طریقۂ عمل اس زمانے کے نظام تعلیم کا ایک ایسا جزو لاینفک تھا کہ کوئی مورخ اس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ نہیں کرتا۔ ورنہ بابر سے لیکر

بہادر شاہ ظفر تک اکثر افراد شاہی حافظ۔ قاری اور خوشنویس ہوئے ہیں۔ لیکن عام مورخین نے اون کی زندگی کے صرف سیاسی پہلو کو اجاگر کیا اور ان کی دینداری کو ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ مگر ادبی اور علمی تاریخ لکھنے والے اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔

ف ۲۸۲ جن افراد کو خوب سے خوب تر کی جستجو ہوتی ہے اون کے طبائع کو فنون لطیفہ سے مناسبت خاص پیدا ہو جاتی ہے۔ حسن صوت کے مداح خطاطی میں بھی ایک جاذبیت پاتے ہیں۔ اسلام نے فنون لطیفہ کے ذوق کو قرات اور خطاطی کی جانب پھیر دیا تھا۔ اور صاحب ذوق حضرات نے اس میں بڑا کمال بتلایا ہے جس زمانہ میں مطبع کا وجود نہ تھا۔ خطاطاں خوش رقم نے اشاعت کلام اللہ میں قابل قدر خدمت انجام دی ہے اکثر خوشنویس رسم الخط قرآنی سے واقفیت رکھتے تھے اور اس کا جاننا اجر عظیم سمجھتے تھے۔ مَنْ کَتَبَ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بحسن الخط فقد دخل الجنۃ (جس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خوش خطی سے لکھا وہ جنت میں داخل ہوا) ممکن ہے کہ ضعیف حدیث ہو حالانکہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کو اتقان میں نقل کیا ہے۔ مگر علماء کی دوات کی سیاہی شہیدوں کے خون کے برابر ہوگی۔ اس میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ الٓمٓ کی تلاوت سے قاری بحسابِ فی حرف دس نیکیاں ... تیس نیکیوں کا مستحق ہوتا ہے تو اس اصول کے پیش نظر جب ان حروف کی کتابت ہوتی ہے تو چونکہ ان کا نقش دیرپا ہوتا ہے اور پھر کتابت کے ساتھ ساتھ قرات عمل میں آتی ہے تو کاتب کے حق میں اجر یقیناً المضاعف ہونا چاہیئے کیونکہ کتابت کا فیض اشخاص سے گذر کر تا قیامت نسلوں تک جاری رہتا ہے۔ اس لحاظ سے کوئی وجہ نہیں کہ اس پر "مجازاۃ حسنیٰ" کا یہ قانون منطبق نہ ہو۔ کلام مجید کی کتابت کے بارے میں مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے۔ علمائے سلف نے علم دین کی کتابت کو بجا طور پر دین کا ایک جز قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام تو عوام سرزمین ہند میں صرف اورنگ زیب ہی ایسا بادشاہ نہیں گذرا ہے جس نے اپنے دست مبارک سے مصاحف لکھے جو آج بھی مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں بلکہ دولت اسلامیہ ہندیہ کے ابتدائی عہد میں ایسے سلاطین بھی گذرے ہیں جنھوں نے کتابت قرآن ہی کو فلاح معاش و معاد کا ذریعہ بنایا تھا ناصر الدین بن شمس الدین التمش کے متعلق مشہور ہے کہ سال میں دو مصحف اپنے ہاتھ سے لکھ کر فروخت کرتا اور اس کی آمدنی قوت لایموت کا ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ اور نگ زیب کے عہد حکومت کے باون سال اور سلطان ناصر الدین کے ۲۹ سال جملہ ۷۱ سال تک مملکت ہند نے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا ہے کہ اورنگ حکومت کے اوپر اور چتر شاہی کے نیچے ان سلاطین کے ہاتھ سے قرآن لکھا گیا ہے۔ دنیا میں دیگر ادیان و مذاہب کے پیرو بھی سلاطین اور فرمانروا گذرے ہیں لیکن اون میں ایسے نظائر نہیں مل سکتے۔ اسلامی سلاطین

کے اس عجیب وغریب ذوق کا نتیجہ تھا کہ شاہی خاندانوں میں ایسی خواتین بھی ملتی ہیں جنھوں نے چند سورتیں ہی نہیں بلکہ پورا قرآن شریف اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا۔ شاہجہاں نامے میں سال ہشتم کے سلسلے میں یہہ واقعہ بھی درج ہے کہ امیر تیمور کی حقیقی پوتی ملک شاہ خانم بنت محمد سلطان میرزا بن جہانگیر مرزا بن امیر تیمور کے ہاتھ کا "خط ریحان" میں لکھا ہوا مصحف بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا جس میں خاتمہ پر "اسم و نسب بر رقاع نگاشتہ" (سیر المتاخرین) اس واقعہ سے صرف مصحف نگاری ہی کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ شاہی خاندان کی بیگمات "سراپردہ عصمت" میں خطاطی کا فن کس درجہ کمال کو پہونچ گیا تھا آج عام مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا خواص میں بھی خط ریحان اور خط رقاع کی اصطلاحات نا مانوس ہو چکی ہیں مگر ایک زمانہ تھا کہ سلاطین زادیوں کا یہہ مشغلہ رہتا تھا۔

(ب) بابر نے بھی ایک مصحف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھیجا تھا جس کا ذکر ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ مسلمانوں "نے فن کتابت کو ایسا کچھ اعزاز بخشا کہ اس میں کمال پیدا کرنا سلاطین وقت کے لئے بھی باعث مجد و شرف ہوا کرتا تھا۔ اسی چیز کو واضح کرنے مناسب سمجھا گیا کہ یہاں خوشنویسوں کا اجمالا ذکر کیا جائے تاکہ اوس زمانے کی علمی زندگی کا یہہ پہلو بھی واضح ہوجائے۔

ف ۴۸۳ خطاطی بڑا صبر آزما فن ہے۔ اس کے حصول میں طالب فن کو محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی ہے اوس میں ترقی تدریجی اور غیر محسوس طریقہ پر ہوتی ہے جب تک مستقل مزاجی کے ساتھ روزانہ مشق جاری نہ رہے اس فن میں دسترس حاصل نہیں ہوسکتی۔ عماد نے کہا ؎

چہل سال عمرم بہ خط شد تلف ∴ نیامد سر زلف آسان بر کف
ز مشق سیہ شد ہر کہ غافل نشست ∴ چو رنگ حنا رفت خطش ز کف

شہزادوں اور امیرزادوں کے لئے جو کثیر المشاغل ہوتے تھے اور جن کا سارا وقت فن سپہ گری کے سیکھنے میں صرف ہوجاتا (جو اس عہد کا لازمہ تھا) بہ ظاہر ممکن نہ تھا کہ فن خطاطی تک مہارت پیدا کرنے کے لئے کچھ وقت نکال سکیں۔ مگر واقعات ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جنگ کے سورماؤں نے فن خطاطی میں بھی بڑا کمال پیدا کیا تھا ان میں سے بعض کے متعلق متن ہی میں اونکے نام کے ساتھ اس فن میں مہارت کا ذکر کردیا گیا ہے۔ یہاں دوسرے استادان فن اور اونکے شاگردوں کا حال اجمالا بیان کیا جاتا ہے۔

ف ۴۸۴ قرآن مجید میں نقاط و حرکات کے آغاز سے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابو الاسود الدئلی نے حضرت علیؓ کے ایماء سے یہہ کام انجام دیا۔ بعضوں کی تحقیق ہے کہ یحییٰ بن یعمر نے بہ حکم حجاج بن یوسف یہہ کام آغاز کیا۔ بہر حال نقطوں اور حرکات لگانے کا کام خطاطوں کے سپرد رہا۔

(ب) خالد بن ابی الہیاج نے جو خط کوفی کا خوشنویس تسلیم کیا جاتا تھا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں سورۂ والشمس کو طلائی روشنائی سے لکھ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا جسے خلیفہ نے بہت پسند کیا اور خوشنویس کو انعام دیا۔

(ج) عمر بن عبدالعزیز نے اوسی کاتب سے پورا کلام اللہ لکھنے کی فرمایش کی۔ کتابت کی تکمیل کے بعد جب خوشنویس نے مطلا قرآن مجید پیش کیا تو اوس کو انعام دیا گیا۔

(د) ابو یحییٰ ملک بن دینار بھی مشہور خوشنویس تھے جو اجرت سے قرآن شریف کی کتابت کر کے خواہشمندوں کو دیا کرتے تھے۔

مشاہیر خطاط

۴۸۵ خط کوفی کے بعد خط نسخ کا رواج ہوا۔ ابو علی محمد حسین ابن مقلہ[1] جنھوں نے راضی باللہ اور بعد کے تین بادشاہوں کے زمانے میں وزارت کا کام انجام دیا۔ نسخ کے پہلے موجد مانے گئے ہیں۔ اونکی وفات سنہ ۳۲۷ھ میں واقع ہوئی۔ سنہ ۳۲۱ھ میں اون کا لکھا ہوا چھوٹا حمائل رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ہندوستان میں یہہ نایاب نسخہ بہت قابل قدر ہے۔

(ب) نسخ کے بعد نستعلیق کا رواج ہوا۔ ضیاء الحق حسام الدین[2] جلبی جو مولانا روم کے مرید تھے۔ خط نستعلیق کے ماہر تھے اونکے بعد جو مشہور خطاط ہوئے اون کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ خواجہ ذوالفقار[3]۔ خواجہ ہمام الدین[4] (جو سعدی کے ہم عصر تھے جن کی وفات سنہ ۷۱۳ھ میں واقع ہوئی) اونکے بعد نظام[5] الملک طوسی خواجہ نصیر الدین[6] طوسی۔ سلطان اویس[7]۔ یاقوت مستعصمی[8]۔ جن کا پورا نام ابو مجد جمال الدین یاقوت تھا۔ یہہ مستعصم باللہ کے زمانے میں تھے۔ سنہ ۶۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تعریف میں کسی نے کہا ہے۔ ؎

صریر کلک تو در کشف مشکلات خطوط ∴ چنانکہ نغمۂ داؤد در ادائے زبور

یہہ نسخ کے بہترین خطاط تھے کوئی خطاط اون کا حریف نہ ہو سکا۔ اونکے نوشتہ قرآن شریف جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اون کا ذکر جا بجا آئے گا۔ خواجہ عبدالحی[9]۔ ملک معز الدین[10] محمد غوری جن کے بارے میں تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ "خوشنویس قوی دست بود" ال مظفر حاکم شیراز[11] د فارس۔ شاہ منصور[12] (ممدوح حافظ شیرازی) میر علی[13] تبریزی۔ شاہزادہ بایسنغر بن شاہ رخ[14]۔ سلطان ابراہیم[15] بن شاہ رخ۔ مولانا محمد کاتبی[16] نیشاپوری مولانا سیمی[17]۔ یحییٰ واسطی[18]۔ میر کاتب علی[19] کامرانی۔

۴۸۶ بہلول لودھی کے زمانے میں خواجہ عبداللہ[20] مروارید رقم ابن خواجہ شمس الحق وزارت کے منصب پر فائز رہے۔ وفات سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی۔

(ب) بابر[21] خوشنویس تھا جس نے کلام اللہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ روانہ کیا۔

(ج) ہمایون کے زمانے میں خواجہ سلطان علی[22] نامور خطاط گذرے ہیں۔

ف ۴۸۷ اکبر کے زمانے میں خوشنویسوں کی کثرت ہو گئی تھی۔ عبدالصمد شیریں رقم اکبری دربار کے خطاط تھے۔ اشرف خان اکبری دربار کے امیر کبیر تھے۔ میر عبدالرحیم خانخانان خلف بیرم خان بھی اچھے خطاط تھے

(ب) میرزا ایرج و مرزا داراب فرزندان خانخانان عمدہ خطاط تھے۔ توڈرمل کھتری "چابک دست بود" محمد حسین کشمیری جن کا ذکر آئین اکبری میں ہے۔ مرزا فتح اللہ شیرازی جو شیراز سے دکن آئے اور دکن سے ۹۹۰ھ میں دربار اکبری میں آکر ملازم ہوئے۔ یہہ سب کے سب اچھے خطاط تھے۔ فتح اللہ شیرازی کی وفات ۹۹۷ھ میں ہوئی۔

ف ۴۸۸ جہانگیر کے زمانے میں شہزادگان نے اس فن میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ خسرو بن جہانگیر سلطان پرویز بن جہانگیر۔ شہزادہ خرم یعنے شاہ جہان نے فن خطاطی میں مہارت حاصل کی تھی۔

(ب) میر عماد الدین قزوینی اصفہان میں عہد شاہ عباس ثانی کے خطاط تھے۔ جن کو بادشاہ نے ناراض ہو کر ۱۰۲۴ھ میں قتل کرادیا۔

(ج) خلیل اللہ شاہ عراق کے مشہور خطاط ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔

ف ۴۸۹ شاہ جہاں چونکہ خود خطاط تھا اس نے اپنے دور حکومت میں خطاطوں کی سرپرستی کی۔ ملا باقر کشمیری۔ محمد حسین کشمیری۔ مقصود علی میر محمد کاشی۔ حافظ عبداللہ۔ شکر اللہ۔ محمد مقیم "ہر سہ در خط نستعلیق و نسخ و شکستہ کوس کتابت نواختند"

(ب) عبدالرشید دیلمی عرف آقا رشید ہمشیرزادہ و شاگرد میر عماد جب ہندوستان آئے تو دارا شکوہ کے استاد مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ میر اشرف خواجہ سرا۔ سعیدای اشرف۔ عبدالرحمن۔ میر حاجی یہہ سب عبدالرشید دیلمی کے ممتاز شاگرد تھے۔

ف ۴۹۰ اورنگ زیب خود ایک اچھا خطاط تھا۔ اس لئے اسنے بھی خطاطوں کی قدر کی۔ اسی عہد میں سید علی الحسینی جواہر رقم تبریزی ہندوستان آئے۔ شمس الدین علی خان جواہر رقم تبریزی پسر دوم سید علی خان مشہور و معروف خطاط تھے۔

(ب) ہدایت اللہ زریں رقم دہلوی جنھوں نے پہلے محمد حسین کشمیری کی اور بعد ازاں سید علی خان کی شاگردی کی۔ ہدایت اللہ کام بخش کی استادی پر مامور ہوئے۔ میر محمد باقر عالمگیر کے خصوصی خوشنویس تھے۔ انکے علاوہ محمد زاہد۔ میر محمد حسین خلف عبدالرشید دیلمی۔ میر ابو الحسن عرف میر کلن سب شہرۂ آفاق خطاط تھے۔

ف ۴۹۱ فرخ سیر کے زمانے میں حاجی نامدار شہزادوں کے استاد مقرر ہوئے۔ احمد شاہ و عالمگیر ثانی کے وزیر عماد الملک غازی الدین خان پسر نظام الملک بہت اچھے خطاط تھے۔ شاہ عالم کے زمانے میں قاضی عصمت اللہ خان

نسخ میں باکمال خطاط تھے۔ حمایل شریف کی کتابت کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۱۸۶ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ حافظ محمد علی[60]
میرزا جوان بخت کے استاد تھے۔ حافظ عبدالغنی[61] پسر حافظ محمد علی جوان بخت کے فرزندوں کے اور مولوی محمد خلیل[62] مرزا
زخندہ بخت کے استاد تھے۔

ف ۴۹۲ شجاع الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ میں جو مشہور خطاط ہوئے اونکے نام ذیل میں درج ہیں میر محمد
عطا حسین[63] طغرا نویس۔ سید اعجاز[64] رقم خان۔ خلیفہ سلطان[65] شاگرد شیخ نور[66]۔ حافظ نور اللہ[67]۔ حافظ خورشید اللہ برادر حافظ نور اللہ
(ب) آصف الدولہ کے زمانے میں دو میرزا علی[69]۔ میرزا احمد[70] علی زرین رقم تھے۔

ف ۴۹۳ اکبر ثانی کے زمانے میں فیض اللہ[71] برادر عصمت اللہ کلام مجید لکھتے تھے۔ حافظ ابوالحسن[72] شاگرد عصمت اللہ[73]
اکبر ثانی کے استاد رہے۔ حافظ مسعود[74] شاگرد قاضی عصمت اللہ نواب ضابطہ خان نجیب الدولہ کی سرکار میں تھے
عنایت اللہ[75] قاضی عصمت اللہ چاندنی چوک میں بیٹھا کرتے تھے۔

ف ۴۹۴ بہادر شاہ کے زمانے میں مندرجہ ذیل خطاط لال قلعہ کے اندر بہت مشہور ہوئے۔ حافظ ابراہیم
حافظ بقاء اللہ[77] پسر حافظ ابراہیم۔ محمد جان[78] بن میاں محمد عاشوری ملا۔ جو ابوظفر بہادر[79] شاہ کے استاد تھے۔
سید محمد امیر[80] شاہ جہان آبادی تھے۔ غدر میں گولی لگنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ آغا مرزا[81] شاگرد سید محمد امیر
عماد اللہ[82] بیگ پسر عبداللہ بیگ شاگرد سید محمد امیر۔ بدرالدین[83] علی خان مرصع رقم شاگرد شیخ محمد یار[84]۔ خواجہ غلام
نقشبند[85] خان خلف خواجہ یوسف نستعلیق میں یکتائے روزگار تھے۔ میر سوز[86] بھی یگانۂ روزگار مانے گئے۔[1]
(ب) چونکہ خطاطوں کو کتابت قرآنی سے قریب کا لگاؤ ہوتا ہے اس لئے اجمالی بیان یہاں دیا گیا۔
اسکے بعد عہد بابر کے قراء کے انفرادی حالات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

ظہیر الدین محمد بابر سنہ ۹۳۲ھ تا سنہ ۹۳۶ھ

ف ۴۹۵ عالم و ادیب تھا۔ عالموں کی قدر کرتا تھا
پوری زندگی مصائب میں گذری مگر پست ہمت نہوا۔
عالی ہمت۔ بلند حوصلہ۔ عزائم بلند رکھنے والا۔ دھن کا پکا۔ وعدے کا پابند۔ ایک بہادر سپاہی۔ مذہب کا پابند
نماز کبھی قضاء نہیں کی۔ ہر جمعہ کو پابندی سے روزہ رکھتا (فرشتہ) روزانہ تلاوت کا پابند۔ خوشنویس بھی تھا۔
جیسا کہ کہیں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھجوایا۔

مقری مولانا شعیب دہلوی

ف ۴۹۶ والد کا نام ملا نہلج۔ لاہور میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن ہی میں والد
دہلی آگئے تھے۔ آپ بڑے عابد و زاہد۔ عالم و فاضل بزرگ تھے کم سنی

---

[1] تذکرہ خوشنویسان از مولانا غلام محمد ہفت قلم۔ و تذکرہ خطاطین از میرزا سنگلاخ

سے تجوید و قرات کا شوق رہا۔ خوش الحان بھی تھے۔ جب آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تو لوگ سننے کے لئے اکٹھا ہو جاتے۔ جب تک ختم نہ کر لیتے جا نہیں سکتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں "عالم و عامل بود مدر زمانے کہ او قرآن خواندے ہیچ کس را مجال عبور از ان راہ بنوئے اگرچہ بارگران برسر داشتے ایستادہ شدہ، استماع نمودے۔

(ب) بڑے موثر واعظ بھی تھے۔ اکثر لوگوں کو آپ سے فیض پہونچا ہے۔ ابراہیم لودھی اور بابر کے زمانے میں دہلی میں سکونت پذیر رہے۔ ۹۳۶ھ میں وفات ہوئی۔ مزار دہلی میں حوض شمسی کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقبرے کے مغربی جانب ایک گنبد میں واقع ہے۔

مقری شیخ ابوبکر لاہوری

ف ۴۹۷ آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں تجوید و قرات سیکھی تھی۔ مدت العمر تجوید کا درس دیتے رہے۔ دسویں صدی کے اوائل میں آپ کا مدرسہ قرات کیلئے لاہور بھر میں مشہور تھا۔ آپکے شاگردوں میں ممتاز قاری شیخ حسین لاہوری تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

حافظ شیخ احمد بن سید جعفر راوی ہفت قرات

ف ۴۹۸ آپ سید جعفر شیرازی کے فرزند تھے[1] ۸۵۲ھ میں بہ مقام پٹن پیدا ہوئے بارہ سال کی عمر میں احمد آباد آئے۔ قرات سبعہ کی تحصیل والد سے کی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ نود سال کی عمر میں ۹۴۲ھ میں وفات ہوئی۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

قاری سید جلال بن سید احمد

ف ۴۹۹ سید جلال بن سید احمد عرف میران جلال اچھے قاری تھے والد سے تجوید و قرات سیکھی۔ قرآن شریف سے بیحد شغف تھا۔ خاندانی روایات کو برقرار رکھا۔ وفات ۹۴۲ھ میں ہوئی۔

---

[1] سادات شیرازی کے حالات سید احمد بن رفیع الدین نے ۱۰۳۲ھ میں قلمبند کئے۔ جو خاندانی قلمی کتابوں کے ساتھ قاضی نورالدین قاضی بھروچ کے پاس محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا نام "ملفوظ احمدی در فیعی" ہے۔ دوسری تصنیف تذکرہ سادات شیراز کے نام سے قاضی نورالدین موجودہ قاضی کے دادا نے ۱۲۸۵ھ میں لکھی تھی۔ یہ دونوں کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور قاضی صاحب کی اجازت سے انکے اقتباسات یہاں درج کئے ہیں۔

مقری شیخ عبدالقدوس گنگوہی

ف ۵۰۰ سنہ ۸۶۱ھ میں بہلول لودھی کے عہد میں بمقام گنگوہ پیدا ہوئے ذہین وطباع تھے۔ لڑکپن ہی میں علوم سے فارغ ہوئے۔ زاہد وعابد تھے ایک عرصہ تک تجوید وقرات باقاعدہ نہیں سیکھی تھی، اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں! "میں نے دیکھا کہ حضور اکرم کے سامنے بیٹھا ہوں۔ دو آدمی قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ حضور نے فرمایا اس طرح نہ پڑھو۔ پھر خود حضور اکرم نے پڑھکر سنایا تاکہ میں قرات کا علم سیکھ لوں۔ نیز یہ بھی دیکھا کہ آپ اپنی زبان مبارک میرے منھ میں ڈال رہے ہیں وہ بھی اس لئے کہ میں قرات کا علم سیکھ لوں۔" بس اس زیارت کے بعد آپ نے تجوید کی طرف توجہ کی۔ شیخ سلیمان مندوی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس فن کی تکمیل کی اور اس میں کمال حاصل کیا۔ ایک رسالہ "فوائد القرات" کے نام سے لکھا جو طبع نہ ہو سکا۔

(ب) شیخ کے اس خواب سے بھی تجوید کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ جو اصحاب خاص صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں ان کا تجوید وقرات سے نابلد رہنا حضور اکرم گوارا نہیں فرماتے۔ چنانچہ حصول علم کی راہیں کھول دی جاتی ہیں۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی وفات شیر شاہ سوری کے عہد میں سنہ ۹۴۵ھ میں ہوئی۔

مقری حافظ سید محمد ابراہیم ابن احمد ابن حسن بغدادی

ف ۵۰۱ آپ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپکے والد بغداد میں سجادہ نشین تھے آپ سنہ ۹۵۰ھ میں ایران ہوتے ہوئے ہندوستان آئے۔ ملتان۔ لاہور۔ دہلی اور جھانسی ہوتے ہوئے کالپی پہونچے جہاں چند سال قیام کیا پھر واپس چلے گئے۔ آپ راوی ہفت قرات تھے۔ آپ کی ذات سے عوام کو بہت فیض پہونچا۔ مخدوم نظام الدین کاکوروی نے بھی آپ سے استفادہ کیا اور سند حاصل کی۔

مقری امیر ابراہیم بن معین الدین ایرجی ثم دہلوی

ف ۵۰۲ والد کا نام معین الدین بن عبدالقادر حسینی پیدائش بمقام ایرج علاقہ مالوہ میں ہوئی۔ بچپن ہی میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ تجوید وقرات کی تعلیم بھی پائی۔ شیخ بہاؤالدین قادری شطاری کے مرید وخلیفہ ہوئے علم وفضل۔ زہد وتقویٰ میں کمال حاصل تھا۔ ہر شعبۂ علم کی کتابیں آپ تنہائی میں مطالعہ کرتے۔ سکندر لودھی کے زمانہ یعنے سنہ ۹۲۰ھ میں دہلی آئے۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند فرماتے ہیں "در دہلی ہیچ کس بہ دانش او نبودے۔" اکثر اودھ کا دورہ کرتے رہتے تھے۔

(ب) مخدوم نظام الدین کاکوروی آپکے مرید ہوئے۔ امیر ابراہیم کو مخدوم نظام الدین کی تجوید وادائی بہت پسند تھی۔ خود قاری ہونے کے باوجود مخدوم صاحب ہی کو امامت کے لئے بڑھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ادائی خوب ہے۔ جب حافظ سید محمد ابراہیم ابن احمد ابن حسن البغدادی (جن کا تذکرہ فقرہ

(۵۰۱) میں درج ہے) ہندوستان تشریف لائے تو آپ ہی کے پاس کالپی میں مقیم رہے۔

(ج) ۹۵۳ھ میں انتقال ہوا۔ مزار سلطان المشائخ کے روضے میں امیر خسرو کے پائین میں جانب جنوب حجرۂ محراب بزرگ میں واقع ہے۔

(تذکرۂ علمائے ہند از رحمٰن علی و تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی)

قاری سید رفیع الدین صفوی اکبرآبادی ف ۵۰۳ حسنی و حسینی سید ہیں۔ شیراز کے قریب ایک قصبے کے باشندے تھے۔ اولاً وطن ہی میں علوم کی تحصیل کی۔ پھر شیخ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شاگرد ابن حجر عسقلانی سے حدیث و تجوید و قرأت سیکھی۔ پھر ہجرت کرکے حرمین شریفین چلے گئے۔ ایک عرصہ وہاں گذار کر عراق و عرب میں سیاحی کرتے رہے۔ دہلی ہوتے ہوئے آگرہ پہنچے سکندر لودھی کی علمی قدر دانی کی وجہ سے آگرہ میں قیام کیا۔ سکندر لودھی۔ ابراہیم لودھی۔ بابر۔ ہمایوں۔ شیرشاہ سلیم شاہ۔ چھ بادشاہوں کا آپ نے زمانہ دیکھا۔ سب آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ۔ مسافر خانہ اور آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ہزاروں علماء۔ فضلاء۔ غربا اور امراء دور دراز ملکوں سے آکر آپ کی خانقاہ میں فروکش رہتے۔ جہاں ہمیشہ تجوید و حدیث کے درس کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ وفات ۹۵۴ھ میں ہوئی۔ محلہ بلبن گنج آگرہ میں مزار ہے۔ (بوستان اخیار از سید احمد مارہروی)

صدر المجودین حافظ شیخ عبدالملک اکبرآبادی ف ۵۰۴ والد کا نام شیخ عبداللہ ابن شیخ صالح ابن محمود غزنوی خالدی۔ وطن غزنین۔ ولادت ۸۲۶ھ حصول علم کے شوق میں وطن سے نکل کر ہرات پہنچے۔ حافظ محمود تابادانی کی خدمت میں کلام ربانی حفظ کیا۔ اسکے بعد حافظ عثمان ہروی کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم و فنون خصوصاً قرأت سبعہ میں کمال پیدا کیا پھر شیخ زین الدین خوافی سے بیعت ہو کر خلافت لی۔ جب آپ کی بزرگی کا شہرہ سلطان سکندر لودھی تک پہونچا تو اوس نے متواتر عرضداشتیں بھیجکر آپ کو طلب کیا۔ جب آگرہ تشریف لائے تو بیحد تعظیم و تکریم کی۔ اگرچہ آپ نے آگرہ میں سکونت اختیار کی مگر نہ جاگیر لی اور نہ وظیفہ قبول کیا اور نہ اس کے کسی جانشین سے کچھ حاصل کیا۔ آپ کلام ربانی سات قرأت اور چودہ روایت سے تلاوت فرماتے تھے۔ خواہ درویش ہو خواہ مالدار سب کو حسبتاً للہ تعلیم دیتے۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات سے فیض پہنچا۔ ایک سو تیس سال کی عمر میں ماہ رجب ۹۵۶ھ میں وفات پائی۔ آگرے میں دفن ہوئے۔

(ب) آپکے فرزند شیخ محمد خالدی نے آپ ہی کے نقش قدم کی اتباع کی۔ آپ کے شاگرد عبدالکریم بصیر بھی راوئ ہفت قرأت تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

قاری شیخ حسن انصاری شیرازی ثم اکبرآبادی

ف ۵۰۵ والد کا نام شیخ محمود انصاری علوم درسی کی تحصیل شیراز میں کی۔ خوشنویسی میں کمال حاصل کیا۔ جب شاہ اسمٰعیل نے لوگوں کو امامیہ مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا تو آپ والدہ کو ساتھ لیکر حرمین شریفین چلے گئے۔ ایک عرصہ تک قیام کرکے فن تجوید و قرأت اور علم حدیث کی تحصیل کی۔ وہاں سے بحری راستے سے سلطان مظفر گجراتی کے زمانے میں احمد آباد تشریف لائے۔ یہاں چند روز قیام کیا۔ جب سلطان سکندر لودھی نے آگرہ بسایا تو آپ احمد آباد سے آگرہ آگئے۔ سلطان نے نہایت دلجوئی اور تعظیم و تکریم سے آپ کو آگرے میں ٹھیرایا۔ آپ قرآن و حدیث کی کتابت سے قوت بسری فرماتے تھے۔ اور درس و تدریس میں لگے رہتے تھے ۱۸ رجب ۹۵۶ھ کو وفات پائی۔ احاطہ کھیری ریوانی میں عظیم الشان گنبد میں دفن ہوئے۔ مگر اب تعویذ تربت بھی باقی نہیں رہا۔ (بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی)

قاضی قاضن السندھی

ف ۵۰۶ والد کا نام ابن سعید بن زین الدین البھری۔ بھکر علاقہ سندھ میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن و تجوید و قراءت کی تکمیل کے بعد فقہ۔ حدیث و تفسیر و تصوف جیسے علوم کی تحصیل کی۔ سفر کی طرف بہت مائل تھے۔ چنانچہ حرمین شریفین کی زیارت اور بلاد اسلامیہ کے سفر کے بعد اپنے وطن واپس آئے۔ حسین شاہ نے بھکر کی قضاءت کی سند دی۔ ایک عرصہ تک قضاءت و درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ وفات ۹۵۰ھ میں ہوئی (نزہت الخواطر جلد چہارم)

قاری حسام الدین برہان پوری

ف ۵۰۷ آپ کے والد کا نام عبدالملک۔ جونپور سے آکر برہان پور میں مقیم ہوئے۔ آپ کا خاندان علمی تبحر میں ممتاز تھا۔ شیخ باجن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خود بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کے فرزند شیخ علاء الدین علی متقی بھی بڑے عالم و فاضل و مایہ ناز بزرگ گذرے ہیں۔ قاری حسام الدین کا انتقال ۹۶۰ھ میں ہوا۔ برہان پور میں دفن ہوئے

(تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی)

قاری شاہ فضل اللہ کاشانی گجراتی

ف ۵۰۸ مظفر شاہ کے زمانے میں ایک جید قاری شاہ فضل اللہ جو کاشان کے رہنے والے تھے احمد آباد آئے۔ شاہ غزنین سے ارادت پیدا ہوئی۔ انھیں کے خانقاہ میں رہنے لگے۔ ان ہی سے خلافت حاصل کی۔ ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ۹۴۶ھ میں محمود شاہ ثالث کے زمانے میں انتقال ہوا۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔

قاری حافظ شیخ حسن ابن موسیٰ احمد آبادی

ف ۵۰۹ والد کا نام شیخ موسیٰ۔ ولادت احمد آباد میں ہوئی۔ لڑکپن میں تجوید و حفظ کی تکمیل کی۔ پھر علوم

درسیہ کی طرف توجہ کی۔ اچھے عالم ثابت ہوئے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گذار دی۔ ۱۱ رجب ۹۶۳ھ کو وفات پائی۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

ابراھیم قطب شاہ ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ

ف ۵۱۰ ابراھیم قطب شاہ کو اشاعت علم سے بڑی دلچسپی تھی اوسکے زمانے میں حسین شاہ ولی نے ایک بڑا مدرسہ گولکنڈہ میں قائم کیا جس میں طلبار کی تعلیم و اقامت کا انتظام تھا۔ حسین شاہ ولی اس مدرسے کے صدر تھے گولکنڈہ میں اب بھی اس مدرسے کے کھنڈر قابل دید ہیں۔ حسین شاہؒ کی درگاہ قطب شاہی گنبدوں سے بڑے لنگم پلی کے راستے پر واقع ہے۔

مقری حافظ شیخ علاء الدین علی متقی

ف ۵۱۱ شیخ علی متقی ابن شیخ حسام الدین ابن عبد الملک المتقی القادری الشاذلی والمدنی الچشتی۔ آبائے کرام جونپوری تھے آپ بمقام برہان پور ۸۸۵ھ میں تولد ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ کے والد آپ کو شیخ باجن کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نے دعا دی۔ چند ہی روز کے بعد والد کا انتقال ہوگیا۔ جوانی میں شیخ عبد الحکیم بن شاہ باجن کی خدمت میں حاضر ہوکر خرقۂ چشتیہ پہنا۔ ملتان پہونچے تو شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں رہکر علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ ایک جید عالم ہوئے۔ کچھ روز احمد آباد میں قیام کیا

(ب) ایکمرتبہ آپ کو خیال ہوا کہ انصاف رسانی کا ثواب بے شمار ہے اس لئے یہہ کام انجام دینا چاہئیے نیز یہہ تجربہ بھی مقصود تھا کہ شغل دنیا اور حضوری و جمعیت قلب ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ سلطان محمود نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور آپ کو دار العدالت کا صدر مقرر کیا۔ حضرت کی نرمی دیکھکر ماتحت عہدیداروں نے رشوت لینی شروع کر دی۔ بادشاہ کو خبر پہونچی کہ علی متقی نے رشوت لینی شروع کر دی ہے مگر اوس کو باور نہ آیا۔ لوگوں نے حضرت سے بھی اس کا ذکر کیا۔ آپ نے اصلاح کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تو عصا اٹھاکر روانہ ہوگئے فرمایا کہ "این ہر دو کار جمع نمی شود"۔ چند روز کے بعد آپ ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے وہاں مقری ابوالحسن بکری۔ بعدازاں مفتی حرم محترم شیخ القراء ابن حجر مکی پھر شیخ القراء شیخ محمد بن محمد السخاوی کی شاگردی کی۔ قراءت و حدیث و فقہ کی تکمیل کے بعد تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ آپکی ذات ایک عرصہ تک مرجع خلائق رہی۔ ف ۵۱

ف ۵۱ شیخ علی متقی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۲) مآثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی (۳) تاریخ برہانپور از خلیل الرحمن برہانپوری (۴) تحفۃ الکرام از علی شیر قانع (۵) مرأت احمدی جلد دوم

(ج) آخر میں آپکے استاد شیخ ابن حجر مکی سلہ خود کو "تلمیذ می خواند و رسم ارادت بجا آورد" (مآثر الکرام از غلام علی آزاد) اقصائے عالم کے متعدد عالموں نے فقہ و حدیث میں آپ سے درس حاصل کیا۔ بیس سال کی محنت سے آپ نے کنز العمال ترتیب دی۔ شیخ ابوالحسن فرماتے تھے کہ جلال الدین سیوطی کا احسان اہل علم پر ہے اور شیخ علی متقی کا احسان سیوطی پر ہے۔" علمائے حجاز آپکے کمال علم وفضل و ولایت وکرامت پر اتفاق رکھتے تھے۔ آپ اپنی زندگی میں اتباع سنت کا بدرجہ اتم خیال رکھتے تھے۔

(د) ۲ جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ کو (۹۰) سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے وہاں کا عام رواج یہی ہے کہ ایک قبر میں چند ماہ کے فصل سے کئی میتیں دفن کی جاتی ہیں کیونکہ اس سرزمین کی خاصیت ہے کہ تین چار ماہ میں اجزائے بدن مٹی میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ حضرت کے انتقال کے چودہ پندرہ سال کے بعد آپ کے برادر زادہ سید احمد کا انتقال ہوا تو رواج کے مطابق آپ کی قبر جدید میت کو دفن کرنے کے لئے جب کھولی گئی تو جسم مبارک مع کفن کسی تبدیلی کے بغیر جوں کا توں پایا گیا۔ سلہ

(ہ) ۵۱۲ علی متقی علم اور طالب علموں کی خدمت کو عبادت کا ایک جزو تصور کرتے تھے۔ طلباء میں کتابیں اور قلمیں مفت تقسیم کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے سیاہی تیار کر کے اہل علم میں تقسیم کیا کرتے تھے درس دیتے وقت ہاتھ سیاہی گھوٹنے میں مصروف رہتا۔ اس زمانے میں کتابوں کی فراہمی ایک مشکل مسئلہ تھا اس لئے علی متقی نادر کتابیں جمع کرتے۔ جہاں اور جس ملک کو ضرورت ہوتی روانہ کر دیتے۔ نیز نادر کتابوں کی نقلیں کراتے۔ ضرورتمندوں کو دیتے۔ مولانا مناظر احسن مرحوم نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں نادر کتب کی فراہمی کا بڑا ذریعہ حضرت شیخ کا یہ طرز عمل بھی ہوگا۔

(ح) علی متقی بڑے اچھے خوشنویس بھی تھے۔ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ نے قرآن شریف اپنے

سلہ شیخ ابن حجر مکی کا پورا نام شیخ شہاب الدین تھا۔ اکابر علمائے متاخرین میں سے تھے۔ ۹۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں والد کا انتقال ہوا۔ شمس الدین ابن حمائل و شمس الدین نیشاپوری کے زیر تربیت رہے جامع ازہر میں داخل ہو کر حفظ قرآن و قرأت سبعہ کی تکمیل زکریا الانصاری سے کی جو ایک واسطے سے الجزری کے شاگرد تھے۔ حدیث میں مستند علماء سے اجازت حاصل کی۔ دو مرتبہ حج کیا۔ دوسرا حج ۹۴۰ھ میں ادا کیا اور اسکے بعد مکہ معظمہ میں مقیم ہو کر تدریس و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

سلہ ملاحظہ ہو تاریخ برہان پور از خلیل الرحمٰن برہان پوری

ہاتھ سے لکھا جو صرف ایک ورق پر ہے۔

ف ۵۱۳ حضرت کے شاگرد کثیر التعداد تھے جن میں سے جو ہندوستان میں مشہور ہوئے وہ یہہ ہیں:۔ (۱) عبدالوہاب متقی (۲) شیخ محمد طاہر قاضی القضات عبدالوہاب بھورا۔ (۳) شیخ ابو محمد المعروف بہ ابوجیو ابن شیخ خضر (۴) شاہ محمد فضل اللہ نائب رسول اللہ۔ یہہ سب چوٹی کے عالم و فاضل و قاری تھے۔

مقری ملا حکیم سندھی

ف ۵۱۴ سندھ کے باشندے تھے۔ جید قاری تھے۔ ۹۸۸ھ میں آپ برہانپور پہونچے۔ بہت جلد آپ کی شہرت دور دور پہونچ گئی۔ تجوید و قراءت کا درس دیا کرتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے قراءت سیکھی اون میں سے مشہور شاگرد حافظ قاری جند اللہ برہانپوری تھے۔

قاری شیخ ابو محمد المعروف بہ ابوجیو اسیر گڑھی

ف ۵۱۵ میران محمد شاہ فاروقی کے عہد سلطنت میں شیخ بہاء الدین احمد آباد سے برہان پور آکر قلعہ اسیر گڑھ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۹۲۸ھ میں ابوجیو تولد ہوئے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ سترہ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت پائی شاہ جلال بن شاہ نظام الدین سے سلوک لے لیا۔ نو سال تک سخت عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ قائم اللیل و دائم الصوم تھے کچھ عرصہ تک جذب غالب رہا۔ شیخ جلال الدین کی وفات کے بعد حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے مکہ معظمہ میں علی متقی کے حلقہ تعلیم و تلقین میں شریک رہے۔ واپسی پر برہان پور میں قیام کیا۔ آپ خوش الحان بھی تھے۔ جب قرآن سناتے تو لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ آپ کی وجہ سے برہان پور میں قراءت کا خوب چرچا رہا۔ ۹۹۲ھ میں برہان پور ہی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہیں۔ [۱]

علی عادل شاہ اول ۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ

ف ۵۱۶ تعلیم و تعلم سے گہرا شغف تھا۔ علماء کی قدر کرتا تھا۔ ایک مدرسہ ۹۷۴ھ میں بیجاپور میں قائم کیا جس میں قراءت و تفسیر و حدیث و فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ جہاں کے اساتذہ نامی گرامی علماء تھے۔ شیراز سے ملا فتح اللہ شیرازی کو بلاکر صدر مدرس مقرر کیا۔ ملا صاحب کیلئے چالیس ہزار اشرفیاں بھیجی گئی تھیں دو تین سال رہکر ملا فتح اللہ اکبر بادشاہ کے پاس چلے گئے جہاں ۹۹۶ھ میں اون کا انتقال ہوا۔

(ب) کنز المعانی فی شرح حرز الامانی (تصنیف جعبری) کا قلمی نسخہ حال میں رامپور کے کتب خانہ

---

[۱] تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی و تاریخ برہان پور از محمد خلیل الرحمن

ے دہلی منتقل ہوا۔ اوس پر ایک تحریر ہے جو ۹۶۶ھ بمقام بیجاپور لکھی گئی تھی۔ یعنی اس سنہ میں یہہ کتاب بیجاپور میں تھی اوس کے بعد یہہ نسخہ مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ وہاں سے دمشق میں منتقل ہوا۔ ان مقامات پر تحریر ۹۷۹ھ میں لکھی گئی۔

جلال الدین محمد اکبر ۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ وفات ۵۱۷ اس خوش قسمت بادشاہ کے عہد میں علم وادب کو بہت فروغ ہوا۔ بڑے بڑے اساتذہ فن آگرہ اور دربار شاہی میں جمع تھے۔ اکبر نے کئی مدرسے قائم کئے۔ ایک آگرہ میں۔ ایک فتح پور سیکری میں جس کی بناء ۹۷۹ھ میں پڑی۔ بعض مدرسے جو پہلے سے جاری تھے اونکی سرپرستی کی گئی۔ شیخ مبارک کا مدرسہ آگرہ میں ۹۵۰ھ ہی سے قائم تھا۔ پچاس سال سے زیادہ شیخ مبارک نے اس مدرسہ کی خدمت کی۔ حضرت باقی باللہ کا مدرسہ دہلی میں قائم تھا جس میں کئی ہزار طلباء زیر تعلیم تھے۔

(ب) شیخ الاسلام ابن طیب کے پاس سبعہ کے حاشیہ والا قرآن شریف کا ایک نسخہ تھا جو خواجہ عبیداللہ احرار کا مملوکہ بتلایا جاتا ہے۔ یہہ نسخہ شیخ الاسلام نے ۹۰۹ھ میں اپنے فرزند کو ہبہ کیا تھا

راس المجودین میر سیف الدین راوی ہفت قراءت ابن قاری حبیب اللہ امیر کلاں کاکوروی وفات ۵۱۸ آپ کے حالات حصہ اول میں نمبرجات ۱۸۹ تا ۱۹۱ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

حافظ قاری شیخ عبدالمومن چشتی اکبرآبادی وفات ۵۱۹ والد کا نام شیخ محمد امین ابن شیخ خلیل چشتی موروث مانڈو میں رہتے تھے۔ جد امجد نے دہلی کی سکونت اختیار کی۔ بارہ برس کی عمر میں خداشناسی کا شوق پیدا ہوا۔ گھر سے نکل کر پہلے اجمیر شریف گئے وہاں سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہوکر بارہ سال تک مختلف ملکوں کی سیاحت کی حفظ وقراءت کی تکمیل کی۔ پھر اجمیر واپس آئے جہاں چھہ ماہ تک معتکف رہے۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں آگرہ آکر والد سے خرقہ حاصل کیا۔ روزانہ چار دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔ نود سال کی عمر میں ۲ر شوال سنہ ۹۷۰ھ کو وفات پائی آگرہ میں دفن ہوئے۔ (بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی)

شیخ القراء شیخ محمد خالدی ابن عبدالملک راوی ہفت قراءت وفات ۵۲۰ آگرہ آپ کی جائے ولادت ہے اپنے والد مقری عبدالملک سے جو راوی ہفت قراءت تھے۔ تجوید وقراءت۔ علوم ظاہری وفیض باطنی حاصل کیا۔ باپ بیٹے دونوں حسبۃً للہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ تمام عمر درس وتدریس میں گزار دی۔ عوام سے اجرت حاصل کرنے کا تو ذکر ہی کیا

کسی بادشاہ سے جاگیر یا وظیفہ قبول نہیں کیا۔ نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ کثرت سے روزے رکھنے کا باوجود عبادت گذاری میں کمی نہ ہوتی تھی۔ آپ نے کبھی سلا ہوا کپڑا نہ پہنا۔ صرف تہمد اور چادر آپ کا لباس تھا۔ حضرت غوث اعظم سے گہری عقیدت تھی اور آپ ہی کے سلسلے میں بیعت تھے وفات ۱۴ رجب ۹۸۰ھ کو ہوئی۔ اگرچہ آگرہ میں مدفون ہیں مگر مزار کا پتہ نہیں ہے۔ (برکات الاولیاء از امام الدین۔ و بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی)

قاری شیخ عبدالعزیز شکربار دہلوی

ف ۵۲۱ شیخ حسن نامی ایک بزرگ کے چھوٹے صاحبزادے تھے ولادت ۸۹۸ھ قاضی محمد یوسف ناصحی کے مرید و خلیفہ تھے حاجی عبدالوہاب سے خرقہ سہروردیہ۔ شیخ بہاء الدین قادری شطاری سے خرقہ قادریہ حاصل کیا۔ علوم شریعت وطریقت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ لڑکپن ہی سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ تمام عمر یادالہی میں بسر کی۔ قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ بڑے حلیم و متواضع تھے وفات ۹۷۵ھ میں ہوئی۔ وفات کی تفصیلات غلام علی آزاد سناتے ہیں کہ ایک قاری حضرت کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ارشاد ہوا کچھ سناؤ انھوں نے خوش الحانی کے ساتھ سورہ قٓ کی تلاوت شروع کی۔ جب نحن اقرب الیہ من حبل الورید پر پہنچے تو آپ میں وجد کی کیفیت محسوس ہوئی۔ قاری صاحب مزاج دان تھے آیت ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم تلاوت کی۔ شیخ پر وارفتگی کا عالم طاری ہوا۔ تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ "چون سورت تمام کرد و آیت سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین خواند۔ شیخ ہر دو دست بر روئے بردہ فرود آوردہ و بر سینہ فیض گنجینہ برد۔" اہل مجلس کی نظر اسی پر تھی کہ اچانک انھیں محسوس ہوا کہ "جان بجانان تسلیم نمود۔" (مآثر الکرام) دہلی دروازے کے قریب ہندیوں میں صحن مسجد فیروزی میں دفن ہوئے (تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی و تاریخ اولیائے صوبۂ دہلی از رکن الدین نظامی)

مولانا مقری جلال الدین تھانیسری

ف ۵۲۲ آپ فاروقی النسل قاضی محمود کے فرزند تھے ولادت بمقام بلخ۔ ۸۹۴ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں بلخ سے ہندوستان آئے۔ اوسی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ سترہ برس کی عمر میں علوم معقولی و منقولی و قراءت و تجوید کی تکمیل کی۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے مرید ہوئے۔ ایک مدت تک ریاضت کر کے مرتبہ کمال کو پہنچے۔ ایک بڑا مدرسہ قائم کیا۔ اس میں درس دیتے تھے۔ اسّی سال تک روزانہ ایک دفعہ قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ صائم الدہر و قائم اللیل تھے۔

(ب) جلال الدین اکبر جب ۹۷۹ھ میں تھانیسر گیا تو آپ سے مل کر بہت خوش ہوا فیضی ابوالفضل بیربر۔ یہہ سب حاضر خدمت ہوتے تھے۔ صاحب مرآۃ الاسرار کے بموجب تاریخ وفات ۱۴ ذی الحجہ ۹۷۹ھ ہے خزینۃ الاصفیاء میں سنہ وفات ۹۸۹ھ درج ہے۔ چنانچہ مادۂ تاریخ وفات یہہ ہے:۔

"دگر نیست مہتاب عزو جلال" ۹۸۹ھ مزار تھانیسر میں موجود ہے [۱]

شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی اکبر آبادی

وف ۵۲۳ والد کا نام شیخ بہاء الدین ابن شیخ بدرالدین ابن شیخ سلیمان ابن شیخ آدم ابن شیخ معروف ابن شیخ موسیٰ ابن شیخ مودود ابن شیخ بدرالدین ابن بابا شیخ فرید گنج شکر۔ شیخ سلیمان نے لدھیانہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ شیخ بہاء الدین دہلی آ گئے جہاں شیخ سلیم ۸۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ نو سال کا سنہ تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ بڑے بھائی موسیٰ جی نے پرورش کی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے سفر کرنا چاہا مگر بڑے بھائی نے اجازت نہ دی۔ چودھویں سال آپ سرہند پہونچکر علوم حاصل کئے۔ تجوید و قراءت فقہ و حدیث کی سند لی۔

(ب) ۹۰۲ھ میں پا پیادہ حرمین شریفین جانے کا ارادہ کیا۔ مدینہ پہونچکر حضرت ابراہیم عرب کے درس میں شریک ہوئے جو بزرگ خواجہ فضیل عیاض کے سجادہ نشین اور اون کی چھٹی پشت میں تھے اون سے بیعت کی۔ مدارج فقر و ریاضت طے کرکے خلافت حاصل کی۔ نیز حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا۔ چھبیس سال مدینہ میں مقیم رہے۔ ۲۴ حج ادا کئے۔ بغداد آ کر عبدالقادر گیلانی کے مزار پر معتکف رہے۔

(ج) ۹۲۹ھ میں اپنے وطن مالوف فتح پور سیکری واپس آئے۔ پہاڑوں میں رہنے لگے۔ وہیں ایک مسجد تعمیر کی جس میں مدرسہ بھی تھا۔ ۹۳۱ھ میں پھر حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ بعد فراغ حج مصر تشریف لے گئے جہاں تیرہ سال قیام کرکے اور مزید ۱۴ حج کرکے ۹۴۴ھ میں وطن واپس آئے۔ ۹۶۲ھ میں تیسری مرتبہ سفر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ شریف کے دوران قیام میں حضور اکرم نے حج کے بعد ہندوستان لوٹ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ فوراً واپس آئے۔ مسجد و خانقاہ کو وسیع فرمایا۔

(د) ۹۷۶ھ میں اکبر آپ کی خدمت میں حصول دعا کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت کی دعا سے جہانگیر پیدا ہوا۔

(ھ) حضرت کی وفات ۹۷۶ھ میں ہوئی۔ فتح پور سیکری میں ایک بڑے گنبد میں دفن ہیں۔

(و) حضرت کی زندگی ہی میں فتح پور علمی۔ تمدنی اور ثقافتی مرکز بن گیا تھا۔ یہاں کے عالم یکتائے زمانہ سمجھے جانے لگے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی مدرسہ و خانقاہ کو اکبر و جہانگیر کی سرپرستی حاصل رہی اور مدرسہ برابر ترقی کرتا رہا۔

---

[۱] مرآۃ الاسرار۔ تذکرہ اولیائے ہند۔ خزینۃ الاصفیاء۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں۔

قاری ملا امیر دہلوی ف ۵۲۴ آپ دہلی کے باشندے تھے۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قرأت سیکھی تھی۔ خوش الحان بھی تھے۔ اوس زمانے میں دہلی جیسے مقام میں خاصی شہرت تھی۔ آپ شاعر بھی تھے۔ سلہ

قاری حافظ محمد حسین دہلوی ف ۵۲۵ دہلی کے باشندے تھے۔ کم عمری میں حفظ کر لیا تھا۔ قراءت اور علوم حدیث و تفسیر کی تحصیل بعد میں کی آپ تاریخ کے ماہر اور ایک اچھے شاعر تھے۔

(ب) شرح منشور بر شمائل النبی ابی عیسیٰ ترمذی و ترجمہ منظوم شمائل آپ کی تصنیفات ہیں ۹۸۱ھ میں بمقام دہلی انتقال ہوا۔

قاری مولانا میر کلاں ف ۵۲۶ آگرے کے باشندے تھے۔ والد کا نام جمال الدین جن کا انتقال میر کلاں کی صغر سنی ہی میں ہو گیا تھا۔ آپکی والدہ بڑی عالمہ تھیں جن کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔ میر کلاں کو بچپن سے حصول علم کا شوق رہا۔ اس سلسلے میں آپ نے پہلے اپنی والدہ سے استفادہ کیا۔ اوسکے بعد علمائے وقت کی خدمت میں حاضر ہوئے تجوید و قراءت۔ تفسیر و حدیث میں مہارت حاصل کی۔ فن حدیث میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ زہد و تقوی تو فطرت ثانیہ بن گیا۔ اس خیال سے شادی نہ کی کہ شاید بیوی ماں کی خدمت انجام نہ دے سکے۔ خود والدہ کی خدمت کرتے رہے۔ اکبرنے آپ کو جہانگیر کا استاد مقرر کیا تھا۔ ملا علی قاری بن سلطان محمد جو ہرات کے رہنے والے تھے وہ حجاز جانے سے قبل تک حضرت سے استفادہ کرتے رہے۔

(ب) ۹۸۱ھ میں میر کلاں کا انتقال ہوا جبکہ آپ کی والدہ بقید حیات تھیں۔ بوقت وفات قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ باکمال سیدہ نے جب یہ خبر سنی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ تجہیز و تکفین کی اجازت دیدی اور پھر تلاوت میں مصروف ہو گئیں۔ میر کلاں آگرے میں دفن ہیں سلہ

راس المقرئین مخدوم نظام الدین کاکوروی راوی ہفت قرائت ف ۵۲۷ آپ کے تفصیلی حالات مہر جلد اول میں فقرہ جات ۱۹۲۔ تا ۲۰۰ میں درج ہیں۔

قاضی القضات مجد الدین طاہر عبدالوہاب بھورا ف ۵۲۸ پٹن (نہروالہ) علاقہ گجرات کے باشندے تھے۔ ولادت ۹۱۴ھ۔ اہل بواہیر کے عالم و فاضل

سلہ نفحۃ الکرام از علی شبیر قانع جلد سوم
سلہ آثار خیر از سعید احمد مارہروی۔ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا اختر دہلوی و نزہت الخواطر

آپ کا نام شیخ محمد بن طاہر نہر والہ تھا۔ جب حج کے لئے حرمین گئے تو علی متقی کی صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ قرارت و حدیث میں سند حاصل کی۔ اپنے عقائد سے تائب ہو کر علی متقی کے مرید ہو گئے۔ بڑے مخلص بزرگ تھے صاحب مآثر الامراء لکھتے ہیں " در ورع و فن حدیث یگانۂ روزگار بود۔"

(ب) کہ معظمہ سے واپسی کے بعد آپ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بوا ہیر کی پیشانی سے شیعت کا داغ نہ مٹاؤں گا۔" دستار بر سر نہ بندم" اسی کوشش میں سرگردان رہتے تھے۔ شہنشاہ اکبر جب آپ سے ملا تو آپ کی قابلیت سے بہت متاثر ہوا اور اونکے سر پہ دستار یہہ کہکر باندھی کہ" ایفائے نذر شما بر ذمہ من است۔" چنانچہ اکبر کے ایماء پر صوبیدار گجرات نے یہہ کام کیا۔ مگر جب خانخانان صوبیدار ہوئے تو وہ کام ختم ہوگیا۔ آپ کو پھر غصہ آیا اور شکایت کی غرض سے شہنشاہ اکبر کے پاس جا رہے تھے۔ راستے میں مہدویوں کے ایک گروہ نے آپ کو شہید کر دیا کیونکہ کبھی کبھی آپ فرقہ مہدویہ کے خلاف بھی فریاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مصنف گلزار ابرار لکھتے ہیں۔" در شکست گروہ مہدویان می کوشیدند۔ درمیان اجین وسارنگ یک گروہ اوناشناختہ بروتاخت و شہید کرد۔" شہادت ۹۸۶ھ میں ہوئی۔ احمد آباد میں ایک محلہ آپکے نام پر وابہ گنج مشہور ہے۔

(ج) علم حدیث میں جو کتابیں لکھیں اونمیں شرح صحاح ستہ مسمیٰ بہ مجمع البحار بہت مشہور ہے اکثر درس وتدریس میں مصروف رہتے تھے۔ اثنار درس میں طلبار کے لئے سیاہی حل کرتے۔ یہہ اپنے استاد علی متقی کی اتباع تھی۔[1]

(د) فرزند اکبر شیخ الاسلام فرزند دوم سراج الاسلام دونوں بڑے عالم و فاضل۔ متدین و عابد تھے جن کے حالات بہ لحاظ سلسلہ بیان کئے جائیں گے۔

قاری حافظ شیخ احمد چاپانیری | ف ۵۲۹ وطن چاپانیر جو برودے سے متصل علاقہ گجرات میں واقع ہے۔ والد کا نام شیخ جلال۔ لڑکپن ہی میں فن تجوید و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ حفظ بھی کیا۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ آپ کلام اللہ کے ساتھ تفسیر و لغات کے بھی حافظ تھے بڑے خوش الحان تھے کہتے ہیں کہ جب آپ تلاوت کرتے تو سننے والوں کو ہوش نہ رہتا تھا۔ مستانہ وار سماع کرتے تھے۔ شیخ صدر الدین ذاکر کے مرید ہوئے۔ درس و تدریس میں بہت وقت صرف کرتے تھے آپکے چھوٹے بھائی شیخ محمود انڈو میں تھے۔ شیخ احمد کا انتقال ۹۸۰ھ میں ہوا۔ برودہ میں دفن ہیں۔[2]

---

[1] مآثر الامراء۔ تحفۃ الکرام۔ گلزار ابرار۔ اخبار الاخیار۔

[2] برکات الاولیاء، از امام الدین احمد۔

قاری شیخ بلال تھانیسری

ف ٥٣٠ عالم و قاری تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بالآخر آپ کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ وقت کا کثر حصہ درس و تدریس میں گذارتے تھے ٩٨٩ھ میں انتقال ہوا۔ ١؎

مقری عبدالمعطی مکی ثم احمد آبادی

ف ٥٣١ شیخ عبدالمعطی باکثیر المکی بن الحسن بن عبداللہ ثم الہندی و احمد آبادی۔ عالم کبیر۔ اچھے قاری و محدث تھے ولادت ٩٠٥ھ میں بہ مقام مکہ مکرمہ ہوئی۔ وہیں تربیت پائی فن تجوید و قراءت کے ماہر تھے آپکے شیوخ میں شیخ الاسلام زکریا الانصاری مشہور قاری و مقری بھی تھے۔

(ب) ہندوستان آکر آپ نے دہلی میں قیام فرمایا۔ امرائے دربار نے آپ سے قراءت سیکھی نواب سالار جنگ مرحوم کے کتب خانہ میں ایک حمائل موجود ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یاقوت مستعصمی کی لکھی ہوئی ہے۔ اکبر کے دربار کے ایک امیر نے مقری عبدالمعطی سے تجوید و قراءت سیکھ کر اوس پر سنداً تحریر کر دیا تھا۔

(ج) مقری عبدالمعطی صاحب دہلی سے احمد آباد آگئے اور وہاں درس و تدریس میں لگے رہے۔ ذی الحجہ ٩٨٩ھ میں انتقال ہوا۔ ٢؎

قاری رفیع الدین ابن جلال شیرازی

ف ٥٣٢ آپ احمد آباد کے خاندان شیرازیہ کے ایک فرد تھے والد کا نام سید جلال الدین شیرازی تھا۔ آپکے خاندان میں قراءت سبعہ کی تعلیم اباً عن جدٍ چلی آرہی تھی۔ آپ نے بھی درس و تدریس میں حصہ لیا ٩٨٩ھ میں وفات پائی ٣؎

شیخ القراء مبارک بہلول ابراہیم قاری سبعہ

ف ٥٣٣ وطن ڈھاکہ۔ آپ ہمایون اور اکبر کے زمانے میں بنگال میں مشہور مقری تھے۔ آپ سبعہ قراءت کے اچھے جاننے والے تھے۔ ایک عرصہ تک سبعہ قراءت کا درس دیا۔ شاگردوں کے اصرار پر سبعہ قراءت پر ایک کتاب فارسی میں تصنیف کی۔ جس کا نام معدن القراءات رکھا۔ یہہ تصنیف ٩٨٤ھ میں ختم ہوئی۔ تصنیف کی تاریخ اس شعر سے نکلتی ہے۔

دلکش آمد چونکہ تصنیفم پے تاریخ ئے ؛ کاتب لوح قضا "تصنیف دلکش" زد رقم
٩٨٤ھ

١؎ آثار خیر از سعید احمد آگرہ۔ ٢؎ نزہت الخواطر ؍
٣؎ تذکرہ سادات شیرازیہ۔

یہ کتاب (۱۸۷) اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے قلمی نسخے بعد ازاں کئے گئے۔ اونمیں سے ایک سنہ ۱۰۴۳ھ میں شاہجہاں کے زمانے میں لکھا گیا۔ یہ قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

شیخ القراء حاجی حافظ شیخ محمد بن احمد الفاکہی المکی

ف ۵۳۴ ولادت بہ مقام مکہ سنہ ۹۲۳ھ۔ جمیع علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپکے اساتذہ میں شیخ ابوالحسن البکری۔ شیخ الاسلام حجر الھیتمی۔ شیخ محمد بن الخطاب ہیں۔ جو سب مکے کے علماء تھے حضرموت اور زبید کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد نود ہے۔

(ب) قراءت میں شاطبیہ پڑھی۔ کلام مجید حفظ کیا۔ پھر قراءت سبعہ تجوید کے ساتھ حاصل کیں اوس کے بعد ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان آئے۔ حضرمی نے کہا کہ اون سے قبل ان جیسا شریف و علامہ عرب سے ہندوستان نہ آیا تھا۔ سنہ ۹۵۷ھ میں حجاز واپس چلے گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر سنہ ۹۶۰ھ میں دوبارہ ہندوستان آئے۔ احمد آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ تیس سال درس و تدریس و خدمت خلق انجام دینے کے بعد سنہ ۹۹۲ھ میں احمد آباد میں وفات پائی۔ وہیں دفن ہیں۔[1]

قاری سید شمس الدین یحییٰ بدخشانی

ف ۵۳۵ آپ کا مولد و مسکن بدخشان تھا۔ وہاں سے سمرقند آئے بزرگوں سے استفادہ کرتے رہے۔ تجوید لڑکپن ہی میں سیکھی تھی۔ آپ "میر بزرگ" کی عرفیت سے مشہور تھے لوگ "میر بلبل" بھی کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ بڑے خوش الحان تھے۔ جب تلاوت فرماتے تو بلبلیں آپ کے گرد جمع ہو جایا کرتیں۔ کابل میں سنہ ۹۹۴ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے فرزند خواجہ میر نعمان تھے جو مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے خلفائے کبار سے تھے۔

شیخ القراء علامہ شیخ وجیہہ الدین علوی

ف ۵۳۶ علامہ شیخ وجیہہ الدین احمد علوی بن شیخ نصر اللہ بن سید بہاء الدین المکی۔ شیخ صاحب کے دادا سید بہاء الدین المکی عرب سے ہندوستان سلطان محمود ثانی کے عہد حکومت میں تشریف لائے اور محمد آباد (چاپانیر) کو اپنا مسکن بنالیا۔ یہیں شادی ہوئی اور یہیں انتقال ہوا۔ آپ کے فرزند شیخ نصر اللہ تھے جنھوں نے چاپانیر ہی میں قیام کیا۔ شاہ وجیہہ الدین چاپانیر میں محرم سنہ ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ عماد الدین طاری کی شاگردی میں ۲۲ سال علوم کے اکتساب میں گذارے۔ تجوید و قراءت سے واقف تھے۔ احمد آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے مدرسے کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ جس میں آپ نے ۶۵ سال تک تعلیم دی۔ آپ کی

---

[1] نزہت الخواطر از عبد الحی ناظم ندوۃ العلماء۔

بہ کثرت تالیفات رسائل وحواشی کی صورت میں موجود ہیں۔

(ب) آپ شیخ علی متقی کے ہم عصر تھے۔ محرم ۹۹۸ھ میں انتقال ہوا۔ جس مکان میں درس دیتے تھے وہیں مدفون ہوئے۔ یہہ مکان احمد آباد میں اندرون حصار بلدہ محلہ خان پور میں واقع ہے صادق خان نے جس کو حضرت سے ارادت تھی مزار پر گنبد تعمیر کروایا۔ شیخ حیدر و شیخ عبد اللہ آپ کے فرزندان و مولانا صبغتہ اللہ بھروچی آپ کے شاگرد تھے۔ ۵۱

قاری شیخ حیدر علوی

ف ۵۳۷ آپ علامہ وجیہہ الدین علوی کے فرزند تھے۔ والد سے علوم حاصل کئے تجوید کے ماہر تھے۔ والد کے انتقال کے بعد اون کا مدرسہ جاری رکھا۔ آپ کی اولاد برہان پور منتقل ہو گئی جہاں اونکو جاگیرات عطا ہوئے تھے۔ ۵۱

مقری عبد الوہاب متقی

ف ۵۳۸ ۹۴۳ھ میں بمقام مانڈو پیدا ہوئے۔ آپکے والد شیخ ولی اللہ شادی آباد مانڈو کے امیروں میں سے تھے۔ وہاں سے برہان پور آئے۔ صغرسنی ہی میں والدین کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ کی تعلیم برہان پور میں ہوئی۔ علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کی تجوید کے ماہر تھے۔ خوشنویسی بھی سیکھی تھی۔ بیس سال کی عمر میں یعنے ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۵ء میں سیاحت اختیار کی۔ گجرات۔ دکن اور سیلون ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے۔ علی متقی جن کو آپکے والد سے تعارف تھا بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ اپنے پاس مہمان رکھا۔ عبد الوہاب متقی تقریبًا بارہ سال حضرت کی خدمت میں رہ کر اون سے علوم سیکھتے رہے۔ چونکہ یہہ خوشنویس تھے علی متقی نے آپ ہی سے اپنی تمام تصانیف کا مبیضہ کرایا۔

(ب) علی متقی کا انتقال ۹۷۵ھ میں ہوا۔ لیکن اوسکے بعد بھی آپ نے چھبیس سال مکہ معظمہ میں گذارے یعنے جملہ ۳۸ سال اور تقریبًا چالیس حج کئے۔ شیخ کے انتقال کے ایک سال بعد احمد آباد آئے تھے مہدویوں نے شرارت کی تو اوسی سال واپس چلے گئے حج فوت نہوا۔

(ج) شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۹۹۶ھ میں مکہ معظمہ پہونچکر آپ کی خدمت میں چار سال رہے اور تحصیل علوم کے بعد حضرت ہی کے مشورے سے ہندوستان واپس آئے۔ عبد الوہاب متقی کی وفات ۱۰۰۱ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ ۵۲

۵۱۔ تحفتہ الکرام از علی شیر قانع۔ یاد ایام از عبد الحی ناظم ندوۃ العلماء

۵۲۔ خزینتہ الاصفیاء۔ و تحفتہ الکرام۔

شیخ القراء شیخ ابراہیم محدث اکبرآبادی

ف ۵۳۹ وطن مانک پور۔ والد کا نام شیخ داؤد۔ ولادت سنہ ۹۱۵ھ کی ہے۔ کنیت ابوالمکارم القادری مانک پوری ثم اکبرآبادی رضائی تخلص۔ زہد و تقویٰ میں بے نظیر۔ شریعت کی زندہ تصویر۔ سلسلۂ طریقت کے بدر منیر تھے۔ علمائے وقت سے عربی ادب۔ تجوید۔ فقہ و حدیث سیکھی۔ پھر بغداد میں ڈھائی سال تک تفسیر و تجوید میں کمال حاصل کیا۔ پھر حرمین چلے گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر مصر میں قاہرہ پہنچے جہاں شمس الدین علقمی بالواسطہ شاگرد جلال الدین سیوطی سے حدیث کی تعلیم کی۔ شیخ العرفا شیخ محمد بن ابی الحسن البکری الشافعی سے حدیث و دیگر علوم حاصل کر کے مکہ معظمہ واپس ہوئے۔ شیخ عبدالرحمٰن ابن القہد مغربی۔ شیخ مسعود مغربی۔ بدر الاتقیا، شیخ علی متقی کے حلقہ درس میں کتب احادیث کا از سر نو مطالعہ کیا۔ صحت و شناخت میں بلند معیار قائم کیا۔ اس کے بعد دوبارہ مصر کا رخ کیا۔ بعد ازاں ۴۲ سال تک متداول علوم کا درس دیتے رہے جس میں تجوید و قراءت بھی شامل ہے اس عرصہ میں ہر سال حج کی سعادت سے مشرف ہوتے رہے۔ اس کے بعد ملک شام کی سیاحت فرمائی۔ شہری و صحرائی بزرگوں کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔ بالآخر اکبرآباد میں مستقل اقامت اختیار کی۔ جملہ علوم میں سلسلہ درس شروع کیا۔ ملا عبدالقادر نے منتخب التواریخ میں آپ کو متورع۔ متقی اور عابد لکھا ہے۔ اکبر نے طلب کیا تو دربار میں تشریف لے گئے مگر دستور کے موافق شاہی آداب بجا نہ لائے۔ صرف نصیحت کر کے رخصت ہو گئے۔ عمر بھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ سنہ ۱۰۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ اکبرآباد میں دفن ہیں مگر قبر کا پتہ نہیں۔ [1]

شیخ القراء شیخ مبارک مقری عشرہ قراءت

ف ۵۴۰ قریشی النسل۔ والد کا نام شیخ خضر ناگوری۔ جد پنجم شیخ موسیٰ یمن کے رہنے والے تھے سنہ ۸۰۰ھ میں یمن سے نکل کر سیستان میں آباد ہوئے۔ شیخ خضر بزرگوں سے ملنے کی غرض سے دسویں صدی ہجری میں ہندوستان آئے قصبہ ناگور میں جو اب ریاست جودھپور میں ہے۔ تین بزرگوں کی موجودگی کے باعث اقامت اختیار کر لی سنہ ۹۱۱ھ میں شیخ مبارک تولد ہوئے۔ چار سال کی عمر سے تعلیم شروع ہوئی۔ نہایت ذہین و طباع تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہو گئے۔ احمد آباد پہونچکر خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد لاری سے جملہ علوم و فنون میں اجتہاد کا درجہ حاصل کیا۔ سلسلہ شطاریہ۔ طیفوریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ میں شیخ یوسف و شیخ عمر سے اجازت حاصل کی۔ ۶ محرم سنہ ۹۵۰ھ کو آگرہ پہنچے جب کہ آپ کی عمر ۳۹ سال کی تھی۔ میر رفیع الدین صفوی کی خانقاہ میں قیام کیا۔ شیخ چندن قریشی کی دختر سے شادی کر کے درس و تدریس میں لگ گئے۔

---

[1] منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی۔ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔ نزہت الخواطر جلد پنجم از عبدالحی۔

(ب) چونکہ چاروں ائمہ اور امامیہ فرقے کے احکام سے بخوبی واقف تھے اس لئے ہر ایک کو اوس کا مسئلہ بتا دیا کرتے تھے۔ آپ کے درس میں ہر مذہب و ملت کا آدمی شامل ہو جاتا۔

(ج) جب آپ کی شہرت بڑھی تو شیر شاہ سوری نے تعلیمی اخراجات کے لئے جاگیر دینی چاہی مگر آپ نے قبول نہ کی۔ اوسکے بعد سلیم شاہ نے جاگیر دینی چاہی تو اوسکو بھی قبول نہ کیا۔ ہمایون کے عہد کے آخری چند سال میں اور اکبر کے ابتدائی زمانے میں اس مدرسہ کی رونق دوبالا ہو گئی۔ دور دور سے طلبا اس مدرسہ کا نام سنکر آنے لگے۔ علمائے شہر کا متعصب گروہ مخالف ہو کر بادشاہ کو اکسانے لگا۔ تو شاہی دربار سے طلبی کے احکام جاری ہوئے۔ شیخ مبارک مع اہل و عیال بھاگ نکلے۔ گجرات کے صوبیدار مرزا عزیز کوکہ نے آپکے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور شہنشاہ اکبر کو سفارشی خط لکھا جس میں شیخ مبارک کی تعریف کی۔ بادشاہ نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ملاقات کے بعد خاندانی عظمت کا دور شروع ہوا۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ "شیخ مبارک اپنے زمانے کے بڑے نامی گرامی فرد تھے۔ صلاح و تقویٰ توکل میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ابتدائی زمانے میں انھوں نے بہت ریاضت اور مجاہدے کئے تھے۔ امر معروف و نہی منکر میں بہت کوشش کرتے تھے۔ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہے۔ علم تصوف کو کمال کے درجہ پر پہونچا دیا تھا۔ شاطبی آپ کو خوب یاد تھی اور اس کے درس میں یکتا تھے۔ قرآن شریف دس قراءت کے ساتھ یاد تھا۔ وہ کسی امیر کے گھر نہ جاتے تھے۔ میں نے کوئی عالم اس جامعیت کا نہ دیکھا" صاحب اخبار الاصفیا لکھتے ہیں کہ اونکے کتب خانے میں پانسو ضخیم کتابیں خود اونکی قلم کی لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اونکے سات لڑکے تھے۔ سب کو خود آپ نے تعلیم دی تھی۔ اور سب راوی عشرہ قراءت تھے جنکے نام یہ ہیں: (۱) شیخ ابوالفیض (۲) شیخ ابوالفضل (۳) شیخ ابوالخیر (۴) شیخ ابوالبرکات (۵) شیخ ابوالمکارم (۶) شیخ ابوتراب (۷) شیخ الحامد۔

(د) شیخ مبارک کا انتقال ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۱ھ میں ہوا۔ مقبرہ آگرہ و سکندرہ کے درمیان موضع مئو میں واقع تھا۔ جس کا قابل دید عمارتوں میں شمار تھا۔ اب نشان تک باقی نہیں ہے۔ [1]

شیخ القراء مخدوم شیخ کمال الدین سعدی راوئی ہفت قراءت کاکوروی

ف ۹۴۱ھ کاکوری مضافات لکھنو کے رہنے والے والد کا نام شیخ محمد روح اللہ عرف مخدوم بندگی نین اللہ صدیقی چشتی جو مخدوم شیخ سعد خیرآبادی کے اجل خلفاء میں تھے۔ صاحب منتخب التواریخ فرماتے ہیں کہ کمال الدین کو جملہ علوم کی تحصیل میں والد ہی سے شرف تلمذ رہا

---

[1] بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔

درس و تدریس سے بڑا شغف تھا۔ عالم جید۔ صوفی بے بدل و قاری بے مثل تھے "۔ راوی ہفت قرات تھے قاضی جمال خضر سے قرات کی سند لی۔ شاطبی کی تعلیم و تدریس میں بڑا ملکہ تھا۔ سکندر لودھی کے عہد میں متن شاطبی کی شرح مرتب کی جو ستر جزو میں نہایت عمدہ پیرائے میں لکھی گئی ہے اور "نافع سکندر شاہی" کے نام سے موسوم ہے۔ اس نادر الوجود شرح کا قلمی نسخہ کتب خانہ انوریہ میں موجود ہے۔ اسکے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ " این فقیر چون قرات را پیش استاد علم تجوید و قراءت قاضی جمال خضر نور اللہ مرقدہٗ من اولہ الی آخرہ خواند و سند کرد۔ از وفور کرم خود نسخہ شاطبی شروع کنانیدند۔ و آنچہ مشکلات علم تجوید و قرات درو بودہ است۔ یعنی تسہیل و امالہ وغیرہ یک یک اداکنانیدند۔ ازان کہ نسخہ شاطبی را دانشمندان بہ قوت علم خود بیان کردن توانند اما اداکردن نمی توانند کہ تعلق بہ سماع دارد۔ بعد گذشتن مدت آمد در خاطر این فقیر گذشت کہ آنچہ در خدمت شنیدہ شدہ و در نسخہ شاطبی دیدہ شد اگر در کتابت آوردہ شود ماند دیگرے ازو نفع گرفتن تواند۔ شرح شاطبی بہ عبارت فارسی شروع کردم۔ و وجہ اعراب لازم گرفتم ازان کہ اکثر حافظان قران یاد می کنند لیکن علوم عربیہ نمی دانند پس ایشان را از شرح عربی بہرہ نہ باشد بعنایت ملک الجبار این شرح را تمام کردم و نام این نافع سکندر شاہی نہادم۔ اللہ تعالیٰ از کرم خود قبول کند و تمامہ خلق را ازین شرح بہرہ مند گرداند۔ و نصیبے تمام برساند۔ و ثواب در نامہ اعمال حضرت سلیمان خلد اللہ ملکہٗ ثبت گرداند۔ [1]

---

[1] ترجمہ: اس فقیر نے علم تجوید و قرارت اپنے استاد قاضی جمال خضر سے اول سے لیکر آخر تک پڑھا اور سند لی کمال عنایت سے حضرت نے نسخہ شاطبی بھی شروع کر دیا اور اوسمیں جو اشکال تجوید و قرارت کے آتے گئے مثلاً تسہیل ہمزہ و امالہ وغیرہ اون سب کو ادا کر کے بتایا۔ سمجھدار لوگ اگرچہ اپنے علم کی قوت سے بیان تو کر دیتے ہیں مگر ادائی پر قادر نہیں ہوتے کیونکہ اون کا تعلق سننے سے ہے۔ ایک عرصہ گذرنے کے بعد فقیر کے جی میں آیا کہ حضرت سے جس قدر استفادہ کیا ہے اور جو کچھ نسخہ شاطبی میں دیکھا ہے وہ اگر ضبط تحریر میں آجائے تو دوسرے اس سے نفع حاصل کر سکیں گے اس لئے زبان فارسی میں شرح مرتب کرنی شروع کی اور حرکات کا درج کرنا ضروری سمجھا کیونکہ اکثر حفاظ ان کو یاد تو کر لیتے ہیں مگر عربی زبان سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے عربی میں شرح کرنا اون کے لئے مفید نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس شرح کی تکمیل کی اور اوس کا نام "نافع سکندر شاہی" رکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرمائے اور عامتہ الناس کو اس شرح سے پورا پورا نفع پہونچائے اور اوس کا ثواب بادشاہ کے نامۂ اعمال میں درج کرے۔

ف ۵۴۲ مخدوم کمال الدین فارسی کے شاعر بھی تھے اور سعدی تخلص کرتے تھے۔ اونکے اشعار کو غلطی سے سعدی شیرازی کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ ملا وجیہ الدین اشرف نے بحر ذخار میں مخدوم صاحب کی تعریف لکھی ہے اور اون کا ایک مشہور شعر بھی نقل کیا ہے۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست ∴ تا نہ پنداری کہ تنہا می روئی

(ب) شہنشاہ اکبر نے مخدوم صاحب سے بہ مقام گورکھپور ملاقات کی تھی اور مل کر بہت خوش ہوا۔
(ج) کہا جاتا ہے کہ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ شکر سے نمک ہوجانے کی کرامت بھی بیان کی جاتی ہے۔ کاکوری میں ایک محلہ آپ کے نام سے مشہور ہے۔
(د) ۱۰۰۲ھ میں مخدوم صاحب کا انتقال ہوا۔ مادۂ تاریخ وفات "نہ چون خوانند اوراشاہ مخدوم" ۱۰۰۲ھ ہے۔ آپ کی قبر پر ایک گنبد ہے جس میں آپکے والد کی بھی قبر ہے مگر کتبہ نہ ہونے کی وجہ سے اوس کا پہچاننا مشکل ہوگیا ہے۔ اطراف میں جو لوگ آباد ہیں وہ صحیح نام بھی نہیں بتا سکتے۔ مجھے بڑی مشکل سے گنبد تک پہونچنے اور فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا۔ [۱]

قاری شیخ جمال الدین دہلوی عرف شیخ بہلول | ف ۵۴۳ عہد اکبری کے مشاہیر علماء میں سے تھے علوم معقول و منقول کی تحصیل سید رفیع الدین سلامی الشیرازی سے کی۔ جو دسویں صدی کے کاملین میں سے تھے اور صرف ایک واسطے سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ بارہ برس تک یعنے ۹۸۷ھ سے ۱۰۰۲ھ تک مکہ معظمہ میں مقیم رہنے کے بعد واپس آئے۔ آگرہ آتے ہی انتقال ہوگیا۔ [۲]

قاری سید جلال الدین ماہ عالم | ف ۵۴۴ احمد آباد کے باشندے۔ جو شاہ عالم کی نسل سے پانچویں پشت میں تھے۔ والد کا نام سید حسن۔ تجوید و قراءت کے ماہر اور سلسلہ سہروردیہ کے سجادہ نشین تھے۔ عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں صرف کیا۔ ۱۰۰۳ھ میں وفات ہوئی خاندانی قبرستان میں دفن کیا۔

قاری حافظ حاجی شیخ محمود گجراتی | ف ۵۴۵ گجرات کے متوطن تھے۔ والد کا نام شیخ عبداللہ۔ لڑکپن میں متداول علوم کی تحصیل کی۔ حفظ کے ساتھ ساتھ تجوید و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ شیخ لشکر محمد عارف کے مرید ہوکر خلافت لی۔ دل آویز لحن داؤدی کے ساتھ قرآن مجید تلاوت کیا کرتے

---

[۱] بحر ذخار از ملا وجیہ الدین اشرف۔ منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر
[۲] تذکرہ ابوالکلام آزاد از مرزا فضل الدین احمد

آپ کے دو مصاحب میاں جموجی محدث اور ملک میر محمد حسن درویش تھے۔ حج کے لئے سب ایک ساتھ گئے تھے واپسی پر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ سنہ ۱۰۰۴ھ میں بہ مقام برہان پور انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ سلہ

قاری عشرہ و حافظ شیخ ابوالفیض فیضی

ف ۵۴۶ والد کا نام شیخ مبارک۔ سنہ ۹۵۴ھ میں ولادت ہوئی۔ والد ہی سے جملہ علوم سیکھے۔ قوی الحافظہ تھے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ تجوید و قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ شاطبی و دیگر کتب تجوید و قرارت میں والد ہی سے تلمذ رہا۔ شعر و معما گوئی۔ عروض و قافیہ۔ تاریخ و لغت۔ ہئیت و ہندسہ، نیز انشا میں بے نظیر۔ عربی و فارسی کے علاوہ سنسکرت میں بھی ثانی سمجھے جاتے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں والد نے اونکو فارغ التحصیل کر دیا۔ سنہ ۹۷۵ھ میں دربار اکبری میں پہونچے اور سنہ ۹۹۳ھ میں ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ مآثر الامراء کے مصنف نے آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ایک سو ایک لکھی ہے۔ اونکے منجملہ مشہور و معروف تالیف سواطع الالہام قرآن مجید کی غیر منقوط تفسیر ہے جس سے عربی ادب میں آپکے تبحر کا ثبوت ملتا ہے۔ صاحب گلزار ابرار نے آپ کی شعر گوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ان صوفیوں میں تھے جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ آخر میں یہہ بھی لکھا ہے کہ "راقم نے اون کے یہہ حالات سنکر نہیں بلکہ اوس تذکرے سے اخذ کئے ہیں جن کے مورخ نے حالات بچشم خود معائنہ کرکے اور پاس بیٹھکر مرتب کئے ہیں۔" شیخ مبارک اور ابوالفضل کی طرح فیضی کے مذہبی خیالات کے متعلق بھی مختلف روائتیں ہیں۔ بعض ملحد کہتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام میں شامل کرتے ہیں۔ نعت و مناجات میں زور کلام۔ اور حمد میں والہانہ بیان پڑھکر کوئی بھی منکر اسلام نہیں خیال کر سکتا۔ ۱۰ صفر سنہ ۱۰۰۴ھ کو ضیق النفس کے عارضہ سے انتقال ہوا۔ آگرے میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اونکے کتب خانے میں چار ہزار تین سو نفیس کتابیں تھیں جن میں سے اکثر آپ کے قلم کی لکھی ہوئی تھیں۔ سلہ

قاری ملا عبدالقادر بدایونی

ف ۵۴۷ والد کا نام ملوک شاہ۔ شیر شاہ سوری کے عہد میں سنہ ۹۴۷ھ میں پیدا ہوئے والد سے قرآن شریف پڑھا۔ اور تجوید و قرارت سیکھی۔ ملا صاحب نے شیخ مبارک سے بھی تحصیل علم کیا ہے۔ پھر سنبھل جاکر سید محمد مکی سے تجوید و قرارت کی تکمیل کی۔ سنہ ۹۸۱ھ میں آگرہ آئے۔ اکبری دور کے عالم و فاضل۔ پابند شریعت۔ متقی و دیندار تھے۔ فیضی و ابوالفضل کے مشرب سے متنفر تھے تاریخ سے بیحد دلچسپی تھی۔ اون کی مرتبہ "منتخب التواریخ" معتبر کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ موسیقی کے ماہر تھے۔ بین

سلہ برکات الاولیاء از امام الدین احمد۔

سلہ مآثر الامراء۔ گلزار ابرار۔ بوستان اخیار۔

خوب بجاتے تھے۔ علم کی بہت خدمت کی۔ ملا صاحب نے اپنی طبیعت کے خلاف اکبر کے حکم سے مہابھارت کے کچھ حصہ کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا جو بادشاہ کے پسند خاطر نہوا اور دربار میں ملا صاحب کی آمد و رفت ممنوع قرار دی گئی اخیر عمر تک بادشاہ کا یہہ عتاب قائم رہا۔ ملا صاحب کو شاہی عتاب کی کچھ پرواہ نہ ہوئی۔ مگر یہہ خیال دل میں کھٹکتا رہا کہ ایک غلط کام میں کیوں اپنی قوت صرف کی۔ شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہہ سزا دی ہے اوسکے کفارے کی یہہ تدبیر سوجھی کہ قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے بہ خط نسخ لکھ کر لوح و جدول کو مزین کرکے اوس کو اپنے مرشد داؤد جہنی کے روضے پر روانہ کردیا۔ وفات ۱۰۰۴ھ میں ہوئی۔ ؎۱

قاری شیخ ضیاء اللہ شطاری اکبر آبادی

ف ۵۴۸ھ شیخ محمد غوث گوالیاری کے فرزند رشید تھے۔ آپ گجرات جاکر شیخ وجیہہ الدین علوی کی خدمت میں جملہ علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل کیا۔ تجوید و قرارت و قرآن کے اچھے جاننے والے ہوئے۔ اوسکے بعد نہر والہ (پٹن) جاکر شیخ محمد طاہر بوہرہ محدث کی کامل دس برس تک شاگردی کی۔ ۹۷۰ھ میں جب والد کا انتقال ہوا تو والد نے خلافت واجازت نامہ بذریعہ نور محمد روانہ کیا۔ آپ چند روز کے لئے گوالیار آئے۔ پھر آگرہ میں قیام فرمایا جہاں ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور ۳۵ سال تک خدمت خلق کرتے رہے۔

(ب) ملا عبد القادر کا بیان ہے کہ آپ کی خانقاہ میں شب و روز تصوف کی گفتگو رہا کرتی تھی۔ ملا صاحب نے بطور تحسین بیان کیا ہے کہ آپ کو قرآن شریف خوب یاد تھا۔ معنی اس عمدگی سے بیان فرماتے کہ کسی کو تفسیر دیکھنے کی حاجت باقی نہ رہتی۔ فقرا۔ مسافر۔ اہل حاجت کی حاجت روائی کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے۔ ۱۰۰۵ھ میں شہنشاہ اکبر کی یاد فرمائی پر لاہور گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔ نعش ایک سال بطور امانت وہاں رہی پھر آگرہ منتقل کی گئی جسے آپکی خانقاہ میں دفن کیا گیا لیکن مدفن کا اب نشان بھی باقی نہیں ہے ؎۲

مقری حافظ مخدوم شہاب الدین کاکوروی قاری ہفت قرأت

ف ۵۴۹ھ مخدوم نظام الدین کے بڑے فرزند شہاب الدین تھے حفظ و قرارت سبعہ کی تکمیل والد سے کی۔ دیگر علوم میں بھی والد ہی سے تلمذ تھا۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ بشباب ہی میں انتقال ہوا۔ کاکوری میں دفن ہیں۔ آپ کے دو فرزند ملا عبد الکریم اور ملا عبد القادر راوی ہفت قرأت تھے۔ یہہ سلسلہ دور تک چلتا ہے۔

؎۱ دربار اکبری۔ مراۃ الکونین۔ نزہت الخواطر۔ و مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت۔ از مناظر احسن گیلانی۔

؎۲۔ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔

قاری حافظ خواجہ محمد حسن دہلوی ف ۵۵ھ آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں کی پھر خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اونکے مرید و خلیفہ ہوئے جب ملا عبدالکریم دہلی گئے تو خواجہ محمد حسن کے پاس قیام کیا اور ان کے توسط سے خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

قاری حافظ شیخ حسین لاہوری و ۱۵۵ھ والد کا نام پہلے کلس رائے تھا۔ کایستھ تھے۔ لاہور میں رہتے تھے۔ عہد فیروز شاہ میں مسلمان ہوئے۔ شیخ عثمان نام رکھا گیا۔ ۹۲۵ھ میں شیخ حسین پیدا ہوئے۔ شیخ ابوبکر لاہوری کے مکتب میں بیٹھکر تین سال کی مدت میں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر تجوید و قراءت سیکھی۔

(ب) شیخ بہلول دریائی جب لاہور آئے تو شیخ حسین پر بڑی توجہ کی۔ تراویح میں شیخ حسین سے قرآن بھی سنا۔ اوسکے بعد مرید کرلیا۔ شیخ حسین نے مجاہدات و ریاضتیں کیں۔ کچھ روز جذب کی کیفیت رہی۔ ۱۰۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ بالوپورہ مضافات لاہور میں مزار ہے۔ سلہ

قاری حافظ ابوالفضل علامی فہامی ف ۵۵۲ھ والد کا نام شیخ مبارک ولادت بمقام آگرہ ۹۵۸ھ (مطابق ۱۵۵۱ء) میں ہوئی۔ قوی الحافظہ۔ سریع الفہم تھے۔ والد ہی سے جملہ علوم سے فراغت پائی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ شاطبی و دیگر کتب قراءت والد سے پڑھیں۔ سبعہ قراءت کے ساتھ دیگر علوم بھی حاصل کئے۔ چار برس کی عمر میں تعلیم آغاز ہوئی اور ۱۵ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ۲۴ سال کی عمر میں علامہ کہلانے لگے ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۵ء میں دربار اکبری میں پہونچے۔ صاحب سیف و قلم۔ بے نظیر مورخ۔ لاثانی انشاپرداز ہونے کے علاوہ سخاوت، امانت، دیانت، شجاعت، ذہانت، مہمان نوازی، خداترسی، اور بے تعصبی جیسے بے شمار اوصاف حمیدہ آپ کی ذات میں جمع تھے۔ آپ کے مذہبی خیالات کو بھی ہدف اعتراض و ملامت بنایا گیا ہے۔ درآنحالیکہ آپ کی مناجاتیں۔ نعتیں سوز و گداز سے بھری ہیں۔ صاحب ذخیرہ الخوانین لکھتے ہیں کہ وہ راتوں کو درویشوں کے گھر جاکر روپے و اشرفیاں نذر کیا کرتے اور اون سے دعائے سلامتی ایمان کے لئے ملتمس ہوتے۔

(ب) ایکمرتبہ شہزادہ سلیم شیخ ابوالفضل کے مکان پر گیا تو دیکھا کہ چالیس کاتب مکان پر بیٹھے ہوئے قرآن و تفسیر لکھ رہے ہیں۔ سب کاتبوں کو معہ اونکے نوشتوں کے لاکر اکبر کے روبرو پیش کیا اور شکایت کی کہ جناب خلیفہ صاحب ع چون بہ خلوت می روند آن کار دیگر می کنند کے مصداق ہیں۔

(ج) تصانیف میں آئین اکبری و اکبرنامہ آپ کی غیر معمولی قابلیت بلکہ مافوق العادت و ذکاوت کا ثبوت ہیں۔

سلہ ہفتاد اولیاء۔ از شاہ مراد سہروردی

ف ۵۵۳ جمعہ کے دن ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو سرائے بیر سے نصف میل کے فاصلے پر شاہزادہ سلیم کے اشارے سے قتل ہوئے۔ ریاست گوالیار میں دھڑ دفن کیا گیا۔ سر الٰہ آباد کو شہزادہ سلیم کے پاس بھیجا گیا شیخ عبدالرحمن آپ کے صاحبزادے امرائے عہد اکبری و جہانگیری سے تھے۔ [۱]

حافظ مقری رضی الدین احمد المعروف بہ باقی باللہ

ف ۵۵۳ آپ کابل کے باشندے تھے۔ ولادت ۹۷۰ھ میں ہوئی دولتمند خاندان سے تعلق تھا۔ ناز و نعمت میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد سمرقند گئے۔ جہاں فنون تجوید و قراءت و علوم تفسیر و حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔ وہاں سے دہلی آئے اور مولانا قطب عالم سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں مولانا نے فرمایا کہ تمہارا حصہ بخارا میں ہے۔ وہاں جاکر خواجہ امکنگی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے جو مقتدائے وقت تھے۔ پھر مجاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔ رات دن اوسی میں نہمک رہتے۔ کھانا اور سونا برائے نام تھا۔ صبح ہوتی تو آپ کو ناگوار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے۔ "بار الٰہا یہ کیا ہوا کہ رات اتنی جلد گذر گئی میری تو ابھی حسرت بھی پوری نہیں ہوئی۔ سیری بھی نہیں ہوئی۔ بہر کیف تیری مرضی۔ پھر رات کے سناٹوں کا انتظار کروں گا۔"

شب تاریک دوستان خدائے ؛ می بتابد چو روز رخشندہ۔ این سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ب) معمول یہ تھا کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار سورۂ مزمل پڑھتے۔ نماز کے بعد سورۂ یٰسین شریف کا آغاز کر دیتے۔ پھر تلاوت میں مصروف ہوجاتے۔ اشراق سے لیکر چاشت تک نہایت ذوق و شوق سے قرآن شریف کی تلاوت فرماتے۔ نماز چاشت کے بعد حاجت مندوں۔ غریبوں کی سنتے۔ اور اون کی مدد کرتے۔ دوپہر بعد نوافل میں مصروف ہوجاتے۔ تھوڑی دیر لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد نماز پڑھتے۔ مغرب تک درود شریف پڑھتے رہتے۔ مغرب کے بعد مریدین کی تربیت و تعلیم میں مصروف ہوجاتے عشاء کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ یہ وقت فیض گستری کا ہوا کرتا۔ خانقاہ میں بھی خاص رونق ہوا کرتی۔

ف ۵۵۴ مرشد نے خرقہ و خلافت عطا کرنے کے بعد آپ کو خاص طور سے دہلی روانہ کیا تھا جہاں آپ کی خانقاہ روحانیت اور تصوف کا گہوارہ اور ایک شاندار ادارہ بن گئی تھی۔ خانقاہ ہی کے ایک حصہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ تھا۔ جہاں ہر قسم کے علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس میں کئی ہزار طلباء زیر تعلیم رہا کرتے تھے اس درسگاہ نے نامور علماء پیدا کئے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی آپکے اجل خلفاء میں سے تھے۔

---

[۱] مآثر الامراء۔ گلزار ابرار۔ ذخیرۃ الخوانین۔ بوستان اخیار

(ب) ۱۰۱۲ھ میں وفات ہوئی۔ مزار دہلی میں متصل قدم شریف واقع ہے۔ خواجہ کلان آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بڑے عابد وزاہد اور عالم وفاضل تھے۔ والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ایک عرصے تک فیض رسانی کے بعد انتقال کیا تو والد ماجد کی مزار سے جانب شمال و مغرب دفن ہوئے۔

(ج) خواجہ خورد چھوٹے صاحبزادے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ۱۰۴۲ھ میں وفات ہوئی والد کی مزار سے جانب جنوب دفن ہوئے۔

(د) خواجہ حسام الدین حضرت باقی باللہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۰۱۲ھ میں انتقال ہوا۔ مزار جانب جنوب شرق واقع ہے۔ ۵۱

قاری شیخ حسین قادری

ف ۵۵۵ ایک باکمال بزرگ تھے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں عبدالوہاب متقی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ واپسی پر تجوید کا درس دیتے رہے ۱۰۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ ۵۲

قاری حافظ مفتی شیخ کمال محمد العباسی

ف ۵۵۶ عالم کبیر۔ مفتی کمال۔ وطن احمد آباد۔ ولادت ۹۵۸ھ شیخ عبدالملک النبانی سے علم و حدیث و حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ احمد آباد سے ۹۸۰ھ میں اجین گئے۔ جہاں شیخ سراج الدین کی لڑکی سے شادی کی۔ ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس میں درس دیا کرتے اور فتاوی نویسی کیا کرتے۔ روزانہ کا معمول تھا کہ ثلث رات رہے یا کچھ قبل بیدار ہو جاتے غسل کرکے سات سی پارے تہجد میں پڑھتے۔ پھر نماز فجر تک بطریق شطاریہ ذکر کرتے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد اشراق تک تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔ یہہ سلسلہ زوال تک جاری رہتا دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹہ قیلولہ کرکے نماز ظہر ادا فرماتے۔ نماز سے فراغت کے بعد فتاوی لکھنے کا کام شروع ہوتا۔ اس کام میں عصر تک مشغولیت رہتی۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک پھر فتاوی نویسی کا سلسلہ جاری رہتا مغرب کی نماز کے بعد احباب سے باتیں ہوتیں۔ عشاء تک اپنے حجرے میں داخل ہوکر دوسرے روز کے درس کی تیاری کے لئے مطالعہ فرماتے۔ ایک تہائی رات مطالعہ میں گذار کر مکان تشریف لے جاتے۔ یہہ دستور ۱۵ سال کی عمر سے لیکر ۵۵ سال کی عمر تک برابر جاری رہا۔ وفات ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔ ۵۳

۵۱۔ ہشت اولیاء از شاہزادہ سہروردی۔ اولیائے صوبہ دہلی۔ از رکن الدین نظامی

۵۲۔ خزینۃ الاصفیاء۔

۵۳۔ گلزار ابرار

شیخ القراء حافظ عبدالکریم بصیر قاری ہفت قرات اکبر آبادی

ف ۵۵۷ آگرے کے متوطن۔ شیخ القراء حافظ شیخ عبدالملک کے ممتاز شاگرد تھے۔ حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ ساتوں قراتین مع چودہ روایتوں کے ازبر تھیں۔ قصیدہ شاطبیہ مع معنی اور اونکے اشکال کے بالکل حفظ تھا۔ آپکی ادائی میں بہت تاثیر اور دلکشی پائی جاتی تھی۔ اوس میں ایسی فنائیت حاصل کی تھی کہ باطن نور قرآنی سے منور تھا۔ ہم نشینوں کی دل کی باتیں آیات کے پردے میں ظاہر کیا کرتے تھے مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ خلق خدا کو آپ سے بیحد فیض پہونچا۔

(ھ) ۱۰۱۴ھ میں وفات ہوئی۔ آگرے میں دفن ہیں۔ [۵۱]

مقری ابوالخیر قاری عشرہ

ف ۵۵۸ شیخ مبارک کے تیسرے فرزند۔ ابوالفضل کے چھوٹے بھائی۔ ولادت ۲۲ جمادی الثانی ۹۶۰ھ بہ مقام آگرہ ہوئی۔ پدر بزرگوار سے قراءت عشرہ سیکھیں۔ دیگر علوم میں بھی وہ کمال حاصل کیا کہ شہرۂ آفاق ہوگئے۔ عراقی نے تینوں بھائیوں کی تعریف اسطرح کی ہے:

پس از ہزاران گردش بہ خاک ہندستان بہ نژاد مادر گیتی سہ گوھر از یک کان

علم و فضل کے علاوہ آپ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ سے متصف تھے۔ شہزادوں کی تعلیم و تربیت وسفارت کا کام آپکے سپرد تھا۔ ۲۵۔ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ میں وفات ہوئی۔ والد کی مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ [۵۲]

قاری حافظ شیخ محمود بلگرامی

ف ۵۵۹ بلگرام کے باشندے تھے۔ لڑکپن سے قرآن مجید سے شغف تھا۔ حفظ و قراءت کی تکمیل بھی لڑکپن ہی میں کرلی۔ اچھے عالم و فاضل اور اپنے زمانے میں علم و فضل۔ زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھے۔ دن بھر قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے رہتے تھے قرآن شریف کی تلاوت میں فنائیت کا یہ عالم تھا کہ مرنے کے بعد بھی عرصے تک لوگوں نے ہر شب جمعہ کو اون کی مرقد سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنی ہے۔ آپ کا مزار موضع قتلغ پور میں واقع ہے۔ چونکہ غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں ثقہ راویوں کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے لہٰذا ہم ان ہی کے الفاظ میں دہراتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "عبدالصمد خواہرزادۂ فیضی در بارۂ ... می نویسد۔ حافظ محمود قرآن خوان ممتاز وقت و سرآمد عصر بود گویند کہ بعد از وفات ہر شب جمعہ از مرقد منورا و آواز خواندن می شنوند۔ و این بہ زبان آن حق گویان کہ خود بہ گوش ہوش شنودہ اند نوشتہ ام"۔ [۵۳]

---

[۵۱] برکات الاولیاء۔ از امام الدین احمد۔ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔ [۵۲] بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی
[۵۳] ترجمہ۔ عبدالصمد جو فیضی کا بھانجا ہے وہ لکھتا ہے کہ "حافظ محمود جو اپنے وقت کے ممتاز قرآن خوان اور یکتائے

مقری میاں نورالدین محمد لاہوری

۵۶۰ ف شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ایک بزرگ میاں نورالدین محمد نامی لاہور میں تھے جو صاحب سلسلہ اور مستند مقری تھے۔ انھوں نے قرات حاجی ابراہیم سے۔ حاجی ابراہیم نے حاجی احمد سے۔ اور حاجی احمد نے عبدالملک سے۔ عبدالملک نے حافظ محمد جعفر سے اور حافظ جعفر نے علامہ شمس الدین جزری سے سنداً حاصل کی تھی۔ اس سلسلہ متواترہ متصلہ سے میاں نورالدین محمد نے بہتوں کو قرات سکھائی۔ اونکے تین نواسے بچے اور تینوں قاری تھے اونکے نام یہ تھے (۱) میاں محمد حسین (۲) حافظ میاں سعداللہ (۳) میاں فتح محمد۔ ان تینوں بزرگوں نے ایک عرصے تک فن تجوید کی خدمت کی اور بہت سے قراء پیدا کیے۔ اونکے شاگردوں میں قاری نعمت اللہ بن رحمت اللہ تھے جنھوں نے تینوں نواسوں سے تجوید و قرات سیکھی تھی۔ اور پھر اورنگ زیب کے عہد میں ایک عرصے تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ انکی سکونت محلہ تو۔ زمین کلالان۔ لاہور میں تھی۔ صاحب موصوف نے ایک تجوید کا رسالہ مفید القراء کے نام سے ۱۰۸۹ھ میں لکھا۔ جس میں حضرت حفص بن سلیمان کی روایت کی خصوصیات۔ مخارج و صفات حروف و رسم الخط پر طویل اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس رسالے میں سبعہ کے ناموں کے نام بھی درج ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے دوسرا نسخہ مقری خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ کے پاس دیکھا تھا۔

شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر۔ ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ

۵۶۱ ف یہ بادشاہ غیر معمولی قابلیت اور صلاحیتوں کا حامل تھا۔ تہذیب و تمدن کے اعلیٰ مقام پر بیٹھکر تنقید و رائے زنی کرتا تھا۔ تزک جہانگیری پڑھنے سے اس کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ بعض اوسکو عیش پرستی سے مطعون کرتے ہیں مگر وہ خود لکھتا ہے کہ میں صرف تین گھنٹے رات کو سوتا ہوں کیونکہ اس سے زیادہ سونے سے نہ تو عبادت ہی ٹھکانے سے ہو سکتی ہے اور نہ حکومت کے کام سرانجام پاتے ہیں۔ ایسے محنتی اور جفاکش بادشاہ کے متعلق دوسرے دیکھنے والے جو کچھ کہیں مگر وہ حقیقت سے دور ہی ہوگی۔

(ب) جہانگیر کو بزرگوں سے عقیدت تھی۔ علم اور اہل علم کی قدر کرتا۔ اونکو جاگیریں اور مناصب دیتا تاکہ وہ اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہیں اور فکر معاش اونکو اہم فریضے سے باز نہ رکھے۔ اس نے عجائبات

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۵۲) تھے۔ اونکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اونکی وفات کے بعد اونکی قبر منور سے ہر جمعہ کی شب میں قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنی گئی اور میں نے یہ بات اون ثقہ راویوں سے سنکر جنھوں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے لکھی ہے۔ مآثر الکرام از غلام علی آزاد۔

کا بھی بڑا ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ ہر کتاب اور ہر نادر چیز پر اس نے یہ اندراج سنہ حصول اپنی دستخط کر دیئے ہیں

ف ۵۶۲ اوسکے عہد میں خوشترا بی بی نام کی ایک خاتون قاریہ۔ عابدہ۔ زاہدہ احمد آباد میں تھیں ۱۰۲۰ھ
میں جب جہانگیر احمد آباد گیا تو اون کی تعریف سنکر اون سے ملنے کا مشتاق ہوا اور بلایا۔ مگر وہ خاتون نہ گئیں
البتہ دعا کا وعدہ کیا۔ خوشترا بی بی کی قبر نصیر آباد میں روضہ عطاء اللہ سے متصل واقع ہے۔

ف ۵۶۳ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے خاندان کی ایک شریف زادی کی شادی اپنے رضاعی بھائی نواب
مقرب خان سے کردی جو شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی اولاد سے تھے۔ یہہ بی بی نہایت عفیفہ۔ حافظہ
قاریہ۔ نمازی اور پرہیزگار تھیں۔ پانی پت میں اون کا قیام تھا۔ دن بھر لڑکیوں کو قرآن پڑھاتی تھیں۔ شہرت
سنکر امرائے پانی پت نے بھی اپنی لڑکیاں اونکے پاس بھیجنی شروع کردیں۔ دختر نواب۔ و دختر دیوان
عبدالرحیم اور دوسری لڑکیاں آپ سے قرآن پڑھنے لگیں۔

(ب) شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اون کو زیور بہت ملا تھا۔ آپ نے شاہ اعلیٰ کا
چبوترہ بنانے کا ارادہ کیا۔ مگر اوسکے بعد مسجد تعمیر کرائی جو استاد جی کی مسجد کہلاتی ہے۔ اوسی مسجد کے صحن میں
استاد جی کی قبر بھی پانی پت میں ہے جس پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔

ف ۵۶۴ ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر جب احمد آباد گیا تو نبیرہ شاہ عالم سے مل کر اونکو نذر دینی چاہی۔ مگر
حضرت نے قبول نہ کی تو جہانگیر نے کہا کہ وہ کیا ہدیہ دے سکتا ہے۔ فرمایا قرآن شریف کا ایک نسخہ۔ چنانچہ جہانگیر
نے یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا قرآن شریف تحفتاً دیا۔

ف ۵۶۵ سید احمد بن رفیع الدین نے ۱۰۳۲ھ میں اپنے خاندانی حالات لکھے جس کا نام ملفوظ احمدی
و رفیعی رکھا۔ اوس کا قلمی نسخہ ان ہی کے خاندان کے ایک فرد قاضی نورالدین بھڑونچی کے پاس محفوظ ہے۔

ف ۵۶۶ محمد بن جلال شاہی نے ایک رسالہ لطائف شاہیہ (اوراد و اذکار شاہ عالم) ۴۰-۱۰۳۲ھ میں
مرتب کیا۔ اس کا قلمی نسخہ بھی فی الوقت قاضی نورالدین بھڑونچی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

قاری مولانا صبغتہ اللہ بھڑونچی

ف ۵۶۷ آپ سید کمال الدین قزوینی کے نواسے تھے جن کا ذکر فقرہ
۵۶۴ میں گذر چکا ہے۔ پہلے نانا سے علوم حاصل کئے پھر علامہ وجیہ الدین
کے مدرسہ واقع احمد آباد میں تعلیم پائی۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم میں تبحر حاصل کیا۔ نانا کے مدرسے میں کچھ روز
تدریسی کام انجام دینے کے بعد حج کے لئے روانہ ہوئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ مکہ معظمہ میں بھی جاری رکھا
دو سال کے قیام کے بعد وہاں سے واپس ہوئے۔ احمد آباد۔ بھڑونچ اور بیجاپور میں علوم کی اشاعت کی
دوبارہ حج کو گئے اور ۱۰۱۵ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

ف ۵۶۸ تفصیلی واقعات فقرہ ۲۱۷ جلد اول میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

قاری سید احمد بن شیخ | آپ سید شیخ بن عبداللہ حضرمی کے فرزند تھے۔ والد کے انتقال کے بعد احمد آباد آئے۔ وہاں سے بھڑونچ منتقل ہوکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتک آپکے مدرسے کے آثار باقی ہیں۔

(ب) آپ شہنشاہ اکبر کے مسلک سے سخت متنفر تھے۔ جب اکبر کا انتقال ہوا تو بے وقت دو منزلہ مکان سے نیچے اتر کر شکرانہ ادا کیا۔ اوس وقت لوگوں نے اوس کا مطلب نہیں سمجھا۔ چند روز کے بعد اطلاع ملی کہ اکبر کا انتقال ہو گیا۔

(ج) ۱۰۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ ایک بڑے گنبد میں مزار ہے۔ [۱]

ف ۵۶۹ شاہ محمد بن خواجہ فضل اللہ ابن خواجہ محمد صدر

قاری حافظ شاہ محمد فضل اللہ نائب رسول اللہ | ابن خواجہ حسین جونپوری حسینی سادات میں سے تھے

داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں آپ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

(ب) مولد احمد آباد ہے۔ کم سنی میں والد کا انتقال ہوا۔ شیخ صفی گجراتی کی خدمت میں حاضری دیتے رہے شیخ کی اجازت سے مکہ معظمہ گئے۔ وہاں بارہ سال تک علی متقی کی خدمت میں رہے اور آپ ہی سے تجوید و قراءت و حدیث و دیگر علوم حاصل کئے۔ واپس آکر احمد آباد میں شادی کی۔ پھر بارہ سال کی مدت علامہ وجیہہ الدین علوی کی خدمت میں رہکر علوم سیکھتے رہے۔ آپ نے شیخ ماہ جونپوری سے بھی جو اوس زمانے میں گجرات آگئے تھے استفادہ کیا۔ پھر شیخ ابو خضر تمیمی کی خدمت میں اسیر گڑھ آئے۔ بعد ازاں برہان پور میں مقیم ہوگئے جہاں ایک مدرسہ جاری کیا۔ شرع و سنت کے سخت پابند تھے۔

(ج) شیخو پورہ کے نام سے ایک محلہ آباد کیا جس میں حفاظ کے تین سو گھر تھے۔ حضرت کا یہ ایک محیر العقول فیض تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپکے زمانے میں شیخو پورہ میں قرآن خوانی کے سوائے صبح کے وقت کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اشاعت حق کے سلسلہ میں مرکزی شخصیتوں کا عام طور سے کیا اثر پڑتا ہے۔

(د) ۱۰۲۹ھ میں وفات ہوئی۔ "ابن فضل اللہ" مادہ تاریخ وفات ہے۔ آپکے دو لڑکے خواجہ فضل اللہ اور خواجہ فضیل تھے۔ اونکی اولاد برہان پور اور ملکاپور میں ہے [۲] خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ

---

[۱] یاد ایام از عبدالحی [۲] سفینۃ الاولیاء از داراشکوہ۔ خزینۃ الاصفیاء۔ تاریخ برہان پور وغیرہ

اور اونکے برادران آپ ہی کے اولاد سے ہیں جو اس وقت حیدرآباد میں موجود ہیں۔ خواجہ محمد احمد صاحب عشرتی قاری۔ عالم و فاضل ایم اے ال ال بی اور بزرگان سلف کی یادگار ہیں۔

قاری سید محمد بن عبداللہ العیدروسی

ف ۵۷۰ آپ کے اور آپکے والد کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۲۱۸ میں درج ہیں۔ سورت میں بود و باش اختیار کی۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۰۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ سورت میں دفن ہیں۔ [1]

مقری حافظ شاہ جنید اللہ قاری سبعہ

ف ۵۷۱ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ (۱۲) میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری سید جلال الدین ثانی شیرازی

ف ۵۷۲ آپ سید رفیع الدین کے فرزند تھے۔ خاندانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے تجوید و دیگر علوم والد سے حاصل کئے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۰۳۶ھ میں انتقال ہوا۔ [2]

مقری حافظ شیخ نظام الدین تھانیسری

ف ۵۷۳ والد کا نام عبدالشکور۔ عبدالشکور اور جلال الدین تھانیسری دونوں بھائی تھے۔ شیخ نظام الدین کو جلال الدین تھانیسری کی لڑکی بیاہی گئی تھی۔ اس طرح آپ جلال الدین کے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ علوم متداولہ چچا سے حاصل کئے۔ اچھے حافظ و قاری تھے۔ حنفی المذہب و سلسلہ صابریہ میں مرید تھے۔ ابتداً بڑی ریاضتیں اور مجاہدات کئے۔ شہزادہ سلیم آپ کا بہت معتقد تھا۔ آپ نے اس کو بشارت دی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا۔ بالآخر حضرت کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ لیکن جب وہ بادشاہ ہوا تو شہزادہ خسرو سے ناراض ہوا۔ شہزادہ خسرو تھانیسر آکر حضرت سے دعا کا طالب ہوا۔ حضرت نے اس کو نصیحتیں کیں۔ دشمنان شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ خسرو اپنی مطلب براری کے لئے تھانیسر جاتا ہے اور حضرت نے اوس کو سلطنت کی بشارت دی ہے۔ یہہ سنکر جہانگیر برہم ہوا۔ حضرت کو ہندوستان چھوڑنے کا حکم دیا اور کہا کہ پھر واپس نہ آئیں۔ چنانچہ حضرت مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ بعد فراغ حج مکہ مکرمہ میں شرح لمعات مرتب کی۔ پھر مدینہ منورہ گئے۔ وہاں شرح المعانی تفسیر قرآن مجید تصنیف فرمائی۔ رسالہ بیان ہفت طبق۔ ریاض اقدس۔ تفسیر قرآن مجید و معاون حقانی بھی آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ بوقت تصنیف و ترتیب کوئی آپکے پاس نہ جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں کئی سال قیام رہا۔ پھر بلخ میں اقامت اختیار کی۔ ۱۰۳۶ھ میں بلخ میں انتقال ہوا۔ [3]

---

[1] یاد ایام از عبدالحی۔ [2] تذکرہ سادات شیرازیہ مرتبہ قاضی نورالدین بھڑوچی
[3] تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

مقری حافظ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی

ف ۵۷۴ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول نقرہ جات ۲۲۵ تا ۲۲۸ میں درج ہیں۔

مقری نورالدین

ف ۵۷۵ قاری نورالدین نے مقصود القاری فارسی زبان میں معزالدین قاضی خان کے لئے لکھی تھی جو بعد میں طبع ہوئی جسے سند قبولیت عطا ہوئی۔

قاری عبدالحلیم شاہ داتار بھنڈاری

ف ۵۷۶ سلسلہ قادریہ کے یہہ بزرگ علاقہ برار میں فیض رسان رہے۔ جہانگیر کے زمانے میں بالاپور علاقہ برار میں کچھ عرصہ رہے۔ وہاں سے انکلے سر (بھڑونچ) میں جاکر اقامت اختیار کی۔ اونکے فرزند شاہ محمود بالاپور میں مقیم ہوگئے۔ باپ بیٹے کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ عبدالحلیم شاہ ۸ انچ × ۵ انچ کی تقطیع کا حمائل اپنے ساتھ رکھتے تھے جس کی جدول مطلاّ و مذہب ہے۔ ۵۰۵ھ میں قرطبہ میں اس کی کتابت ہوئی۔ اب یہہ قرآن شریف حضرت کے سلسلے کے سجادہ نشین سید محمود علی صاحب جاگیردار ابن سید غلام علی ابن سید غلام محی الدین کے پاس انکلے سر میں موجود ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

فن تجوید و قراءت سے قطب شاہیوں کو دلچسپی

ف ۵۷۷ محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ سے ۱۰۲۰ھ تک حکمران رہا۔ بہت علم دوست بادشاہ تھا۔ ۹۹۸ھ میں اس نے شہر حیدرآباد بسایا۔ اس کے دس سال کے بعد درس گاہ کے اغراض کے لئے چار مینار تعمیر کیا گیا۔ اس مدرسے میں قرآن و علوم دینیہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سے پہلے قطب شاہیوں کا پایہ تخت گولکنڈہ تھا۔ یہاں قراءت کا شوق قدیم سے پایا جاتا ہے۔ بہمنی بادشاہوں کے ذوق قراءت کا یہہ نتیجہ تھا کہ دکن کے پورے علاقے میں قراءت کے لئے سازگار فضاء پیدا ہوئی۔

(ب) قرآن مجید کا ایک نسخہ لفٹننٹ اقبال علی خاں صاحب جاگیردار ساکن ملک پیٹ کے پاس موجود ہے جو خوش خط ہونے کے علاوہ سبعہ کا حاشیہ بھی رکھتا ہے۔ کاتب کا نام محمد بن محمود بن حسن بصری ہے۔ اس قرآن مجید پر کتابت کا سنہ ۳۲۹ھ درج ہے۔ اگر یہہ سنہ حسب ادعائے کاتب صحیح ہے تو اب تک جتنے نسخے قرآن مجید کے ہندوستان میں پائے گئے ان میں یہہ قدیم ترین نسخہ ہے۔ اس قرآن مجید پر سبعہ کا حاشیہ بعد میں درج کیا گیا ہے۔ قیاس ہے کہ تین سو ساڑھے تین سو سال قبل کا ہوگا مگر سبعہ کا اتنا قدیم حاشیہ بھی اہمیت سے خالی نہیں

(ج) قرآن مجید کا دوسرا نسخہ نواب سالار جنگ مرحوم کے عجائب خانے میں کیقباد کاتب کا لکھا ہوا ۹۷۵ھ کا ہے۔ کاتب کا ادعا ہے کہ یہہ نسخہ حضرت علی کے دستی قرآن مجید کی ہو بہو نقل ہے۔ اس کے حاشیے پر بھی سبعہ کے اختلافات درج ہیں۔ یہہ نہ معلوم ہوسکا کہ یہہ نسخہ کب اور کہاں سے آیا۔ قیاس ہے کہ ایران سے درآمد ہوا ہے

ہندوستان میں قرأت سبعہ کے حاشیے والے جو نسخے پائے جاتے ہیں اُن میں یہہ نسخہ قدیم ترین ہے۔

ف ۵۷۸ سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ سے ۱۰۸۳ھ تک) حکمران رہا۔ اس کو بھی علم سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے اپنی والدہ حیات النسار کی یادگار میں حیات نگر بسا کر مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔ اس مدرسے میں طلبار کے قیام و طعام کا انتظام تھا۔ یہہ مدرسہ بھی تاناشاہ کے عہد تک جاری رہا۔

(ب) دوسرا مدرسہ ملا محمد ابن خاتون نے عبداللہ قطب شاہ کے ایمائے سے لنگر فیض کے پاس گولکنڈہ میں قائم کیا اس میں بھی طلبار کے کھانے اور رہنے کا انتظام تھا۔ یہہ مدرسہ بھی تاناشاہ کے عہد تک جاری رہا

نظام شاہیوں کو تجوید و قرأت سے دلچسپی

ف ۵۷۹ جنوب میں گلبرگہ اور بیجاپور میں تجوید و قرأت کی سرپرستی جاری تھی اور شمال میں خاندیش اور گجرات میں کثرت سے قرار موجود تھے مغربی علاقہ میں تریم (علاقہ حضرموت) سے علمار کی آمد جاری تھی۔ چونکہ احمد نگر درمیان میں واقع تھا اس لئے آنے جانے والے قاریان کرام احمد نگر ہو کر آتے جاتے تھے اس لئے اس خطہ میں تجوید و قرأت کی اشاعت ضروری تھی۔ علاوہ ازیں سلطان برہان شاہ اور بہادر نظام شاہ کو تجوید سے دلچسپی تھی۔ شاہ طاہر کی تحریک پر برہان شاہ نے مدرسہ کے لئے پختہ دو منزلہ عمارت ایک ٹیلے پر بنوائی جس میں تعلیم کے علاوہ خور و نوش کا بھی انتظام تھا۔ شاہ طاہر کی وفات ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ اس عمارت کے کھنڈر اب بھی جائے عبرت ہیں۔ میں نے اس مدرسہ کو دیکھا ہے۔

(ب) ملک عنبر جو پہلے گورنر تھا اور ۱۰۰۹ھ میں چاند بی بی کے قتل کے بعد زیادہ طاقتور ہو گیا۔ یہہ بھی علم دوست تھا۔ عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ایک شاعر نے ملک عنبر کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہہ ہے ؎ درخدمت رسول خدا یک بلال بود ؛ بعد از ہزار سال ملک عنبر آمدہ۔

ملک عنبر نے قرار و علمار کی بڑی خدمت کی۔ اوس کا انتقال ۱۰۳۵ھ میں ہوا۔ خلد آباد میں ایک گنبد اوسکے نام سے مشہور ہے مگر کہا جاتا ہے کہ وہ وہاں دفن نہیں ہے بلکہ اورنگ آباد میں اوسکی قبر ہے۔

(ج) ملک عنبر کا لڑکا فتح خان دولت آباد کا گورنر رہ چکا تھا۔ اوس نے بھی قاریوں اور عالموں کی خدمت کی۔ ان دونوں کی سرپرستی میں بعض قاریوں نے احمد نگر میں اقامت اختیار کی اور بعض آتے جاتے ٹھہرتے تھے۔ چنانچہ شیخ حبیب العیدروس بن شیخ عبداللہ جن کے بارے میں دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے جید قاری تھے۔ جب حضرموت سے ہندوستان آئے تو پہلے نظام شاہ کے پاس ہی قیام کیا۔ بعد ازاں بیجاپور چلے گئے۔ جہاں ابراہیم عادل شاہ کی وفات تک ٹھہرے رہے اوسکے بعد دولت آباد آگئے۔ فتح خاں تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا۔ وفات تک آپ دولت آباد میں رہے۔

(د) اسی طرح قاضی احمد بن ابوبکر حضرموت سے آکر ملک عنبر کے مہمان رہے۔ کچھ عرصے کے بعد گولکنڈہ آگئے۔

(ھ) قاری حافظ احمد بن عبداللہ بھی تریم (حضرموت) میں پیدا ہوئے۔ حیدرآباد آتے ہوئے احمدنگر میں قیام کیا تھا۔

ابراھیم عادل شاہ ثانی
۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ

ف ۵۸۰ مورخین نے اس بادشاہ کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے اس کا عہد حکومت بھی طویل رہا۔ ۹ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اور ۴۹ سال حکومت کی۔ دانشمند۔ متین۔ سنجیدہ حکمران تھا۔

(ب) پہلے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں دوسرے علوم سیکھے۔ فنون لطیفہ سے بھی دلچسپی تھی خود موسیقی کا ماہر تھا۔ خوشنویسی میں کمال پیدا کیا تھا۔ صاحب بساتین السلاطین اوسکی خوشنویسی کی تعریف میں لکھتے ہیں" اگرچہ دراں زمان خوشنویسان اقالیم جمع آمدہ بودند ولے بادشاہ بادشاہ قلمہا بود۔ ثلث و نسخ و نستعلیق را بہ آں درجہ حسن و متانت رسیدہ بود کہ برخطوط خوش قلمان عصر قلم نسخ کشیدہ" مشہور شاعر و ادیب ظہوری اوسکے زمانے میں موجود تھا جو بادشاہ کی نغمہ نوازی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

گر اکسیر سرور و سوز ساز ند ٭ ز خاکِ پاکِ بیجاپور سازند

(ج) حبیب العیدروس بن عبداللہ جو لاجواب قاری۔ حافظ و عالم تھے۔ اس بادشاہ کے زمانے میں ۹۹۳ھ میں بیجاپور آئے۔ بادشاہ آپکی شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ اونکو بڑے احترام سے رکھا۔ ادب کی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ تجوید و قراءت میں بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ رفتہ رفتہ حضرت کا اثر اتنا بڑھا کہ بادشاہ نے امامیہ مذہب ترک کر کے اہل سنت کے عقائد کا پیرو ہوگیا۔ حضرت کا یہ اثر امرائے دربار کے لئے ناگوار تھا۔ وہ دشمن ہوگئے مگر بادشاہ کی زندگی تک حضرت برابر اپنا کام کرتے رہے۔ ۱۰۳۷ھ میں ابراھیم کا انتقال ہوا تو حبیب العیدروس بیجاپور میں نہ رہ سکے دولت آباد چلے گئے۔

سلسلۂ عہد مغلیہ

باب یازدہم۔ (شاہ جہان و اورنگ زیب)

۱۵۸ شاہ جہان کا دور حکومت علوم و فنون خصوصاً تجوید و قرارت کے لئے بہت سازگار ثابت ہوا۔ شاہ جہان خود عالم۔ صوفی۔ قاری اور خوشنویس تھا۔ علماء و قراء کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کا مرید بھی تھا۔ اس دور میں قراء بہ کثرت پیدا ہوئے۔

(ب) کتب خانہ حبیب گنج (علی گڑھ) میں خط کوفی میں لکھے ہوئے کلام اللہ کے پانچ اوراق محفوظ ہیں جن کے متعلق شاہ جہان نے تصدیق کی ہے کہ حضرت علیؓ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں۔

(ج) ایران میں قاری ملا مصطفےٰ نے ۱۰۴۰ھ میں قرارت عاصم پر ایک رسالہ "تحفۃ القراء" کے نام سے بزبان فارسی شاہ عباس ثانی کے زمانے میں لکھا تھا۔ آقا سید علی شوستری نے ۱۳۰۳ھ میں بمبئی سے دوسری دفعہ طبع کرایا۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(د) شاہ عباس ثانی کے عہد میں فن تجوید پر ایک رسالہ فارسی میں عبد الرضا ابن جلال نے ایران میں لکھا تھا۔ دراصل یہ رسالہ سید ابو القاسم کی منظوم کتاب کی شرح ہے۔ ناظم الدولہ کی فرمائش پر محمد باقر نے ۱۲۷۰ھ میں اس کی نقل بہ مقام کربلا کی۔ فی الوقت یہ نقل ڈاکٹر عبد الحق مرحوم کے کتب خانہ واقع مدراس میں موجود ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس میں حوالہ جات ائمہ فرقہ امامیہ کے درج ہیں مگر قواعد وہی ہیں جو عام رسالہ جات تجوید میں بیان کئے جاتے ہیں اس میں امام باقر کا ایک قول درج ہے۔ [۱] ما استوی رجلان فی حسب و دین الا کان افضلھما عند اللہ قال بقرءۃ القرآن کما انزل ودعائہ من حیث لا یلحن فان الدعاء الملحون لا یصعد الی اللہ۔ مجتہد العصر کا ایک اور

---

[۱] نہیں برابر ہوتے دو شخص حسب و دین میں مگر افضل ہوتا ہے ان میں سے وہ جو پڑھتا ہے قرآن کو اس طرح جس طرح وہ نازل ہوا ہے اور دعا سے جس میں لحن نہ ہو اسلئے لحن والی دعا اللہ تک نہیں پہونچتی

ترنم ان کے "فتاویٰ" میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ لہ اَلغِنَا فِی المَرَاثِیْ کَالزِّنَا فِی المَسَاجِدِ

(ھ) قرآن شریف کا وہ نسخہ جس کو ۱۰۳۸ھ میں فتح اللہ کاشانی نے لکھا تھا۔ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔

(و) عبدالباقی الحداد کاتب نے ایک حمائل مطلّا و مذہب مع مرصع جدول کے خوش خط لکھ کر شاہ جہان کو نذر کیا۔ جس کے صلہ میں بہت انعام ملا۔ یہہ حمائل خدا بخش خان لائبریری میں بمقام بانکی پور موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

مقری شیخ عبدالقادر حضرمی ثم احمد آبادی ف ۵۸۲ شیخ عبدالقادر حضرمی بن شیخ بن عبداللہ بن شیخ ابن عبداللہ العیدروس۔ ۹۷۸ھ میں بمقام احمد آباد پیدا ہوئے۔ قرآن مجید تجوید و قراوت کے ساتھ سید شیخ بن عبداللہ العیدروس سے پڑھا۔ اور شیخ حسین کشمیری کو سنایا۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۰۳۸ھ میں وفات پائی۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔ ۲

مقری حافظ ملا عبدالکریم کاکوروی ف ۵۸۳ وطن کاکوری جو لکھنو سے متصل ہے۔ والد کا نام مقری حافظ شہاب الدین ابن مخدوم نظام الدین کاکوروی۔ دادا سے علوم سیکھے۔ فن تجوید و قراءت تو ورثہ میں ملا تھا۔ بچپن سے ذہین تھے۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کے جامع لڑکپن ہی میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔

(ب) اکبر نے مخدوم نظام الدین کو جاگیر عطا کی تھی۔ مگر جہانگیر نے تخت نشین ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ جاگیرات کی اسناد اس کو دکھلا کر تجدید کرالی جائے۔ اس بنا پر آپ اپنی سند لیکر دہلی پہنچے۔ اور مرزا غیاث کے پاس مہمان ٹھہرے چند روز تک جو اس نے حضرت کی خوبیاں دیکھیں تو آپ سے کہا کہ میری دختر نور جہان بیوہ ہو گئی ہے اوس سے آپ عقد کرلیں۔ ملا صاحب نے دوسرے روز جواب دینے کا وعدہ کیا۔ دوسرے روز فرمایا کہ "آپ عنقریب وزیر ہونے والے ہیں اور آپ کا لڑکا صوبیدار۔ اس لئے ایک امیر کبیر کو ایک فقیر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔" مرزا غیاث نے جب وزارت کی خوش خبری سنی متعجب ہوا کہ اس کے لئے اتنی بڑی خدمت کا کیا موقعہ ہے۔ ملا صاحب نے کہا "ایسا ہی ہوگا"۔ اپنے اسناد مرزا کے حوالے کر کے فرمایا کہ "جب وزیر ہو جائیں تو اون پر بادشاہ کے دستخط لیکر واپس کر دینا"۔ یہہ کہہ کر کاکوری واپس چلے گئے۔

ف ۵۸۴ ملا عبدالکریم کے واپس چلے جانے کے بعد جہانگیر نے نور جہاں سے عقد کرنا چاہا۔ نور جہاں نے چند شرائط پیش کئے جن میں سے دو شرطیں یہہ تھیں کہ مرزا غیاث کو وزارت اور آصف خاں کو صوبیداری

لہ مراثی میں ترنم ایسا ہے جیسے مسجد میں زنا کرنا۔ ۲ے نزہت الخواطر۔ سراز عبدالحی

دی جائے۔ جہانگیر نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ مرزا غیاث وزیر ہوئے اور آصف خان کو بنگالے کا صوبیدار بنا کر بھیجا گیا۔ مرزا غیاث نے ملا عبدالکریم کی اسناد کی نہ صرف تجدید کرا دی۔ بلکہ مزید جاگیرین دلوا کر اپنے فرزند آصف خان کو تاکید کی کہ اسناد ملا عبدالکریم کو واپس کر دیئے جائیں اور اون سے دعا کی درخواست کی جائے۔ آصف خان کاکوری جاکر ملا صاحب سے بڑے احترام سے ملا اور استدعا کی کہ اونکے چھوٹے لڑکے ملا عزیزاللہ کو جو قاری۔ حافظ و عالم تھے اجازت دی جائے کہ اوسکے ہمراہ بنگالہ جائیں۔ ملا صاحب نے منظور کر لیا۔ اونکے بڑے فرزند ملا عظمت اللہ بھی قاری۔ حافظ اور فقیہہ تھے جو بعد ازاں زیب النساء کے استاد مقرر ہوئے۔

ف۵۸۵ اس واقعہ سے چند سال قبل اکبر کے عہد حکومت میں بھی ملا عبدالکریم اس وقت دہلی گئے تھے جبکہ حضرت باقی باللہ باحیات تھے۔ ملا عبدالکریم قاری حافظ محمد حسن دہلوی کے توسط سے حضرت باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اونکے حلقے میں بھی تبرکاً و تیمناً شریک ہوئے جس میں وہ قادری نسبت زیادہ محسوس فرماتے رہے۔

(ب) خواجہ باقی باللہ نے حضرت مخدوم نظام الدین کی بڑی ستائش کرتے ہوئے اپنے مرشد خواجہ امکنگی کا قول دہرایا کہ ہندوستان میں بڑے بڑے عالم موجود ہیں اور پھر اون کے حوالے سے یہ واقعہ سنایا کہ قاری محمد شریف بغدادی جب ہندوستان کے سفر سے واپس ہوئے تو اون سے بیان کیا تھا کہ اس سفر میں ایک بزرگ سے کالپی میں ملاقات ہوئی جو جامع الصفات تھے۔ اور اونکی نسبت اون کی رائے تھی کہ جس کسی کو ایک ہی ذات میں سید الطائفہ جنید بغدادی کا ادب۔ ابو حنیفہ کا تقویٰ اور قرائے سابقین کے رموز و غموض اور فن تجوید پر مہارت کاملہ دیکھنا منظور ہو وہ مولانا قاری نظام الدین کو دیکھے حضرت باقی باللہ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ اس گفتگو کے وقت حضرت مجدد صاحب اپنے مرشد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

ف۵۸۶ ملا عبدالکریم نے دادا کے نقش قدم پر چل کر تجوید و قرات کی بڑی خدمت کی۔ آپ راوی ہفت قرات تھے۔ اٹھاون سال درس و تدریس و خلق کی خدمت انجام دیکر ۱۰۳۹ھ میں وفات پائی آہ شہباز طریقت سال او۔ آپکے خاندان میں بارہ پشت تک تجوید و قرات و حفظ کا سلسلہ جاری رہا۔[۱]
۱۰۳۹ھ

مقری حافظ عبدالقادر کاکوروی **ف۵۸۷** ملا عبدالقادر حافظ شہاب الدین ابن مخدوم نظام الدین کاکوروی کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ نے بھی لڑکپن میں تجوید؛

---

[۱] تذکرہ مشاہیر کاکوری۔

قرات وحفظ سے فراغت حاصل کی۔ لوگ آپ کے علم وفضل کے بہت معترف تھے۔ آپ نے بھی درس و تدریس میں عمر گذاردی۔ ملا عبدالکریم سے بیعت کی۔ آپکے متعلق تذکرہ مشاہیر کاکوری میں یہہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ "ملا عبدالقادر ابن حافظ شہاب الدین۔ دانشمند مدرس عالم متبحر۔ یکتائے عصر بود۔" دونوں بھائیوں کی نسل سے کئی پشت تک مقری و حافظ و عالم ہوئے ہیں۔ سلہ

قاری شیخ جان اللہ لاہوری

وفات ۵۸۸ آپ لاہور کے باشندے تھے لڑکپن ہی میں تجوید و قرات اور دیگر علوم حاصل کئے۔ اوسکے بعد شیخ نظام الدین تھانیسری کی خدمت میں رہے اور خلافت حاصل کرکے لاہور واپس ہوئے اور درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جب شیخ نظام الدین حج کو جانے لگے تو آپ بھی ہمراہ ہوگئے۔ سفر میں شیخ کی خدمت کرتے رہے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد مرشد کے ساتھ مدینہ منورہ اور وہاں سے ساتھ ساتھ بلخ گئے۔ بلخ میں مرشد سے رخصت ہوکر ہندوستان واپس آگئے اور لاہور میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۹ رجمادی الثانی ۱۰۳۹ھ کو وفات ہوئی۔ لاہور میں دفن ہیں۔

قاری علی متقی دوم

وفات ۵۸۹ والد کا نام شیخ ابو محمد ابن شیخ حسن ابن شیخ راجا "(از فرزندان سلمان فارسی بود)" شیخ محمد چشتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ ورع و تقویٰ میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ انتقال ۱۱ رجب ۱۰۴۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار (ساول کہنہ) میں شاہ بھیکن کے روضے کے پاس احمدآباد میں موجود ہے۔

قاریہ خوشترا بی بی

وفات ۵۹۰ مخدوم رفیع اللہ ابن سعد اللہ ابن شیخ عزیز اللہ کی دختر جو قاریہ عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ لوگ مستجاب الدعوات مانتے اور اونکے پاس دعا کے لئے جاتے تھے۔ ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر جب احمد آباد گیا تو ملنا چاہا۔ لیکن نہ گئیں البتہ دعا کا وعدہ کیا۔ قبر نصیرآباد میں روضہ عطاء اللہ کے نزدیک واقع ہے۔ وفات تقریباً ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔

مقری شیخ محمد اعظم چشتی نظامی

وفات ۵۹۱ وطن احمد آباد۔ والد کا نام شیخ حسن محمد چشتی صاحب سلسلہ بزرگ احمد آباد میں تھے جن کا انتقال ۹۸۹ھ میں ہوا احمد آباد میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد اعظم اونکے فرزند و خلیفہ تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی تجوید و قرات بھی سیکھی۔ خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حافظہ بہت اچھا تھا۔ سات برس تک سخت مجاہدے کئے۔ ۴۲ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے مشہور آئینہ وجود۔ طریق الصالحین۔ آداب عارفین

سلہ تذکرہ مشاہیر کاکوری۔

ہدایت المریدین ہیں۔ ۱۰۳۹ھ میں شاہ جہان نے پانچ گاؤں کی سند اور تحائف دیگر نواب اسلام خان کو احمد آباد بھیجا۔ صوبیدار احمد آباد استقبال کرکے نواب اسلام خان کو حضرت کی خدمت میں پہونچا دیا۔ حضرت نے سند نہ لی نقد فقرا میں تقسیم کرنے کی ہدایت کی۔ اور سنگ موسیٰ کی تسبیح دیگر واپس کیا۔ آپ درس و تدریس میں لگے رہتے تھے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ کو احمد آباد میں انتقال ہوا۔ وہیں قبر موجود ہے۔ ؎۱

۵۹۲ مقری مخدوم شاہ طیب بنارسی

آپ فاروقی النسل تھے۔ والد کا نام شیخ معین الدین ابن شاہ حسن۔ ابن شیخ داؤد۔ ابن شیخ خلیل۔ شیخ خلیل عرب سے آکر غازی پور میں مقیم ہوئے۔ اونکے دو بیٹے شیخ فرید اور شیخ داؤد تھے۔ جب شاہ طیب کی عمر دس سال کی تھی تو والد کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا۔ پھوپھی نے پرورش کی۔ قرآن شریف کی تعلیم دلوائی بعد ازاں شیخ نظام الدین بنارسی کی خدمت میں درسی کتابوں کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ پھر جونپور جاکر شیخ نور اللہ انصاری سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور شیخ تاج الدین سے بیعت ہوئے جو سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے بزرگ تھے۔ اونکے انتقال کے بعد دہلی جاکر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اون سے خرقہ لیا۔ واپسی پر درس و تدریس و سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔ تجوید و قراءت کے عالم تھے۔ قرآن مجید سے بیحد شغف رکھتے تھے۔ تہجد میں بڑے ذوق و شوق سے قرآن مجید پڑھتے۔ تہجد کے بعد بھی قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رہتا۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہو کر تلاوت کرتے۔ ظہر کے بعد ایک سی پارہ پڑھ کر درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔ ۱۰۴۲ھ میں ماہ پور (جھونسی) کی مسجد کو تشریف لے گئے۔ جہاں وضو کیا اور عشاء کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ روح پرواز ہو گئی۔ ایک بڑے باغ کے اندر پر فضا مقام پر گنبد ہے وہیں حضرت کے والد کی قبر اور ایک خوشنما مسجد ہے۔ مجھے بھی قبر پر فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔ ؎۲

۵۹۳ قاری ملا حامد قادری

لاہور کے متوطن۔ عالم و فاضل۔ تجوید و قراءت سے خوب واقف تھے خوش الحان بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید پڑھنے میں لاثانی تھے میاں بالا پیر کے ہم عصر تھے۔ پہلے حضرت سے اعتقاد نہ رکھتے تھے مگر بعد میں مرید ہو کر حضرت ہی کی خدمت میں رہنے لگے تجوید و قراءت کا درس دیتے تھے۔ ۱۷ رمضان ۱۰۴۴ھ کو وفات ہوئی۔ روضہ میاں میر میں دفن ہوئے ؎۳

؎۱ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی صفحہ ۲۰۴

؎۲ تذکرہ مشائخ بنارس از عبد السلام نعمانی۔

؎۳۔ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی صفحہ ۱۴۱ ۲ جلد سوم۔

قاری سید محمد مقبول عالم احمد آبادی

ف ۵۹۴ حضرت شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ ولادت احمد آباد میں ۹۸۹ھ میں ہوئی۔ والد کا نام سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم تھا تجوید و قرارت و علوم والد سے سیکھے۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۰۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

قاری شیخ محمد میر بالا پیر لاہوری

ف ۵۹۵ اصلی نام شیخ محمد میر تھا مگر میاں میر بالا پیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ شہر سیستان میں ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد قاضی سائندہ تھے۔ اور والدہ بھی ایک قاضی کی لائقہ و فائقہ صاحب زادی بی بی فاطمہ تھیں جب آپکی عمر سات سال کی ہوئی تو والد کا انتقال ہوگیا۔ ایک چھوٹی بہن بی بی جمال دلیہ تھیں۔

(ب) آپکی والدہ بی بی فاطمہ نے خود فرزند و دختر کو قرآن و حدیث۔ و فقہ و قرارت کی تعلیم دینی شروع کی۔ اون سے فراغت کے بعد طریقہ قادریہ کے اوراد کی تعلیم دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا زیور علم سے آراستہ ہونا بچوں کے حق میں کتنی بڑی نعمت ہے۔ پھر آپ حضرت خضر سیستانی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اون سے بیعت ہوکر ۹۸۵ھ میں لاہور آئے۔ یہاں آپ کا فیض جاری رہا۔ ایک مدرسہ قائم کیا اور بلا امداد غیرے اس مدرسے کو چلاتے رہے۔ جب جہانگیر لاہور گیا تو آپ کی تعریف و شہرت سنکر آپ سے ملاقات کی۔ نذر دینی چاہی لیکن آپ نے قبول نہ کی۔ زیادہ اصرار کرنے پر صرف ہرن کا ایک چرم لے لیا۔

ف ۵۹۶ شاہ جہان جب لاہور گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پچاس ہزار کی نذر پیش کی لیکن آپنے قبول نہ کی۔ اصرار کیا کہ اہل خانقاہ میں تقسیم فرما دیں تو جواب دیا کہ سلاطین کا مال مشکوک ہوتا ہے خود نہیں لینا چاہتا تو دوسروں کے حوالے کیوں کروں۔ شاہ جہان آپ کے پاس سے اٹھ کر ایک اور بزرگ کے پاس گیا اور اونکو نذر پیش کی تو انہوں نے قبول کرلی۔ شاہ جہان دوسرے جمعہ کو میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ آپ نے تو نذر قبول نہ کی مگر فلاں بزرگ نے لے لی۔ فرمایا وہ تو دریا ہیں اور میں کوزہ ہوں جس کا پانی ناخن گرنے سے بھی کروہ ہوجاتا ہے۔ شاہ جہان نے دوسرے بزرگ سے جاکر پوچھا کہ یہہ کیا بھید ہے کہ میاں میر نے تو نذر نہیں لی اور آپ نے قبول کرلی۔ تو فرمایا کہ میاں میر کا درجہ باعتبار تقوی مجھ سے بلند تر ہے۔ اس واقعہ سے یہہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مردان باخدا میں للہیت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہیں کرتے بلکہ اونکے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہیں۔

(ج) اہل تمول سے امداد حاصل کئے بغیر بھی حضرت کا مدرسہ اور خانقاہ کا انتظام برقرار رہا۔ میاں میر کا انتقال ۱۰۴۵ھ میں ہوا۔ لاہور میں دفن ہوئے۔ نواب وزیر خان نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا۔

ف ۵۹۷ آپ کی بہن بی بی جمال دلیہ بھی اویسی ماں کی پروردہ ہونے کے لحاظ سے جملہ علوم میں ماہر ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ رابعہ وقت تھیں۔ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں حصہ لیتی تھیں۔ ان کا انتقال ۱۰۴۹ھ میں ہوا۔ اون ہی کی اولاد میاں میر کی سجادہ نشین ہوئی۔

(ب) میاں میر کے خلفاء میں قاری ملا حامد قادری اچھے قاری تھے۔ اون کا ذکر فقرہ (۵۹۳) میں ہو چکا ہے۔ اونکی وجہ سے خانقاہ میں تجوید و قرات کا چرچا رہا۔

(ج) دوسرے خلیفہ خواجہ بہاری تھے جو بڑے جید عالم۔ محدث۔ فقیہہ و عارف تھے ۱۰۴۰ھ میں خواجہ بہاری کا انتقال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے۔ [1]

قاری ابو بکر بن احمد بن حسین

ف ۵۹۸ قاری ابو بکر بن احمد بن حسین بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس الشافعی الحضرمی ثم الہندی۔ جن کا شبلی نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ آپ تریم میں پیدا ہوئے اور وہیں حفظ و تجوید و قرات کی تکمیل کی۔ پھر ہندوستان آکر شاہجہان سے ملے۔ جو بڑے اکرام سے پیش آیا۔ تحفے دیئے۔ اور منصب مقرر کی۔ پھر آپ دولت آباد آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ وفات ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔ [2]

شہباز محمد بھاگل پوری

ف ۵۹۹ آپکے دادا حاجی خیر الدین بخارا کے رہنے والے تھے۔ اپنے لڑکے سید شاہ خطاب کے ساتھ حج و زیارت کے لئے گئے۔ وہاں سے واپس آکر دیوریہ میں قیام کیا۔ شہباز محمد شہنشاہ ہمایون کے زمانے میں ۹۵۶ھ میں پیدا ہوئے وہیں حاجی خیر الدین کا انتقال ہوا۔

(ب) سید شاہ خطاب اپنے لڑکے شہباز محمد کو لیکر دیوریہ سے بھاگل پور ۹۸۶ھ میں آئے۔ شہباز محمد جو دیوریہ میں قرات و تفسیر و حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھ کر عالم و فاضل ہو چکے تھے۔ تیس سال کی عمر میں بھاگل پور پہنچے جہاں آپکے علم و فضل کا چرچا ہوا۔ یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ۶۵ سال کی طویل مدت تک درس دیتے رہے۔ آپ کے سلسلے کے اور قاریوں کا ذکر بعد میں آئے گا۔ آپ کی وفات ۹۵ سال کی عمر میں ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔

مقری حافظ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ف ۶۰۰ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۱۸۸ میں ملاحظہ ہوں

---

[1] ہفت اولیاء از شاہ مراد سہروردی۔ و علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں

[2] خلاصۃ الاثر۔

ف ۶۰۱ قاری شیخ آدم بنوری مجددی لاہوری

خواجہ شیخ آدم بنوری بن اسمٰعیل بن بہوہ بن یوسف بن یعقوب۔ مجدد صاحب کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ایک مرتبہ غیب سے آواز سنی کہ قرآن کیوں نہیں پڑھتا اوسکے بعد ہی آپ نے تجوید و قرات سیکھی۔ حفظ کی تکمیل کی علوم قرآنی بھی حاصل کئے۔ قرآن شریف کی بہ کثرت تلاوت کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کا مدرسہ بہت آب و تاب سے چلنے لگا۔ ایک ہزار طلباء کے لئے دونوں وقت کھانے کا انتظام فرماتے بڑے متوکل اور پابند سنت تھے۔ قاری ہفت قرات سید عبداللہ جو مولانا عبدالرحیم صاحب کے استاد ہیں آپکے مریدین و خلفاء میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے تقریباً چار لاکھ مرید تھے۔ اون میں سے ایک ہزار کاملین میں شمار ہوتا ہے۔

(ب) ۱۰۵۲ھ میں جب لاہور آئے تو دس ہزار مشائخ و سادات اونکی صحبت میں تھے اوس وقت شاہ جہان بھی وہیں موجود تھا۔ اتنا ہجوم دیکھ کر تفحص حال کے لئے سعداللہ خان کو بھیجا۔ جب وہ حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت نے التفات نہ کی۔ سعداللہ خان خفا ہوکر واپس آیا اور شاہ جہاں سے بیان کیا کہ ایک جاہل صوفی ہے۔ شاہ جہاں نے آپ کو مکہ معظمہ جانے کی ہدایت کی۔ آپ فوراً روانہ ہوگئے۔ سورت پہنچکر وہاں سے جلد جہاز فراہم کرکے سرزمین ہند سے باہر ہوگئے۔ کچھ روز بعد شاہ جہان نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ "شیخ آدم کو روک ورنہ تیری حکومت کا زوال شروع ہوجائے گا۔" شاہ جہاں نے فوراً اطلاعیں بھیجیں کہ شیخ آدم کو روک لیا جائے۔ مگر حضرت سورت سے بھی روانہ ہوچکے تھے۔ شیخ آدم حج و زیارت سے فارغ ہوئے وہاں مخلوق خدا کی کثیر تعداد کو آپ سے فیض پہنچا۔ ۱۰۵۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان کی قبر کے پاس دفن ہوئے (ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں)

ف ۶۰۲ مقری شیخ حامد لاہوری دوم

وطن لاہور۔ عالم و فاضل۔ قاری و مفسر تھے۔ شیخ آدم بنوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے متقی و پابند سنت تھے۔ شیخ آدم نے آپ کو پیر بھائیوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا۔ سب کو دینی علوم تجوید و قرات سکھاتے اور اتباع سنت کی تاکید فرماتے ۱۰۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ بنور میں دفن ہیں۔

ف ۶۰۳ قاریہ ستی النساء خانم

ملک الشعراء طالب آملی کی بہن ستی النساء خانم حکیم رکنا کاشی کے بھائی نصیرا کی بیوی تھیں۔ حافظہ۔ قاریہ۔ عالمہ تھیں۔ زبان دانی اور ادب شناسی اور فن تجوید و قرات میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ ممتاز محل اور شاہ جہان دونوں انکے قدر دان تھے۔ ممتاز محل کی مہردار تھیں۔ ممتاز محل کے انتقال کے بعد محل کی صدارت ان ہی کے سپرد ہوئی۔ جہان آرا بیگم نے

اس خاتون کے زیر تعلیم رہکر تجوید و قراءت و دیگر علوم حاصل کئے۔ ستی النساء خانم لاولد تھیں۔ طالب آملی کے انتقال کے بعد جو ۱۰۳۶ھ میں ہوا اونکی دونوں لڑکیوں کو اولاد کی طرح پرورش کر کے شادی کرادی۔ ستی النساء خانم کی وفات ۱۰۵۶ھ میں ہوئی۔ شاہ جہان نے بیس ہزار روپئے کے صرفہ سے آپکا مقبرہ تعمیر کرایا۔ جو روضہ تاج گنج میں ہے۔ ؎۱

قاری قاضی احمد بن ابو بکر حضر موتی

ف ۶۰۴ قاضی احمد تریم میں ۱۰۱۹ھ میں پیدا ہوئے حفظ۔ تجوید و قراءت کی تکمیل محمد بن باعیشر سے کی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان آئے۔ متعدد مقامات پر قراءت کا درس دیا۔ کچھ روز احمد نگر میں قیام کیا۔ ملک عنبر نے اون کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ احمد نگر سے آپ عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں گولکنڈہ آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حضر موت چلے گئے۔ دوبارہ آئے مگر یہاں فتنہ و فساد دیکھ کر واپس چلے گئے تریم میں ۱۰۵۷ھ میں وفات ہوئی۔ ؎۲

قاری شیخ محب اللہ الہ آبادی

ف ۶۰۵ وطن صدر پور۔ الہ آباد۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت سیکھ کر علوم درسیہ حاصل کئے۔ آپ نے تجوید پر ایک کتاب بھی تصنیف کی وفات ۱۰۵۸ھ میں ہوئی۔ الہ آباد میں مزار ہے۔

حافظ قاری سید جلال مقصود عالم

ف ۶۰۶ والد کا نام سید محمد مقبول عالم۔ ولادت احمد آباد ۱۰۰۳ھ۔ والد سے علوم حاصل کئے۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ فن تجوید و قراءت میں ماہر ہوئے۔ مولانا حسین سیستانی و شیخ عبدالعزیز سے دیگر علوم کی تحصیل کی پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۰۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ ؎۳

قاری خواجہ بہاری لاہوری

ف ۶۰۷ جید عالم۔ قاری۔ محدث۔ فقیہہ اور عارف تھے۔ میاں میر بالا پیر سے خلافت حاصل کی تھی۔ بہت سے لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔ ۱۰۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے۔ آپکے شاگردوں کا ذکر بعد ازاں آئے گا۔

بیگم مقرب خان پانی پتی

ف ۶۰۸ آپ کے تفصیلی حالات فقرہ (۵۶۳) میں درج ہیں وفات تقریباً ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔

؎۱ مآثر الکرام جلد دوم صفحہ ۹۱ تا ۹۳۔ از غلام علی آزاد و معارف جنوری ۱۹۴۵ء
؎۲ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔ ؎۳ تحفۃ الکرام از علی شیر قانع

قاری امیر سید ابوالعلیٰ اکبر آبادی

ف ۶۰۹ والد کا نام ابوالوفا ابن عبدالسلام ابن عبدالملک والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت زین العابدین سے اور والدہ کی طرف سے خواجہ عبیدہ احرار نقشبندی سے ملتا ہے۔

(ب) عبدالسلام مع عیال و اطفال ہندوستان آئے اور لاہور میں قیام کیا۔ وہاں سے دہلی آرہے تھے کہ راستے میں امیر سید ابوالعلیٰ سن ۹۹۰ھ میں پیدا ہوئے اونکو لیکر فتح پور سیکری آئے۔ یہاں سے آپ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حجاز ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

(ج) آپکے والد ابوالوفا نے شہنشاہ اکبر سے سہ ہزاری منصب پائی تھی۔ فتح پور سیکری سے آپ بردوان چلے گئے۔ جہانگیر کے تخت نشینی کے موقعہ پر والد آگرہ آئے تو جہانگیر نے ابوالعلیٰ کی حسن صورت و حسن سیرت سے بہت متاثر ہوکر آپ کو اپنا ندیم بنالیا۔

ف ۶۱۰ ابوالعلیٰ کی پرورش و تعلیم و تربیت آپ کے نانا خواجہ فیضی ابن ابوالفیض کے آغوش شفقت میں ہوئی۔ متداول علوم۔ تجوید و قرارت اور خوشنویسی سیکھی۔ رسم الخط قرآنی سے واقف تھے ایک قرآن مجید جو آپ نے ۱۰۳۵ھ میں اپنے ہاتھ سے لکھا وہ آگرے میں مولانا محمد تاج الدین ابن بابو سراج الدین محلہ کھاری کنوان کے پاس موجود ہے۔

ف ۶۱۱ ایک مرتبہ شراب نوشی سے متعلق جہانگیر سے سخت گفتگو ہوئی۔ آپ ترک خدمت کرکے اجمیر چلے گئے۔

(ب) شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کے افعال سے شریعت عیاں تھی۔ "قولاً و فعلاً جادہ شریعت سے باہر قدم نہ رکھا"۔

(ج) ۹ / صفر ۱۰۶۱ھ کو وفات ہوئی۔ مزار مبارک موضع شکر پور میں ایک وسیع چار دیواری کے اندر ہے دو فرزند جنکے نام امیر فیض العلیٰ و امیر نور العلیٰ تھے۔ ۔۔[1]

قاری سید جعفر بن علی العیدروسی

ف ۶۱۲ العیدروسی خاندان کے جو مقدس اور نامور افراد گجرات و دکن میں آئے۔ اونمیں قاری سید جعفر کی شخصیت بہت ممتاز تھی والد کا نام علی اور چچا کا سید محمد بن عبداللہ تھا۔ گجرات سے آکر احمد آباد میں مقیم ہوئے۔ تجوید و قرأت کے اچھے عالم تھے۔ آپ اپنے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے عوام میں جعفر صادق ثانی کے لقب سے پکارے

---

[1] بوستان اخیار از سید احمد مارہروی و نزہت الخواطر۔ از عبدالحی۔

جاتے تھے۔ ۱۰۶۴ھ میں وفات ہوئی۔ [1]

قاری شاہ سلیمان قادری

ف ۶۱۳ پنجاب کے باشندے تھے۔ عالم و فاضل و قاری تھے اور شاہ معروف قادری کے سجادہ نشین تھے۔ آپکے خلفاء میں اونچے درجے کے عابد اور عارف گذرے ہیں جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔ خلیفہ اجل حاجی محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری تھے۔ شاہ سلیمان قادری کی وفات ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔ [2]

مخدومہ بیگم زوجہ ابوالحسن لاہوری

ف ۶۱۴ ابوالحسن کا وطن "تربت حیدری" تھا جو خراسان کا مشہور شہر ہے۔ ۹۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم نوجوانی میں بہادر سپاہی تھے۔ اکبر کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے۔ جہانگیر کے عہد تک پنج ہزاری منصب پر فائز رہے۔ آپکی زوجہ مخدومہ بیگم فاضل خاتون تھیں جن کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ علوم و فنون و شعر گوئی میں خاص دسترس رکھتی تھیں۔ آپ کا ایک فرزند جس کا نام احسن اللہ ظفر خان تھا۔ جو بڑا ہو کر قابل و ہونہار ہوا۔ ابوالحسن نے بیٹے کو بھی فوج میں لازم کرادیا۔ باپ و بیٹے دونوں برابر ترقی کرتے رہے۔ ۱۰۲۹ھ میں ابوالحسن میر بخشی کی خدمت پر سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں کے عہد میں چھ ہزار کا منصب عطا ہوا۔ ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۲ء میں کشمیر کا صوبیدار اور اونکے فرزند کو نائب صوبیدار بناکر بھیجا گیا۔ ایک سال کے بعد ۱۰۴۲ھ میں ابوالحسن نے لاہور میں وفات پائی۔ مغلپورہ میں بیوی نے بیٹے کی مدد سے شوہر کی قبر پر سنگ مرمر کا عالیشان دو منزلہ مقبرہ تعمیر کرایا جس کے چاروں طرف آٹھ کمرے تھے۔ ہر کمرے پر ایک چھوٹا گنبد اور درمیان میں سنگ سرخ کا بڑا گنبد تھا۔ اعلیٰ درجے کی نچی کاری کی گئی تھی (مآثر الامراء جلد دوم)

(ب) مخدومہ بیگم نے اپنی حیات میں ایک چھوٹا مقبرہ اپنے لئے بھی شمالی جانب تیار کرایا۔ ۴ شعبان ۱۰۶۶ھ میں جب انتقال ہوا تو اوسی مقبرے میں دفن ہوئیں۔ ظفر خان کا انتقال ۱۰۷۳ھ میں ہوا جن کو باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ف ۶۱۵ مخدومہ بیگم نے اپنی زندگی میں اپنے جلیل القدر فرزند کی مدد سے مدرسہ قائم کرکے بہت سی جائیداد اوسکے لئے وقف کرادی۔ مدرسے کے اساتذہ و طلباء مقبرے کی موقوفہ عمارات میں رہتے تھے جن کے تمام اخراجات وقف کی آمدنی سے پورے ہوتے تھے۔ اس مدرسہ میں تجوید و قرات اور مروجہ دینی علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ دور دور سے طلباء یہاں آتے تھے۔ ایک ہزار نغز خوان قاری ثواب کی قبر پر شب و روز

---

[1] یاد ایام از عبدالحی۔ [2] تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی۔

قرآن خوانی کے لئے مقرر تھے۔ (تحقیقات چشتی)

ف ۶۱۶ شہنشاہ فرخ سیر و محمد شاہ کے عہد میں غازی عبد الصمد خان اور پھر اونکے بیٹے نواب زکریا خان یکے بعد دیگرے لاہور کے ناظم ہوئے جن کو مدارس سے بڑی دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس مدرسے کی نگرانی و سرپرستی اپنے ذمہ لے کر انھوں نے اس کی شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ اس مقبرے کے قریب ہی بیگم پور کے فلک بوس محلات میں اون کا قیام تھا۔ دار العلوم کی مہر پرستی کر کے اساتذہ و طلباء پر انھوں نے انعام کی بارش کر دی۔ اس زمانے میں مدرسے کے مدرس اعلیٰ مقری حامد تھے جو اوس زمانے کے جید علماء میں سے تھے۔ تبحر علمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی بھی عطا کیا تھا۔ نیز اونکے زہد و اتقا کا ایک عالم معترف تھا۔

ف ۶۱۷ سکھوں کے دور میں اٹھارویں صدی عیسوی کے آخری میں یہہ درس گاہ مسدود ہوگئی۔ عمارت کا سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر بھی نکال کر دربار صاحب امرتسر کی تعمیر کے لئے روانہ کئے گئے۔ سنہ ۱۸۶۴ء تک مقبرہ کی عمارت موجود تھی لیکن سنہ ۱۸۸۴ء میں مقبرے کا نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ مخدومہ بیگم کا مقبرہ اور کنوان باقی رہ گئے تھے مگر سنہ ۱۸۸۴ء میں مسمار کر کے اوس کا بھی نیلام کرا دیا گیا۔[۱]

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے باد صبا ✻ یادگار رونق محفل تھی پروانہ کی خاک

ف ۶۱۸ **قاری حافظ شیخ الاسلام ملا عبد الحکیم سیالکوٹی** سیالکوٹ کے متوطن تھے لیکن آگرے میں آرہے علوم مروجہ کمال کشمیری سے حاصل کئے۔ تذکرہ نویس نے لکھا ہے کہ "قرآن شریف مع تفسیر بیضاوی حفظ گرفتہ" آپ کا شمار اون ممتاز علماء میں کیا جاتا ہے جو ہندوستان کے لئے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں۔ آپ اور علامی سعد اللہ خان ہم درس و ہم مکتب تھے۔ درس و تدریس تصنیف و تالیف زندگی کا مشغلہ تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہان نے آپ کو جاگیرات عطا کی تھیں۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔

(ب) ملا عبد الحکیم کو ابتداً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے بغض و عداوت تھی مگر ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اونکی آواز کے اثر سے ملا صاحب کا قلب جاری ہوگیا اور کئی روز تک ذاکر رہا۔ اس خواب کا یہہ اثر ہوا کہ آپ فوراً مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوگئے اور تصوف میں بھی مقام پیدا کیا۔

(ج) شاہ جہاں آپ کے علم و فضل کا بڑا قائل تھا۔ دو مرتبہ آپ کے وزن کے برابر روپیہ تلوا کر آپکو دیا

---

[۱] مقالہ محمد شجاع الدین ایم اے لاہوری مطبوعہ معارف بابت جنوری سنہ ۱۹۴۵ء

ہر مرتبہ چھ ہزار ملا۔ بہت سے گاؤں بطور جاگیر دیئے۔ فراغت سے تصنیف وتالیف کا موقعہ ملتا رہا۔ ۱۰۶۷ھ میں وفات ہوئی۔ سیالکوٹ میں مدفون ہیں۔ ؎۱

قاری نورالدین محمد بن علی حضرمی

ف ۶۱۹ سلسلہ العیدروسیہ کے جو بزرگ گجرات میں مختلف مقامات میں آکر اپنا فیض جاری کرتے رہے اونمیں سے شیخ عبداللہ کے تین فرزند تھے (۱) عبداللہ (۲) سید احمد (۳) شیخ عبداللہ۔ بڑے لڑکے عبداللہ کے دو لڑکے تھے (۱) علی حضرمی (۲) سید محمد العیدروس۔ علی حضرمی کے دو لڑکے تھے۔ (۱) شیخ نورالدین اور شیخ جعفر۔ شیخ نورالدین راندیر میں جو سورت سے متصل ہے مقیم رہے۔ تجوید و قرائت کے ماہر تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی۔ ۱۰۶۸ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ ؎۲

صدر المجودین حضرت عبدالخالق منوفی المصری

ف ۶۲۰ آپکے حالات جلد اول فقرہ جات ۲۳۱ تا ۲۳۳ میں بیان کئے گئے ہیں۔

قاری حافظ ملا عزیز اللہ کاکوروی

ف ۶۲۱ ملا عزیز اللہ ابن ملا عبدالکریم ابن حافظ قاری شہاب الدین ابن مخدوم نظام الدین قادری سلسلے کے ایک صاحب فیض رکن تھے کاکوری میں پیدا ہوئے۔ تجوید و قرائت و دیگر علوم میں اپنے والد سے تلمذ رہا۔ ملا عبدالکریم نے جو اثر مرزا غیاث پر چھوڑا تھا اوسکی وجہ سے مرزا غیاث اور اوس کا بیٹا آصف خان دونوں حضرت عبدالکریم کے معتقد ہو چکے تھے چنانچہ آصف خان نے بنگال جاتے ہوئے ملا عبدالکریم کو اسناد واپس کرتے ہوئے استدعا کی کہ اونکے لڑکے کو اوسکے ہمراہ بنگال جانے کی اجازت دیں۔ چنانچہ ملا عزیز اللہ بنگال گئے اور وہاں لوگوں کو فیض پہنچایا ملا عزیز اللہ کے دو بیٹے تھے ملا عظمت اللہ اور ملا عصمت اللہ۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ ؎۳

ملا ضیاء اللہ کاکوروی حافظ و قاری

ف ۶۲۲ ملا ضیاء اللہ ملا عزیز اللہ کے چھوٹے بھائی اور ملا عبدالکریم کے دوسرے فرزند تھے۔ کاکوری میں پیدا ہوئے اپنے والد سے تجوید و قرائت و علوم متداولہ سیکھے اوسکے بعد مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ ؎۳

؎۱ آثار خیر از محمد سعید مارہروی (۲) ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی (۳) حالات مجدد الف ثانی (۴) تذکرہ علماء از محمد حسین آزاد

؎۲ یاد ایام از مولوی عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء

؎۳ تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر

قاری حافظ ملا محمد ماہ کاکوروی

ف ۶۲۳ ملا محمد ماہ ملا عزیز اللہ کے سب سے چھوٹے بھائی اور ملا عبدالکریم کے تیسرے فرزند تھے۔ کاکوری میں پیدا ہوئے۔ تجوید و قرات و دیگر علوم میں اپنے والد کے شاگرد رہے۔ اوسکے بعد مدت العمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔[1]

مفتی عبدالبقاء جونپوری

ف ۶۲۴ والد کا نام درویش محمد الحسینی الواسطی جونپوری۔ حنفی فقہ کے زبردست عالم تھے۔ فن تجوید و قرات و فقہ و دیگر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ بہت ذکی۔ سریع الادراک قوی الحافظہ۔ جلو النطق تھے۔ محمد ماہ دیوکامی سے بھی تلمذ رہا۔ انھوں نے قرآن شریف کے دس نسخوں پر اعراب لگائے۔[2]

قاری حافظ نجاد محمد قاری عشرہ

ف ۶۲۵ اس عہد میں قرائت عشرہ کے عالم اور استاد قاری حافظ نجاد محمد تھے۔ آپ نے بہت سے شاگردوں کو اس فن کی تعلیم دی آپکے فرزند محمد داؤد بھی قاری عشرہ تھے۔ اورنگ زیب کے عہد سلطنت میں درس دیتے رہے یہ خوشنویس بھی تھے

قاری ابوالمعالی بلگرامی

ف ۶۲۶ وطن بلگرام۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قرائت و علوم درسیہ کی تکمیل کی بڑے خوش الحان تھے۔ آپ سے لوگوں کو بہت فیض پہنچا۔ مولانا آزاد بلگرامی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ خوش الحان قاری تھے۔ جب دہلی پہونچے تو آپ کی خوش الحانی کی شہرت ہوئی۔ شاہ جہان سے بھی دربار کے کسی امیر نے ذکر کیا۔ طلبی کے حکم پر حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ شاہ جہان نے فرمایش کی کہ رمضان سے متعلق آیتیں تلاوت کی جائیں ابوالمعالی نے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی تلاوت شروع کی۔ مولانا آزاد آگے لکھتے ہیں کہ "نوعے بہ آواز دلفریب خواند کہ بادشاہ را رقتے دست داد استدعائے اعادہ نمود۔ نوبت ثانی در قرات دیگر خواند۔ بادشاہ خیلے محظوظ گشت و قریہ سیر حاصل از توابع بلگرام بطریق مدد معاش مرحمت فرمود۔[3]

مقری میاں محمد حسین لاہوری

ف ۶۲۷ آپ مقری میاں نورالدین لاہوری کے نواسے تھے۔ میاں نورالدین ہی سے تجوید و قرات سیکھی۔ یہہ بابرکت سلسلہ متصلاً علامہ الجزری سے ملتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں فقرہ (۵۶۰) میں کر دیا گیا ہے آپ نے لاہور میں شاہ جہان کے زمانے میں تجوید و قرات کا درس شروع کیا اور بڑی سازگار فضا پیدا کی

---

[1] تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر
[2] نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی

آپ کے سلسلے کے ایک قاری نعمت اللہ تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

مقری حافظ میاں سعد اللہ لاہوری

ف ۶۲۸ آپ مقری میاں نورالدین کے دوسرے نواسے تھے۔ میاں نورالدین ہی سے تجوید و قرات سیکھی۔ یہہ بابرکت سلسلہ متصلاً علامہ الجزری سے ملتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں فقرہ (۵۶۰) میں کر دیا گیا ہے آپ نے لاہور میں حفظ و تجوید و قرات کا درس شروع کیا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ یہہ کام کرتے رہے آپکے سلسلے کے ایک قاری نعمت اللہ تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

مقری فتح محمد لاہوری

ف ۶۲۹ آپ مقری میاں نورالدین کے تیسرے نواسے تھے۔ میاں نورالدین ہی سے تجوید و قرات سیکھی۔ یہہ بابرکت سلسلہ علامہ الجزری سے متصلاً ملتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں فقرہ ۵۶۰ میں کر دیا گیا ہے۔ آپ نے بھی لاہور میں تجوید و قرات کی تعلیم دی

نواب مفتخر خان برہانپوری

ف ۶۳۰ شاہ جہان کے زمانے میں بہ مقام برہان پور ایک نواب تھے جن کا نام محمد بن محمد علی موسی الحسینی تھا۔ آپکے آبا و اجداد ماژندران سے آئے تھے اس لئے اون کے نام کے ساتھ ماژندرانی لکھا جاتا ہے۔ بادشاہ نے آپ کو مفتخر خان کا خطاب دیا تھا آپ کو تجوید و قرات سے دلچسپی تھی۔ اپنی لڑکی کو بھی اس فن کی تعلیم دی۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

شیخ وجیہہ الدین دہلوی

ف ۶۳۱ شاہ عبدالرحیم کے والد اور شاہ ولی اللہ کے جد امجد جو تجوید جانتے تھے صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ سپاہانہ زندگی گذارنے کے عادی تھے۔ تلاوت قرآن خاص معمول تھا۔ روزانہ دو سیپارے بڑے سوز و گداز سے پڑھتے۔ شاہجہانی فوج میں ملازم تھے۔ عالمگیر کے ساتھ بھی رہے۔ تہجد میں تلاوت کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے شہید کر دیا۔

سید شاہ محمود قادری بالاپوری

ف ۶۳۲ شاہ عبدالحلیم بھنڈاری کے فرزند علاقہ برار میں کثیر التعداد افراد نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ آپکے ساتھ قرآن شریف کا ایک خوش خط نسخہ تھا جس میں آپ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہہ نسخہ امام ابو حنیفہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو آج تک اس خاندان میں موجود ہے۔ اس کی خصوصیت یہہ ہے کہ ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے اس قسم کا ایک نسخہ جو غالباً اوسی کاتب کا لکھا ہوا ہے خدا بخش خان کی لائبریری واقع بانکی پور میں محفوظ ہے۔

محمد عادل شاہ و علی عادل شاہ

ف ۶۳۳ دکن میں شاہجہان کے ہم عصر محمد عادل شاہ بیجاپور میں حکمران تھا۔ عہد حکومت ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۸ھ تک رہا جو ماحول قرات و تجوید کا اس کے پیشرو بنا چکے تھے اس نے اوس کو قائم رکھا۔ محمد عادل شاہ کے بعد علی عادل شاہ دوم ۱۰۶۸ھ میں

تخت نشین ہوا۔ اور ۱۰۸۳ھ تک حکومت کی۔ اس کے عہد حکومت میں تجوید و قرأت کا ذوق عام تھا۔ خود بادشاہ کو علم و ادب سے دلچسپی تھی اوسکے زمانے میں چار بڑے مقری بیجاپور میں تھے جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں دربار کے خوشنویس عبداللطیف نے قرآن شریف کا مطلا نسخہ مرتب کیا۔ جسکے حاشیہ پر سبعہ کے اختلافات کی تشریح کی گئی ہے۔ میر عبداللہ بلخی نے فارسی میں بین السطور ترجمہ لکھا۔ یہہ قرآن شریف حیدرآباد کے عجائب خانے واقع باغ عامہ میں محفوظ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی عادل شاہ کے دربار میں تجوید و قرأت کا ذوق عام ہو چکا تھا۔

ف ۶۳۴ قاری عمادالدین علی شریف نے ایک بیگم کی فرمائش پر اونکے ذوق قرأت کی تکمیل کے لئے ایک خوش خط مطلا رسالہ تجوید بزبان فارسی ۱۰۷۳ھ میں مرتب کیا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ یہہ بھی ذوق تجوید کا ثبوت ہے جو اس عہد میں بیجاپور میں عام ہو گیا تھا۔

مقری سید شریف ابوبکر بن حسین حضرمی

ف ۶۳۵ سید شریف ابوبکر بن حسین بن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد بن علی الحضرمی الهندی البیجاپوری تریم میں پیدا ہوئے۔ وہیں تربیت پائی۔ حفظ و تجوید و قرأت حاصل کیا۔ اپنے وقت کے عارف کامل شیخ عبداللہ بن شیخ العیدروس اور اونکے لڑکے زین العابدین سے تصوف کی تعلیم حاصل کر کے یمن روانہ ہو گئے۔ پھر ہندوستان آکر سورت میں شیخ محمد بن عبداللہ سے اور احمد نگر میں ملک عنبر سے ملے۔ وہاں سے بیجاپور آکر محمد بن ابراہیم عادل شاہ کے پاس قیام کیا۔ آپ کی وجہ سے تجوید و قرأت کا خوب چرچا رہا۔

(حب) محمد عادل شاہ کے انتقال کے بعد علی عادل شاہ بھی آپ سے خوش اعتقادی سے ملتا رہا۔ آپ تا وفات بیجاپور ہی میں کام کرتے رہے۔ ۱۰۷۴ھ میں وفات پائی۔ بیجاپور میں دفن ہیں [1]

مقری احمد بن عبداللہ النائطی

ف ۶۳۶ خاندان نوائط کے ایک جید عالم و قاری محمد عادل شاہ اور علی عادل شاہ کے زمانے میں بیجاپور میں رہتے تھے جن کا نام احمد بن عبداللہ تھا۔ جب عالمگیر کے حکم سے راجہ رام سنگھ بیجاپور پر حملہ آور ہوا تو اس نے عقیدت سے حضرت کو منصب رفیع سے نوازا۔ آپ ہمیشہ درس و تدریس میں مصروف رہے۔ وفات ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔ [2]

قاری شیخ احمد بن عمر حضرمی

ف ۶۳۷ وطن حضرموت۔ والد کا نام عمر بن احمد بن عقیل بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن احمد بن حسن بن علی۔ علوم مروجہ کی تحصیل وطن

---

[1] نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی۔ [2] منتخب اللباب

میں کی۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ حج کے بعد ہندوستان آئے۔ بیجاپور میں سازگار ماحول پاکر تاحیات وہیں قیام کیا۔ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ [1]

مقری خواجہ محمد زبیر بیجاپوری

ف ۶۳۸ قاضی ابراہیم زبیری بیجاپور میں بڑے عالم و فاضل و بااثر بزرگ گذرے ہیں اونکے بھتیجے مولانا خواجہ زبیر بیجاپور میں پیدا ہوئے کتب درسیہ میں اپنے عم بزرگوار سے تلمذ رہا۔ دیگر علوم کی تکمیل سید محمد مدرس سے کی۔ بعد ازاں خود درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تجوید و قراءت کے اچھے عالم تھے۔ ایک عرصے تک لوگوں کو فیض پہونچاتے رہے آپکے شاگردوں میں شیخ علی اور مولانا محمد حسین دو ممتاز عالم و فاضل گذرے ہیں۔ خواجہ محمد زبیر کا انتقال ۱۰۸۰ھ میں ہوا۔ اندرون شہر پناہ باغ بہشت میں مدفون ہوئے۔ آپکے فرزند محمد صبغۃ اللہ تھے جو اچھے عالم و قاری تھے [1]

شیخ القراء محمد عرب حضرمی

ف ۶۳۹ وطن حضرموت۔ جملہ علوم وطن ہی میں حاصل کئے۔ پیر طریقت بھی تھے۔ علی عادل شاہ دوم کے زمانے میں حضرموت سے بیجاپور آئے فن تجوید قراءت میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپکی بڑی آؤبھگت ہوئی۔ خود علی عادل شاہ نے آپ سے قراءت سیکھی نتیجتاً عوام میں بھی قراءت کا ذوق پیدا ہوا۔ یہ تقریباً وہی زمانہ تھا جبکہ مقری عبدالخالق منوفی دہلی میں موجود تھے ادھر دہلی فن تجوید و قراءت سے گونج رہی تھی۔ ادھر بیجاپور اوس کا غلغلہ بلند کر رہا تھا۔ ظہوری کا یہ شعر پوری طرح صادق آرہا تھا کہ ؎

گر اکسیر سرور و سور سازند ٭ ز خاک پاک بیجاپور سازند

محمد عرب کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں مقام بیجاپور میں ہوا۔ قاضی ابراہیم کے مقبرے کے پاس دفن ہیں [1]

سکندر عادل شاہ ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ

ف ۶۴۰ محمد عرب کے تین فرزند تھے۔ تینوں جید عالم و فاضل و قاری و فقیہ تھے۔ بڑے فرزند قاری مولانا محمد عبدالقادر حضرمی تھے (۲) دوسرے فرزند قاری محمد ابراہیم تھے جو سکندر عادل شاہ کے استاد تھے (۳) تیسرے فرزند قاری حافظ عبدالغفور تھے ان تینوں قراء نے سکندر عادل شاہ کے زمانے میں نیز اوسکے بعد بھی درس و تدریس کا کام جاری رکھا جس کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔ [1]

ف ۶۴۱ محمد عادل شاہ کے زمانے میں محمد واصل کاتب نے سبعہ کے اختلافات حاشیہ میں تشریح کرتے ہوئے قرآن مجید کا ایک نسخہ ۱۰۵۰ھ میں لکھا جو حیدرآباد دکن میں محمد شبلی یزدانی کے پاس موجود ہے۔

---

[1] تذکرۂ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

مقری عبد القادر حضرمی

ف ۶۴۲ محمد عرب کے بڑے فرزند عالم و فاضل ہونے کے ساتھ تجوید و قرأت کے بھی ماہر تھے۔ بیجاپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا (تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار ملکاپوری)

مقری شیخ ابراہیم حضرمی

ف ۶۴۳ محمد عرب کے دوسرے فرزند۔ مولانا عبد القادر کے چھوٹے بھائی عالم و فاضل۔ تجوید و قرأت کے ماہر۔ تحصیل علوم میں اپنے والد سے تلمذ رہا آپ سکندر عادل شاہ کے استاد مقرر ہوئے۔ بیجاپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

مقری حافظ عبد الغفور حضرمی

ف ۶۴۴ محمد عرب کے سب سے چھوٹے فرزند حافظ قاری عبد الغفور تھے جملہ علوم بہ شمول تجوید و قرأت اپنے والد ہی سے حاصل کئے۔ حفظ کی بھی تکمیل کی۔ قرآن مجید سے غیر معمولی شغف تھا۔ خوش الحان ایسے تھے کہ جب تلاوت فرماتے تو سننے والوں کو ہوش نہیں رہتا تھا۔ دور، دور سے لوگ آپ کی تعریف سنکر قرآن مجید سننے اور تجوید سیکھنے آتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک عرب آپکی شہرت سنکر آیا اور نماز عشاء میں آپ کی اقتداء کی۔ حضرت نے سورۂ ہود کی تلاوت کی۔ وہ عرب اتنا متاثر ہوا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا اور جان بحق تسلیم ہوگیا۔

(ب) جب بادشاہ عالمگیر نے بیجاپور فتح کیا تو حضرت سے ملکر اور آپ کی قرأت سنکر بہت محظوظ ہوا۔ کہا کہ غنائم بیجاپور میں عبد الغفور بے نظیر ہیں۔ اون کی بیحد تکریم کی اور اون کو ساتھ لے لیا۔ اونکی اقتدا میں نماز پڑھ رہا تھا۔ قرأت سے اس قدر متاثر ہوا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو مدحیہ طور پر شکایت کی کہ "مولانا ایسا نہ پڑھیئے کہ نماز میں خلل واقع ہو"

ابو الحسن تانا شاہ قطب شاہی۔ پیدائش سنہ ۱۰۸۳ھ تخت نشینی سنہ ۱۰۸۳ھ وفات سنہ ۱۱۱۸ھ

ف ۶۴۵ تانا شاہ کو پیران طریقت سے عقیدت رہی۔ علم و فضل کا بھی دلدادہ تھا اوسکے عہد میں تجوید و قرأت کا جو کام ہوا اوسکا ذکر علی الحسینی الکوہ کیلوی کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

مقری علی الحسینی الکوہ کیلوی

ف ۶۴۶ ابو الحسن تانا شاہ کے عہد حکومت میں علی الحسینی الکوہ کیلوی ابن رکن الدین احمد سنہ ۱۰۸۳ھ میں باہر سے دکن وارد ہوئے۔ تانا شاہ نے اونکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ یہہ قرأت سبعہ و عشرہ کے ماہر تھے۔ بادشاہ نے اون سے قرأت سیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ مولانا نے نے حلیۃ القاری کے نام سے ایک ضخیم کتاب سنہ ۱۰۹۵ھ میں لکھی جس میں قرأت سبعہ و عشرہ کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں نیز وقوف سجاوندی کو شرح و بسط کے ساتھ داخل کتاب کیا۔ علاوہ ازین اس کتاب میں آداب قرأت اور استاد کے ادب پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اس قلمی نسخہ کو میں نے پہلی مرتبہ ڈاکٹر عبد الحق صاحب مرحوم ۲

سابق صدر پبلک سروس کمیشن مدراس کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ اس کے دو قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں بھی موجود ہیں۔ سنہ ۱۰۹۵ھ میں لکھا ہوا پہلا نسخہ ہے جو عرصے تک ناصر الدولہ کے کتب خانے میں رہا اور اب حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جس کی کتابت سنہ ۱۱۷۹ھ میں کی گئی تھی۔ کتب خانہ سعیدیہ ٹونک میں موجود ہے۔

ف ۶۴۷ حلیۃ القاری کے اختتام پر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے اختلافات قرأت عشرہ نمونے کے طور پر درج ہیں۔ کتاب کی وجہ تصنیف خود علی الحسینی نے یوں بیان کی ہے۔

"[1] اتفاق چنین افتاد کہ این قلیل البضاعت را در ہزار و ہشتاد و سہ بہ حیدرآباد عبور افتاد و مکنت واقع شد در ظلال جلال عدالت گستری ..... ابو الحسن تانا شاہ ...... فارغ البال و مرفہ الحال بسری بردم و چون آن بادشاہ جم جاہ را در راہ دین ثابت قدم یافتم و درین علم شریف (تجوید و قرأت) طالب و راغب دیدم و کافۃ الناس را بہ حکم علی دین ملوکہم راغب یافتم قواعد چند کہ از استادان کامل و قاریان فاضل استماع نمودہ و از کتب متداولہ تتبع کردہ بودم۔ این رسالہ در سنہ ۱۰۹۵ھ صورت تتمیم یافت۔ اس کتاب سے قاریان وقت نے فائدہ اٹھایا اور قاری صاحب موصوف بھی عرصہ تک تجوید و قرأت کا درس دیتے رہے اس قلمی کتاب کے متعدد نسخوں کی اکثر کتب خانوں میں دستیابی سے ثابت ہوتا ہے کہ فن تجوید کی اوس زمانے میں خاص اہمیت ملی تھی۔ نیز حلیۃ القاری کی مقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بریدشاہیان بدر و قرأت

ف ۶۴۸ محمود گاوان جو خود ایک عالم و فاضل اور بریدشاہی دور کے وزیر اعظم تھے۔ تعلیم و تعلم سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک بڑا مدرسہ بیدر میں قائم کیا تھا جس کے لئے اساتذہ دور دور سے طلب کئے گئے تھے۔ حضرت جامیؒ کو بھی پیشکش کیا گیا تھا مگر وہ کبر سنی کا عذر کر گئے۔ اس مدرسے میں طلبا کی تعلیم ہی کا نہیں بلکہ اون کے قیام و طعام کا بھی اچھا

---

[1] ترجمہ۔ اتفاق یوں ہوا کہ اس قلیل البضاعت کا گذر حیدرآباد کی جانب سنہ ۱۰۸۳ھ میں ہوا اور یہاں قیام کا موقع ملا۔ ابو الحسن تانا شاہ کے زیر سایہ (جن کے بڑے بڑے القاب سے آدھا صفحہ بھرا ہے) فارغ البال و مرفہ الحال رہنے لگا۔ جب اوس بادشاہ کو دین میں ثابت قدم پایا اور اس فن شریف (یعنے تجوید و قرأت) کا طالب اور اوس کی جانب راغب دیکھا۔ نیز عوام الناس کو جو عموماً بادشاہ کے مسلک پر ہوتے ہیں اس طرف مائل پایا۔ تو چند قواعد جو استادان کامل و قاریان فاضل سے سنے تھے و کتب متداولہ سے حاصل کئے تھے۔ سنہ ۱۰۹۵ھ میں اس رسالے کی شکل دی۔

انتظام کیا تھا۔ ایک بڑا کتب خانہ بھی اوس سے ملحق تھا۔ دور و دراز سے طلبا، استفادے کی غرض سے آتے تھے

(ب) اورنگ زیب نے جب دکن کی خود مختار سلطنتوں کا خاتمہ کیا تو قاری مولانا محمد حسین کو اس مدرسہ کا صدر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت نے تقریباً تیرہ سال اس مدرسے کی خدمت کی۔ چونکہ آپ عالم ہونیکے ساتھ اچھے قاری بھی تھے اس لئے بیدر میں تجوید و قراءت کا ماحول پیدا کیا۔ مولانا محمد حسین صاحب کے مزید حالات اگلے صفحات میں ملیں گے۔

ف ۶۵۱ محی الدین محمد اورنگ زیب ۱۰۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید قراءت و تجوید و دیگر علوم سے آراستہ ہوکر	محی الدین محمد اورنگ زیب المعروف بہ عالمگیر ولادت ۱۰۲۸ھ تخت نشینی ۱۰۶۸ھ۔ وفات ۱۱۱۸ھ

خوش خطی میں دسترس پیدا کی۔

(ب) شیخ القراء عبدالخالق منوفی نے تجوید و قراءت کی جو فضاء تیار کی تھی، اوس کا اثر بہت دیر پا رہا۔ اول تو دہلی میں اون کا قیام اورنگ زیب کے عہد سلطنت تک رہا۔ اس طویل مدت میں جو اساتذہ فن پیدا ہوئے اونکی کوششوں کے نتیجہ کے طور پر دور و دراز مقامات کے باشندوں میں قراءت کا شوق پیدا ہوگیا۔ اورنگ زیب کو بھی تجوید و قراءت سے گہری دلچسپی تھی۔ جو جلد اس کے لئے تیار ہوئی تھی اس کا ایک نسخہ ٹونک کے کتب خانے میں اب تک موجود ہے۔

(ج) اس بادشاہ نے قراء کی بڑی خدمت انجام دی۔ اونکو اپنے ساتھ رکھا۔ نماز میں اونکی اقتداء کیا کرتا۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کے رسم الخط سے واقف ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے روزانہ قرآن شریف لکھتا۔ اس امر کی تحقیق نہ ہوسکی کہ عالمگیر نے قرآن شریف کے کتنے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے مگر ہر کتب خانے میں اوس کا تحریر کردہ نسخہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ سالار جنگ کے کتب خانے میں ایک نسخہ موجود ہے۔ حیدرآباد کے عجائب خانہ موقوعہ باغ عامہ میں بھی ایک نسخہ پایا جاتا ہے۔ دہلی اور پٹنہ کے کتب خانے بھی اس سے خالی نہیں۔ غرض جابجا اس کے لکھے ہوئے نسخے پائے جاتے ہیں۔ اوس نے قرآن شریف کا ایک نسخہ سنہ ۱۰۷۰ھ میں لکھا۔ حمائل کی تقطیع کا ہے اس کا عکسی فوٹو بھی طبع کرایا گیا جس کی ایک نقل میں نے بالاپور کی خانقاہ نقشبندیہ کے کتب خانے میں حضرت عبدالہادی نقشبندی کے پاس دیکھی تھی۔

ف ۶۵۲ عالمگیر نامے میں اورنگ زیب کے متعلق یہہ درج ہے کہ "کلام مجید و فرقان حمید بر عایت مراتب قراءت و شرائط تجوید و ادراک بیان نزول آیات بینات و تفسیر و معانی و فہم و اسرار و نکات آن بروجہ حافظا اشرف ہر قوم گشت"۔ "علمائے ہند کا شاندار ماضی" کے مصنف محمد میاں نے تحریر فرمایا ہے کہ

خواجہ محمد سعید خلف دوم حضرت مجدد صاحب کے دلی تشریف لانے کی پہلی برکت یہہ تھی کہ عالمگیر نے حفظ کلام اللہ کرلیا۔ پھر ذکر و مراقبہ و رابطہ بھی درست کرلیا۔ عالمگیر حضرت خواجہ معصوم خلف مجدد صاحب کا مرید تھا۔ ان ہی کی برکت سے وہ کامیاب اور دارا ناکام رہا۔ اسی خاندان کے فیض و برکت کا اثر تھا کہ عالمگیر غیر معمولی طور پر متبع سنت و متقی و پرہیزگار تھا۔

؎ تو حامئ شرع و حامئ تو شارع ٭ تو حافظ قرآن و خدا حافظ تو

ف۶۵۳ اورنگ زیب خدمت خلق کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ جہاں تک ہو سکتا رعایا پروری میں کوتاہی نہ کرتا۔ تفحص حالات کے لئے راتوں کو بھیس بدلکر شہر میں گھومتا اور مصیبت زدوں کی دستگیری کرتا۔ اس سے پہلے مظفر شاہ گجراتی اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کے متعلق لکھ آئے ہیں کہ وہ خدمت خلق کے لئے کیا تدابیر اختیار کرتے تھے۔ اوسی طرح اورنگ زیب بھی خدمت خلق کو ذریعہ نجات سمجھتا تھا ۱؎

۱؎ مورخین نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کو چند سال قبل صدق نے بھی دہرایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملا جیون اورنگ زیب سے ملنے گئے۔ استاد ہونے کی وجہ سے اورنگ زیب نے اون کی تعظیم و تکریم کی۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ چلنے لگے تو اورنگ زیب نے ایک دوانی نذر کی۔ ملا جیون مدتوں اورنگ زیب کی صحبت میں رہ کر اون کی خصوصیات سے واقف ہو چکے تھے۔ سمجھے کہ اس دوانی میں ضرور کوئی برکت پوشیدہ ہے۔ احتیاط سے گھر لے جاکر بیوی کو دی اور کہا کہ یہہ دوانی بڑی برکت کی ہے اوس کو ایسی تجارت میں لگایا جائے کہ اس سے آمدنی اور راس المال میں اضافہ ہو۔ چنانچہ اون کی بیوی نے اوس کے انڈے منگوا کر مرغی بٹھادی۔ سب انڈوں سے صحیح و سالم چوزے نکل آئے۔ کوئی انڈا ضائع نہوا۔ پھر سب چوزے بڑے ہوگئے۔ کوئی نہ مرا۔ پھر سب مرغیاں انڈے دینے لگیں۔ چند روز میں مرغی سے بکری۔ بھینس اور مکانوں اور زمینات کی نوبت آئی۔ جب ہمایوں نے دیکھا کہ ملا جیون کی دولت و مکانات و زمینات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے تو گمان کیا کہ شاید اونکو رشوت مل رہی ہے۔ چنانچہ مشہور کیا گیا کہ ملا جیون نے رشوت لینی شروع کردی ہے۔ شدہ شدہ یہہ بات عالمگیر تک پہونچی۔ عالمگیر نے تفحص حال کے لئے ملا جیون کو طلب کرکے پوچھا کہ کیا آپ نے زمین خریدی ہے۔ کہا ہاں زمین بھی ہے مکانات بھی ہیں اور یہہ سب آپکی دوانی کی برکت ہے۔ مجھے یہہ تجسس ہے کہ وہ دوانی کہاں سے آئی تھی۔ اورنگ زیب یہہ سنکر رونے لگا۔ کہا کہ آپ نے چھیڑ دیا ہے تو بتا دیتا ہوں۔ آواز دیکر خدمت گار سے کہا کہ فلاں محلے میں فلاں مہاجن رہتا ہے اوس کو بلالاؤ۔ کہو کہ تین سال کے بہی کھاتے ساتھ لائے۔ چنانچہ مہاجن مع اپنے بہی کھاتوں کے پریشان حال حاضر ہوا کہ نہ معلوم بہی کھاتے کیوں طلب کئے گئے ہیں۔ بادشاہ نے

(ب) اس جفاکش اور علو ہمت بادشاہ کو دشمنوں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ دہلی سے نکلا تو مرہٹوں اور دکن کی حکومت سے لڑتے ہوئے بیس سال گذر گئے۔ دہلی جانا نصیب نہوا۔ فوج جو اوس کے ساتھ تھی اوسکے سپاہیوں کو رخصت مل جاتی تھی مگر بعض ایسے بھی تھے جن کو زندگی بھر دہلی واپس جانا نصیب نہ ہوا۔ سلہ

(بقیہ نوٹ صفحہ نمبر ۱۸۰) تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں۔ تم سے ایک معمولی بات دریافت کرنی ہے۔ فلاں روز فلاں تاریخ کا کھاتہ کھول کر یہہ بتاؤ کہ تم نے اُس روز کیا کیا خرچ کیا۔ اوس نے وہ تاریخ نکال کر اوس روز کے خرچ کی تفصیلات سنانی شروع کیں۔ آخر میں کہا ایک دوانی اوس مزدور کو دی جس نے مکان کی چھت درست کی تھی۔ اورنگ زیب نے کہا اگر اس کا واقعہ یاد ہو تو سناؤ۔ مہاجن نے کہا "سرکار اوس روز بارش ہو رہی تھی چھت خراب ہونے کی وجہ سے گھر میں پانی ٹپک رہا تھا۔ میری بیوی مجھ پر خفا ہوئی کہ کتنے روز سے تم سے یہہ کہہ رہی ہوں کہ چھت درست کرا لو مگر تم سے اتنا کام بھی نہ ہو سکا۔ اب میں بچوں کو لیکر کہاں سوؤں۔ یہہ سنکر مجھے بھی کوفت ہوئی۔ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ میں نے دروازے سے سر نکال کر دیکھا کہ ایک غریب بارش سے بچاؤ کے لئے دیوار کے سایے میں کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا اجی مزدوری کرو گے۔ اوس نے کہا کیا کام ہے۔ مینے کہا کدال اور ٹوکرا لا دیتا ہوں باہر سے مٹی لا کر چھت پر ڈالو اور دھمس کر دو تا کہ پانی اترنا بند ہو جائے وہ غریب راضی ہو گیا۔ میں نے کدال اور ٹوکرا لا دیا اور خود نگرانی کرنے لگا۔ اوسنے دو تین گھنٹے میں محنت کرکے مٹی ڈالی اور دھمس کرکے ٹھیک کر دیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ کام ختم ہو گیا ہے مزدوری دلاؤ۔ میں نے کہا اس وقت میرے پاس پیسے نہیں ہیں کل صبح آ کر لے جانا۔ اوسنے کہا کل آنا نہیں ہوتا۔ جو کچھ دینا ہو آج ہی دیدو۔ چنانچہ میں نے گھر میں تلاش کیا تو ایک دوانی نکل آئی وہ اوسکے حوالے کر دی" بادشاہ نے کہا اچھا اب جاؤ۔ مہاجن چلا گیا۔ بادشاہ سلامت ملا جیون سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے "جس نے مزدوری کی تھی وہ یہہ آپ کا شاگرد تھا۔ مجھے اوس وقت خدمت خلق کرنے میں لطف آیا۔ دوسرے روز آپ تشریف لائے تو میں نے وہ دوانی آپ کی نذر کر دی۔" ملا جیون نے کہا بے شک اوسمیں بالیدگی کی جو قوت تھی وہ حلال معاش ہونے کی بدولت تھی۔

سلہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ ایک ایسا ہی سپاہی جو دہلی بیس سال سے نہیں گیا تھا اوسکی بیوی نے خط میں یہہ دوہا لکھ بھیجا سے سونا لانے پیو گئے اور سونا کر گئے دیس ؂ سونا ملا نہ پیو ملے زوپا ہو گئے کیس

(سفید — زوپا پر؛ بال — کیس پر)

یہ دوہا اس قدر حسب حال تھا کہ لشکر میں جلد ہی پھیل گیا۔ شدہ شدہ اورنگ زیب تک پہونچا اورنگ زیب نے خفت محسوس کی اور دوہے کا جواب یوں دیا۔ کھید بھیو ہے پوپلا آنکھیں بھئیں پریش ؂ جیسے کنتھا گھر رہے ویسے رہے بدیس

(منہ — پوپلا پر؛ ڈاڑھی — پریش پر)

اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی جفاکشی کی زندگی تھی۔

(ج) اورنگ زیب نے جو وصیت نامہ لکھا اوس سے بھی اوس کی خانگی زندگی کی خصوصیات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ فٹ نوٹ میں وصیت نامے کا اقتباس درج ہے۔ جس میں ناظرین کیلئے بڑا درس ہے سلہ

(د) جادو ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ میں اس اولوالعزم بادشاہ کے آخری حالات بڑے موثر پیرائے میں لکھے ہیں کہتا ہے: انتقال کے وقت اورنگ زیب کی عمر ۹۲ سال تھی۔ بظاہر دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے لڑائیاں دکن میں لڑتا رہا۔ اکثر اولاد۔ پوتے اور پوتیاں اوسی کے سامنے مر چکے تھے۔ معظم اعظم۔ اکبر اور کام بخش چاروں لڑکے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ سلطنت پر قابض ہونے کی دھن میں سازشیں کرتے تھے مگر باپ کے قوی پنجے سے لرزاں تھے آخرش اکبر کا انتقال بھی باپ کے سامنے ہوگیا۔ لڑکیوں میں صرف زینت النساء پاس تھی۔ اورنگ زیب کو اس کا افسوس تھا کہ اوس کو زبردست امیر و جنرل نہ ملے جن کی مدد سے ملک میں امن و امان اور رعایا میں خوش حالی قائم رکھ سکتا۔ آخیر زمانے میں سوائے اسد اللہ خاں کے جو وزیر تھا اور اورنگ زیب سے پانچ سال چھوٹا۔ اور کوئی وفادار نظر نہ آتا تھا۔ اسی لئے کہا تھا کہ

آنچہ بر جستیم و کم دیدیم و بسیار است و نیست ؎ نیست جز آدم درین عالم کہ بسیار ست و نیست

اس حالت میں بھی بڑی دلیری سے آخری وقت تک اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ ان پریشانیوں کے باوجود قلبی

سلہ یہہ وصیتیں ماہنامہ "فلاح دین و دنیا" میں ۱۹۲۴ء میں دہلی سے طبع ہوئیں اونمیں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) اس گنہ گار غرق معاصی کو تربت مقدسہ مطہرہ چشتیہ سلام کے قریب دفن کریں اسلئے کہ گناہوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے کو اوس درگاہ مغفران پناہ میں التجا کرنے کے سوا کچھ اور ٹھکانا نہیں (۲) مبلغ چودہ روپئے بارہ آنے جو ٹوپیوں کی سلائی کے مالیہ بیگم محلدار کے پاس جمع ہیں وہ اون سے لیکر مجھ بیچارے کے کفن میں صرف کریں اور جو مبلغ تین سو قرآن کی لکھائی کے صرف خاص ہیں وہ انتقال کے دن محتاجوں کو دیں اس لئے کہ کلام مجید کی لکھائی میں حرمت کا شبہ ہے میرے کفن میں یہہ روپیہ صرف نہ کریں (۳) اگر اور ضرورت ہو تو بادشاہ عالی جاہ کے وکیل سے لیں کیونکہ اولاد میں یہی قریب ترین وارث ہیں۔ حلت و حرمت اونکے ذمہ ہے۔ مجھ بیچارہ سے باز پرس نہیں کہ "مردہ بدست زندہ" (۴) اس سرگشتہ بیابان گمراہی کو ننگے سر دفن کریں کہ گناہگار تباہ روز کو دربار عظیم الشان (اللہ تعالیٰ) کے روبرو ننگے سر لے جانے سے نظر رحمت زیادہ ہوگی (۵) میرے تابوت پر گاڑھے (یعنے گزی) کی چادر (غلاف) ڈالیں اور امیروں کی بدعت سے پرہیز کریں۔

کیفیت یہہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اوسکو اپنے خالق کے ساتھ ایسا انہماک ہے کہ وہ دنیا ہی کا نہیں ہے
عالمگیر زندہ پیر مشہور تھا۔ شرع شریف کی پابندی کا بیحد خیال تھا۔ روزوں کی پابندی کی یہہ حالت تھی
کہ سموگڈھ کی لڑائی ۲۹ رمضان کو دارا کے خلاف ہوئی تھی جبکہ لو کی یہہ حالت تھی کہ زرہ بکتر والوں کے
جسم پر آبلے آگئے تھے۔ اوس حالت میں اورنگ زیب جوانمردی سے لڑ رہا تھا اور روزے سے تھا
نماز باجماعت پڑھنے کی یہہ حالت تھی کہ آخری زمانے میں غشی کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی اس پر بھی
نماز باجماعت ترک نہ کی۔ انتقال سے تین روز قبل بخار آگیا مگر اوس حالت میں بھی نماز باجماعت قضاء
نہ کی۔ دیرینہ تمنا تھی کہ جمعہ کے روز انتقال ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اوس کی یہہ خواہش بھی پوری کردی۔ ۲۰ فروری
بروز جمعہ صبح حالت خراب ہوئی مگر قوی ارادے والے علو ہمت بادشاہ نے نماز باجماعت ادا کی اوسکے بعد
معمولی وظائف پڑھنے میں مشغول ہوا تو غشی طاری ہوگئی اوس وقت بھی کلمہ طیبہ منھ سے جاری تھا۔
اور انگلیاں تسبیح پر چل رہی تھیں۔ آٹھ بجے اسی حالت میں انتقال ہوا۔ ؎

تمہیں لے دیکھے ساری داستان میں، یاد ہے اتنا ✽ کہ اورنگ زیب ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا۔

ف ۶۵۴ قاری محمد نعیم الدخشی الرستاقی نے ایک رسالہ رسم الخط قرآنی پر ۱۰۸۲ھ میں لکھا جس کا
نام تحفۃ الخاقان فی رسم القرآن رکھا گیا۔ مصنف کا بیان ہے کہ چونکہ شہنشاہ اورنگ زیب کو کتابت قرآن مجید
کا شوق ہے اسلئے یہہ رسالہ لکھکر اوس کا نام تحفۃ الخاقان رکھا۔ خود فرماتے ہیں "چون غرض اصلی از
تدوین این موجز اتحاف مجلس عالی بادشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب بود این نسخہ بہ تحفۃ الخاقان فی
رسم القرآن موسوم گردید"۔ اس رسالے میں مختلف فیہ الفاظ کے رسم الخط کی وضاحت کی ہے (حجم ۲۸ صفحے
سے زیادہ نہیں) اس میں ایک رباعی بھی درج ہے جو رسم الخط کی اہمیت جاننے والوں کیلئے دلچسپی سے خالی نہیں

رسم الخط عثمان ہمہ از روے ہدی است ✽ بر رسم وے اجماع جمیع علماء است
دائم بکن اتباع رسم خطش ✽ ہر از خط او ہیچ کان محض خطا است

ف ۶۵۵ اورنگ زیب کے زمانے میں ایک اور مفید کام یعنی کلید قرآنی لکھنے کا جس سے یہہ معلوم ہو سکے
کہ ایک لفظ قرآن میں کہاں کہاں آیا ہے۔ مصطفےٰ بن سعید نے سنہ ۱۱۰۲ھ میں شروع کیا جو بیس سال کی
مدت میں اختتام کو پہونچا۔ اس کا نام "نجوم الفرقان" رکھا گیا مگر ترتیب کے کامل ایک سو سال کے بعد
سنہ ۱۲۲۶ھ میں مدراس سے ٹائپ میں طبع ہوئی۔ جس کا ایک نسخہ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں موجود ہے

ف ۶۵۶ قرآن شریف کا ایک [illegible] تقطیع والا نسخہ مطلا۔ مذہب۔ زبر جد کے بیل بوٹے والا
دیدہ زیب جدول کے ساتھ مراد [illegible] ن سلطان مشہور کاتب نے لکھا۔ اس کا نصف ثانی رامپور کی اسٹیٹ

لائبریری میں موجود ہے۔ قرات عشرہ کے اختلافات اس کے حاشیہ پر درج ہیں جو مطابق النشر و تقریب النشر ہیں یہہ نسخہ ۱۰۷۲ھ سے ۱۰۷۴ھ تک تین سال کی مدت میں لکھا گیا۔ کاتب کا دعویٰ ہے کہ حسین ابن علی اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لکھے ہوئے نسخہ سے اس کی تصحیح کی گئی ہے۔

ف ۶۵۷ خوشنویس عبدالباقی الحداد نے بڑی سائز پر قرآن مجید کا مطلا و مذہب نسخہ لکھکر اورنگ زیب کی نذر کیا جیسا کہ شاہ جہان کو نذر کیا تھا۔ یہہ نسخہ خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔

ف ۶۵۸ یار محمد سمرقندی کے قواعد القرآن کا قلمی نسخہ جس کو کاتب امام الدین نے طمجار قلعہ کھلنا میں ۱۰۷۵ھ میں نقل کیا تھا۔ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔

(ب) اورنگ زیب کی اولادیں اکثر و بیشتر قاری و حافظ ہوئے ہیں یہہ نتیجہ تھا۔ بادشاہ کی دلچسپی لینے کا۔ شاہی خاندان کے قرار کا تفصیلی ذکر اگلے صفحات میں ملے گا۔

مقری حافظ خواجہ محمد سعید مجددی

ف ۶۵۹ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ سنہ ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداً والد سے علوم حاصل کئے۔ پھر شیخ طاہر لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوکر حفظ و قرات سبعہ سے فارغ ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے تو درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ سنہ ۱۰۶۹ھ میں اورنگ زیب کے استاد مقرر ہوئے بادشاہ کو حفظ و قرات سکھلانے میں حضرت کا بھی حصہ تھا۔ ۲۷ جمادی الاولی سنہ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ سرہند میں دفن ہوئے۔ [۵]

قاری مولانا محمد اسحاق بھروچی

ف ۶۶۰ بابا ریحان نے جو مدرسہ سنہ ۹۳۰ھ میں قائم کیا تھا وہ درمیان میں چند روز نہیں رہا۔ نواب مرتضیٰ خان نے عمارت میں ترمیم کراکے سنہ ۹۱۱ھ میں پھر اس کو آباد کیا۔ ترمیم کا مادہ تاریخ "مسجد قاضی" ہے۔ (سنہ ۹۱۱ھ) ترمیم کے بعد مدرسہ کی عمارت میں دوبارہ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔

(ب) مغلیہ بادشاہوں نے اس کی سرپرستی کی۔ چنانچہ شاہ جہان کے عہد میں منصب جاری ہوا۔ مولانا محمد اسحاق نے سنہ ۱۰۳۲ھ میں اس مدرسے کی صدارت قبول کی۔ آپ عالم متبحر، قاری بے بدل اور فقیہہ لاثانی تھے۔ چالیس سال اس مدرسہ کی خدمت کرکے سنہ ۱۰۷۲ھ میں وفات پائی۔ مدرسے کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ "رکن دین رحلت نمودہ" مادہ تاریخ ہے۔ (سنہ ۱۰۷۲ھ) حضرت صاحب تصنیف بھی ہیں۔ ایک تصنیف تحریم

---

[۵] سیرت امام ربانی از محمد داؤد سرہندی۔ و علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں۔

شرب الدخان پر ہے جس کا ایک نسخہ مولانا قاری نور الدین بھروچی کے پاس ہے۔ دوسرا اسمٰعیل کالج بمبئی میں ہے مولانا محمد اسحاق کو سلسلہ شطاریہ میں بیعت تھی۔ آپ کے دو فرزند مولانا محمد مصطفےٰ و مولانا محمد تھے۔ والد کے انتقال کے بعد مولانا محمد نے مدرسہ سنبھالا اور تیس سال تک اس مدرسہ کی خدمت انجام دی۔ مولانا محمد اسحاق کے شاگردوں میں سید محمد خطیب بھی تھے جو اچھے قاری تھے۔ مولانا کے داماد نے بھی اس مدرسہ میں کام کیا۔

قاری مولانا نور الحق دہلوی | **ف ۶۶۱** آپ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے فرزند تھے۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم والد سے حاصل کئے۔ سلسلہ قادریہ میں خلافت بھی والد سے لی۔ پھر آپ کے والد نے خواجہ محمد معصوم سے بیعت کرائی سلسلہ نقشبندیہ میں اعلیٰ وارفع مدارج حاصل کئے۔ عالم و فاضل و بزرگ کامل تھے۔ شرح صحیح بخاری و مسلم آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تاریخ وفات ۱۰۷۲ھ ہے۔ حوض شمسی کے پاس والد کے مقبرے کے متصل مزار ہے جس پر گنبد بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ [۱]

قاری حافظ خواجہ معصوم صاحب مجددی | **ف ۶۶۲** مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے تیسرے فرزند تھے جن کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید تجوید و قراءت کے ساتھ حفظ کیا۔ اسکے بعد کتب درسیہ۔ پھر علوم معقول و منقول کی تکمیل کی۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ جو چیز ایک مرتبہ نظر سے گذر جاتی وہ محو نہ ہوتی ۱۰۳۲ھ میں والد سے خلافت لی۔ آپکی شادی میر صغیر احمد کی صاحبزادی بی بی رقیہ سے ہوئی۔ ۱۰۶۶ھ میں حج کے لئے اپنے بھائی خواجہ محمد سعید، و خواجہ محمد یحییٰ اور سات ہزار مریدوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ منورہ گئے تو وہاں برابر روزانہ مراقبہ فرماتے چونکہ اورنگ زیب کو آپ سے بیعت تھی اور بہت سے امرائے دربار عالمگیر بھی مرید تھے دارا شکوہ کو بھائی کے پیر ہونے کی بناء پر آپ سے عناد ہو گیا تھا چنانچہ وہ سرہندیوں کے درپئے آزار رہا کرتا تھا۔ خواجہ معصوم نے حضور اکرم سے اس کی شکایت کی۔ انکو تسلی دی گئی کہ اس کشمکش میں اورنگ زیب کو کامیابی حاصل ہو گی۔ حج سے واپسی پر اورنگ زیب نے آپ کا استقبال کیا۔ وفات ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔ سرہند کے ایک تعمیر شدہ مقبرے میں دفن ہوئے [۲]

قاری حافظ سید عبد اللہ مجددی راوی ہفت قرات | **ف ۶۶۳** آپ کے تفصیلی حالات فقرہ جات (۲۵۲ تا ۲۵۶) میں درج ہیں۔

---

[۱] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی۔ از رکن الدین نظامی۔
[۲] سیرت امام ربانی، از محمد داؤد۔

قاری حاجی شیخ عبداللہ ایلچپوری

ف ۶۶۴ قطب خان شہر مانڈو میں دارالضرب کے داروغہ تھے۔ فقراء دوست اور بزرگوں کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ ملازمت چھوڑکر پیر کی تلاش میں نکلے تاآنکہ ایک بزرگ کامل کے مرید ہوکر ہدایت و تلقین میں لگے رہے۔ ۹۹۹ھ میں وفات ہوئی۔ مانڈو میں دفن ہیں۔ اونکے فرزند شاہ عبداللہ عرف بھکاجی قادری عالم و فاضل فقیہہ کامل تھے۔ وطن سے حج کے لئے گئے۔ ایک سال مکہ معظمہ میں قیام کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ وہاں سے ہر سال مکہ معظمہ حج کے لئے آجاتے۔ اس طرح اکیس حج ادا کئے۔ وہاں سے حسب ایمائے حضور اکرم شاہجہان کے زمانے میں برہان پور آئے۔ شاہ فضل اللہ کی خدمت میں رہکر اون سے بیعت کی۔ پھر آپ برہان پور سے ایلچپور آئے جہاں عوام کے اصرار پر سکونت پذیر ہوئے۔ شیخ زین تاجر بیجاپوری کی دختر سے نکاح کیا۔ عالمگیر نے موضع قاصد پورہ بطور انعام دیا۔

(ب) آپ کی اولاد میں دو فرزند اور ایک دختر تھیں۔ فرزند اول عبداللہ اور فرزند دوم عبدالقادر تھے۔ لڑکی کا عقد عارف کامل قاری حافظ شیخ حسین سے کیا۔ اس طرح تجوید و قراءت کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ اس خاندان میں عرصے تک رہا۔

(ج) شیخ عبدالقادر کے کئی فرزند تھے اونمیں سے دو مشہور ہوئے (۱) شیخ عبدالرسول (۲) شکراللہ ایک لڑکی بی بی مکھن تھیں جو بڑی اچھی قاریہ و حافظہ تھیں۔ جن کا تفصیلی ذکر متعاقب آئے گا۔

(د) شاہ عبداللہ صاحب کا انتقال ۱۰۸۵ھ میں ہوا۔ ایلچپور کی ایک گنبد میں دفن ہیں مزار مرجع خلائق ہے۔

(ہ) شجرہ اس طرح ہے:۔ قطب خان مانڈوی وفات ۹۹۹ھ

قاری شاہ عبداللہ ولادت ۹۹۸ھ وفات ۱۰۸۵ھ

شیخ عبداللہ ولادت ۱۰۳۰ھ | شیخ عبدالقادر ولادت ۱۰۳۲ھ | دختر ولادت ۱۰۳۵ھ + زوجہ قاری شیخ حسین ولادت ۱۰۳۰ھ وفات ۱۱۰۵ھ

(اولاد شیخ عبدالقادر)

شیخ عبدالرسول ولادت ۱۰۵۰ھ لاولد | شیخ شکراللہ ولادت ۱۰۵۲ھ | بی بی مکھن ولادت ۱۰۵۵ھ وفات ۱۱۴۰ھ، آپ کے استاد قاری حافظ محمد حسن ولادت ۱۰۶۵ھ وفات ۱۱۰۹ھ

بنت شکراللہ + زوجہ منیب اللہ ولادت ۱۰۹۶ھ

سید محب اللہ ولادت ۱۱۱۹ھ۔ وفات ۱۱۵۶ھ | محمد قسیم الدین ۱۱۲۳ھ۔ ۱۱۹۴ھ | شمس الدین ۱۱۲۸ھ۔ ۱۱۷۳ھ

(فٹ نوٹ صفحہ ۱۸۷ پر لاحظہ فرمائیے۔)

قاریہ حافظہ بدر النساء دختر اورنگ زیب

ف ۶۶۵ بدر النساء بیگم شہنشاہ اورنگ زیب کی پانچویں لڑکی تھی۔ نواب بائی بیگم کے بطن سے ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئی۔ طباع و ذہین تھی۔ کم عمری میں ایک ضعیف شریف زادی معلمہ سے تجوید و قرارت کی تعلیم دلوائی۔ اس قابل استانی کے زیر نگرانی بدر النساء نے پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا اور دو سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری وحافظ ہونے کے علاوہ بدر النساء خوش الحان بھی تھی۔ اصول تجوید کے مطابق قرآن مجید ایسا پڑھتی تھیں کہ سننے والا وجد کرنے لگے۔ ایک روز عالمگیر صبح کی نماز کے بعد ٹہلتا ہوا چمن میں نکل گیا تو اس نے بدر النساء کو خوش الحانی سے تلاوت کرتے سنا۔ صبح کا سہانا سمان۔ قرآنی آیات کی دل آویزی اور خوش الحانی ان سب نے مل کر اورنگ زیب پر محویت طاری کر دی۔ آدھے گھنٹے تک مبہوت ہو کر سنتا رہا۔ جب بدر النساء نے تلاوت ختم کی تو عالمگیر سامنے آیا۔ باکمال بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کی مہارت کی داد دیتے ہوئے بہت سی دعائیں دیں۔ ضعیف معلمہ کو بھی انعام و اکرام سے نوازا۔ اوس روز سے بدر النساء کی تعلیم کا خاص اہتمام ہونے لگا۔ چند روز میں بدر النساء نے عربی کی درسی کتابیں ختم کیں۔ دوسرے علوم پر بھی عبور حاصل کیا۔ مگر اس کو قدرتی طور پر قرآن مجید ہی سے شغف رہا۔ بدر النساء ۲۳ سال کی عمر میں ۱۰۸۰ھ میں انتقال کر گئی۔ اوسکے دو حقیقی بھائی محمد سلطان اور محمد معظم شاہ عالم بھی حافظ و قاری تھے [۱]

قاریہ بادشاہ بیگم بنت اورنگ زیب

ف ۶۶۶ عالمگیر کی ایک اور لڑکی بادشاہ بیگم جو دلرس بانو بیگم کے بطن سے اور اعظم شاہ کی حقیقی بہن تھی۔ قرآن اور قرارت سے خاص لگاؤ رکھتی تھی۔ بادشاہ بیگم نے لڑکپن ہی میں قرآن شریف پڑھ لیا۔ دیگر علوم ایک ضعیف العمر استاد سے حاصل کئے۔ نہایت ذہین اور طباع تھی۔ کچھ روز شعر گوئی سے بھی دلچسپی رہی مگر بعد میں تائب ہو کر صرف قرآن مجید ہی سے دلچسپی رکھنے لگی۔ روزانہ تلاوت کی پابند تھی [۲]

قاری حافظ خطاط سید جعفر بدر عالم

ف ۶۶۷ آپ سید جلال مقصود عالم کے فرزند شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ ولادت بمقام احمد آباد ۱۰۲۳ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ علوم مروجہ اپنے والد اور جد امجد سے سیکھے۔ تجوید و قرارت و حفظ کی تکمیل بھی والد سے کی آپ کو تفسیر و حدیث میں کمال حاصل تھا۔ متقی اور عالم باعمل ہونے کے علاوہ خوش نویس اور زود نویس بھی تھے

(فٹ نوٹ صفحہ ۱۸۶) [۱] نور العنایت المعروف بہ تذکرہ پاک مرتبہ سید نور المقتدیٰ ابن حافظ سید نور المہتدیٰ اورنگ آبادی یہ تصنیف میں نے قلمی شکل میں دیکھی ہے۔ [۱] و [۲] تذکرہ خواتین مشاہیر خاندان تیموریہ از رحیم بخش صفحہ ۷۱-۷۲ و ۱۲۲

رسم الخط قرآنی کے ماہر۔ خط نستعلیق و نسخ میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ ایک دفعہ صرف دو روز میں مکمل قرآن مجید کی کتابت کی۔ اس نسخے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایکمرتبہ ایک فقیر نے آپ سے قرآن مجید مانگا تو دوسرے روز دینے کا وعدہ کیا۔ فقیر نے اشارہ کیاکہ قرآن مجید کا رکھا ہوا نسخہ کیوں نہیں دیتے۔ حضرت کو لن تنالوالبر حتیٰ تنفقوا مما تحبون والی آیت یاد آئی۔ فوراً وہی نسخہ فقیر کے حوالے کر دیا۔

(ب) ۱۰۵۴ھ میں شاہ جہاں سے ملے۔ اوس نے آپکو صدارت کا عہدہ دینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ ۱۰۶۹ھ میں عالمگیر نے خلعت عطا کی۔ ۱۰۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔ ۵۱

قاری حافظ شیخ محمد اسمٰعیل سہروردی مدرس لاہوری

ف ۱۰۶۸ھ والد کا نام فتح اللہ بن عبداللہ قوم کھوکھر۔ ساکن موضع چنبہ لب دریائے چناب۔ والد زمیندار تھے۔ والدہ بی بی فریاد صاحبہ سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیا کرتی تھیں۔ لوگ اونکو رابعہ عصر تسلیم کرتے تھے دن کو روزہ رکھتیں اور شب کو قیام کرتیں۔ رمضان کے آخری دہے میں ایک شب کو بہت سی روشنی دکھائی دی جس سے پتہ چلاکہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ آپ نے نماز تہجد کے بعد دعا کی "اے اللہ میری اولاد کو حافظ عارف وقطب عارف کر" آپ کو چار لڑکے ہوئے اور چاروں حافظ وقاری وعالم ہوئے (۱) حافظ محمد ابراہیم (۲) حافظ محمد اسمٰعیل (۳) حافظ محمد حسین (۴) حافظ محمد خلیل۔ ماں کی دعا کا اثر محمد اسمٰعیل پر زیادہ ہوا۔

(ب) محمد اسمٰعیل ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بیحد ذہین وطباع تھے۔ لڑکپن میں تجوید وقراءت اور حفظ کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد قرآن مجید سے ایسا شغف بڑھا کہ اوس میں فنائیت تام حاصل کر لی۔

(ج) لڑکپن میں پہلے آپنے چکی چلانے کا پھر بکریاں چرانے کا کام انجام دیا۔ ہر جگہ قرآن شریف کی تلاوت جاری رہتی۔ پھر آپ قاری عبدالکریم صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے جس کا سلسلہ چھ واسطوں سے شاہ عالم تک پہونچتا ہے۔ عرصے تک مرشد سے فیض پاتے رہے۔ انھوں نے بھی حفظ ہی کے ذریعہ راہ سلوک طئے کرائی۔ فراغت کے بعد ایک روز فرمایا۔ "اے اسمٰعیل! تم حفظ قرآن کر چکے۔ طریقت میں بھی مدعا حاصل ہو گیا۔ اب تمہیں خلق اللہ کی خدمت کرنی چاہیئے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تم مناسب سمجھو اقامت گزین ہو کر تدریس قرآن مجید میں مشغول ہو جاؤ اور یقین رکھو کہ تمہاری قبر پر تا قیامت تدریس قرآن جاری رہے گی۔" پہلے والدہ نے آپ کے لئے دعا کی تھی۔ مرشد سے یہہ دوسری بشارت ملی۔ جن کا اثر محیر العقول طریقہ سے ظاہر ہوا۔ چنانچہ صاحب خزینۃ الاصفیاء آپکے متعلق لکھتے ہیں "حافظ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب تدریس قرآنی وجامع ہمہ دانی بود۔

---

۵۱ تحفۃ الکرام از علی شیر۔ وتذکرۂ اولیائے دکن۔ از عبدالجبار آصفی۔

دس سال کی عمر میں لاہور آکر نیل پورہ میں تعلیم و تلقین میں مصروف ہو گئے۔ دن بھر قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے رہتے تھے۔

(د) اوس محلہ میں ایک قدیم مسجد تھی جس پر ایک جوگی کا قبضہ تھا وہ اوسکو چھوڑتا نہ تھا۔ حضرت نے جاکر سمجھایا کہ آپ اور کہیں جاکر رہیں تو جوگی نے کہا "اگر میں یہاں سے گیا تو مسجد بھی میرے پیچھے آئے گی" حضرت نے فرمایا "اچھا تم جاؤ تو سہی" جوگی کا نکلنا تھا کہ مسجد کو بھی جنبش ہوئی۔ حضرت نے اپنا عصا دیوار مسجد پر مار کر کہا "ساکن ہو جا"۔ مسجد حالت سکون میں آگئی۔ جوگی نے یہہ کرامت دیکھکر معافی چاہی اور کسی طرف کو چلا گیا۔ حضرت اوس مسجد میں بیٹھکر درس دیتے اور حافظ بناتے رہے۔ یہہ بھی حضرت کی کرامت تھی کہ ہر شخص بہت جلد حافظ و قاری ہو جاتا۔ بعضوں نے تو چھ مہینوں میں حفظ پورا کیا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میری خاک سے بھی قرآن کا فیض جاری رہے گا۔ چنانچہ یہہ حضرت ہی کی کرامت ہے کہ اوسوقت سے لیکر اب تک برابر اس مدرسے سے حافظ نکلتے چلے آرہے ہیں۔ غلام سرور چشتی فرماتے ہیں کہ آپکی بشارت سچی ہوئی۔

ف ۶۶۹ حضرت کی کرامت کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ "میں نے ایک حسین لڑکی سے شادی کی جو مجھے بہت مرغوب تھی وہ حافظ و قاریہ ہے اور میں امی ہوں وہ مجھے کہتی ہے کہ قربت نہ کی جائے کیونکہ اس سے قرآن کی بے ادبی کا اندیشہ ہے اور مجھے حفظ قرآن کی ترغیب دیتی ہے تو آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں بھی حافظ ہو جاؤں۔" آپ نے فرمایا "چھ مہینے میرے پاس قیام کر حافظ ہو جائیگا"۔ یہہ سنکر وہ رونے لگا اور عرض کیا کہ مجھکو اپنی بیوی کی جدائی ایک دم کے لئے بھی شاق ہے چھ مہینے کیونکر گذریں گے"۔ یہہ سنکر آپنے ازراہ ترحم فرمایا "اچھا کل کی نماز میں میری داہنی طرف آئیو۔ انشاء اللہ تیرا مقصد پورا ہو جائیگا"۔ رات کو نماز کے بعد آپ نے یہہ دعا پڑھی۔ سبحانک لا علم لنا اِلّا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ صبح کی نماز میں اوس شخص نے حضرت کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ آپ نے جب سلام پھیر کر اوس کی طرف نظر کی تو اوسی وقت نہ صرف وہ حافظ ہو گیا بلکہ جتنے مقتدی داہنی جانب تھے وہ سب کے سب حافظ بن گئے۔ اوس شخص پر حضرت کی کرامت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مرید ہو گیا

(ب) تذکرۂ قراء کی ترتیب میں ہم نے خوارق عادات کو جمع کرنے سے التزاماً اس لئے پرہیز کیا ہے کہ اس معقول پسند صدی میں اونکے ماننے والے کم اور اعتراض کرنے والے زیادہ ہیں۔ مگر حضرت اسمٰعیل کے حالات ایسے عجیب و غریب اور محیر العقول ہیں کہ اون کی فنائیت فی القرآن کی وضاحت کی خاطر چند واقعات کا اظہار ضروری سمجھا گیا۔ حضرت کی اس کرامت سے تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا کہ اون کے زمانۂ حیات سے لیکر اب تک صدہا حافظ ان کی مسجد و خانقاہ سے نکلے۔ چنانچہ آپکے خلیفہ الٰہی بخش

حافظ وقاری تھے۔ آپ کے شاگردوں میں تیمور میمور حافظ وقاری تھے جن کے شاگرد کثرت سے ہوئے جن میں ایک سلسلہ حامد القاری کا تھا۔ اونکے شاگرد محمد عاقل تھے۔ ان دو کے علاوہ قاری حافظ محمد ہاشم۔ حافظ میاں عبدالہادی۔ حافظ عبدالمجید۔ حافظ عبدالکریم نے تیمور میمور سے استفادہ کیا۔ حافظ تیمور کے علاوہ دوسرا سلسلہ محمد اسمٰعیل مدرس کے ایک جدی برادر محمد صالح کا تھا جو خود بھی حافظ وقاری تھے اور محمد اسمٰعیل کے بعد انھوں نے ۵۵ سال تک اوسی جگہ خدمت انجام دی۔ بے شمار حافظ بنائے۔ بالآخر جب ۱۱۱۵ھ میں انھوں نے وفات پائی تو حافظ محمود اون کے جانشین ہوئے اور ۴۲ سال تک خدمت کی۔ وفات ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔ حافظ معزالدین نے اون کی جگہ بیٹھکر ۳۵ سال تک حفظ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اون کا انتقال ۱۲۱۲ھ میں ہوا۔ پھر حافظ شرف الدین نے تقریباً سات سال کے عرصے تک یہ خدمت انجام دی۔ اونکی وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ اونکے بعد اونکے فرزند حافظ احمدالدین اس خدمت کو انجام دیتے رہے اونکے زمانے میں بھی ڈیڑھ سو طلباء زیر تعلیم تھے۔ سب کو کھانا اور دوسری ضروریات مدرسے سے فراہم کی جاتی تھیں۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دور میں سکھ فوج نے مدرسہ کی عمارت کو نقصان پہنچایا۔ مگر مسلمانوں نے اوسکی ترمیم کردی۔

(ج) حافظ احمدالدین کا انتقال ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔ آپ کے چار فرزند تھے (۱) حافظ محمد عظیم (وفات ۱۳۱۰ھ) (۲) حافظ امام الدین (وفات ۱۳۱۲ھ) (۳) حافظ غلام محمد (۴) حافظ حاجی محمدالدین (وفات ۱۶ محرم ۱۳۲۶ھ)

(د) حافظ غلام محمد کے دو[۲] فرزند (۱) حافظ محمد شفیع اور (۲) حافظ محمد حفیظ تھے۔ اول الذکر نے حافظ محمد اسمٰعیل کے حالات جمع کرکے "سوانح عمری میاں وڈا" کے نام سے ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کو کتابی صورت میں شائع کئے ہیں۔ حافظ محمد شفیع سجادہ نشین کے فرزند حافظ محمد شریف ہیں۔

ف ۶۷۰ قاری حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کا مذکورہ بالا سلسلہ بہت ہی عجیب و غریب رہا۔ محمد اسمٰعیل صاحب نے جملہ ۶۶۰ حافظ بنائے اونکے بعض شاگردوں کے نام جو مل سکے درج ذیل ہیں: (۱) حافظ عبدالوہاب (۲) حافظ شیخ عبدالحمید (۳) حافظ عبدالکریم قصوری (۴) حافظ اخوند محمد عثمان (۵) حافظ اخوند محمد عمر (۶) حافظ امانت خان (۷) حافظ عبداللہ (۸) حافظ محمد فاضل (۹) حافظ اللہ بخش (۱۰) حافظ محمد حسین اوّل (۱۱) حافظ فتح محمد خوشحالی (۱۲) حافظ محمد تیمور لاہوری جن کا ذکر پہلے آچکا ہے (۱۳) حافظ میاں جان لاہوری (وفات ۱۰۸۲ھ) (۱۴) حافظ جان محمد ثانی (متوفی ۱۱۲۰ھ)۔

(ب) محمد اسمٰعیل صاحب مدرس عام طور سے میاں کلاں یا پنجابی میں "میاں وڈا" کے نام سے مشہور تھے

آپ نے ۹۰ سال کی عمر میں ۲۵ ر شوال ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی۔ [1]

شیخ القراء عبد الباری تقی الدین محمد قاری سبعہ	ف ۶۷۱ والد کا نام ابو الفتح ہمدانی وطن ڈھاکہ (جسکو جہانگیر نگر بھی کہتے تھے) علاقہ شرقی بنگال

آپ شاہ جہان اور اورنگ زیب کے زمانے میں بنگال کے مشہور قراء میں سے تھے۔ ایک عرصے تک سبعہ قرات کا درس دیا۔ طلباء کے استفادے کے لئے سبعہ قرات میں ایک کتاب کنز الایمان فی قواعد القرآن لکھی جس کی تکمیل اورنگ زیب کے زمانے میں ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ فی الوقت سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہہ کتاب محمد شفاعت کو ۱۱۰۸ھ میں ملی۔ وہاں سے حیدر آباد منتقل ہوئی۔

قاری محمد نعیم الدخشی الرستاقی	ف ۶۷۲ آپ کے حالات اورنگ زیب کے تحت نقرہ (۶۵۴) میں بیان کئے گئے۔

مقری نعمت اللہ بن رحمت اللہ لاہوری	ف ۶۷۳ وطن لاہور۔ والد کا نام رحمت اللہ۔ آپ نے تجوید و قرات میاں نور الدین کے تین نواسوں یعنے

میاں محمد حسین لاہوری۔ حافظ میاں سعد اللہ و میاں فتح محمد لاہوری سے سیکھی۔ آپ کا سلسلہ علامہ الجزری تک پہونچتا ہے جس کا ذکر میاں نور الدین کے حالات میں کیا گیا ہے۔ قاری نعمت اللہ اورنگ زیب کے زمانے میں تھے۔ آپ نے فن تجوید کی بڑی خدمت کی۔ ایک رسالہ مفید القراء کے نام سے ۱۰۸۹ھ میں لکھا جس کے قلمی نسخے جا بجا ملتے ہیں۔ اس سے اونکی مقبولیت عام کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک نسخہ حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ایک اور نسخہ مقری عشرہ خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ حیدر آباد کے پاس میں نے دیکھا ہے۔

قاری حافظ محمد حسن ایلچپوری	ف ۶۷۴ وطن ایلچپور۔ ولادت تقریباً ۱۰۱۵ھ ہے۔ علوم عربی و فارسی و قرات میں امتیازی درجہ کے حامل تھے۔

خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتے۔ حفظ کی بھی تکمیل کی تھی۔ آپ نے ایک ممتاز شاگردہ بی بی مکھن کو حفظ و قرات نیز عربی و فارسی کی تعلیم دی۔

(ب) بی بی مکھن شیخ عبد القادر کی دختر تھیں۔ انکے علاوہ اور شاگرد بھی ہوئے۔ قاری صاحب کا

---

[1] تذکرۂ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی (۲) علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں (۳) سوانح عمری میاں وڈا از حافظ محمد شفیع سجادہ نشین۔

انتقال تقریباً ۱۰۹۰ھ میں ہوا۔ شاہ عبدالرحمٰن غازی کے گنبد کے پاس دفن ہوئے۔

قاریہ جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہان

ف ۶۷۵ خاندان شاہان مغلیہ کا یہہ دستور تھا کہ لڑکے اور لڑکی کو سب سے پہلے قرآن مجید پڑھایا جاتا۔ اوسکے ختم ہونے تک کوئی دوسرا علم شروع نہ کیا جاتا۔ قرآن کی ناظرہ تعلیم سے فراغت کے بعد دوسرے علوم کی جانب توجہ کی جاتی۔ اس طریقہ تعلیم کا نتیجہ یہہ ہوا کہ مغلیہ خاندان کے شہزادوں اور شہزادیوں میں سے ہر ایک تجوید و قراءت سے واقف ہوا۔ اون میں سے اکثر حافظ بھی ہوئے۔ خواتین خاندان تیموریہ بہ لحاظ تعلیم و تربیت و بہ لحاظ ذہانت و جودت دیگر خواتین و امراء سے بلند و بالاتر رہیں۔ اون میں چند تو فخر خاندان گذری ہیں جن کا ذکر بروقت آئے گا۔ اون میں سے شاہ جہان کی دو لڑکیاں تھیں۔

(ب) جہاں آرا بیگم جوار جمند بانو بیگم عرف ممتاز محل کے بطن سے ۱۰۲۳ھ میں جہانگیر کے عہد میں پیدا ہوئی۔ اس کو لڑکپن ہی میں قرآن مجید و قرأت کی تعلیم ایک قابل استانی ستی النساء خانم سے ملی جو حافظ و قاریہ تھیں اور طالب آملی کی بہن تھیں۔ علوم قرآنی سے واقفیت کے ساتھ یہہ لڑکی بڑی عابدہ و زاہدہ تھی۔ وقت کا بڑا حصہ تلاوت قرآنی میں گذرتا۔ اس نے ایک مدرسہ آگرے میں قائم کیا جس کے جملہ اخراجات کی خود کفیل تھی۔ آگرے کی جامع مسجد بھی جہاں آرا نے پانچ لاکھ کی لاگت سے بنوائی۔ ۱۰۹۸ھ میں اختتام کو پہونچی۔ بزرگان دین کے حالات سے متعلق "مونس الارواح" کے نام سے ۱۰۴۹ھ میں ایک تالیف شائع کی۔ ۱۰۹۲ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت نظام الدین کی درگاہ واقع دہلی میں ایک سنگ مرمر کی چوکھنڈہ میں دفن ہے۔ قبر پر یہہ شعر کندہ ہے۔ ؎

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا ٭ کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس ست [۱]

ثریا بیگم دختر شاہ جہان

ف ۶۷۶ یہہ لڑکی عزیز النساء بیگم عرف اکبر آبادی بیگم کے بطن سے تھیں۔ طباع و ذہین ہونے کے باعث کم عمری میں قرآن ختم کیا۔ دوسرے متداول علوم بھی حاصل کئے۔ مگر قرآن مجید سے بہت لگاؤ تھا۔ ہمیشہ تلاوت میں مصروف رہیں [۲]

قاری حافظ محمد یحییٰ مجددی

ف ۶۷۷ آپ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے ساتوین فرزند تھے۔ ولادت ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ شاہ جہ

---

[۱] تذکرہ خواتین مشاہیر خاندان تیموریہ از :- رحیم بخش صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۷۔

[۲] تذکرۂ خواتین مشاہیر خاندان تیموریہ از ظہور الحسن

ک نام سے مشہور ہوئے۔ آپ استعداد عالی رکھتے تھے۔ قوت حافظہ تیز تھی۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف
فظ کرلیا۔ قراءت و دیگر علوم کی تحصیل میں اپنے والد سے تلمذ رہا۔ جو آپ پر بڑے مہربان تھے۔ حلیہ۔ قد و قامت
رفتار و گفتار میں والد سے بہت مشابہ تھے۔ خواجہ باقی باللہ کے فرزند خواجہ عبید اللہ کی دختر سے آپ کی شادی
ہوئی تھی۔ جن سے تین فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئی۔ آپ خواجہ معصوم کے ساتھ حج میں شریک تھے۔ وفات
۲۰ جمادی الثانی ۱۰۹٦ھ کو ہوئی۔ مجدد صاحب کے مقبرے سے بہ جانب غرب دفن کیا گیا ہے۔ ؎١

شیخ القرا عبد الخالق دوم دہلوی

ف ٦٧٨ دہلی میں ایک جید شیخ التجوید عبد الخالق تھے (عبد الخالق متوفی سے الگ) وقت کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گزارتے تھے۔ آپ نے
بہت سے قاری بنائے۔ انکی وفات ۱۰۹۸ھ میں ہوئی۔ اونکے ایک لائق شاگرد قاری شیخ محمد فاضل سندھی
تھے جن سے شاہ ولی اللہ صاحب نے تجوید و قراءت سیکھی تھی۔ ؎٢

قاری حافظ عبد الکریم بلگرامی

ف ٦٧٩ آپ بلگرام کے رہنے والے تھے۔ گیارھویں صدی کی ابتدا میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں قراءت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم پائی۔ پھر حافظ ہوئے
بڑے مشہور خطاط تھے۔ صاحب مآثر الکرام ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "دانشمند والا مرتبت۔ کلام اللہ
را ازبر کرد۔ علم از علمائے قبیلہ خود واگرفت۔ در جمیع علوم عقلی و نقلی سیما فنون عربیہ علم انا ولا غیری افراشت
خط عربی و فارسی جید می نوشت۔" ۱۱۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ ؎٣ اون کے بھائی مولوی عبد الغفور
عالم و فاضل و قاری تھے۔

قاریہ حافظہ زیب النساء دختر اورنگ زیب

ف ٦٨٠ اورنگ زیب کی یہ دختر نیک اختر دلرس بانو بیگم کی بطن سے ۱۰۴۵ھ میں پیدا ہوئی۔ اس زمانے کے
اصول کے مطابق نشو و نما پائی۔ حفظ کی تکمیل کی۔ بڑا جیون سے تجوید و قراءت و فقہ کی تعلیم پائی۔ پھر ملا عنایت اللہ
سے علم فقہ سیکھا۔ خوش خطی میں کمال حاصل تھا۔ نستعلیق و نسخ و شکستہ کی ایسی ماہر تھی کہ بہت کم لوگ اوس کی
ہمسری کر سکتے تھے۔ شاعرہ بھی اچھی تھی۔ قرآن مجید سے خاص لگاؤ تھا۔ ۱۱۰۳ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ؎٤

---

١ سیرت امام ربانی از محمد داؤد
٢ نزھت الخواطر از مولانا عبد الحی
٣ مآثر الکرام از غلام علی آزاد
٤ مشاہیر نسوان از مولوی عباس حسین صفحہ ٢١٢

قاریہ حافظہ زینت النساء بیگم دختر اورنگ زیب

ف ۶۸۱ اورنگ زیب کی یہہ دختر نیک اختر حافظہ و قاریہ تھی۔ زہد و ورع اوس کی خصوصیت تھی۔ اس خاندان میں قراءت و حفظ کا سلسلہ ابوظفر بہادر شاہ کے زمانے تک چلتا رہا۔ زینت النساء کی صاحب زادی اون کی پوتی شاکرہ بیگم۔ اون کی بیٹی فاطمہ بیگم۔ اور فاطمہ بیگم کی بیٹی حیدری بیگم سب کی سب قاریہ حافظہ تھیں

حاجی قاری محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری

ف ۶۸۲ یہہ بابرکت سلسلہ معروف چشتی قادری سے شروع ہوتا ہے۔ اون کے خلیفہ شاہ سلیمان قادری تھے اونکے خلیفہ حاجی محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری گذرے ہیں صوبہ سرحد کے باشندے تھے۔ والد کا نام حاجی علاء الدین تھا۔ آپ نے تجوید و قراءت کی تعلیم لڑکپن ہی میں حاصل کرلی۔ اوسکے بعد حفظ کی تکمیل بھی بہت جلد کرلی۔ زاہد، عابد اور متقی تھے۔ سات حج پاپیادہ کئے۔ تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت فرماتے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ انتقال سنہ ۱۱۰۳ھ میں ہوا۔ اونکے فرزند برخوردار نوشاہی اور داماد معموری بھی حافظ و قاری تھے۔ [1]

قاری مولانا محمد بن اسحاق بھروچی

ف ۶۸۳ ساکن بھڑوچ۔ علاقہ گجرات۔ والد کا نام مولانا محمد اسحاق بھڑوچی۔ جن کا ذکر قبل ازیں کیا جاچکا ہے۔ قراءت و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ ذہین و فہیم تھے۔ والد کے انتقال کے بعد بابا ریحان والا مدرسہ سنبھالا اور سنہ ۱۱۰۳ھ تک برابر خدمت انجام دیتے رہے۔ اون کے بعد اون کے بیٹے مولانا محمد اسحاق ثانی اس مدرسہ کی خدمت کرتے رہے

قاری حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی

ف ۶۸۴ محلہ میدان پورہ۔ بلگرام میں سنہ ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ محمد صغری کی اولاد میں سے تھے۔ ابتدائی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ اپنے زمانے کے علماء سے درسی کتابیں پڑھیں۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "بغایت متقی و پرہیزگار بود" سنہ ۱۱۰۲ھ میں وفات ہوئی۔ اونکے بڑے فرزند سید احمد حافظ و قاری تھے۔ دوسرے فرزند سید اشرف بھی قاری تھے۔ [2]

قاری حافظ شیخ حسین ایلچپوری

ف ۶۸۵ مولد ایلچپور۔ ولادت تقریباً سنہ ۱۰۳۰ھ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن میں کی۔ شاہ عبداللہ عرف بھکاجی کی خدمت میں حاضر

---

[1] تذکرہ اولیائے ہند از مرزا اختر دہلوی

[2] مآثر الکرام از غلام علی آزاد۔

ہوتے رہے۔ اون ہی کی صاحبزادی سے عقد کیا۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ تجوید و قرات کی اچھی خدمت کی۔ قاری محمد حسن بھی آپ کے ہم عصر تھے۔ تقریباً ۱۱۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ عبدالرحمن غازی کی درگاہ میں۔ قاری حافظ محمد حسن کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ ؎۱

امام المدرسین مولانا حافظ محمد حسین

ف ۶۸۶ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۴۱ تا ۲۴۴ میں مذکور ہیں۔

قاری حافظ سید ضیاء اللہ دوم

ف ۶۸۷ سادات واسطی سے تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں کہ از سادات بلگرام و فضلائے عالی مقام بود۔ حافظ و قاری بودہ ہمیشہ بدرس اشتغال داشت۔ در نثر و نظم عربی و فارسی درجہ عالی اندوختہ" وفات ۱۱۰۹ھ میں ہوئی۔ اونکے فرزند سید قادری فاضل، حافظ و قاری و حاجی تھے۔

نوٹ:- یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ سید ضیاء اللہ جن کا ذکر فقرہ ۶۸۲ میں کیا گیا وہ اور یہ دونوں الگ الگ ہستیاں تھیں یا ایک ہی تھے۔ نام اور زمانے میں مشابہت ہے۔ سنہ وفات میں تھوڑا سا فرق ہے مگر اونکے فرزندوں کے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے شبہ ہوتا ہے کہ دو الگ افراد ہیں۔

قاری سید جعفر مجید عالم بخاری

ف ۶۸۸ والد کا نام سید جلال حمید عالم تھا۔ احمد آباد کے باشندے، اور حضرت شاہ عالم کی اولاد سے ہیں۔ ۱۰۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حاصل کیا۔ اوسکے بعد علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے ۱۱۰۹ھ میں انتقال ہوا۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔ انتقال کے وقت والد سید جلال حمید عالم زندہ تھے۔ جن کا ذکر بعد میں کیا جائیگا۔ ؎۲

قاری قاضی شیخ الاسلام احمد آبادی

ف ۶۸۹ عبدالوہاب محمد طاہر بھورا کے جن کا ذکر قبل ازیں آچکا ہے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑے کا نام شیخ الاسلام تھا۔ عالم و فاضل و فقیہ ہونے کے علاوہ بڑے عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی دیانت و امانت مشہور تھی۔ عالمگیر نے دہلی طلب کرکے عہدۂ قضاءت پر مامور کیا۔ جب عالمگیر نے دکن کی سلطنتوں پر حملہ کرنا چاہا تو شیخ الاسلام سے فتوی لیا۔ آپ نے اوسکے حملے کو ناجائز قرار دیا اور بادشاہ کی خفگی کی پرواہ کئے بغیر اپنے عہدہ سے ۱۰۹۵ھ

؎۱ نور العنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک مرتبہ سید نور المقتدیٰ بن حافظ نور المہتدیٰ اورنگ آبادی

؎۲ تحفۃ الکرام از ملا تبیہ قانع۔ تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی۔

میں مستعفی ہوکر حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ حج سے واپسی کے بعد اورنگ زیب نے بلاکر پھر قضاءت دہلی پر مامور کیا ۱۱۰۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو عالمگیر نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ دو سو سالہ سلطنت تیموریہ میں دیانت اور خدا پرستی میں کوئی فاضل مثل قاضی شیخ الاسلام پیدا نہیں ہوا۔ ۱؎

قاری محمد سعید بالاپوری

ف ۶۹۰ شیخ القراء سید عنایت اللہ بالاپوری کے چھوٹے بھائی سید محمد سعید تھے یہ بھی تجوید و قراءت کے اچھے عالم تھے۔ سید عنایت اللہ کے اکثر بچے آپ ہی سے تجوید وقراءت و دیگر علوم حاصل کرتے رہے۔ قاری عنایت اللہ سے پہلے آپ کا انتقال ہوا۔ عنایت اللہ صاحب کی مزار کے بازو آپ کا مزار واقع ہے۔ ۱؎ تاریخ وفات ۱۱۰۹ھ ہے۔

بابا محمد سعید پلنگ پوش نقشبندی

ف ۶۹۱ آپ بخارا کے باشندے تھے۔ لڑکپن میں مروجہ نصاب تعلیم کی تکمیل کی جس میں تجوید و قراءت شامل تھی۔ بابا قل احمد نقشبندی کے مرید ہوئے۔ گیارہویں صدی کے آخر میں ہندوستان آئے۔ کشمیر ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ وہاں سے اورنگ آباد آکر قیام کیا۔ آپ تجوید و قراءت سے بخوبی واقف تھے۔ تلاوت قرآن سے شغف تھا۔ آپکے مرید محمد عاشور بابا کو بھی قراءت و تلاوت سے شغف تھا۔ دونوں ساتھ رہتے تھے۔ نواب غازی الدین خان کو بابا پلنگ پوش سے عقیدت ہوگئی۔ بابا صاحب کا انتقال اورنگ آباد میں ۱۱۱۰ھ میں ہوا۔ پن چکی کے پاس دفن ہیں۔

قاری حافظ علاء الدین قاری سبعہ

ف ۶۹۲ وطن ابو بکر آباد مضافات پٹنہ۔ والد کا نام ابوالخیر ابن شیخ محمد طیب۔ ولادت تقریباً ۱۰۴۰ھ۔ خوشنویس و قاری سبعہ تھے آپ کا مشغلہ کتابت قرآن رہا ہے۔ ایک حمائل ۱۰۹۲ھ میں لکھی جس کے حاشیہ پر اختلافات سبعہ درج ہیں یہ حمائل قاری حافظ سعد اللہ صاحب بخاری مقیم مونگھیر کے پاس موجود ہے۔ علاء الدین کی وفات ۱۱۱۰ھ میں واقع ہوئی

حافظ ابوالمجد محبوب عالم راوی ہفت قراءت

ف ۶۹۳ حضرت شاہ عالم احمد آبادی کی اولاد میں آپ بڑے عالی مرتبت بزرگ گذرے ہیں۔ ولادت ۱۰۴۷ھ میں ہوئی والد کا نام سید جعفر بدر عالم تھا۔ لڑکپن میں تحصیل علوم سے فارغ ہوکر قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری ہفت قراءت ہوئے۔ تمام عمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ کی نسبت تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ "صاحب کرامات و مقامات بود"۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ ایک تفسیر فارسی میں بروایت اہل بیت اور عربی میں جلالین کی طرز پر لکھی ہے۔ حدیث میں زینۃ النکات شرح مشکوٰۃ مرتب کی۔ اوراد کے علاوہ چالیس پارے روزانہ پڑھتے تھے۔ آپکے شاگردوں

۱؎ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

ہیں غیر معمولی ہستی مخدوم العالم شیخ نورالدین کی تھی۔ جنھوں نے آپ سے قراءت سبعہ سیکھی اوروں کو اوس کی تعلیم دینی شروع کی۔ محبوب عالم کی وفات ۱۱۱۱ھ میں ہوئی سلہ

قاری شاہ عبداللطیف راوی ہفت قراءت

ف ۶۹۴ شاہ جہاں کے زمانے میں ایک بزرگ شاہ عبداللطیف جو راوی ہفت قراءت تھے تلے گاؤں دسا سر علاقہ برار میں تشریف لائے۔ ایک عرصہ تک اس قریہ میں قیم رہے۔ درس و تدریس میں وقت گذارا۔ آپ خوشنویس بھی تھے قرآن شریف کا سطلا نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھا جس کی لمبائی دو فٹ اور چوڑائی ایک فٹ ہے جس پر ایک حاشیہ قراۃ سبعہ کا اور دوسرا تفسیر کا ہے۔ روایت ہے کہ یہی نسخہ آپ کے زیر تلاوت تھا۔ شاہ صاحب کے دو شاگرد تھے جن میں سے ایک شیخ جلال تھے جن کی اولاد اب درگاہ کی مجاوری کرتی ہے۔ شاہ عبداللطیف کا انتقال اورنگ زیب کے زمانے میں ہوا۔ تلے گاؤں دسا سر میں ایک گنبد کے اندر مزار ہے۔ سبعہ کے حاشیہ والا نسخہ قرآن شریف بھی مزار پر رکھا ہوا ہے۔ جس کی اہمیت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔

قاری مولانا شاہ سلیمان کردی

ف ۶۹۵ شاہ سلیمان کرد کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آکر دہلی میں مقیم ہوئے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی سے علوم حاصل کئے۔ تجوید و قراءت سے واقف تھے۔ فیوض باطنی سے بھی سرفراز تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں "مولانا سلیمان فاضل متبحر و صاحب تصانیف بودہ" تکمیل علوم کے بعد مولانا سلیمان دہلی سے احمد آباد گئے۔ وہاں اونکے فرزند مولانا احمد پیدا ہوئے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ مولانا سلیمان کی قبر احمد آباد میں عقب مسجد و مقبرہ موسیٰ سہاگ طرف غرب واقع ہے۔ سلہ

قاری سید نوراللہ بلگرامی

ف ۶۹۶ بلگرام کے متوطن تھے۔ قراءت و ابتدائی علوم بلگرام ہی میں حاصل کئے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت سلطان المشائخ کی مزار پر چلہ کیا۔ وہاں سے لوٹ کر بلگرام آئے اور سید لطف اللہ بلگرامی کے مرید ہوئے۔ استعداد درجہ کمال کی تھی۔ بہت جلد رنگ نکھرنے لگا مگر ایک مقام پر رک گئے۔ مرشد کی تلقین کردہ تدبیر دل کے مطابق عمل کیا مگر رکاوٹ دور نہوئی تو پیر نے مشورہ دیا "برو قرآن بجیہ حفظ کن" مرید نے ارشاد کی تعمیل میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ ابھی چند پارے ہی حفظ کئے تھے کہ رکاوٹ دور ہوگئی مگر چونکہ حفظ قرآنی کا چسکا لگ گیا تھا آہستہ آہستہ حفظ کا سلسلہ جاری رکھا ۲۵ پارے حفظ کئے تھے کہ یکایک مرض الموت میں گرفتار ہوگئے۔ جب لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا تمنا ہے تو کہا اب دیا کہ کسی طرح بقیہ پانچ پارے پورے ہوجائیں۔

سلہ۔ تحفۃ الکرام از علی شیر قانع۔ و تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

(حب) وفات ۱۱۱۳ھ میں ہوئی۔ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے اپنی بلند پایہ تصنیف "مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں سلوک بالقرآن پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا نے لکھا ہے کہ راہ سلوک کی بعض رکاوٹیں صرف قرآن کی بدولت رفع ہوتی ہیں۔

ف ۶۹۷ قاری سید جلال حمید عالم وطن احمد آباد۔ آپ ابو المجید محبوب عالم کے فرزند تھے۔ ولادت ۱۰۶۲ھ میں ہوئی۔ والد سے تجوید و قرات سبعہ و دیگر علوم سیکھے۔ اور سکے بعد مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات ۱۱۱۴ھ میں ہوئی۔ آپکے فرزند سید جعفر مجید عالم کا انتقال ۱۱۰۹ھ میں ہو چکا تھا جس کا ذکر فقرہ ۶۸۸ میں آچکا ہے۔ [۱]

ف ۶۹۸ قاری مولوی عبد الغفور بلگرامی وطن بلگرام۔ قاری شیخ عبد الکریم بلگرامی کے چھوٹے بھائی تھے۔ علوم و قرات بھائی سے سیکھی۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے بارھویں صدی کے ابتداء میں انتقال ہوا۔

ف ۶۹۹ قاری شیخ عنایت اللہ بلگرامی وطن بلگرام۔ قاری حافظ عبد الکریم بلگرامی کے فرزند تھے۔ والد سے متداول علوم سیکھے۔ حافظ و قاری اور اچھے خوشنویس ہونے کے علاوہ رسم الخط قرآنی سے بھی واقف تھے۔

(حب) صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "خطوط ہفت قلم مشق کرد" درباری لباس پہنکر نماز پڑھتے اون کا استدلال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ایسا جانا چاہیئے جیسا کسی بادشاہ کے پاس جاتے ہیں ۱۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ [۲]

ف ۷۰۰ قاری حافظ شیخ محمد صالح لاہوری آپ شیخ محمد اسمٰعیل مدرس عرف میاں کلاں یا (میاں وڈا) کے مرید و شاگرد تھے جن کا ذکر فقرہ ۶۶۸ میں کیا گیا ہے۔ حفظ و قرات سیکھکر استاد کی وفات کے بعد ۵۵ سال تک اوسی مدرسہ میں قرات و حفظ کا درس دیا۔ آپنے بکثرت شاگرد بنائے۔ ۱۱۱۵ھ میں وفات ہوئی۔ لاہور میں دفن ہیں۔

ف ۷۰۱ قاری حافظ سید آیات اللہ بریلوی والد کا نام علم اللہ الحسنی والحسینی۔ وطن نصیر آباد۔ والد سے حفظ و قرات و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ "صاحب الفضل والاصلاح" تھے۔ ایک عرصے تک اصلاح میں مشغول رہے ۱۰۹۶ھ میں والد کی جگہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ بیس سال تک درس و اصلاح کا کام انجام دیتے رہے۔ ۱۱۱۶ھ میں وفات ہوئی والد کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ [۳]

---

[۱] تحفتہ الکرام از علی شیر قانع۔ [۲] مآثر الکرام از غلام علی آزاد [۳] نزہتہ الخواطر

ف ۷۰۲ قاری شاہ یتیم پرہیزی حیدرآبادی آپ شمالی ہند سے آکر حیدرآباد میں محی الدین قادری ثانی کی خانقاہ کے قریب فروکش ہوئے۔ اچھے عالم، قاری زاہد و عابد تھے خوشنویسی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ قرآنی رسم الخط سے واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن صوت سے بھی سرفراز فرمایا تھا شاہ محی الدین ثانی کے پاس آمد و رفت رہی۔ چند روز میں باہمی الفت بڑھ گئی۔ آپ تجوید و قراءت کے مسلم استاد اور خوش الحانی میں بے نظیر تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو طیور و وحوش آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور سب بیخودی کے عالم میں سنا کرتے۔

(ب) آپ خوشنویسی میں بھی بے مثل تھے۔ صاحب مشکوٰۃ النبوۃ لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف دیکھا تھا جو نہایت ہی عمدہ تحفہ تھا۔ آپ نے مدت العمر قراءت کی اشاعت میں کوشش کی ہزارہا لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔ ہمیشہ یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ بے نمک اور بے روغن کی غذا استعمال کرتے تھے اس لئے پرہیزی مشہور ہوئے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ محی الدین ثانی کے روضے کے متصل دفن ہوئے۔ [1]

ف ۷۰۳ شیخ القراء، حافظ قاری شاہ عنایت اللہ بالاپوری آپ کی ذات بابرکات علاقہ برار اورنگ آباد کے لئے فیض رساں رہی۔ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۳۵ تا ۲۴۰ میں مذکور ہیں۔

ف ۷۰۴ قاری حافظ خواجہ محمد صالح عرف خواجہ وفا کشمیری وطن کشمیر۔ ولادت ۱۰۲۰ھ میں ہوئی۔ وطن ہی میں تجوید و قراءت اور حفظ کی تکمیل کی درسی کتابوں سے فراغت کے بعد مرشد کی تلاش میں نکلے۔ شاہ جہان کے زمانے میں دہلی آئے وہاں سے آگرہ آکر امیر عبداللہ احراری کے مرید ہوئے۔ مرشد کی مسجد کے امام بھی رہے۔ جید حافظ اور مشہور قاری تھے۔ امیر عبداللہ نے انتقال کے وقت آپ کو امیر ابوالعلیٰ کے سپرد کیا۔ ان سے سلوک طے کر کے برہان پور گئے۔ وہاں بہت سے لوگوں کو مستفید کیا۔ آگرہ میں آپ کی تعمیر کردہ مسجد موجود ہے۔ جو مسجد خواجہ وفا کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ بازار سیب میں واقع ہے اور خوب آباد ہے۔ برہان پور سے آپ اورنگ آباد آئے۔ یہاں فن تجوید کی اشاعت کا کام انجام دیا۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۱۸ھ کو انتقال ہوا۔ اورنگ آباد میں دفن ہے۔ مزار پر گنبد ہے اور وسیع مسجد و خانقاہ ہے۔ [2]

---

[1] تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی

[2] بستان اخیار از سید احمد مارہردی۔ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی

حافظ قاری محمد فاضل فرزند کوکلا جاٹ

ف ٥٠ اورنگ زیب کے بھائیوں میں جب تخت کے لئے جنگ ہو رہی تھی اوس وقت امیر حسن علی خان نے عالمگیر کا ساتھ دیا۔ اور کارنمایان انجام دیئے۔ اوس زمانے میں ایک سردار جو کوکلا جاٹ کے نام سے مشہور تھا اور جس نے عبدالنبی صوبیدار کو قتل کر دیا تھا۔ حسن علی خان نے اوس کو گرفتار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا۔ کوکلا کو سزائے موت دی گئی۔ پس ماندگان میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔ ان دونوں کو اورنگ زیب نے جواہر خان ناظر کے حوالے کیا تاکہ دونوں کی تربیت ہو۔ جواہر خان نے دونوں کی تربیت کا خاص اہتمام کیا۔ لڑکے نے جس کا نام محمد فاضل تھا۔ حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ علوم سے فراغت کے بعد جواہر خان نے اوس کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ اورنگ زیب نے جب اوسکی قرات سنی تو بہت پسند کیا۔ اوسکے بعد اکثر و بیشتر اوس کی قرات سناکرتا تھا۔ تعلیم و تربیت کے بعد لڑکی شاہ قلی سے بیاہی گ

قاری سید محمد مبارک محدث بلگرامی

ف ٦٠٧ وطن بلگرام۔ آپ مولانا نورالحق فرزند عبدالحق محدث دہلی کے تلامذہ میں سے تھے۔ بلگرام سے دہلی جاکر مولانا نورالحق کے پاس قیام کیا! ان ہی سے تجوید و قرات۔ حدیث و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ اوسکے بعد بلگرام واپس آکر مدت العمر درس دیتے رہے۔ حسبتہً للہ پڑھاتے تھے۔ بعض اوقات فاقے کی نوبت آجاتی مگر کسی پر اوس کا اظہار نہ فرماتے۔

(ب) مولانا طفیل احمد بلگرامی جو اونکے ارشد تلامذہ میں سے تھے اپنا چشم دید واقعہ اپنے استاد کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ مبارک صاحب ظہر تک پڑھانے کے بعد وضو کے لئے اٹھے تھے کہ اچانک بیہوش ہو کر گر پڑے تیزی سے دوڑ کر میں نے حضرت کو سنبھالا۔ گھنٹے بھر کے بعد ہوش آیا۔ میں نے وجہ پوچھی پہلے تو آپ نے ٹالنا چاہا۔ جب اصرار کیا تو فرمایا کہ تین روز سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ نقاہت کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی۔ یہہ بات سنکر میرے آنسو نکل آئے۔ دل میں شرمندہ تھا کہ میرا استاد تین روز سے بھوکا رہکر پڑھاتا رہا اور میں نے غفلت برتی۔ فوراً اٹھکر گھر گیا اور جو کھانا استاد کو مرغوب تھا مہیا کر کے لے آیا۔ اول تو اوس کو دیکھ کر بڑی بشاشت کا اظہار کیا اور دعائیں دیں اوسکے بعد نرمی سے کہا کہ اگر بار خاطر نہ ہو تو ایک بات کہوں میں نے کہا فرمایئے کہا کہ فقراء کی اصطلاح میں اس کو "اشراف" کہتے ہیں۔ یعنے ایسا کھانا جس کی طرف نفس سے لونگائی ہو تمہارے جاتے ہی میرے نفس نے اس کھانے کی امید قائم کرلی تھی۔ گو فقہاء کے پاس اس کا کھانا جائز ہے اور شرع میں تو تین روز کے فاقے کے بعد مردار بھی جائز ہو جاتا ہے مگر فقراء کے پاس "طعام اشراف" جائز نہیں ہے۔ یعنے مخلوق سے توقع قائم کرنے کے بعد جو چیز سامنے آئے اوس کا قبول کرنا مشرب فقراء کے منافی ہے۔" میر طفیل استاد کے مزاج شناس تھ

سلہ مآثر الامراء جلد اول صفحہ ٥٩٥

کسی اصرار اور رد و قدح کے بغیر کھانا سامنے سے اٹھا کر لے گئے۔ اوٹ میں جا کر ٹھہر کر لوٹے اور کھانا پیش کر کے استاد سے دریافت کیا جب کھانا اٹھا لیا گیا تو کیا استاد کو توقع تھی کہ دوبارہ اونکے سامنے لایا جائے گا۔ مولانا نے نفی میں جواب دیا۔ میر طفیل نے جواب دیا کہ اب یہہ کھانا غیر متوقع طور پر سامنے لایا گیا ہے اس لئے طعام اشراف میں داخل نہیں ہے۔ شاگرد سعید کے اس حسن تدبیر پر استاد خوش ہوئے اور اون کی فراست کی داد دی۔ بہر حال اس منطق سے استاد کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا اور پھر کھانا تناول فرمایا۔

(ج) ابتداً تو سید محمد مبارک کی یہہ حالت تھی مگر پھر رزق کے دروازے کھلے۔ نواب مکرم خان بن نواب شیخ میر عالمگیری نے جو آپ کا معتقد ہو گیا تھا آپ کی بڑی خدمت کی۔

(د) سید محمد مبارک نے مسجد و مکان بنا کر مستقل ایک گاؤں یا محلہ آباد کیا بلکہ اطراف میں ایک فصیل بھی کھینچ دی تاکہ درندوں سے محفوظ ہو جائے۔ اس گڑھی میں پارچہ بافوں کو آباد کیا جن کو مذہب سے بڑا لگاؤ تھا۔ اوس زمانے کا ایک لطیفہ مولانا آزاد بلگرامی نے یہہ لکھا ہے کہ ان پارچہ بافوں میں سے ایک شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتا تھا۔ میر صاحب نے بلا کر پوچھا کہ بھائی تم جماعت میں کیوں نہیں آتے تو اوس نے جواب دیا کہ جماعت کی پابندی سے میری آمدنی میں نقصان واقع ہوتا ہے یعنے آنے جانے میں دقت لگتا ہے۔ میر صاحب نے پوچھا کتنا نقصان ہوتا ہے کہا روزانہ ایک پیسہ کا۔ میر صاحب نے کہا کہ یہہ ایک پیسہ مجھ سے لے لیا کرو۔ حسب وعدہ روزانہ ایک پیسہ اوس کو ملنے لگا۔ ایک دن میر مبارک نے دیکھا کہ وہ شخص بلا وضو نماز میں شریک ہو گیا پوچھا یہہ کیا؟ بلا وضو نماز پڑھتے ہو" جواب دیا کہ ایک پیسہ میں دو کام نہیں ہو سکتے میر صاحب نے ہنسکر وضو کے لئے ایک اور پیسہ کا اضافہ کر دیا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ جب اوس کو نماز سے رغبت ہو گئی تو اجرت لینی بند کر دی۔

(ھ) گیارھویں صدی ہجری میں اہل علم اور اہل دل اس حکمت عملی کے ساتھ عوام کی تربیت فرماتے تھے۔

قاری محمد داؤد ابن نجاد محمد قاری عشرہ

ف ۱۰۷ والد کا نام نجاد محمد۔ خوشنویس اور قاری عشرہ تھے والد سے تلمذ تھا۔ سنہ ۱۰۸۶ھ میں بہ خط نسخ اسماء الحسنیٰ لکھے جسکی ایک وصلی قاری نواب صلاح بن محمد شمشیر نواز جنگ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ باپ بیٹوں نے تجوید و قرات کی بڑی خدمت انجام دی۔

زوال حکومت مغلیہ

باب دوازدھم (از بہادر شاہ اول تا ابوظفر بہادر شاہ)

بہادر شاہ ۱۱۱۸ھ تا ۱۱۲۴ھ ف ۷۱ محمد معظم شاہ عالم جو نواب بائی بیگم کے بطن سے تھا اور بدرالنساء کا حقیقی بھائی تھا۔ بہادر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ یہہ حافظ و قاری تھا۔ بحیثیت صوبیدار جب گجرات گیا تو احمد آباد میں شیخ محمد صالح بن مولانا نورالدین کی قراوت کی شہرت سنکر اونکو بلایا۔ اون سے قراءت سنی۔ اونکو خلعت۔ نقد۔ جاگیر بطور انعام عطا کی۔

(ب) اس کے عہد میں قراوت کی ایک کتاب الدقائق المحکمہ فی شرح المقدمہ کی نقل جو ابو یحیٰی زکریا الانصاری کی مشہور شرح ہے امام الدین کاتب نے ۱۱۲۳ھ میں کی۔ یہہ نقل عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

(ج) قراوت سبعہ کی مشہور کتاب "جہد المقال" کی نقل ۱۱۲۴ھ میں ظہورالحق مراد آبادی نے کی۔ خانقاہ غلام علی شاہ میں اس کی نقل النقل حاجی حبیب اللہ بن محمد فاضل بنواجی ڈیرہ اسمٰعیل خان نے ۱۲۷۶ھ میں کی یہہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خانقاہ مذکور میں قراوت کا بڑا چرچا تھا۔

قاری محب اللہ بالاپوری ف ۷۱۲ وطن بالاپور (علاقہ برار) قاری حافظ عنایت اللہ بالاپوری کے فرزند کلان۔ ولادت ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔ قرآن و قراوت کی تعلیم اپنے چچا مولانا محمد سعید سے حاصل کی۔ خوش الحان قاری تھے۔ علوم متداولہ چچا اور والد سے سیکھے۔ قاری سیف اللہ بالاپوری سے خوش خطی سیکھ کر اچھے خطاط بن گئے۔ اپنے والد ہی سے بیعت ہوئے۔ بڑے مودب اور خدمت گذار تھے۔ برار اور اورنگ آباد میں آپ سے فیض جاری ہوا۔ ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی بالاپور میں مزار ہے۔ [۱]

---

[۱] تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی و قلمی مسودہ نورالعنایت المعروف بہ تذکرہ پاک مرتبہ سید نورالمقتدیٰ ابن حافظ سید نورالمہتدیٰ بہ اجازت مصنف۔

قاری سید نصیر الدین برہان پوری ف ۷۱۳ علمائے ربانیین میں تھے۔ عابد۔ زاہد۔ متقی و پرہیزگار تجوید و قراءت کے عالم تھے۔ ہمیشہ ذکر اللہ میں مصروف رہتے۔ رات کو عشاء کے بعد دو گھنٹے سو کر اٹھتے۔ پھر تہجد اور تلاوت قرآن میں مصروف ہوجاتے۔ آواز بہت جاذب و دلکش تھی۔ بوقت تلاوت رقت طاری رہتی۔ یہاں تک کہ لباس تر ہوجاتا۔ خوشنویس اچھے تھے۔ رسم الخط قرآنی کے ماہر۔ قرآن مجید کی کتابت بھی کرتے۔ وفات ۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔ [1]

قاری حافظ جان محمد دوم لاہوری ف ۷۱۴ وطن لاہور۔ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری کے مدرسہ میں حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد ایک عرصہ تک درس دیتے رہے۔ وفات ۱۱۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ لاہور میں دفن ہیں۔

شیخ القراء حافظ عبد الغفور دہلوی ف ۷۱۵ وطن دہلی۔ ولادت تقریباً ۱۰۴۰ھ۔ شیخ القراء عبد الخالق منوفی کے شاگرد۔ ۱۱۲۰ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ مولانا احمد بن سلیمان احمد آبادی ف ۷۱۶ اس سے قبل مولانا سلیمان کردی کا ذکر ہوچکا ہے کہ حضرت عبد الحق محدث دہلوی کے شاگرد و عالم و فاضل تھے دہلی سے احمد آباد چلے گئے۔ وہاں اونکے فرزند احمد تولد ہوئے۔ لڑکپن میں قرآن و قراءت و کتب درسیہ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ چونکہ علم کا شوق تھا اس لئے متعدد علماء سے استفادہ کرتے رہے۔ اکثر علوم مولانا محمد شریف سے حاصل کئے۔ شرح مواقف و علوم عقلیہ مولانا ولی محمد خانوادے سے سیکھے۔ قراءت و تصوف کی تکمیل میاں فرید سے کی۔ ریاضی شاہ قباد المخاطب بہ دیانت خان سے سیکھی۔ اجازت حدیث و بعض علوم کی سند اپنے والد سے حاصل کی۔

(ب) تصانیف کثرت سے ہیں جن کے منجملہ "فیوض القدس" علم کلام کے موضوع پر مشہور و معروف کتاب ہے جس کی نسبت تحفۃ الکرام کے مصنف نے لکھا ہے "کہ از الہامات توان گفت"۔ مصنف کے تبحر علمی کے متعلق لکھا ہے کہ "درکسب علوم یگانہ آفاق بود۔ در ہمہ علوم دست رسا داشتہ۔ حاوی فروع و اصول جامع معقول و منقول بودند۔ دراکثر علوم تصانیف دارند۔"

(ج) مخدوم العالم مولانا شیخ نور الدین آپکے شاگرد رشید تھے۔

(د) تاریخ وفات دوشنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ ہے جو اس مصرع سے ظاہر ہوتی ہے۔

شمعے کہ بود زانجمن علم گل شدہ۔ مولانا احمد اور اونکے والد مولانا سلیمان دونوں کے مزار احمد آباد میں عقب مسجد
۱۱۲۰ھ

---

[1] نزہت الخواطر از مولانا عبد الحی۔

و مقبرہ موسیٰ سہاگ طرف غرب واقع ہے۔

جہاندار شاہ ۱۱۲۴ھ - ۱۱۳۱ھ

ف ۷۱۷ ان کا زمانہ اگرچہ جنگ و جدل۔ اختلاف و انتشار کا تھا لیکن قدیم سے جو دار العلوم قائم تھے وہ اپنا کام برابر انجام دیتے رہے اس عہد کے قراء کے حالات ذیل میں درج ہیں۔

قاری حافظ شاہ میران بخاری ثم بیجاپوری

ف ۷۱۸ آپکے جد اعلیٰ نے بخارا سے آکر بیجاپور میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ شاہ میران بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ تجوید قراءت و دیگر علوم میں آپ کو مولانا محمد مدرس سے تلمذ حاصل تھا۔ حفظ کی تکمیل کی۔ عالمگیر کے ابتدائی عہد میں حیدرآباد آئے جہاں آپ مفتی مقرر ہوئے۔ وظیفہ حسن خدمت حاصل کر کے بیجاپور چلے گئے۔ چونکہ حضرت کے مریدین اورنگ آباد میں بھی تھے اس لئے اکثر وہاں جاتے رہتے تھے۔ رمضان شریف میں قرآن مجید دل آویز قراءت کے ساتھ سناتے اور پھر رمضان کے بعد بیجاپور واپس ہوتے۔ جب اورنگ زیب نے بیجاپور فتح کیا تو آپ کو اپنے ساتھ حیدرآباد لایا۔ جہاں آپ نے مستقل اقامت اختیار کرلی اور وہیں درس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۱۲۵ھ میں حیدرآباد میں انتقال ہوا۔ مسجد شمس الامراء میں دفن ہوئے۔

(ب) آپ کے دو فرزند قطب عالم و حافظ محمد تھے۔ دونوں قاری و عالم تھے۔ قطب عالم مدرسہ حیات نگر میں استاد مقرر ہوئے اور حافظ محمد بہ مقام حیدرآباد درس و تدریس میں لگے رہے۔ ؎۵۱

مقری شیخ حامد قادری لاہوری

ف ۷۱۹ مخدومہ بیگم کا مدرسہ جو لاہور میں ابو الحسن کے گنبد میں قائم تھا وہ بڑے زور و شور کے ساتھ جاری رہا جس کے صدر حامد مقری لاہوری تھے۔ آپ کی خوش الحانی کی بڑی شہرت تھی۔ عالم بھی اونچے درجے کے تھے۔ امیر تیمور لاہوری کے مرید تھے اپنے وقت کے استاد زمانہ اور مرجع خلائق تھے۔ وفات ۱۱۲۶ھ میں ہوئی ؎۵۲

قاری حافظ حاجی محمد عاشور بابا شاہ مسافر غجدوانی ثم اورنگ آبادی

ف ۷۲۰ وطن غجدوان۔ ولادت ۱۰۶۰ھ شیخ پیر محمد کے مکتب میں بٹھائے گئے۔ قرآن شریف حفظ کیا۔ قراءت بھی سیکھی۔ پھر بابا پلنگ پوش کے ساتھ ہو گئے حج بیت اللہ اور زیارت سے فارغ ہو کر براہ کشمیر دہلی پہونچے۔ وہاں سے اورنگ آباد آئے۔ پن چکی کے قریب قیام فرمایا

؎۵۱ گلزار آصفیہ۔ و تذکرہ اولیائے دکن۔ از عبد الجبار آصفی

؎۵۲ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

مرشد کا انتقال سنہ ۱۱۱۰ھ میں ہوا۔

(اے) نواب قمر الدین خان آصف جاہ کو آپ سے عقیدت تھی اکثر ملنے آتے۔ امیر ترکتاز خان نے جن کو بھی آپ سے عقیدت تھی۔ پن چکی کی موجودہ مسجد و خانقاہ بنوائی۔ شاہ مسافر کی وفات ۵ رجب سنہ ۱۱۲۶ھ میں ہوئی پن چکی کے پاس مرشد کے بازو دفن ہوئے۔ بڑی پر فضا جگہ ہے ابتک مرجع خلائق ہے۔

مقری حافظ شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صدیقی راوئ ہفت قرارت

ف ۷۲۱ ملا جیون اورنگ زیب کے استاد زیب النساء و دیگر شہزادیوں اور شہزادوں نے آپ سے علوم متداولہ سیکھے۔ آپ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ غیر معمولی حافظہ لیکر آئے تھے۔ حفظ و قرارت و علوم درسیہ ملا لطف اللہ کاکوری سے حاصل کئے۔ حافظہ کا یہہ عالم تھا کہ کتب درسی ازبر کر لیتے بلکہ ورق ورق یاد تھا۔ آپکے علم کا شہرہ نہ صرف ہندستان میں بلکہ ممالک اسلامیہ تک پھیل گیا تھا۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو بلاد اسلامیہ کے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ منتہی علماء کا آپ کے اطراف ہجوم لگا رہتا تھا۔ ٹرکی سے بھی آپ کو دعوت نامہ وصول ہوا تھا مگر اورنگ زیب نے زیادہ عرصہ کے لئے آپ کو باہر رہنے نہ دیا۔ مجبوراً واپس آنا پڑا۔

(ب) آپ نے قرآن شریف کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے سنہ ۱۰۷۰ھ میں لکھا جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے بطور تعارف یہہ فقرہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ "قرآن شریف من ید الضعیف ملا جیون"۔ اس نسخہ کو محمد خان جاگیردار ٹونک نے ایک رقم خطیر ہدیہ میں دیکر خرید لیا تھا۔ اب یہہ نسخہ محمد خان کی نواسی فصیح جہان بیگم صاحبہ کے پاس موجود ہے۔ میں نے بھی خود دیکھا ہے۔

(ج) صاحب مآثر الکرام ملا صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "حامل قرآن الٰہی۔ و در دانش عقلی و نقلی بحر لاتناہی بود۔ ملا حافظہ خیلے بلند داشت۔ کتب درسی را صفحہ صفحہ و ورق ورق از بر می خواند۔ و قصیدہ طولانی را بیک شنیدن یاد می گرفت۔" وفات سنہ ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔ امیٹھی میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں "تفسیر احمدی" "نور الانوار" از شرح منار اصول فقہ میں مشہور ہیں۔ [1]

قاری حافظ برخوردار نوشاہ

ف ۷۲۲ قاری و حافظ برخوردار نوشاہ ابن حاجی شیخ محمد حسن کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے والد سے تلمذ رہا۔ قرارت و حفظ کی تکمیل کے بعد علوم درسیہ کی تحصیل بھی والد ہی سے کی۔ پھر خانقاہ میں درس دیتے رہے۔ سنہ ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی نوشہرہ میں دفن ہوئے۔ [2]

---

[1] مآثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی و تذکرہ علماء از محمد حسین آزاد۔ [2] خزینۃ الاصفیاء

قاری شاہ عبدالرحیم دہلوی

ف ۷۲۳ شاہ ولی اللہ کے والد ماجد جن کا ذکر قبل ازیں فقرہ ۲۵۱ تا ۲۵۵ جلد اول میں آچکا ہے۔

محمد شاہ ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ

ف ۷۲۴ یہ زمانہ جنگ و جدل و سیاسی کشمکش کا تھا۔ مرکزی حکومت کمزور ہو گئی تھی۔ بادشاہ نے بھی علوم کی ترویج میں کوئی دلچسپی نہیں لی مگر دارالسلطنت کے اطراف و جوانب میں ذوق علمی پایا جاتا تھا۔ تجوید و قراءت کے اساتذہ خدمت فن کے سلسلے میں اپنا فرض انجام دیتے رہے۔ اس عہد کے ممتاز قراء کا حال ذیل میں درج ہے۔

(ب) قاری سیف الدین نے اس عہد میں کفایت القاری فارسی نظم میں ۱۱۳۶ھ میں لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ رامپور کی لائبریری میں اور ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانہ واقع حیدرآباد میں موجود ہے۔

قاری حافظ امان اللہ ابن نوراللہ بنارسی

ف ۷۲۵ ابن شیخ نوراللہ ابن شیخ حسین۔ وطن بنارس آپ کے والد کو عالمگیر نے بنارس کا مفتی مقرر کیا تھا۔

(ب) امان اللہ کو بچپن سے قرآن مجید سے دلچسپی تھی۔ حفظ و قراءت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے دوسرے علوم کی طرف توجہ کی۔ لکھنو جا کر محمد ماہ دیو کامی و شیخ قطب الدین سے علمی استفادہ کیا۔ پھر بنارس میں خود ایک درس گاہ کی بنیاد ڈالی جہاں ہندستان کے ہر گوشے سے طلباء آتے تھے اصول فقہ کے ماہر اور اس فن میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ عالمگیر نے آپ کو لکھنو کی عہدہ صدارت پر مامور کیا تھا۔ صاحب مآثرالکرام آپکے متعلق لکھتے ہیں کہ "از حفاظ قرآن و از فحول علمائے ہندستان است" بنارس میں ۱۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ [۱]

قاری مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی

ف ۷۲۶ وطن پٹنہ تھا مگر دہلی میں آ رہے تھے۔ بڑے عالم و فاضل قاری، صوفی اور شاعر تھے۔ نظام الملک آصف جاہ اور شیخ دائم آپ کے شاگردوں میں تھے۔ ایک عرصہ تک دہلی میں درس کا سلسلہ قائم رکھا۔ رقعات بیدل سے آپ کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے [۲] وفات ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

(ب) مورخین ایک لطیفہ آپکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ داڑھی منڈاتے بیٹھے تھے کہ ایک فقیر ادھر سے گذرا۔ تعجب سے مرزا صاحب سے پوچھا "بابا ریش می تراشی"! بیدل نے اپنے صوفیانہ انداز میں

---

[۱] مآثرالکرام از غلام علی آزاد۔ و تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی۔ و تذکرہ مشائخ بنارس از عبدالسلام۔
[۲] آپ فارسی زبان کے مشہور و معروف شاعر تھے۔ (بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۷ پر فٹ نوٹ)

جواب دیا "آرے ریش می تراشم - ولے دل کسے رانمی خراشم" - فقیر بھی حاضر جواب تھا کہا "نے بابا! دل مصطفےٰ رامی خراشی" - بیدل نے ایک چیخ لگائی اور کہا "راست میگوئی" اور فوراً اس کام سے رک گئے

شیخ القراء شیخ محمد فاضل سندھی

ف ۷۲۷ دہلی میں آپ شیخ القراء تھے - آپ نے تجوید و قراءت شیخ القراء عبدالخالق دہلوی سے سیکھی تھی - تجوید و قراءت میں شاہ ولی اللہ کے استاد تھے - دہلی میں ایک عرصے تک درس دیتے رہے - تقریباً ۱۰۳۵ھ میں انتقال ہوا۔[۱]

ملا محمد عتیق مقری محدث بہاری

ف ۷۲۸ وطن بہار شریف - عالم و فاضل اور قاری عشرہ قراءت آپ کے شاگرد رشید وجیہہ الحق پھلواری شریف کے سجادہ نشین تھے جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا - وفات ۱۱۳۵ھ میں ہوئی - [۲]

قاری حافظ سید احمد بلگرامی

ف ۷۲۹ وطن بلگرام - والد کا نام سید ضیاء اللہ - ولادت ۱۰۶۳ھ میں ہوئی - حفظ و قراءت و علوم درسیہ کی تکمیل اپنے والد سے کی خوشنویسی میں بھی کمال پیدا کیا - صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "بہرہ از علم داشت - حافظ قرآن و قاری خوش الحان بود - بہ تحریر خط نسخ یاقوت راعرق آب خجالت می ساخت" - وفات ۱۱۴۳ھ میں واقع ہوئی -

قاری سید اشرف بلگرامی

ف ۷۳۰ قاری سید اشرف - قاری حافظ سید احمد کے چھوٹے بھائی، اور سید ضیاء اللہ کے فرزند تھے بلگرام میں پیدا ہوئے - قراءت و دیگر علوم متداولہ میں اپنے والد سے تلمذ تھا - صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "بزرگ عہد بود - و بہرہ از فضیلت داشت پیوستہ در مطالعہ کتاب و تلاوت قرآن و عبادت می کوشید" ۱۱۴۴ھ میں شہادت پائی -

---

(بقیہ از صفحہ ۲۰۶ - فٹ نوٹ) آپ کا دیوان چھپ چکا ہے - ادق کہنے والوں میں سے تھے - وہی رنگ غالب نے اردو میں اختیار کیا تھا - چند اشعار نمونتاً پیش ہیں -

شاخ از گلین جدا ہر جا مژہ وا میکند ⁂ در نظر چیزے ندارد جز غبار سوختن

مارا کہ آرائش برگے نہ کلاہے ست ⁂ سرمایہ اگر ہست ہمیں دست دعائیست

دل اگر محو مدعا گردد ⁂ درد در کام ما دوا گردد (پورا شعر غیر منقوط ہے)

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنم جزاین کہ بخوانیم ⁂ در دیگرے بہ نما کہ من بکجا روم چو برانیم

[۱] نزہت الخواطر جلد ششم از مولانا عبدالحی -

[۲] آثار پھلواری شریف از محمد شعیب -

قاری حافظ سید قادری بلگرامی

ف ۷۳۱ وطن بلگرام۔ والد کا نام سید ضیاء اللہ۔ سادات واسطی سے تھے حفظ قرآن۔ تجوید و قراءت۔ عربی ادب کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ پھر حصول علم کے لئے سفر اختیار کیا۔ احمد بن ابو سعید امیٹھوی سے درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر غلام نقشبند بن عطاء اللہ لکھنوی سے علوم حاصل کئے۔ حرمین جاکر تین حج کئے۔ ۱۱۱۵ھ میں کربلا و بغداد آئے۔ کربلا میں سید یسین حموی سے قادریہ طریقے میں خلافت لی۔ بغداد آکر سید عبد القادر جیلانی کی خانقاہ میں قیام کیا۔ یہاں تجوید و قراءت و حدیث کی تعلیم شیخ سلطان بن ناصر بن احمد النخابوری سے حاصل کی۔ نیز شیخ کو شاطبیہ سنائی۔ شیخ نے قراءت عشرہ کی اجازت دی۔ پھر دہلی آکر ایک عرصہ تک درس دیتے رہے۔ بالآخر بلگرام میں گوشہ نشین ہو گئے صرف نماز کے لئے باہر نکلتے۔ قرآن خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۱۴۵ھ کو بلگرام میں وفات ہوئی [1]

قاری حافظ معموری لاہوری

ف ۷۳۲ وطن لاہور۔ آپ حاجی محمد قاری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش کے داماد و خلیفہ تھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل حاجی محمد سے کی۔ لاہور میں ایک عرصے تک درس دیتے رہے۔ وفات ۱۱۴۵ھ میں ہوئی [2]

قاری حافظ شیخ محمد صالح عرف پیر بابا

ف ۷۳۳ وطن احمد آباد۔ مخدوم العالم شیخ نور الدین قاری ہفت قراءت کے فرزند کلاں تھے چونکہ والد کے سامنے ہی انتقال ہوا اس لئے والد سے پہلے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ بڑی خوبیوں کے حامل تھے۔ سات سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ حفظ کی تکمیل کر لی۔ جملہ علوم والد ہی سے حاصل کئے۔ "صالح مادر زاد۔ صاحب علم و حلم و تقویٰ بودہ۔" آپ کی قراءت اور خوش الحانی کی شہرت تھی۔ چنانچہ جب محمد اعظم شاہ صوبیدار گجرات ہو کر احمد آباد آیا تو آپ کی شہرت سنکر آپ سے سورۂ الرحمٰن سنا۔ صاحب تحفۃ الکرام کہتے ہیں کہ "بسیار خوش و متعجب گردید۔ خلعت و نقد و موضع تاج پور عملہ پرگنہ بیرم مرحمت فرمود۔"

(ب) دو مرتبہ شاہی طلبی پر دہلی تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ فرخ سیر کے زمانے میں۔ دوسری مرتبہ فرخ سیر کے بعد۔ ہر مرتبہ سفر خرچ دو ہزار ملتا۔ اعزاز و اکرام و عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔ نقد و خلعت بھی ملتی۔ اکثر امراء بھی عقیدت رکھتے تھے۔ ۱۶ ربیع جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ میں شاہجہان آباد

---

[1] تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع و نزہۃ الخواطر از عبد الحی جلد ششم۔
[2] تذکرۂ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

میں انتقال ہوا۔ تابوت وہاں سے لاکر ملا محمود دادا کے مقبرہ واقع احمد آباد میں مسجد کے سامنے دفن کیا گیا۔ آپ کے والد مولانا نورالدین زندہ تھے جنھوں نے خواب میں دیکھا کہ بہت خوش ہیں اور فرماتے ہیں کہ "مجھکو مراد بخش کا خطاب عطا ہوا" یہی تاریخ وصال ہوی۔ لہ

قاری سید محمد محمود عالم — ف ۷۳۴ حضرت شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ مشہور عالم و صاحب نسبت بزرگ تھے والد کا نام سید جعفر مجید عالم تھا۔ قراءت و علوم کی تحصیل والد سے کی۔ صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ درس و تدریس مشغلہ خاص تھا۔ شاہ عالم ثانی کہلاتے تھے۔ وفات سنہ ۱۱۴۹ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ جان محمد بلگرامی — ف ۷۳۵ وطن بلگرام۔ والد کا نام سید معین الدین بن عبداللطیف ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی۔ علوم سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ تہجد گذار قائم اللیل۔ کثیر الذکر والدعا مع التخشع والبکاء" بیس سال تک راتوں کو نہیں سوئے۔ پھر دہلی سے بلگرام آئے۔ اہل و عیال کو آخری بار رخصت کیا۔ اور سفر پر روانہ ہوگئے۔ پہلے بغداد گئے۔ وہاں سے نجف و کربلا و طوس ہوتے ہوئے حرمین شریفین گئے۔ پہلے حج کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے۔ وہاں موت کی تمنا میں قیام کیا۔ مسجد نبوی میں بیٹھکر قرآن شریف کی تصحیح کا کام کیا کرتے۔ ۱۳ رجب سنہ ۱۱۴۹ھ کو وفات واقع ہوئی۔ ٢ہ

قاری ملا وجیہہ الحق راوئ عشرہ قرات — ف ۷۳۶ وطن پھلواری شریف۔ سجادہ نشین۔ ولادت سنہ ۱۱۰۰ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں علوم اپنے بڑے بھائی شاہ محمد مخدوم سے حاصل کئے۔ ملا متیق سے قرات عشرہ سیکھیں۔ قاضی حیات نزید کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ خوش نویس اور رسم الخط قرآنی کے واقف کار تھے۔ قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھا جس میں عشرہ قرات کے اختلافات مندرج ہیں۔ مولانا محی الدین کا بیان ہے کہ اس کی کتابت دو ماہ ۲۶ یوم میں پایہ تکمیل کو پہونچی۔ سنہ کتابت ۱۱۴۵ھ ہے۔ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ وفات سنہ ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ ٣ہ

قاری حافظ خلیل الرحمٰن کاکوروی — ف ۷۳۷ حافظ خلیل الرحمٰن شہید ابن شیخ عبدالرحمٰن ابن حافظ غلام محمد ابن شیخ سیف الدین ابن ملا ضیاء اللہ ابن ملا عبدالکریم ابن حافظ شہاب الدین۔ وطن کاکوری۔ حافظ۔ قاری۔ متقی۔ متشرع تھے درس دیتے رہے۔ بدوران جنگ نادر شاہی

لہ تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع۔ ٢ہ مآثر الکرام از غلام علی آزاد۔ تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی و نزہۃ الخواطر جلد ششم از عبدالحی۔ ٣ہ آثار پھلواری شریف از محمد شعیب۔

سنہ ۱۱۵۱ھ میں شہید ہوئے۔ [۱]

قاری حافظ خواجہ سعد اللہ شاہ جہان آبادی

ف ۷۳۸ وطن شاہ جہان آباد۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن میں کی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات سنہ ۱۱۵۲ھ میں واقع ہوئی۔ [۲]

قاری سیف الدین

ف ۷۳۹ عہد اورنگ زیب کے آخری زمانے میں قاری سیف الدین تھے جنھوں نے ایک روایت سے شاگردوں کو سکھلایا۔ بزمانہ محمد شاہ سنہ ۱۱۳۶ھ میں ایک روایت کے قواعد کو منظوم کرکے کفایت القاری کے نام سے شائع کیا۔ تاریخ تالیف اس شعر سے نکلتی ہے ؎

چون بتاریخ او نمودم غور ✿ گفت تمت برسالہ دل فی الفور۔ اس رسالے کو مقبولیت حاصل ہوئی تو کاتب محمد برہ نے ۱۱ رجب سنہ ۱۲۰۶ھ میں در لشکر فیروزی چھاؤنی پانگل میں نقل کی جو سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے واقع حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

مخدوم العالم مولانا شیخ نور الدین احمد آبادی

ف ۷۴۰ وطن احمد آباد۔ والد کا نام شیخ محمد۔ ولادت ۱۰ ربیع الاولیٰ سنہ ۱۰۶۳ھ۔ ان کی والدہ بھی عالمہ و زاہدہ تھیں۔ لڑکے کو گلستان تک فارسی خود پڑھائی تھی۔ دس سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ اکثر علوم کی تکمیل مولانا احمد بن اخوند اور مولانا سلیمان سے کی۔ بعد ازاں قراءت و حدیث کی تکمیل سید محمد ابو المجد محبوب عالم سے کی۔ صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں "در علم یگانہ آفاق بودند۔ نظیر الیشان کم بودہ باشد"۔ دور دور آپکی شہرت پہنچی لوگوں کی آمد شروع ہوئی جن کو درس دینے میں بیشتر وقت صرف ہو جاتا۔

(ب) کثیر التصانیف تھے۔ ایک سو ستر کتابیں تصنیف کیں۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں "علامہ زمان و یگانہ اقران ست۔ در عین عصر مثل او کم گذشتہ"۔

(ج) محمد اکرام الدین آپ کے شاگرد و مرید تھے۔ یہ شیخ الاسلام ابن قاضی القضات عبد الوہاب بھورا کے فرزند تھے۔ احمد آباد کے صوبیدار مقرر ہوئے تو ایک لاکھ بیس ہزار کے صرفے سے ایک رفیع الشان درسگاہ اور رفیع البنیان خانقاہ تعمیر کی۔ مدرسہ کی تعمیر سنہ ۱۱۰۲ھ میں شروع ہو کر تکمیل سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی۔ دیگر عمارات متعلقہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تکمیل کو پہونچیں۔ طالب علموں کو وظیفہ ایصال کرنے کے لئے پرگنہ سانولی و موضع بھٹ

---

[۱] تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ از محمد علی حیدر

[۲] خزینۃ الاصفیا۔

عطا کیا گیا۔ ضرورت مند طالب علموں کے لئے لنگر مقرر ہوا۔ "ذات متبرکہ مولانا نمونہ بزرگان پیشین بود۔ افضل واعلم۔ اورع واجود وقت بود۔ تصانیف در ہر علم دارند و اکثر کتب شرح وحواشی دارند" اون میں ۱۲۰۰۰ ابیات کی تفسیر سورۂ فاتحہ اور ۶۰۰۰ ابیات تفسیر سورۂ الٓمٓ بھی شامل ہے۔ عبادات و مجاہدات و معمول بہا کے علاوہ ہر روز ایک قرآن مجید ختم کرتے۔ ہر شب دو بار صلوٰۃ اللیل پڑھتے تھے۔ سنہ ۱۱۴۳ھ میں حج و زیارت سے فارغ ہوئے۔ ۹ شعبان سنہ ۱۱۵۵ھ کو انتقال ہوا۔ خانقاہ میں جو مدرسے سے متصل ہے دفن ہوئے۔

(ب) پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ لڑکوں میں شیخ محمد صالح کا ذکر پہلے تو آچکا ہے۔ دوسرے فرزند محمد نظام الدین تھے۔ لڑکیاں (۱) حمیدہ (۲) سعیدہ (۳) عفیفہ (۴) صالحہ تھیں۔ ؎۱

قاری حافظ نورالدین محمد آفتاب کشمیری نقشبندی — ف ۷۴۱ وطن کشمیر۔ والد کا نام خواجہ نظام الدین ولادت سنہ ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳ سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن شریف ختم کیا۔ دیگر علوم بھی حاصل کئے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ تاریخ وفات سنہ ۱۱۵۶ھ ہے۔

قاری عبداللطیف الحنفی الامروہی — ف ۷۴۲ وطن امروہہ۔ شیخ عبداللہ الرضوی الامروہی کے خاندان سے تھے۔ پہلے بلگرام اور پھر قنوج جاکر تجوید و قراءت و دیگر علوم حاصل کئے۔ قنوج میں سید نعمت اللہ حسنی البلگرامی و شیخ حبیب اللہ قنوجی سے استفادہ کیا۔ پھر حج و زیارت کیلئے گئے مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ بوڑھی والدہ کو لے جانے کے لئے امروہہ آئے۔ لیکن اس اثناء میں والدہ کا انتقال ہوچکا تھا واپس مکہ معظمہ چلے گئے۔ پچاس سال مکہ میں رہ کر پچاس حج ادا کئے۔ تیس بار زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئے بہت لطیف الطبع۔ رقیق القلب۔ صاحب سخاوت وایثار تھے۔ جب غلام علی آزاد حج کے لئے گئے تو اون کی آمد کی اطلاع سنکر اون کے استقبال کے لئے آئے۔ اپنے گھر میں اتارا۔ غلام علی آزاد نے وہاں پانچ ماہ قیام کیا۔

(ب) عبداللطیف صاحب کا انتقال مکہ معظمہ میں سنہ ۱۱۵۷ھ میں ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ ؎۱

مولانا قاری اکبر یار کشمیری — ف ۷۴۳ مولد کشمیر۔ والد کا نام خیرالدین الحنفی الکشمیری اپنے والد سے تلمذ رہا دہلی آکر تجوید و قراءت و حدیث کی تعلیم شیخ القراء عبدالخالق دہلوی سے حاصل کی۔ طریقت میں فیض کلیم اللہ جہان آبادی سے حاصل کیا۔ درس و تدریس۔ اصلاح و ارشاد میں لگے رہے۔ وفات سنہ ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ ؎۱

؎۱ نزہت الخواطر جلد ششم از عبدالحی۔

قاری عبدالمجید ابن قاری ملا جیون ف ۷۴۴ مولد امیٹھی۔ والد کا نام شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ خوش نویسی میں کمال حاصل کیا۔ رسم الخط قرآنی سے بھی واقف تھے۔ قرآن مجید کا ایک مطلا و مذہب نسخہ لکھا۔ بین السطور فارسی ترجمہ سرخی سے ہے۔ یہہ قرآن شریف خدا بخش خان کی لائبریری واقع بانکی پور میں موجود ہے۔ وفات ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

قاری غلام مصطفےٰ دہلوی ف ۷۴۵ وطن دہلی۔ سنہ ولادت تقریباً ۱۱۰۰ھ۔ قاری عبدالغفور دہلوی سے تجوید و قراءت سیکھکر بعد ازاں بڑی خدمت کی۔ وفات تقریباً ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

قاری علامہ شیخ نظام الدین فرنگی محلی ف ۷۴۶ عالم کبیر۔ علامۃ الشہیر۔ صاحب العلوم والفنون۔ العالم بالربع مسکون۔ استاد الاساتذہ۔ ابن قطب الدین بن عبدالحلیم سہالوی۔ والد کی شہادت پر جب آپ کی عمر ۱۴-۱۵ سال کی تھی۔ عالمگیر نے فرنگی محل عطا کیا۔ جائس جا کر علوم حاصل کئے۔ پھر بنارس گئے۔ قاری حافظ امان اللہ بنارسی سے تجوید و قراءت و دیگر کتابیں پڑھیں پھر لکھنو جا کر غلام نقشبند بن عطاء اللہ سے حصول علم کئے۔ ملا محمد باقر سے بھی پڑھا۔ تبحر علمی حاصل کیا۔ طریقہ قادریہ میں شیخ عبدالرزاق بن عبدالرحیم کے مرید ہوئے۔ ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۱۶۱ھ کو انتقال ہوا ع ملک بودہ بیک حرکت ملک شد[۱]

قاری قاضی حافظ محمد نظام الدین ف ۷۴۷ مولد احمد آباد۔ والد کا نام مخدوم العالم مولانا نورالدین کے دوسرے فرزند۔ تجوید و قراءت و حفظ کی لڑکپن میں تکمیل کی دوسرے علوم بھی والد سے سیکھے۔ قاضی کے عہدے پر عرصے تک ممتاز رہے۔ فاضل محقق و جید عالم تھے۔ ۱۱۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔[۲]

قاری شیخ علی القادری الکوکنی ف ۷۴۸ خاندان نوائط سے تھے۔ تجوید و قراءت کے بہت اچھے عالم تھے کوکنی کہلاتے تھے۔ بمبئی کے علاقہ میں کام کیا۔ یہہ شیخ علی ملا علی بن سلطان القاری المکی سے مختلف ہیں۔[۱]

نظام الملک آصفجاہ ف ۷۴۹ نام قمر الدین خان۔ با وجاہت امیر تھے۔ دہلی دربار میں آپ کا بڑا اثر تھا۔ آپ مرزا عبدالقادر بیدل کے شاگرد تھے۔ دکن میں آپ نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد ڈالی ۱۱۳۷ھ سے ۱۱۶۱ھ تک حکومت کی۔ آپکے عہد سلطنت میں بہت سے قراء تے برہان پور۔ بالاپور۔ اورنگ آباد

---

[۱] نزہت الخواطر جلد ششم از عبدالحی۔ [۲] تحفۃ الکرام از علی شیر قانع۔

[حیدر]آباد میں فن کی ترویج و اشاعت میں انتھک کوشش کی۔

قاریہ حافظ بی بی مکھن ایلچپوری

ف ۵۰ٌ بی بی مکھن بنت عبدالقادر ابن شاہ عبداللہ عرف بھکاجی جن کا ذکر فقرہ ۶۶۴ میں کیا گیا ہے ایلچپور علاقہ برار میں سنہ ۱۰۵۵ھ میں پیدا ہوئیں چونکہ دادا اور والد دونوں عالم و فاضل و سلسلہ قادریہ کے چشم و چراغ تھے۔ بی بی مکھن کو بھی حصول علم کا شوق ہوا۔ وقت کے ایک ممتاز قاری و حافظ سید حسن سے جملہ علوم کی تحصیل کی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کے بعد عربی و فارسی حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ رات دن تلاوت میں مصروف رہتیں۔ صائم الدہر۔ قائم اللیل۔ عابدہ و زاہدہ تھیں چونکہ خوش الحان تھیں۔ قراءت میں دلاویزی تھی۔ تہجد و اشراق کی بھی پابند تھیں۔

(ب) خاوند کے انتقال کے بعد تو باغ کی مالکہ ہوئیں جس کی خاصی آمدنی تھی۔ آپ نے بھائی شکراللہ کی لڑکی کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ بی بی مکھن بڑی ذہین اور سمجھدار خاتون تھیں۔ اس لڑکی کی تعلیم کا بڑا اہتمام کیا۔ جب یہہ سن شعور کو پہنچی تو شاہ عنایت اللہ بالاپوری کو خط لکھا کہ میں نے ایک یتیم لڑکی کی بہ احسن الوجوہ پرورش کی ہے۔ آپ بھی اس لڑکی کی زندگی سنوارنے میں اس طرح مدد فرمائیے کہ اپنے لڑکے منیب اللہ سے اس کا عقد کر دیجئے اور منیب اللہ کو یہہ اجازت بھی ہو کہ وہ میری جاگیر کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لیں۔" شاہ عنایت اللہ صاحب راضی ہوگئے اور یہہ رشتہ قائم ہوگیا۔

(ج) بی بی مکھن کے پاس چالیس خادمائیں تھیں اونکو بھی نماز و روزے کا پابند بنا دیا تھا۔ بی بی مکھن اون خادماؤں کے ساتھ اپنے گھر میں پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتیں۔ ماہ صیام میں باجماعت تراویح میں قرآن مجید ختم کرتیں۔ بعض وقت فرط محبت سے خادماؤں سے کہتیں "دیکھو ری۔ اگر خداوند کریم نے مجھے بخشدیا تو تا وقتیکہ تم سب جنت میں داخل نہ ہوں میں جنت میں قدم نہ رکھوں گی۔" یہہ سب خادمائیں روزانہ تلاوت کی عادی تھیں۔ گھر میں ہر طرف قرآن شریف کی آواز سنائی دیتی۔

(د) قاری منیب اللہ کو تین فرزند ہوئے۔ بی بی مکھن نے تینوں کی تعلیم و تربیت۔ نیز تجوید و قراءت سکھلانے میں بڑی کوشش کی۔ چنانچہ یہہ تینوں اونچے درجے کے عالم و قاری و متقی ہوئے۔ جن کا تفصیلی ذکر بعد میں آئے گا۔

(ہ) بی بی مکھن کی عمر ۸۵ سال کی ہوئی۔ پچاس سال صائم الدہر اور قائم اللیل۔ تلاوت و اوراد میں صرف کئے۔ حسب وصیت وفات کے بعد اپنے استاد قاری شیخ حسن و قاری حافظ شیخ حسین کے پاس دفن کی گئیں۔ تاریخ وفات ۶ صفر سنہ ۱۱۴۰ھ روز یکشنبہ ہے۔

(و) وفات سے قریب بی بی فاطمہ کو خواب میں دیکھا وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس آؤ اور میرے دامن پر نماز ادا کرو۔ (نور العنایت المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نور الہدیٰ ابن حافظ سید نور المقتدیٰ و تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی)

(س) شاہ عبدالرحمٰن غازی کے گنبد کے پاس تین زبردست مجودین وحفاظ یعنے قاری حافظ شیخ حسن۔ قاری حافظ شیخ حسین اور قاریہ حافظہ بی بی مکھن ایک ہی جگہ دفن ہیں۔ میں نے کوشش کی کہ ان افراد کی قبروں کا پتہ چلے مگر مجھے کامیابی نہوئی۔ اس وقت ایلچپور میں کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہہ قبور کہاں ہیں حالانکہ بی بی مکھن کی جائیداد نو باغ کے دعویدار پندرہ سال پہلے تک اپنے وراثتی حقوق کی بنا پر جائیداد کے لئے مقدمہ بازی کرتے رہے۔

قاری حاجی سید ظہیر الدین ابن محب اللہ بالاپوری

ف ۷۵۱ وطن بالاپور۔ والد کا نام محب اللہ ابن عنایت اللہ سنہ ولادت ۱۱۰۵ھ ہے۔ شیخ مظفر نقشبندی برہان پوری نے آپ کے والد کو بشارت دی تھی کہ تجھ کو ایک فرزند جلیل القدر عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپکی پیدائش سے والد بیحد خوش تھے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ قرارت دادا اور چچا سے سیکھی۔ ابتدائے عمر سے تقویٰ پسند تھے۔ ۱۱۳۱ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں مولانا عبدالکریم سے حدیث کی سند لی۔ واپس برہان پور آئے۔ وہاں سے ایلچپور جاکر اپنے چچا قاری منیب اللہ سے ملے۔ ایلچپور سے بالاپور آکر قیام کیا۔

(ب) ۱۱۳۹ھ میں دوبارہ مع عیال واطفال حج کے لئے روانہ ہوئے۔ والدہ اور دونوں بھائیوں کو بھی ساتھ لے گئے۔ حج کے بعد یمن گئے۔ وہاں شیخ زین الدین کے فرزند شاہ عبدالخالق سے جبہ و کلاہ لے کر بالاپور آئے جہاں بیمار ہو گئے تو قاری منیب اللہ نے علاج کے لئے اورنگ آباد بلایا۔ مگر علاج سودمند نہوا۔ منیب اللہ کو ساتھ لے کر بالاپور پہونچے۔ ۲۶ جمادی الثانی ۱۱۴۱ھ بروز پنجشنبہ ۳۵ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔[۱]

قاری سید مجیب اللہ ایلچپوری

ف ۷۵۲ مولد ایلچپور (علاقہ برار) والد کا نام سید منیب اللہ بن سید عنایت اللہ سید منیب اللہ کی شادی بی بی مکھن کی بھتیجی سے ایلچپور میں ہوئی۔ ۱۱۱۶ھ میں سید مجیب اللہ پیدا ہوئے۔ اس وقت دادا زندہ تھے۔ ایلچپور میں بی بی مکھن کی زیرنگرانی پرورش و تربیت پائی۔ والد سے اور پھر بی بی مکھن سے تجوید و قرارت و دیگر علوم درسیہ کی تکمیل کی والد کے ساتھ اورنگ آباد ۱۱۴۱ھ میں گئے۔ اورنگ آباد میں شاہ لطف اللہ بن شاہ عطاء اللہ نقشبندی اورنگ آبادی کی دختر سے شادی ہوئی۔ مگر ایک برس کے بعد زوجہ کا انتقال ہوگیا اوسکے بعد اورنگ آباد ہی میں قیام رہا۔

---

[۱] نور العنایت المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نور المعتدیٰ ابن حافظ سید نور المہتدی و تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

اپنا سارا وقت درس و تدریس کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ۲ ربیع الاول ۱۱۵۶ھ کو انتقال ہوا۔ اور نگ آباد میں دفن ہوئے ؎۱

قاری سید مبین اللہ بالاپوری ف ۷۵۳ مولد بالاپور۔ والد کا نام سید شاہ عنایت اللہ ولادت ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ والد ماجد اور چچا سے تعلیم و تربیت پائی۔ تجوید و قرات کے ماہر تھے علوم باطنی کے اکتساب میں مشقت و عبادت میں ریاضت شاقہ اٹھاتے رہے۔ زہد و تقویٰ میں فرید تھے۔ برادر بزرگ سے بھی استفادہ کیا۔ اون کے انتقال کے بعد ۱۱۱۹ھ میں شمالی ہندستان کا سفر اختیار کیا۔ دہلی میں بارہ سال قیام کیا۔ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بہادر شاہ نے ملکاپور جاگیر میں عطا کیا تھا جہاندار شاہ بھی آپ سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا۔ ۱۱۳۱ھ میں جدید سند جاگیر حاصل کر کے وطن مالوف کو واپس ہوئے۔ مجرد زندگی گذار دی۔ ۲۴ رمضان ۱۱۵۸ھ کو انتقال ہوا۔ والد ماجد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ عمر ۷۶ سال تھی۔ گندمی رنگ کے قصیر القامت تھے۔ ؎۱

قاری منیب اللہ بالاپوری ف ۷۵۴ مولد بالاپور۔ والد کا نام سید شاہ عنایت اللہ۔ ولادت ۱۰۸۳ھ اپنے والد اور چچا سے قرآن و علوم درسیہ حاصل کئے۔ عم بزرگوار سید محمد سعید سے تجوید و قراءت سیکھی۔ علوم ظاہری و باطنی والد ماجد و علمائے برہان پور خصوصاً مولوی نجم الدین سے حاصل کئے خواجہ محمد نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ علوم ظاہری میں علامۂ روزگار۔ تحریر و تقریر میں بے نظیر۔ علوم باطنی میں آفتاب منیر۔ درویش روشن ضمیر۔ اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔ ہمیشہ خنداں و شگفتہ رو رہتے تھے۔ خوشی و غمی دونوں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ کبھی چین بہ جبین نہیں ہوئے۔

(ب) آپ کے اوصاف سنکر ایلچپور کی بی بی مکھن نے اپنی بھتیجی آپ کے عقد میں دی جس کا ذکر فقرہ (۷۵۰) (ب) میں مذکور ہے۔ اور جاگیر کا مختار گردانا۔ خوشدامن صاحبہ کی حیات تک یعنے ۱۱۱۵ھ سے ۱۱۴۰ھ تک آپ ایلچپور ہی میں قیام پذیر رہے۔ ۱۱۳۲ھ میں آپ کی بیوی کا انتقال ہوگیا مگر اوس کے بعد بھی بی بی مکھن نے آپ کو ایلچپور سے جانے نہ دیا۔

(ج) آپ کے تین فرزند (۱) سید مجیب اللہ (۲) محمد قمر الدین (۳) سید شمس الدین تھے۔ سید مجیب اللہ کا انتقال ۱۱۵۶ھ میں والد ہی کی زندگی میں ہوا۔ اس لئے اون کا ذکر فقرہ ۷۵۲ میں کر دیا گیا۔ دوسرے دو لڑکوں کا ذکر

؎۱ نور العنایت المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نور المقتدیٰ ابن حافظ سید نور المہدیٰ و تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی

بعد ازاں آئے گا۔

(۵) بی بی مکھن کا انتقال ۱۱۴۰ھ میں ہوا۔ اوسکے بعد ہی رشتہ داروں میں تقسیم جائیداد کے سلسلے میں جھگڑے شروع ہوگئے۔ قاری منیب اللہ ان جھگڑوں سے پریشان ہوکر ایلچپور سے اورنگ آباد چلے گئے۔ نواب مقتدر الدولہ نے حضرت کو اپنی حویلی میں ٹھہرایا۔ اور جائیداد بھی دی۔ آپ بھڑکل کے قریب مقیم ہوگئے وہاں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ پھر ایک سال اورنگ آباد میں اور ایک سال بالاپور میں قیام کیا۔ ۲۷۔ ذی قعدہ ۱۱۶۱ھ کو بروز چہارشنبہ بالاپور میں آپکی وفات ہوئی۔ خانقاہی قبرستان میں دفن ہوئے۔ عمر ۸۰ سال کی تھی آپ اپنے والد سے بہت مشابہ تھے[۱]

ف ۷۵۵ قاری سید امام الدین ابن محب اللہ بالاپوری

مولد بالاپور۔ والد کا نام سید محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ ولادت ۱۱۱۰ھ۔ تسمیہ دادا نے پڑھائی۔ کتب درسیہ کی تکمیل مولانا ظہیر الدین برادر بزرگ سے ہوئی۔ بھائی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ آپ عالم و فاضل اور عارف کامل تھے۔ تجوید و قرات بھی مولانا ظہیر الدین سے سیکھی تھی متشرع و متقی۔ صاحب الجود والکرم۔ سلیم الطبع۔ حلیم الوضع مہمان نواز تھے۔ جب تک مہمانوں کو نہ کھلا لیتے خود نہ کھاتے تھے۔ درس کا مشغلہ بھی جاری کیا۔

(ے) بروز دوشنبہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۱۶۵ھ کو ۵۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مولانا ظہیر الدین کی قبر کے مقابلے میں مدفون ہوئے۔

ف ۷۵۶ قاری حافظ سید محمود لاہوری

مولد لاہور۔ شیخ محمد اسمٰعیل سے جو سلسلہ حفظ و قراءت شروع ہوا تھا اوس کو آپ نے جاری رکھا۔ پچاس سال مدرسہ میں حفظ و قراءت کی خدمت انجام دیکر ۱۱۷۰ھ میں انتقال کیا۔

ف ۷۵۷ قاری سید شمس الدین بالاپوری

مولد۔ ایلچپور۔ والد کا نام سید منیب اللہ ابن شاہ محمد عنایت اللہ ولادت ۱۱۲۸ھ۔ بی بی مکھن سے تجوید و قراءت و کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کی۔ حصول علم میں والد سے بھی استفادہ کیا۔ فن قراءت کی تکمیل قاری ملا محمد سے کی۔ ایلچپور سے بالاپور جاکر خاندان کے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ بالاپور سے والد کے ساتھ ۱۱۴۱ھ میں اورنگ آباد آئے یہاں بھی درس و تدریس میں لگے رہے۔ یہ عمر ۴۴ سال ۱۱۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ بھڑکل کے قریب خاندانی قبرستان میں مزار واقع ہے۔

---

[۱] نور العنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المقتدیٰ ابن حافظ نور المہتدیٰ و تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی۔

(ب) ایک لڑکا سید شاہ میران تھا جس کی ولادت ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں حفظ و قرات سے فارغ ہوا۔ مشہور تھا کہ یہ قرآن شریف بغیر لقمہ لئے سنایا کرتے تھے۔ بجٹر کل کی مسجد کی امامت کا کام انجام دیتے تھے ۱۲۲۲ھ میں انتقال ہوا۔

(ج) سید شمس الدین کے ایک شاگرد ایلچپور میں قاری حافظ سید اشرف خطیب ایلچپور تھے جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔

پانی پت بہ حیثیت مرکز تجوید و قراءت

ف ۵۸۷ھ پانی پت میں مسلمان ۴۱۷ھ یعنے اسلامی حکومت کے قیام سے دو سو سال پہلے سے آباد ہیں۔ دہلی سے قربت کی وجہ سے ان کو دہلی کے علماء و فضلاء سے مستفید ہونے کا موقعہ ملتا رہا۔ جہاں ہر علم کے اساتذہ موجود تھے مگر پانی پت میں تجوید و قرات کو خصوصیت سے فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ قاری عبدالخالق منوفی کے تلامذہ میں سے بعض پانی پت کے متوطن تھے اور بعض نے یہیں آکر اقامت اختیار کرلی۔ بارھویں صدی ہجری میں حافظ قاری مصلح الدین عباسی نے مدینہ منورہ سے تجوید کی تعلیم حاصل کرکے طریقۂ ادائی کی تجدید کی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند قاری حافظ عبیداللہ عرف قاری لالا اور قاری مصلح الدین عباسی کے شاگرد مولانا حافظ قادر بخش وغیرہ نے پانی پت کو فخر ہند بنا دیا۔ تیرھویں صدی میں دہلی اور پانی پت کے اکثر مجودین ان ہی قراء سے فن تجوید میں استفادہ کرتے تھے۔ قاری حافظ قادر بخش کی لڑکی رحیم النساء و داماد شیخ سعداللہ حافظ و قاری ہوئے۔ مولانا شاہ محمدی کے چاروں فرزند قاری محمد عبداللہ۔ قاری عبدالرحمٰن محدث۔ قاری عبدالرحیم و قاری عبدالعزیز کا اساتذہ وقت میں شمار ہوتا تھا۔ اونکے بعد قاری نجیب اللہ فرزند شیخ سعداللہ و خواجہ خلیل اللہ و حافظ خواجہ انعام اللہ فرزندان قاری عبداللہ صاحب و قاری عبدالغنی و قاری محمد حسن و قاری عبدالسلام و قاری عبدالعلیم فرزندان قاری عبدالرحمٰن محدث۔ و شاگردان قاری عبدالرحمٰن محدث نے پانی پت میں اس فن کی ایک فضا پیدا کردی۔ اور یہیں سے دور و دراز شہروں تک اس فن کی اشاعت ہوئی۔ اوس وقت سے لیکر اب تک اونکے شاگرد اس فن کی خدمت میں مصروف ہیں۔

(ب) قاری کبیرالدین و قاری عبدالرحمٰن محدث و قاری نجیب اللہ ان تینوں اساتذہ سے قاری حافظ عبدالرحمٰن بن چودھری عبدالصمد خان ہاپڑوی نے جو پانی پتی تھے استفادہ کیا۔ قاری حافظ عبدالرحمٰن کے شاگردوں میں قاری حافظ عبدالرحمٰن ضریر نے اس فن کی ترویج و اشاعت میں بڑی کوشش کی اون کے شاگرد قاری حافظ محی الاسلام تھے۔ جنھوں نے سبعہ قرات سیکھ کر ایک عرصہ تک درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ نیز شرح سبعہ قرات کے نام سے ایک عمدہ کتاب اردو میں مرتب کی۔ جس کا دوسرا حصہ طبع نہ ہوسکا۔

اون کے بعد اون کے شاگرد قاری حافظ فتح محمد نابینا جواب زندہ ہیں پاکستان سے شرح شاطبیہ اردو میں طبع کرائی ہے جو عنایات الرحمانی کے نام سے موسوم ہے۔ یہہ شرح تین جلدوں میں شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ نیز التیسیر اور وجوہ المسفرہ کے ترجمے اردو میں طبع کرائے۔ اس طرح دو سو سال سے پانی پت نے مسلسل اس فن کی خدمت انجام دی مگر ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد سے پانی پت نہ صرف قراء سے بلکہ مسلمانوں ہی سے خالی ہوگیا۔ البتہ جلال الدین کبیر الاولیاء کی درگاہ کی متصلہ مسجد میں ایک مدرسہ تجوید القرآن زیر سرپرستی مولانا لقاء اللہ قائم ہے جس کو قاری حافظ محمد عمر جو محی الاسلام کے شاگرد ہیں۔ چلا رہے ہیں۔ ع۔ اک شمع رہ گئی ہے تو وہ بھی خموش ہے۔ پانی پت کی حالت دیکھکر بڑی عبرت ہوتی ہے کہ کیا سے کیا ہوگیا۔

سہ زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا ❊ بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

نوٹ: (۱) قاری عبدالرحمٰن محدث انصاری (۲) قاری عبدالرحمٰن چودھری (۳) قاری عبدالرحمٰن ضریر (۴) و قاری عبدالرحمٰن مکی یہہ چار عبادالرحمٰن تھے جن میں سے تین کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی کا ذکر بعد میں آئے گا۔

جنوبی ہند میں تجوید وقرارت کی ترویج

ف ۷۵۹ جنوبی ہند میں مسلمانوں کی آمد کا قبل ازین ذکر کیا جاچکا ہے۔ یہاں تجوید وقرارت دو طرح سے پھیلی ایک تو یہہ کہ مغربی ساحل ملابار اور عرب ممالک کے درمیان جو تجارتی روابط تھے اونکی وجہ سے یہہ علاقہ بڑی حد تک عربی تمدن و تہذیب سے متاثر ہوا۔ اب بھی اس ساحل کے مسلمانوں میں عربی تلفظ اور لب ولہجہ کی صحت پائی جاتی ہے جس کے آثار دوسرے صوبہ جات میں پائے نہیں جاتے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ اچھے قاری بھی اس ساحل پر آئے اون کی بدولت صحت کے ساتھ قرآن خوانی کا رواج ہوا۔ دوسرے یہہ کہ شمال کی جانب سے علماء و فضلا و قراء کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ نیز حیدر علی اور ٹیپو سلطان شہید نے علم و فضل کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ اس سلسلہ میں امراء ارکاٹ کے مساعی جمیلہ بھی لائق ستائش ہیں۔

محمد علی والاجاہ ۱۱۶۲ھ تا ۱۲۱۰ھ

ف ۷۶۰ نواب انوار الدین خان[1] کے فرزند محمد علی والاجاہ

---

[1] خاندان والاجاہ کے مورث اعلیٰ فخر الدین اصغر بخارا کے رہنے والے تھے۔ چنگیز خاں کے حملوں سے پریشان ہوکر ہندوستان آئے۔ چونکہ عالم و فاضل تھے بلبن بادشاہ نے اونکو بدایون کا قاضی مقرر کیا اونکے فرزند علی بھی صاحب علم و فضل تھے جنھوں نے قنوج کے ایک گھرانے میں شادی کر کے وہیں سکونت اختیار کرلی اونکی سات پشت قنوج میں گذرے۔ (بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۱۹ پر ملاحظہ فرمایا جائے)

۱۱۶۲ھ میں تخت نشین ہوئے بڑے علم دوست تھے۔ چونکہ خاندانی سلسلے میں علم و فضل ورثہ میں ملا تھا۔ اس لئے آپ علماء و فضلاء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ کے زمانے میں قاری امین الدین سیف الدین مدراسی و قاضی محمد ابو محمد انصاری تلمسانی المغربی ثم مدراسی۔ اسی زمانے میں مدراس میں تجوید و قرات کی اشاعت کرتے تھے (حب) والاجاہ نے قاری مولانا محمد عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی کو مدراس آنے کی دعوت دی اور اونکی آمد پر شاندار استقبال کیا۔ مدرسہ کلان کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی اور بحر العلوم کو اپنے فرزندوں کی اتالیقی پر مقرر کیا۔

قاری امین الدین مدراسی **و ۷۶۱** مولد مدراس۔ والد کا نام سیف الدین بن نظام الدین ولادت ۱۱۲۶ھ۔ مدراس ہی میں مروجہ کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر لکھنو جاکر علامہ نظام الدین بن قطب الدین سہالوی سے استفادہ کیا۔ تجوید و قرات بھی سیکھی۔ واپس آکر ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک آپکے شاگرد تھے۔ ۱۱۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ ویلور میں دفن ہوئے۔ لہ

قاری محمد ابن ابی محمد انصاری تلمسانی المالکی المغربی **و ۷۶۲** بلحاظ وطن مغربی تھے۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۱۸) (حب) محمد سالار قنوج سے گوپاماؤ آئے۔ اونکے بیٹے عبد القادر اور پوتے عبد الحی وہیں رہ گئے۔ اون کے بعد نعمت اللہ اور محمد منور اون کی نسل سے ہوئے۔ بعد ازاں محمد انور جو اورنگ زیب کے ہم عصر تھے۔ دولت کثیر صرف کرکے فریضہ حج ادا کیا۔ اونکے بیٹے انور الدین خان نے جو اورنگ زیب کی فوج میں عہدہ رکھتے تھے۔ بعد کو پیشکاری کے منصب پر مامور ہوئے۔ پھر محمد شاہ کے زمانے میں حیدرآباد کے گورنر مقرر ہوئے۔ جب آصف جاہ دکن کی طرف آئے تو انور الدین نے اونکی مدد کی۔ آصف جاہ نے اونکو ارکاٹ کا گورنر مقرر کیا۔ اوس وقت سے انور الدین خان ارکاٹ پر قابض رہے۔ جہاں رفتہ رفتہ فرانسیسیوں کا اور پھر انگریزوں کا اثر ہوا۔ انور الدین خان نے نواب سراج الدولہ محمد جان جہان انوار الدین خان شہامت جنگ جیسے خطابات حاصل کئے۔ انور الدین خان کا انتقال ۱۱۶۲ھ میں ہوا۔ اونکے فرزند غلام انبیا محمد علی جو ۱۳ شوال ۱۱۳۵ھ مطابق ۱۷۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۱۶۲ھ میں تخت نشین ہوئے۔ اونکے زمانے میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کی سازشیں انتہائی عروج پر پہونچ چکی تھیں۔ محمد علی نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اونکو والاجاہ کا خطاب ملا۔ یہاں سے تین پشت تک والاجاہی حکومت کا سلسلہ باقی رہا (حالات والاجاہی) لہ۔ نزہت الخواطر جلد ششم از عبد الحی۔

والد کا نام ابو محمد انصاری تھا۔ ہندوستان آکر مدراس میں سکونت اختیار کی۔ حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل کی علوم حدیث سے فارغ ہوئے۔ پھر لکھنو جاکر اصول فقہ میں علامہ نظام الدین بن قطب الدین سے۔ وہاں سے دہلی جاکر علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ دہلی سے نجیب آباد آئے۔ وہاں سے مدراس واپس ہوئے۔ سبعہ قراءت اور حدیث کے عالم کبیر تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ مدراس میں جاری رہا۔ محرم سنہ ۱۲۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ [۱]

محمد عبد العلی المعروف بہ بحر العلوم | ف ۷۶۳ فرنگی محلی علمائے لکھنو اپنے علم و فضل کے اعتبار سے شہرہ آفاق رہے ہیں اون میں ایک قابل قدر عالم ابو العیاش محمد عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین سہالی تھے۔ آپ کا سنہ ولادت سنہ ۱۱۴۴ھ مطابق سنہ ۱۷۳۱ء ہے۔

(ب) آپ تجوید و قراءت کے ماہر و دیگر علوم میں کامل تھے۔ شاہ ولی اللہ نے آپ کو بحر العلوم کا لقب دیا تھا۔ چنانچہ اسی لقب سے آپ مشہور ہوئے۔

(ج) نواب شجاعت الدولہ نے تنازعہ سنی و شیعہ کی بناء پر جب آپ کو لکھنو سے خارج البلد کیا تو آپ شاہجہانپور رامپور۔ بہار ہوتے ہوئے مدراس پہونچے وہاں محمد علی والاجاہ نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اپنے بچوں کی اتالیقی پر مقرر کیا۔ آپ کی وجہ سے جنوبی ہند میں جملہ علوم خصوصاً تجوید و قراءت کی اشاعت عمل میں آئی۔

(د) نواب محمد علی والاجاہ کا انتقال سنہ ۱۲۱۰ھ میں ہوا۔ اونکے بعد نواب غلام حسین والاجاہ ثانی عمدۃ الامراء کے خطاب کے ساتھ سنہ ۱۲۱۰ھ میں تخت نشین ہوئے۔ یہہ اچھے شاعر و عالم تھے۔ مگر ماں کے اثر سے شیعت کی طرف مائل تھے۔ چونکہ تعلیم و تعلم میں حضرت بحر العلوم کے شاگرد تھے اس لئے اون کی بڑی عزت کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ مرتے وقت حضرت بحر العلوم کے ہاتھ پر تائب ہوئے اونکے بعد عظیم الدولہ والاجاہ ثالث تخت نشین ہوئے۔ مگر اب والاجاہ کی حیثیت دست نگر امیر کی رہ گئی تھی۔ والاجاہ ثالث نے مولوی محمد غوث کو مدار المہام مقرر کیا۔ جو بحر العلوم کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت بحر العلوم کا انتقال سنہ ۱۲۲۵ھ مطابق سنہ ۱۸۱۰ء میں ہوا۔ والاجاہی مسجد میں دفن ہیں۔ اونکے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ بڑے لڑکے عبد الرب اور بڑے داماد علاء الدین تھے یہہ دونوں علم و فضل میں سرآمد روزگار ہوئے۔ علاء الدین نے مدرسہ کلاں کی صدر مدرسی کی۔ اس مدرسہ کو نوابان والاجاہ کی سرپرستی حاصل رہی۔ عبد الرب نے بھی تجوید و دیگر علوم کی اشاعت میں حصہ لیا۔ دونوں کی قبریں والاجاہی مسجد میں بحر العلوم کی مزار کے پاس واقع ہیں۔ [۱]

خاندان قطب ویلور | ف ۷۶۴ مولانا محمد حسین امام المدرسین بیدر کے جید شاگرد رکن الدین سید شاہ

---

[۱] احوال علمائے فرنگی محلی از مولوی الطاف حسین

ابوالحسن قربی تھے۔ یہہ بمقام بیجاپور سنہ ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حسین سے درسی کتابیں بیدر میں پڑھیں اور قراءت سیکھی۔ محمد فخر الدین نائطی سے بیعت ہوئے۔ پھر ویلور میں سکونت اختیار کی۔ آپکے علم وفضل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے قربی تخلص کرتے تھے۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۱۸۲ھ میں ہوا۔ خانقاہ ہی کی قبرستان میں دفن ہوئے۔ باقر آگاہ نے تاریخ وفات کہی۔ ؎

رکن دین شاہ ابوالحسن قربی ∴ پیشوائے مقربان اِلہ
چونکہ در باب قرب حق سالش ∴ غاب قطب البلاد گفت آگاہ
۱۱۸۲ھ

(ب) شاہ ابوالحسن قربی کے فرزند محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی تھے۔ والد کے نقش قدم پر چل کر بڑے عالم وصوفی ہوئے۔ والد کے قائم کردہ مدرسے کا وہی اہتمام برقرار رکھا جو والد کے زمانے میں تھا۔ دور دور سے طلباء تفسیر و حدیث و قرارت کی تکمیل کے لئے یہاں آتے تھے۔ بہت سے قراء اس مدرسے سے فارغ ہو کر نکلے۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۱۹۲ھ میں ہوا۔ والد کی مزار کے قریب مسجد کے روبرو دفن ہوئے۔

(ج) ذوقی صاحب کے فرزند سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی صاحب علم وفضل وصاحب فتویٰ تھے۔ دادا اور والد نے جس مدرسے کو رونق دی تھی اوس کو خوبی سے چلاتے رہے۔ دور دور سے اچھے قراء کو بلا کر اون کو اس مدرسے میں مامور کیا صدہا طالب علموں نے ان سے استفادہ کیا۔ شاعری سے بھی انکو دلچسپی رہی۔ محوی تخلص کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(د) محوی صاحب کے فرزند محی الدین شاہ عبداللطیف قادری قطب ویلور کے لقب سے مشہور ہوئے۔ صاحب علم و تقوی تھے۔ آبائی مدرسہ چلانے میں دلچسپی لی۔ آپ کا انتقال حج کے موقعہ پر بمقام مکہ معظمہ سنہ ۱۲۸۹ھ میں ہوا۔

(ہ) قطب ویلور کے فرزند رکن الدین شاہ محمد قادری تھے۔ انکے زمانے میں بھی آبائی مدرسہ جاری رہا۔ قاضی بشیر الدین مقری پیارم پیٹی نے یہیں تجوید و قرارت سیکھی تھی۔ رکن الدین شاہ محمد قادری کا انتقال سنہ ۱۳۲۵ھ میں ہوا۔ مسجد کے روبرو داداکے پہلو میں قبر ہے۔

(و) رکن الدین شاہ محمد قادری کے فرزند محی الدین شاہ عبداللطیف قادری تھے جن کا انتقال ۱۳۳۸ھ میں ہوا۔ اس زمانے میں ایک اور مدرسہ باقیات الصالحات کے نام سے قائم ہوا۔ جہاں تجوید و قرارت کی تعلیم دی جانے لگی۔ قاری محمد محمود صاحب تقریباً پچیس سال سے یہاں کام کر رہے ہیں۔

(ز) بعد ازاں ابوالفتح سید شاہ عبدالقادر صاحب قادری سجادہ نشین ہوئے جن کا حال ہی میں انتقال

ہوا ہے۔ غرض سات پشت سے یہہ خاندان علمی خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ آپکی خانقاہ بڑی خوشنما مسجد شاندار۔ سب بزرگوں کے مزار ایک ہی احاطے میں واقع ہیں۔ ارباب ذوق وہاں جاکر سکون قلب حاصل کرتے ہیں۔

(ح) قطب ویلور نے تجوید و قراءت سے خاص دلچسپی لے کر دور دور سے باکمال مقری بلائے تھے۔ مکہ معظمہ اور لکھنو کے فارغ التحصیل مقری یہاں درس دیتے تھے۔ چنانچہ قاضی بشیر الدین احمد جو پیارم پیٹ کے رہنے والے تھے اور ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اس مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ قراءت کی سند انھوں نے ۱۳۱۵ھ میں حاصل کی۔ اوسکے بعد پچاس سال تک پیارم پیٹ میں تجوید و قراءت کی خدمت کر کے ۱۳۷۳ھ میں انتقال کیا۔ پندرہ اچھے قاری شاگرد چھوڑے۔ انکی وجہ سے پیارم پیٹ علاقہ ارکاٹ میں قراءت کا خوب چرچا ہو گیا تھا۔

(ط) قاضی بشیر الدین کے صاحب زادے جمیل احمد نے بھی اپنے والد سے تجوید سیکھی۔ بروایت حفص اچھا پڑھتے ہیں۔ میںنے بھی آپ کی قراءت سنی ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۳۳۰ھ کی ہے۔ والد ہی سے سند حاصل کی۔ مدراس کی بڑی میٹ کی مسجد میں ۳۰ سال سے پیش امام ہیں۔ [۱]

ریاست ٹونک اور قراءت

ف ۷۶۵ ریاست جے پور سے ساٹھ میل کے فاصلے پر ٹونک ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ جہاں کے روسا، سب علم و فضل سے آراستہ۔ حفظ و قراءت کے دلدادہ اور اشاعت علوم کے شیفتہ رہے ہے۔ چھوٹی ریاست کے ہونیکے باوجود علماء و قراء کو یہاں جو فروغ ہوا وہ بڑی بڑی ریاستوں اور صوبوں میں نہ مل سکا۔ ریاست ٹونک کی اس مثال سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آدمی میں کام کرنے کا صحیح جذبہ موجود ہو تو اس کے لئے وسیع میدان حاصل ہو سکتا ہے۔

(ج) نواب امیر الدولہ امیر خان کا سنہ ولادت ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۴ء ہے۔ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں ٹونک کے نواب ہوئے۔ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء تک حکمران رہے۔ اونکے عہد میں علماء و فضلا ٹونک میں جمع ہونے لگے۔ مسجدوں کی تعمیر ہوئی۔ مدرسے بنے۔ حفظ و قراءت پر خاص طور سے زور دیا گیا۔ ان ہی کے عہد میں جید قاری و حافظ محمد محمود سورتی ٹونک تشریف لائے اور حفظ و قراءت کی بڑی اچھی فضا پیدا کر دی۔ امیر الدولہ کے ۱۴ لڑکے اور ۸ لڑکیاں تھیں۔ نواب صاحب نے سب کو حفظ و قراءت کی تعلیم دی ان میں سے مشہور و معروف یہہ ہیں :-

---

[۱] تذکرہ گلزار اعظم از تالیفات محمد غوث والاجاہ ۱۲۷۲ھ۔ و خاندانی حالات قطب ویلور

	سنہ ولادت	سنہ وفات
(۱) قاری حافظ وزیرالدولہ وزیر خان	۱۲۲۲ھ ۱۸۰۶ء	۱۲۸۱ھ ۱۸۶۴ء
(۲) قاری حافظ محمد عباد اللہ خان	۱۲۲۷ھ	۱۲۹۴ھ
(۳) قاری حافظ محمد جمال خان	۱۲۲۹ھ	۱۲۸۴ھ
(۴) قاری حافظ محمد جلال خان	۱۲۳۰ھ	۱۲۸۴ھ
(۵) قاری حافظ عبدالکریم خان	۱۲۳۲ھ	۱۲۸۳ھ
(۶) قاری حافظ محمد اکرم خان	۱۲۳۹ھ	۱۳۱۰ھ

(ب) نواب امیر خان قرآن مجید کا ایک چھوٹا نسخہ بطور تعویذ کے استعمال کرتے تھے یہ پانچ انچ چوڑا انیس فٹ لمبا پولندہ ہے۔ جس کو رضا تبریزی نے طلائی ولاجوردی کام کے ساتھ لکھا تھا۔ یہ رامپور کے کتب خانے میں پہنچا وہاں سے دہلی منتقل ہوا۔ ہدیہ کا اندازہ سات سو روپیئے ہے۔

قاری حافظ وزیرالدولہ وزیر خان

ف ۷۶۶ امیر خان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے فرزند وزیرالدولہ وزیر خان جو ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۴ء میں حکمران ہوئے۔ یہ خود حافظ و قاری تھے۔ اور ریاست میں حفظ و قراءت کی اشاعت میں کوشش کی۔ کئی مدرسے جاری کئے۔ مساجد آباد کرائے۔ ٹونک کے ہر گھر سے قراءت و قرآن خوانی کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آپ نے ایک جید قاری سبعہ کریم اللہ خان ابن حفیظ اللہ خان کو دہلی سے بلا کر دربار میں رکھا۔ قاری کریم اللہ خان کے اجداد کا وطن بخارا تھا۔ جنھوں نے وہاں سے آکر دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ نواب کے بلانے پر قاری صاحب ٹونک آئے۔ جہاں تجوید و قراءت کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ نے "وسیلۃ القاری" اردو میں لکھی۔ جس کے نسخے ٹونک و رامپور و حیدرآباد دکن کی اسٹیٹ لائبریری میں پائے جاتے ہیں۔ وسیلۃ القاری کی تالیف کے بعد کریم اللہ خان نے "منبع القرآن فی سبعہ قراءت ورسم القرآن" کے نام سے ایک کتاب ۱۲۷۹ھ میں مرتب کی۔ قاری صاحب وزیرالدولہ کے اور اونکے بعد محمد علی خان کے جلیس رہے۔ محمد علی خان کو تجوید و قراءت کی تعلیم آپ ہی نے دی۔ حج میں بھی محمد علی خان کے ساتھ رہے۔ واپس آنے کے بعد ٹونک ہی میں انتقال ہو گیا۔

ف ۷۶۷ وزیرالدولہ کے اساتذہ میں قاری عبدالرحمن محدث انصاری پانی پتی بھی تھے جنھوں نے کئی سال تک ٹونک میں قیام کیا اور حفظ و قراءت کے مروجہ ماحول کو بہتر بنایا۔ باوثوق شہادت سے معلوم ہوا کہ نواب وزیرالدولہ کے زمانے میں پچاس قاری و حافظ ٹونک میں اساتذہ کی حیثیت سے کام کرتے تھے

اون میں ممتاز شخصیت قاری عبد الرحمٰن محدث۔ اور پھر اون کے بعد اونکے شاگرد قاری حافظ احمد علی قاری بھوپالی

ف ۷۶۸ نواب وزیر الدولہ نے قاری امیر احمد ابن مولوی نصیر الدین احمد ابن ولی محمد کو جو خلفائے سید احمد شہید میں سے تھے سنہ ۱۲۵۲ھ میں طلب کر کے ایک مدرسہ اونکے سپرد کیا۔ یہہ مولانا برکات احمد صاحب کے بہنوئی تھے جو بعد ازاں مدرسہ خلیلیہ میں استاد رہے۔

ف ۷۶۹ نواب وزیر الدولہ کے عہد میں محمد گڑھ کے جاگیردار جو علاقہ اجمیر میں واقع ہے بمقام ٹونک مقیم تھے۔ اون کا نام محمد خان تھا۔ افغانی النسل اور عمر خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہہ عالم و فاضل و قاری سبعہ تھے۔ اونکے لئے کاتب تفضل حسین دہلوی نے قرآن شریف کا ایک نسخہ خوش خط سنہ ۱۲۵۷ھ میں لکھا جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے۔ قرآن مجید پر یہہ عبارت درج ہے۔ "سمو المکان محمد خان کے لئے تحریر کیا گیا"۔ یہہ جاگیردار سنہ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۰۲ھ میں انتقال کر گئے۔ محمد خان نے اپنے فرزند واحد نور خان کو بھی اسی نسخہ پر سبعہ کی تعلیم دی۔ سنہ ۱۲۶۰ھ میں یہہ نسخہ واحد نور خان کو ملا۔ اب محمد خان کی نواسی فصیح جہان بیگم کے پاس ٹونک میں محفوظ ہے۔

ف ۷۷۰ قاری واحد نور خان کو بھی قراءت و قرآن مجید کے نسخے جمع کرنے کا شوق تھا۔ آپ نے سنہ ۱۲۴۸ھ میں قرآن شریف کا ایک نسخہ پانچسو روپئے ہدیہ دیکر لیا جو خوش خط مطلا و مذہب ہے جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے۔ یہہ قرآن شریف اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ملا جیون نے لکھا تھا۔ بعد میں اس پر سبعہ کا حاشیہ بھی چڑھایا۔ آخر میں یہہ سند بھی مندرج ہے۔ "من ید الضعیف ملا جیون" معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال قبل کے زمانے میں اہل علم کثیر رقم ہدیہ دیکر بڑے شوق و ذوق کے ساتھ ایسی نایاب چیزیں حاصل کیا کرتے تھے۔

ف ۷۷۱ نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں "تجوید القرآن" فارسی میں محمد بن علی بن محمد الحسینی نے سنہ ۱۲۶۵ھ میں تصنیف کی۔ اس کو کاتب مقصود علی بن مولوی ابراہیم نے سنہ ۱۲۶۵ھ میں نقل کیا یہہ کتاب شاہی کتب خانے میں محفوظ رہی۔

ف ۷۷۲ نواب وزیر الدولہ نے سید احمد شہید کی تحریک جہاد کو تقویت پہنچائی۔ قافلے کے نام سے ایک محلہ ٹونک میں ہے جس میں واپس شدہ مجاہدین آباد ہو گئے تھے۔

ف ۷۷۳ نواب وزیر الدولہ کے لئے ایک جدار بھی تیار کی گئی تھی جس میں منتخب آیات کے اختلافات سبعہ کو واضح کیا گیا تھا۔ نیز قرآن مجید کا ایک نسخہ جس پر سبعہ قراءت کا حاشیہ درج ہے۔ کاتب خواجہ محمد اسحاق نے سنہ ۱۲۶۰ھ میں لکھا۔ جو فصیح بیگم صاحبہ کے کتب خانے واقع ٹونک میں موجود ہے۔

(ب) قرآن مجید کا ایک اور نسخہ جس پر سبعہ کے اختلافات حاشیہ پر درج ہیں۔ کاتب عبدالغفار خان نے تحریر کیا تھا۔ یہہ نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔

ف ۷۷۴ نواب وزیرالدولہ کا انتقال سنہ ۱۲۸۱ھ مطابق سنہ ۱۸۶۴ء میں ہوا۔

قاری حافظ نواب محمد علی خان

ف ۷۷۵ نواب محمد علی خان کی ولادت سنہ ۱۲۴۸ھ مطابق سنہ ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔ انھوں نے علمی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ قاری۔ حافظ۔ مولوی عالم ہوئے۔ علمی شغف عمر بھر رہا۔ والد کے انتقال پر سنہ ۱۲۸۱ھ مطابق سنہ ۱۸۶۵ء میں تخت نشین ہوئے حج بھی کیا مگر چار سال فرمانروائی کے بعد ٹھاکرون کے قتل کے مقدمے میں اونکو تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔

(ب) اپنے بڑے فرزند قاری حافظ ابراھیم علی خان کو تخت نشین کرکے خود بنارس تشریف لے گئے جہاں انگریزی حکومت نے اونکو نظربند رکھا۔ بنارس میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ ایک مدرسہ قائم کیا۔ بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ منجھلے صاحب زادے قاری حافظ عبدالرحیم خان اور پوتے سعادت علی خان کو اپنے پاس رکھکر اون کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہے۔ بنارس میں آپ کے علم و فضل و سخاوت کی بدولت بڑا اچھا ماحول پیدا ہوگیا تھا۔

ف ۷۷۶ قرآن مجید کا ایک نسخہ جس پر سبعہ قرأت کے فروش کی وضاحت کی گئی ہے۔ یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان کے حکم سے کاتب عبدالغفار خان نے سنہ ۱۲۸۱ھ میں لکھا۔ یہہ قرآن شریف ٹونک سے رامپور پہنچا۔ پھر وہاں سے دہلی میں منتقل ہوا۔

ف ۷۷۷ نواب محمد علی خان کے عہد حکومت میں قاری قدرت اللہ خان کا دربار کے ممتاز قراء میں شمار ہوتا تھا۔ آپ خوشنویس بھی تھے۔ آپ نے محمد خان کے حکم سے قرآن شریف پر نہایت خوش خطی سے سبعہ کا حاشیہ لکھا۔ جس کی کتابت ۲ رشعبان سنہ ۱۳۰۰ھ کو ختم ہوئی۔ قرآن شریف کا یہہ نسخہ سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری میں محفوظ ہے۔

ف ۷۷۸ نواب محمد علی خان کے فرزندوں میں مندرجہ ذیل قاری و حافظ ہوئے۔

	سنہ ولادت	سنہ وفات
(۱) قاری حافظ ابراھیم علی خان	سنہ ۱۲۶۵ھ	سنہ ۱۳۴۹ھ
(۲) قاری حافظ محمد اسحق	سنہ ۱۲۶۹ھ	تقریباً سنہ ۱۳۲۵ھ
(۳) قاری حافظ حاجی محمد عبدالوہاب خان احتشام الملک صفدر جنگ	سنہ ۱۲۷۲ھ	سنہ ۱۳۲۹ھ

آخر الذکر نے تجوید و قراءت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ نواب ابراھیم علی خان نے اونکو قاری کا خطاب دیا۔

ف ۷۷۹ نواب محمد علی خان کے بھائی قاری حافظ عبدالرحیم خان بن وزیرالدولہ نے قاری عبدالرحمن

انصاری پانی پتی سے قرأت سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔ قاری صاحب نے آپ کو ۴ محرم ۱۲۹۴ھ میں سبعہ کی سند و اجازت مرحمت فرمائی جو کتب خانہ سعیدیہ میں موجود ہے میں نے بھی اسے دیکھا ہے۔

قاری حافظ نواب ابراھیم علی خان

ف ۷۸۰ نواب محمد علی خان کے معزول ہونے کے بعد اون کے فرزند اکبر قاری حافظ نواب ابراھیم علی خان وزیر الدولہ صولت جنگ کے لقب سے فرمانروا ہوئے۔ اونکی ولادت ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ان کو پچپن سال کی طویل مدت تک حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ یہہ بڑے باخدا متقی اور پرہیزگار تھے۔ نہ صرف یہہ کہ حفظ و قرات سے خود واقفیت حاصل کی بلکہ اس کی اشاعت میں بھی بڑی دلچسپی لی۔ اس کے علاوہ علوم عربیہ کی اشاعت میں بھی کوشش کی۔ آپ کے عہد حکومت میں کئی مدرسے قائم ہوئے پہلا مدرسہ "مدرسہ فرقانیہ" تھا جس میں حفظ و قرات کا اچھا انتظام تھا۔ دوسرا مدرسہ "خلیلیہ" اوسی زمانہ میں حکیم مولانا برکات احمد صاحب نے جاری کیا تھا۔

ف ۷۸۱ مولانا برکات احمد صاحب حکیم بھی تھے اور عالم بھی۔ بہار کے متوطن اور پٹنہ کے سادات سے تھے سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ پٹنہ میں علوم حاصل کئے اور لکھنو سے حکمت کی سند لی۔ مطب بھی کرنے لگے شہرت سنکر نواب ابراھیم علی خان نے آپ کو طبیب خاص کی حیثیت سے ٹونک بلایا۔ حکیم صاحب اسم با مسمیٰ بڑے بابرکت تھے۔ متقی و پرہیزگار۔ عالم و فاضل اور ماہر تجوید بھی تھے۔ ٹونک آنے کے بعد نواب صاحب کے تخلص خلیل کی مناسبت سے آپ نے مدرسہ خلیلیہ قائم کیا۔ اس میں خود درس دیا کرتے تھے حکیم صاحب کو چارسو روپیئے ماہوار تنخواہ اور ایک موضع جاگیر میں دیا گیا تھا۔ حضرت کی پوری آمدنی طلبا پر صرف ہوتی تھی تیس چالیس طالب علم روزانہ صبح و شام آپکے پاس کھانا کھاتے تھے۔ بیگم صاحبہ خود پکاتین اور سب طالب علموں کو مادرانہ شفقت کے ساتھ کھلاتین۔ اگر کوئی طالب علم غیر حاضر ہوجاتا تو اوس کو آنے کے بعد یاد سے خود کھلاتیں ایک مرتبہ غلہ کی کمی ہوگئی تو اپنا زیور رہن رکھ کر غلہ منگوایا۔ مگر کسی طالب علم کو بھوکا نہ رکھا۔

ترا کہ میسر شود این مقام ٭ کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

(ب) مولانا برکات احمد صاحب نے فریضہ حج ادا کیا اور حج سے واپسی کے بعد ایک سرائے تعمیر کرائی جس میں مسافر اب تک بلا کرایہ ٹھہرتے ہیں۔ آپ کے ممتاز شاگردوں کے نام یہہ ہیں:۔ (۱) مولانا مناظر احسن گیلانی (۲) مولوی معین الدین اجمیری (۳) عبد الرحمن چشتی عرف شیخ مہتاب حیدر آبادی (۴) عبد القدیر بدایونی جو حیدرآباد میں عہدہ افتا پر فائز رہے۔

ف ۷۸۲ مولانا برکات احمد صاحب منطق و فلسفہ کے اچھے عالم اور اس علم کے درس و تدریس میں خاص

شہرت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدرآباد بھی تشریف لائے تھے۔ آپ کے شاگرد مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی جو اوس زمن عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اونکے مہمان رہے۔ گیلانی صاحب نے مولانا کو شاہ کمال اللہ عرف مچھلی والے شاہ صاحب سے ملاقات کرائی۔ تصوف و منطق کی گرما گرم بحثیں جاری ہوئیں۔ مولانا برکات احمد صاحب کو شاہ صاحب کے صوفیانہ نکات سے اس قدر جاذبیت ہوئی اور ایسے متاثر ہوئے کہ ایک مہینے تک روزانہ خدمت میں حاضر ہوکر بحث و مباحثہ کرتے رہے۔ بالآخر مچھلی والے شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

(ب) مولانا برکات احمد صاحب کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا۔ آپ ٹونک میں دفن ہیں۔ مجھے بھی حضرت کی مزار پر فاتحہ خوانی کا موقع ملا ہے۔

ف ۷۸۳ نواب ابراہیم علی خان نے ۱۲۹۷ھ میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ فن تجوید و قرات کا ٹونک میں وہ چرچا رہا کہ اس کا ایک پورا محلہ ٹال کٹورہ صرف قاریوں سے آباد تھا۔

ف ۷۸۴ قاری حافظ حمید اللہ خان اور قاری حافظ شریف احمد ابتدائی زمانے میں دربار کے قراء میں تھے۔ اونکے بعد مدرسہ فرقانیہ میں قاری مولا بخش نے کام شروع کیا جو لکھنو کے مدرسہ فرقانیہ کے سند یافتہ تھے۔

ف ۷۸۵ قاری مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث ندوۃ العلماء جو قاری عبدالرحمن مکی کے شاگرد تھے۔ جب ٹونک آئے تو قاری عبدالمالک قاری عشرہ کو بھی اپنے ساتھ لائے جو قاری عبدالرحمن مکی اور قاری ضیاء الدین احمد صاحب کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ قاری عبدالمالک نے مدرسہ فرقانیہ میں ایک عرصے تک کام کیا۔ تجوید و قرات کے کثیر التعداد اساتذہ پیدا کیے۔ اونکے ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) قاری حافظ حبیب اللہ قاری عشرہ (۲) قاری حافظ صبغۃ اللہ قاری سبعہ (۳) قاری امیر احمد صوفی وغیرہ

ف ۷۸۶ نواب ابراہیم علی خان کا انتقال ۱۳۴۹ھ میں ہوا۔ لہ

مت سہل انھیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ؛؛ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

قاری حافظ نواب سعادت علی خان

ف ۷۸۷ نواب سعادت علی خان کی ولادت ۱۲۹۶ھ کی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں تخت نشین ہوئے آپ جید حافظ و قاری تھے۔ دادا کی زیر تربیت بڑی محتاط زندگی بسر کی تھی۔ دو سال تراویح میں قرآن سنایا۔ زوار و حفاظ کی خدمت برابر انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے بعد نواب فاروق علی خان تخت نشین ہوئے مگر اون کا جلد انتقال ہوگیا۔ اب نواب اسمٰعیل خان یونین کے پنشن یافتہ ہیں۔ لہ

لہ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ٹونک از اصغر علی آبرو۔

ف ۷۸۸ اب بھی کئی دینی مدارس ٹونک میں جاری ہیں۔ مسجدیں آباد ہیں۔ حافظ و قاری بکثرت پائے جاتے ہیں۔ عوام کے مزاج و صفات بھی بہت صاف ہیں۔ جو دینداری کی فضا یہاں پائی جاتی ہے وہ بہت کم شہروں کو نصیب ہے! اسلامی تعلیمات جو انسانی کردار و مخلص خادمان قوم پیدا کرتی ہے وہ ٹونک کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ ع پھر بھی ہم سے پوچھتے ہو کیا کیا ؟

ریاست بھوپال اور قرارت

ف ۷۸۹ ریاست بھوپال کے بانی نواب دوست محمد خان[۵۱] تھے۔ ۱۱۲۱ھ تخت حکومت پر جلوہ گر ہوئے۔ اوس وقت سے لے کر ۱۲۳۵ھ تقریباً ایک سو سال سے زیادہ عرصے تک اسی خاندان کی حکومت رہی۔ ۱۲۳۵ھ سے بیگمات کی حکمرانی کا سلسلہ شروع ہوا جو تقریباً سو سال یعنے ۱۳۴۴ھ تک باقی رہا۔ ان بیگمات کو مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ دینی علوم کی اشاعت میں اون کا خاص حصہ تھا۔ انھوں نے مدارس قائم کئے۔ حفاظ و قراء کو بیش قرار تنخواہیں دیں

	سنہ ولادت	سنہ تخت نشینی	سنہ وفات
(۱) نواب دوست محمد خان		۱۱۲۱ھ	۱۱۵۱ھ
(۲) نواب یار محمد خان		۱۱۵۱ھ	۱۱۶۷ھ
(۳) نواب فیض بہادر خان		۱۱۶۷ھ	۱۱۹۱ھ
(۴) نواب حیات محمد خان		۱۱۹۲ھ	۱۲۲۳ھ
(۵) نواب غوث محمد خان		۱۲۲۳ھ	۱۲۳۱ھ
(۶) نواب نظر محمد خان		۱۲۳۲ھ	۱۲۳۵ھ
(۷) بیگم گوہر قدسیہ بیگم		۱۲۳۵ھ	۱۲۵۳ھ شوہر جہانگیر محمد خان
(۸) جہانگیر محمد خان		۱۲۵۳ھ	۱۲۶۳ھ
(۹) بیگم سکندر جہان	۱۲۳۳ھ	۱۲۶۳ھ	۱۲۸۵ھ
(۱۰) بیگم شاہ جہان	۱۲۵۴ھ	۱۲۸۵ھ	۱۳۱۹ھ۔ شوہر صدیق حسن خان
(۱۱) بیگم سلطان جہان	۱۲۷۴ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۴۴ھ۔ شوہر احمد علی خان سلطان دلہا
(۱۲) نواب حمید اللہ خان	۱۳۱۲ھ	۱۳۴۴ھ	۱۳۶۸ھ۔ سلطنت سے دست بردار ہوئے

[۵۲] آثار مالوہ از مرتضیٰ احمد خان وکیل (۳) تذکرۂ ٹونک از عبدالتواب خان (۴) سفرنامہ سعادت از نواب سعادت علی خان۔

شاہی خاندان کے افراد کو حفظ قرآن و قراءت کا شوق دلایا۔ جہاں اچھا خوش الحان قاری ملا اوس کو اپنی ریاست میں مامور کرلیا۔ اس طرح بھوپال میں بڑے اچھے قاری سبعہ وعشرہ جمع ہو گئے جن کا ذکر ناظرین کو ان صفحات میں ملے گا

(ب) نواب سلطان جہان بیگم خود خوش الحانی سے روزانہ تلاوت کرتی تھیں اور اون کے تینوں لڑکے نصراللہ خان۔ جنرل عبیداللہ خان اور حمید اللہ خان بھی قاری تھے۔ جنرل عبیداللہ خان تو حافظ بھی اچھے تھے اور قرآن سے اس قدر شغف تھا کہ مرض الموت میں بھی تلاوت جاری رہی۔ صدیق حسن خان جن سے شاہ جہان بیگم نے عقد کرلیا تھا بڑے اچھے قاری عالم اور مصنف تھے۔ علوم دینی کی ترویج میں اون کا خاص حصہ رہا ہے۔

ریاست رامپور اور قراءت

ف ۷۹۰ روہیل کھنڈ میں قیام ریاست کے بانی حافظ قاری رحمت خان سردار روہیل کھنڈ تھے۔ اون کے والد کا نام شاہ عالم[1] خان تھا

---

[1] شاہ عالم خان افغانستان کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ایک لڑکا متبنیٰ لے رکھا تھا۔ جس کا نام داؤد خان تھا۔ داؤد خان نے افغانستان سے ہندوستان آکر جب یہاں کی طوائف الملوکی دیکھی تو اوس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ چند روہیلوں کو ساتھ لے کر لوٹ مار شروع کردی اور طاقت پیدا کرلی۔ جب شاہ عالم خان کو معلوم ہوا تو انھوں نے داؤد خان کو روکنا چاہا۔ مگر جب وہ نہ مانا تو خود ہندوستان چلے آئے۔ داؤد خان نے پہلے تو شاہ عالم خان کو دولت دیکر سمجھانا چاہا۔ مگر جب انھوں نے نہ مانا تو رشوت دے دلاکر شاہ عالم خان کو مروا ڈالا۔ داؤد خان کے بھی اولاد نہ تھی اوس نے علی محمد خان کو متبنیٰ لے رکھا تھا۔ شاہ عالم خان کی شہادت کے وقت رحمت خان کی عمر چار سال کی تھی۔ آٹھ سال کے بعد داؤد خان کا بھی انتقال ہوگیا علی محمد خان اوسکی جگہ سردار ہوا۔ اوس کو معلوم تھا کہ رحمت خان اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں گا اس لئے اوس نے ایک خط رحمت خان کو لکھا کہ داؤد خان کا انتقال ہوگیا ہے اور میں اوس کا متبنیٰ ہوں۔ گو میں شاہ عالم خان کے قتل کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ تاہم اگر آپ متبنیٰ ہونے کی حیثیت سے مجھ سے بدلہ لینا چاہیں تو میرا سر حاضر ہے یا آپ چاہیں تو معاف فرمادیں رحمت خان نے جواب میں لکھ بھیجا متبنیٰ ہونے کی حیثیت سے بدلہ لینا نہ میں پہلے چاہتا تھا اور نہ اب چاہتا ہوں تاہم اگر آپ ضروری سمجھتے ہیں تو معافی کی تحریر روانہ کرتا ہوں اس طرح علی محمد خان اور رحمت خان میں صفائی ہوگئی۔ چند روز بعد رحمت خان ہندوستان آئے تو علی محمد خان نے اونکو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اون کی فراست اور سنجیدگی سے بیحد متاثر ہوا۔ اکثر مہمات میں اون کو ساتھ رکھتا۔ کیونکہ رحمت خان جری اور بہادر ہونے کے علاوہ معاملہ فہم اور مردم شناس تھے۔ علی محمد خان کو اون سے بڑی تقویت حاصل رہی۔ سنہ ۱۷۴۲ء مطابق سنہ ۱۱۵۵ھ میں (سلسلہ صفحہ نمبر ۲۳۰ پر ملاحظہ ہو)

رحمت خان کی ولادت ۱۱۲۱ھ مطابق ۱۷۰۸ء کی ہے۔ والد کی شہادت کے وقت عمر چار سال کی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد ہندوستان آ گئے رہے۔ علی محمد خان سے تعلقات بہت خوشگوار رہے۔ اکثر معرکوں میں رحمت خان کو فتح ہوتی رہی۔ اون کا رسوخ دہلی اور لکھنو دونوں جگہ ہو گیا تھا۔ مگر شجاع الدولہ کو اونکی بڑھتی ہوئی طاقت کھٹکنے لگی۔ انھوں نے انگریزوں سے سازش کر کے ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء میں جنگ کرا دی۔ رحمت خان کی شہادت توپ کا گولہ لگنے

(بقیہ سلسلہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۲۹) محمد شاہ کی فوج سے علی محمد خان کا مقابلہ ہوا۔ رحمت خان کی شجاعت و فراست سے شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ علی محمد خان نے خوش ہو کر اون کو حافظ الملک کا خطاب دیا۔ ۱۱۵۷ھ میں سرہند کے علاقہ میں کئی معرکے ہوئے مگر حافظ الملک کی دلیری کے باعث ہر وقت کامیابی اوسی فریق کو ہوتی رہی۔ اس طرح پورے روہیل کھنڈ پر علی محمد خان کا تسلط ہو گیا۔ نتیجتاً رحمت خان کو دہلی کے دربار شاہی میں رسوخ حاصل ہوا۔ اور اونکی مدد سے صفدر جنگ کو وزارت ملی۔

(ب) ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں علی محمد خان بیمار ہوا۔ جب اوس کو یقین ہو گیا کہ اوسکے بچنے کی کوئی توقع نہیں ہے تو اوس نے امراء کو بلا کر مشورہ کیا۔ اوس وقت علی محمد خان کے دو بڑے لڑکے گرفتار تھے۔ تیسرا لڑکا سعد اللہ خان کم عمر تھا۔ امراء نے یہہ مشورہ دیا کہ سعد اللہ خان کو نامزد کر دیا جائے۔ مگر علی محمد خان نے کہا کہ اس زمانۂ شورش میں طاقت مضبوط ہاتھوں میں ہونی چاہیئے۔ اگر میرے دونوں بڑے لڑکے گرفتار نہ ہوتے اور یہاں موجود ہوتے تو بھی میں اونکو اپنا جانشین نہ بناتا۔ میں رحمت خان کو اسکا مستحق سمجھتا ہوں۔ آپ سب میرے انتخاب کو قبول کر لیں۔ یہہ کہکر اپنی دستار رحمت خان کے سر پر رکھ دی رحمت خان نے علی محمد خان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ایک چیز آپ نے میرے حوالے کر دی اب میں جس کو چاہوں دے سکتا ہوں یہہ کہکر وہی دستار سعد اللہ خان کے سر پر رکھ دی۔ اور تا دم زیست اطاعت کا وعدہ کیا۔ علی محمد خان کے انتقال کے بعد وفا شعاری سے سعد اللہ خان کے دست راست بنے رہے۔ احمد شاہ درانی کی مدد کی۔ اور پانی پت کی لڑائی میں شرکت کی۔

(ج) ۱۱۶۳ھ میں ایک طوائف لکھنو سے بھاگ کر نواب احمد خان والی فرخ آباد کے پاس پناہ گزین ہوئی یہہ طوائف شجاع الدولہ کی منظور نظر تھی۔ شجاع الدولہ نے اوسکو بہ جبر لینا چاہا۔ نواب احمد خان نے واپس کرنے سے انکار کیا تو جنگ کی نوبت پہونچی۔ نواب احمد خان نے رحمت خان سے مدد چاہی۔ رحمت خان نے شجاع الدولہ کے پاس جا کر مصالحت کرا دی۔

کی وجہ سے ہوئی۔ بریلی میں دفن ہوئے۔ پہاڑ سنگھ نے مقبرہ بنا دیا۔

ف ۷۹۱ رحمت خان کی سیاسی زندگی سے قطع نظر اون کی علمی زندگی بیحد لائق ستائش تھی۔ یہ بڑے باخدا متقی اور پرہیزگار تھے۔ علم کی بڑی قدر کرتے تھے۔ علماء و فضلاء کو بڑی فراخ دلی سے نوازتے تھے۔ اونکے زمانے میں پانچ ہزار علماء درس و تدریس میں لگے ہوئے تھے۔ تمام مدرسوں میں کتابوں اور قیام و طعام کی سہولتیں مہیا تھیں۔ اسکے سوا فرداً فرداً ایک سو روپیئے سالانہ جیب خرچ کے لئے ہر عالم کو دیا جاتا تھا۔ جب کسی کی دستار بندی ہوتی تو ایک بڑا جلسہ کیا جاتا اور اوس طالب علم کے نام ایک عالم کی تنخواہ اوسی روز سے جاری ہو جاتی۔

ف ۷۹۲ رحمت خان نے تمام عمر تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کی۔ اونکو لہو و لعب سے نفرت تھی حقہ تک نہیں پیتے تھے اور نہ پان تمباکو سے رغبت تھی۔ غیر مشروع لباس کبھی نہ پہنا۔ شرعی داڑھی رکھتے تھے گالی گلوج سے نفرت تھی۔ شرع کی پوری پابندی کرتے ہر وقت باوضو رہتے۔ نماز باجماعت ادا کرتے۔ ایک منزل قرآن پڑھتے۔ پھر صبح میں اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے۔ اشراق کے بعد حاجت مندوں کی دادرسی کرتے۔ تین گھنٹے دن میں سوتے۔ علماء کی صحبت میں رہتے۔ رمضان میں روزوں کے ساتھ چند ختم کرتے۔ پہلا ختم اپنے فرزند حافظ محمد یار خان سے سنتے۔ خلوت میں نوافل میں خود ایک

(بقیہ سلسلہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۳۰)

(۵) ۱۱۶۳ھ میں زلزلہ واقع ہونے سے سعد اللہ خان دب کر مر گئے۔ اوس وقت اون کی عمر (۴۲) سال کی تھی۔ اوسکے بعد رحمت خان کا اثر دربار دہلی اور لکھنو دونوں جگہ اچھا ہو گیا۔ شجاع الدولہ نے جب انگریزوں سے لڑنا چاہا تو رحمت خان نے مشورہ دیا کہ اونکی طاقت کا مقابلہ کرنا دور اندیشی نہیں ہے صلح سے کام لینا چاہیئے۔ غرض شجاع الدولہ نے انگریزوں سے مصالحت کرلی۔ مگر اونکو رحمت خان کی بڑھتی ہوئی طاقت کھٹکنے لگی۔ اُنھوں نے انگریزوں کو چالیس لاکھ کا تمسک دیکر رحمت خان کے مقابلے کے لئے تیار کیا۔ ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء میں کڑہ میران پور کی لڑائی ہوئی۔ ایک توپ کا گولہ لگنے سے رحمت خان کی شہادت ہوئی۔

(حیات رحمت خان از الطاف علی)

منزل پڑھتے۔ عشرۂ آخر میں اعتکاف بیٹھتے۔ عید کی نماز سب کے ساتھ عیدگاہ میں ادا کرتے۔ سادات سے بڑی عقیدت تھی۔ حافظ جمال اللہ۔ شاہ ابوالفتح۔ شاہ کلیم اللہ۔ میاں عزت اللہ سے عقیدت تھی۔ ؎۱

قاری حافظ محمد یار خان ف ۷۹۳ والد کا نام حافظ قاری رحمت خان۔ سنہ ولادت ۱۱۶۴ھ ہے۔ قاری و حافظ تھے۔ نامی گرامی قراء سے تجوید و قرأت سیکھی تھی۔ بڑی خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ تراویح میں اپنے والد کے حکم سے قرآن شریف سنایا کرتے تھے۔ طریقہ نقشبندیہ میں میاں مہدی صاحب سے جو لعل صاحب کے فرزند و خلیفہ تھے بیعت کی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آخر عمر تک اسی طرح گذار دی۔ وفات تقریباً ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ اون کے نو فرزند تھے۔ ؎۲

؎۱ ملاحظہ ہو حیات رحمت خان از الطاف علی۔ انگریزوں نے حافظ رحمت خان کے خلاف سازش کی تھی۔ اوس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شجاع الدولہ سے رشوت لی تھی۔ دوسری وجہ یہہ تھی کہ فیض اللہ خان سے بھی رشوت لے کر اوس سے ۱۷۶۱ء میں معاہدہ کیا تھا کہ اوس کو حکمران بنائیں گے۔ اسی بنا پر انگریز مورخین نے رحمت خان کی خوبیوں کو گرا کر بتلانے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ یہہ بھی کہا کہ وہ حافظ بھی نہیں تھے بلکہ حافظ الملک کے خطاب کے باعث لوگ حافظ کہنے لگے۔ نواب فیض اللہ خان کے معاہدہ کی بنا پر اونکو ۱۷۷۴ء میں حکمرانی ملی۔ اس سلسلے میں حسب ذیل حکمران ہوئے۔

اسم نواب	تخت نشینی	وفات
(۱) نواب فیض اللہ خان	۱۷۷۴ء ۱۱۸۸ھ	۱۷۹۳ء ۱۲۰۸ھ
(۲) نواب محمد علی خان فرزند فیض اللہ خان	۱۷۹۳ء ۱۲۰۸ھ	—
(۳) نواب احمد علی خان فرزند غلام محمد خان	۱۷۹۴ء	۱۸۴۰ء
(۴) نواب محمد سعید خان "	۱۸۴۰ء	۱۸۵۵ء
(۵) نواب یوسف علی خان	۱۸۵۵ء	۱۸۶۵ء
(۶) نواب کلب علی خان	۱۸۶۵ء	۱۸۸۷ء
(۷) نواب مشتاق علی خان	۱۸۸۷ء	۱۸۸۷ء
(۸) نواب حامد علی خان خلف اکبر	۱۸۸۹ء	۱۹۳۰ء
(۹) نواب رضا علی خان	۱۹۳۰ء	۱۹۴۷ء دستبردار ہو گئے

؎۲ حیات رحمت خان از سید الطاف علی۔

ف ۷۹۴ صفحات بالا میں ان مختلف ریاستوں میں فن تجوید کے ترقی و ترویج کا ایک اجمالی نقشہ پیش کیا گیا جو محمد شاہ کی مرکزی حکومت کمزور ہونے سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ابھر آئی تھیں۔ اب مغل بادشاہوں کی زوال پذیر حکومت اور اونکے عہد کے انفرادی زندگیوں کا حال بیان کیا جائے گا۔ جنھوں نے تجوید و قراءت کے میدان میں کام کیا ہے۔

شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ

ف ۷۹۵ شاہ عالم بادشاہ خود قاری و حافظ تھا۔ دربار کے مشہور قاری و حافظ عبدالرحمن خان سے اوسکو قراءت و حفظ میں تلمذ حاصل تھا۔ جب غلام قادر روہیلے نے شاہ عالم سے دولت کا مطالبہ کیا اور عدم حصول کی صورت میں شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا دیں تو اوس وقت شاہ عالم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا کہ "میری اصلی دولت تو یہاں ہے جس کو کوئی نہیں لے سکتا"۔ اوس سے بادشاہ کا منشا یہہ تھا کہ قرآن اوسکی اصلی دولت ہے جو حافظ ہونے کی حیثیت سے اوسکے سینے میں محفوظ ہے۔

(ب) اس زمانے میں مفتی محمد عوض بدایونی نے قراءت کے موضوع پر ایک رسالہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا جو اس وقت نواب صدیق حسن خان کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(ج) مقصود الحافظین قلمی فارسی جو قصیدہ حرز الامانی و جہ التہانی کی شرح ہے (جسکو محمد صالح نے ۱۱۹۰ھ میں لکھا تھا) مظاہر العلوم کے کتب خانہ واقع سہارن پور میں موجود ہے میں نے اسکو دیکھا ہے۔

(د) "رقعۃ القاری" قاری سید قاسم علی امروز نے ۱۱۹۶ھ میں لکھی۔ اونکے استاد قاری محمد افاض الدین الجنی تھے۔

(ھ) حافظ قطب الدین ولد حافظ محمد عاقل نے ۱۱۹۹ھ میں حافظ صبغۃ اللہ کے لئے قصیدۂ رائیہ شاطبیہ لکھا جو رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔

(و) محمد بن محمود ابن حسن ابن سلیمان نے بزبان عربی ۱۲۰۰ھ میں روایات صحیح اربعہ زوائد عشرہ ت" مرتب کی جو مظاہر العلوم کے قلمی کتب خانے میں محفوظ ہے۔

(ز) بروڈے کی جامع مسجد میں قرآن شریف کا ایک بڑا نسخہ موجود ہے جس کو محمد غوث کاتب نے ۱۲۰۰ھ میں لکھا۔ اب تک اس سے بڑا قرآن کا نسخہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس کی لمبائی ۷۵ انچ چوڑائی انچ۔ تعداد صفحات ۱۲۰۰۔ ۱۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ بین السطور ترجمہ اور حواشی فارسی میں ہیں جدول زبرجد اور یاقوت کے بیل بوٹے اور متن طلائی ہے۔ کتابت میں سیاہی استعمال کی گئی ہے۔

حافظ غلام رسول خان

ف ۷۹۶ مغلیہ دربار میں ایک امیر کبیر محب الدولہ نواب غلام رسول خان

جاگیردار خان پور - اوکھلا - سن کھیڑہ - کینڈا تھے - ان کا سلسلہ نسب اس طرح تھا - غلام رسول خان ابن عیسوی خان - ابن موسیٰ خان ابن عیسیٰ خان ابن عیسیٰ خان ابن موسیٰ خان - یہہ آخری موسیٰ خان بلبن کے زمانے میں چنگیز خان کے حملوں سے پریشان ہوکر دہلی آئے تھے - اوس وقت سے اس خاندان میں امارت کا سلسلہ جاری رہا -

(ب) نواب غلام رسول خان اچھے حافظ وقاری تھے - دربار میں ابنی ایک خاص حیثیت کے مالک تھے - اونکے تین بیٹے تھے (۱) بڑے بیٹے قاری حافظ عبدالرحمن خان الملقب بہ صمصام الدولہ شہامت جنگ عالم وشاعر اور شاہ عالم کے استاد تھے (۲) دوسرے بیٹے الملقب بہ نواب دلیر الدولہ دلاور الملک فیروز جنگ قاری حافظ محمد علی خان تھے جن کی شادی خجستہ زمانی بیگم بنت عالمگیر ثانی سے ہوئی جو خود حافظہ وقاریہ تھیں (۳) تیسرے فرزند قاری حافظ محمد خلیل خان تھے - ان تینوں فرزندوں کی اولاد میں بہت سے قاری وحافظ ہونے کا ذکر متعاقب کیا جائے گا -

شاہ ولی اللہ قاری سبعہ **ف ۷۹۷** آپ شاہ عبدالرحیم کے فرزند اور شاہ وجیہہ الدین کے پوتے تھے سنہ ۱۱۱۴ھ میں بہ مقام دہلی پیدا ہوئے - لڑکپن میں اپنے والد سے تلمذ رہا تجوید وقرات آپ کے خاندان میں تین پشت سے آرہی تھی - آپ کے والد شاہ عبدالرحیم سید عبداللہ متوکی کے شاگرد تھے - جن کا ذکر قبل ازین فقرہ جات ۲۵۱ تا ۲۵۶ میں ہو چکا ہے - شاہ ولی اللہ صاحب کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۵۷ تا ۲۶۰ میں درج ہیں -

قاری شیخ علی حزین اصفہانی **ف ۷۹۸** مولد اصفہان - والد کا نام ابو طالب بن عبداللہ - ولادت ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۱۰۳ھ میں ہوئی - آٹھ سال کی عمر میں مولانا قاری ملک حسین اصفہانی سے تجوید وقرات کی تحصیل شروع کی - دو سال میں اس کی تکمیل کر لی - خود فرماتے ہیں کہ "حسن قرات من مرغوب اسماع شد" آپکے والد کا انتقال سنہ ۱۱۲۷ھ میں ہوا - آپ فارسی کے اچھے شاعر تھے چار دیوان چھوڑے - جن میں سے چوتھا دیوان تو مل سکتا ہے باقی نایاب ہیں - کم عمری میں والد کے سامنے جو غزل فی البدیہہ کہی تھی وہی بہت مقبول وبلند ہے - جس کا مطلع ہے

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو ٭ فریاد از تطاول مشکین کمند تو

ایران میں افغانی حملوں کی وجہ سے افراتفری پیدا ہوگئی تھی - اون کی جاگیر بھی جاتی رہی اور کتب خانہ بھی لٹ گیا - دل برداشتہ ہوکر مختلف مقامات کا سفر کیا - مدھجان - شیراز - شوستر کا سفر کرتے ہوئے حجاز پہونچے - حج کے بعد براہ بندر عباس ملتان آئے - جہاں کچھ روز قیام کیا - وہاں سے لاہور آئے

پھر دہلی آکر ایک سال قیام کیا۔ اوس کے بعد واپس ایران چلے گئے۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد سنہ ۱۱۵۱ھ میں دوبارہ آکر کچھ روز لاہور میں کچھ روز دہلی میں سنہ ۱۱۵۴ھ تک رہے۔ اپنی سوانح عمری میں نادر شاہ کے حملے کے تفصیلی واقعات درج کرتے ہیں۔

(ب) علی حزین نازک مزاج واقع ہوئے تھے بلکہ نازک مزاجی بد دماغی کی حد تک پہونچگئی تھی۔ سودا نے اپنی غزل کا یہہ مطلع جب انھیں سنایا ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ✤ تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں

تو آپ نے اس کی داد ان الفاظ میں دی تھی کہ " در پوچ گویان ہند بد نیستی "۔ اہل ہند کی ہجو میں آپ نے ایک نظم لکھی جس سے شعرائے دہلی ناراض ہو گئے۔ مخالفت اتنی بڑھی کہ دہلی میں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ دہلی چھوڑ کر بنگال کا قصد کیا۔ جاتے ہوئے پٹنہ میں ٹھہر گئے۔ پھر ارادہ بدل کر بنارس میں قیام کیا اور تا دم مرگ یہیں رہے۔ حسینان بنارس کی تعریف میں آپ کا ایک شعر بہت مشہور ہے ؎

اے پریرویان کاشی وقت اشنان شماست ✤ بندہ رخصت می شود ایزد نگہبان شماست

(ج) دہلی کے قیام کے زمانے میں بعض فارسی گو شاعر آپ سے اصلاح لینے بھی آتے تھے۔ آپ سوائے شاہ عالم کے جو خود اون کی قیام گاہ پر آتے تھے اور کسی کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ کسی صاحب یا ملازم سے گفتگو بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اشارے و کنایے سے کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جلتی شمع کا گل گر کر نہ صرف فرش و قالین کو جلا دیا بلکہ مکان بھی جلنے لگا۔ شیخ نے نہ کسی کو آواز دی اور نہ کسی کو جگایا۔ بلکہ خود ایک کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکل آئے۔ بعض متوسلین نے بعد میں تذکرۃً کہا کہ اس قدر نقصان ہو گیا آپ کو اطلاع کرنی چاہیئے تھی۔ شیخ نے جواب دیا کہ " ہم کلام ہونا عادت کے خلاف تھا اتنی سی بات کیلئے وضع کو ترک کرنا گوارا نہ کیا۔"

(د) ایک فارسی گو شاعر ایک شعر کہہ کر اصلاح کے لئے شیخ کے پاس لائے وہ شعر یہہ تھا ؎

سیاہ چوری بہ دست آن نگار نازنین دیدم ✤ بہ شاخ صندلین پیچیدہ مار عنبرین دیدم

شیخ نے کہا تشبیہ اچھی ہے خیال اچھا ہے۔ مگر بھرتی کے الفاظ زیادہ ہیں جس سے فصاحت متاثر ہوتی ہے اگر یہہ شعر یوں ہوتا تو بہتر تھا ؎

سیاہ چوری بدست آن نگارے ✤ بہ شاخ صندلین پیچیدہ مارے

(ھ) ۱۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ مقبرۂ فاطمان بنارس میں جو پہلے سے تیار رکھا تھا دفن ہوئے۔ سلہ

سلہ (۱) واقعات بسر گذشت " کے نام سے خود نوشتہ سوانح عمری مطبوعہ بنارس (۲) ماثر الکرام از غلام علی آزاد (۳) تذکرۂ مشائخ بنارس از عبد السلام۔

قاری شاہ ابوالحسن قربی ویلوری | **ف ۷۹۹** تفصیلی حالات فقرہ نمبر (۷۶۴) میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

قاری حافظ رحمت اللہ خان سردار روہیل کھنڈ | **ف ۸۰۰** تفصیلی حالات فقرہ نمبر (۷۹۰ تا ۷۹۲) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری سبعہ میرزا مظہر جانجاناں مجددی دہلوی | **ف ۸۰۱** آپ کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے محمد ابن حنیفہ سے جو حضرت علی کے فرزند تھے ملتا ہے

والد کا نام مرزا جان تھا۔ والد عالمگیر کے دربار کے منصب دار تھے ان بیجاپور کے شریف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ بعض رشتے شاہی خاندان سے ملتے ہیں اس لحاظ سے یہہ تیموری خاندان کے نواسے تھے۔ ۱۱۱۱ھ میں جبکہ مرزا جان صاحب دہلی واپس جارہے تھے مرزا مظہر مالوے کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ شمس الدین نام رکھا۔ عالمگیر نے اون کو جان جاناں کہکر پکارا۔ مظہر تخلص کرتے تھے۔ فارسی کی تکمیل اپنے والد سے کی کلام اللہ قاری حافظ عبدالرسول دہلوی سے پڑھا۔ جو شیخ القراء عبدالخالق منوفی کے تلمیذ تھے۔ تجوید قرات سبعہ کی سند بھی انھیں سے حاصل کی۔ علم حدیث و تفسیر میں حاجی محمد افضل سیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی سے استفادہ کیا۔ سولہ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہوا ۳۰ سال کی عمر تک مدرسوں اور خانقاہوں میں گذارا۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت نور محمد بدایونی کے مرید ہوئے۔ تصوف میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے خود فرماتے ہیں کہ "این بندہ علوم متعارف در عہد پدر خواندہ بود۔ قرآن را از حافظ عبدالرسول دہلوی تلمیذ شیخ القراء عبدالخالق منوفی سند کرد۔ کتب حدیث در خدمت حاجی محمد افضل سیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبداللہ ابن سالم مکی گذرانیدہ۔ و ذکر طریقہ نقشبندیہ با خرقہ و اجازت مطلقہ از سید السادات سید نور محمد بدایونی گرفت۔" آپ بڑے اچھے خطاط تھے۔ جلی قلم سے لیکر خفی تک روزانہ مشق فرماتے رہتے۔ اگر کسی وجہ سے دو چار روز مشق چھوٹ جاتی تو پھر جب لکھنا شروع فرماتے تو کہتے کہ میرا خط خراب ہوگیا۔

(ب) طبیعت میں نفاست و لطافت و حسن پسندی بے انتہا تھی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہے ہیں [۱]۔ محمد حسین آزاد کہتے ہیں کہ صحت زبان۔ انداز سخن اور طرز کی ایجاد میں سودا اور میر کے ہم رتبہ تھے۔

---

[۱] تبرکاً و نمونتاً چند اشعار درج ذیل ہیں :۔

(۱) بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ❖ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

(۲) آفتاب از صبح تا صبح دگر قربان اوست ❖ روز و شب گردون کہ می گردد بلا گردان اوست

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۳۷ پر ملاحظہ فرمایئے)

(ج) آپکے خلفاء و مریدین بہت تھے۔ اجل خلفاء میں شاہ غلام علی و قاضی ثناء اللہ پانی پتی نیز اونکے فرزند احمد اللہ تھے۔ ۵؎

(۵) آپ شہادت کے بہت متمنی تھے۔ فرماتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نوازا۔ میری ہر آرزو پوری ہوئی۔ سوائے ایک آرزوئے شہادت کے۔ مگر افسوس ہے کہ میری عمر ایسی نہ رہی کہ میں کسی جہاد میں شریک ہو سکوں۔" مگر اللہ تعالیٰ نے اون کی یہہ مراد بھی ۹ محرم ۱۱۹۱ھ کو پوری کی۔ حضرت شاہ غلام علی نے آپ کی شہادت کے واقعات اس طرح بیان کئے ہیں :-

انتقال سے کچھ عرصہ قبل حضرت کو شوق رفیق اعلیٰ غالب ہو گیا تھا اور اس جہاں سے ملال خاطر بڑھ گیا تھا وظائف و عبادات میں زیادتی کر دی تھی۔ ان دنوں ارباب طریقہ میں داخل ہونے والوں کی بھی کثرت ہو گئی تھی۔ جب ملا نسیم اپنے وطن جانے کے لئے رخصت ہونے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ اب ہماری آپ کی ملاقات پھر ہوتی نظر نہیں آتی۔ یہہ کلمات بتلاتے تھے کہ انتقال کا زمانہ قریب ہے۔ لوگوں پر بیحد اثر ہوا اور رونے لگے ملا عبدالرزاق کو لکھا کہ عمر ۸۰ سے متجاوز ہو گئی ہے وقت قریب آ گیا ہے دعائے خیر سے یاد رکھیئے۔ دوسرے عزیزوں کو بھی ایسے ہی کلمات لکھے جس سے ناگزیر امر کی طرف اشارہ تھا۔ ایک روز اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اون پر تھیں اونکو گنوانے لگے فرمایا "منعم حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے کوئی ایسی تمنا نہ رکھی جو مجھ کو نہ مل گئی ہو۔ حقیقی اسلام سے مشرف کیا۔ علم سے بڑا حصہ عنایت فرمایا۔ نیک عمل پر استقامت مرحمت فرمائی۔ طریقہ کے لوازمات جو ہوتے ہیں از قسم کشف و نصرت و کرامت وہ سب عنایت کیا۔ صلحا کو کسب فیوض کے لئے اس بندے کے پاس بھیجا۔ اونکو بڑے بڑے

(بقیہ سلسلہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۳۶ سے)

(۳) زخم دل مظہر مبادا بہ شود آگاہ باش ÷ کاین جراحت یادگار ناوک مژگان اوست

(۴) بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ÷ کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

(۵) چلے اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کاروان اپنا ÷ نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشان اپنا

(۶) یہہ حسرت رہ گئی کس کس طرح سے زندگی کرتے ÷ اگر ہوتا چمن اپنا۔ گل اپنا۔ باغبان اپنا

(۷) الم سے یاں تلک روئیں کہ آخر ہو گئیں رسوا ÷ ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خاندان اپنا

(۸) لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر ÷ فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

(۹) اگر یہہ سرد مہری تجھ کو آسائش نہ سکھلاتی ÷ تو کیونکر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی

۵؎ حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو معارف اکتوبر ۱۹۴۲ء مضمون مرزا مظہر جان جاناں از عبدالرزاق قریشی و نیز آب حیات از محمد حسین آزاد و مکتوبات میرزا مظہر

مقامات مرحمت فرمائے تاکہ وہ ہدایت پر مامور رہیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے الگ رکھا اور میرے قلب میں غیر اللہ کی جگہ نہ چھوڑی۔ کوئی آرزو باقی نہ رہی مگر ایک شہادت ظاہری کی جس سے قرب الٰہی کے مراتب عالیہ ملتے ہیں۔ اس فقیر کے اکثر بزرگوں نے جام شہادت پیا ہے مگر یہہ فقیر تو ناتوان ہے اور کمزوری اتنی ہوگئی ہے کہ جہاد کی قوت باقی نہ رہی۔ اس مرتبہ کا حصول تو بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا تعجب ہے اس پر جو مرنے کو اچھا نہیں سمجھتا جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا سبب ہے اور رسالت پناہ کی زیارت کا موجب ہے موت سے تو اولیا سے ملاقات بھی ہوتی ہے۔ اور عزیزوں سے ملاقات سے بھی دل مسرور ہوتا ہے۔ اس فقیر کو دین کے بڑی بڑی ارواحوں سے ملنے کی بڑی تمنا ہے۔ سخت آرزو ہے کہ دیدار مصطفےٰ و خلیل خدا سے مشرف ہوں۔ اور زیارت امیر المومنین صدیق اکبر و امام حسن مجتبیٰ و سید الطائفہ جنید اور حضرت خواجہ نقشبند و حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشرف ہوں۔ فقیر کے دل میں ان سے خصوصی محبت ہے۔"
اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اس آخری تمنا کو بھی معرض ظہور میں لے آیا اور شہادت ظاہری کے درجہ پر فائز گردانا۔ تاکہ شہادت باطنی جو صوفیہ کی اصطلاح میں فنا فی اللہ سے مراد ہے اوسکے ساتھ اکٹھی ہو جائے تاکہ مراتب عالیہ پر بلند ہو سکیں۔

(۵) چہار شنبہ کی رات کو جبکہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ تھی۔ رات کا ایک پہر گذر چکا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے حضرت سے عرض کیا کہ کچھ لوگ حضرت سے ملاقات کو آئے ہیں فرمایا آنے دو تین آدمی اندر داخل ہوئے اون میں سے ایک تو آمدہ ایرانی تھا۔ حضرت اپنی خوابگاہ سے نکل کر اونکے برابر کھڑے ہوگئے۔ مغل نے پوچھا کیا تم ہی میرزا مظہر جان جاناں ہو۔ فرمایا ہاں۔ دوسرے دو آدمیوں نے کہا ہاں میرزا مظہر جان جاناں یہی ہیں۔ پھر اوس بدبخت نے حضرت پر تفنچہ چلایا۔ گولی بائیں جانب دل کے قریب لگی۔ حضرت بڑھاپے اور ناتوانی سے کمزور تو تھے ہی زمین پر گر پڑے۔ لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ جراح بلایا گیا جس نے مرہم پٹی کی۔ دوسرے روز صبح نواب نجف خان نے انگریز سرجن کو بھیجا اور یہہ بھی کہلوایا کہ جن لوگوں نے یہہ گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے اونکے نام معلوم ہوئے۔ تحقیق ہوتے ہی اونکو قصاص کی سزا دی جائیگی۔ فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کو شفا دینا مقصود ہے تو زخم اچھا ہو جائے گا دوسرے جراح کی ضرورت نہیں ہے اور جس شخص نے اس کا ارتکاب کیا ہے اگر اوس کا پتہ بھی لگ جائے تو میں نے اوس کو اپنا خون بخشا۔ آپ بھی معاف فرما دیں۔" اوسکے بعد تین روز زندہ رہے۔ ہر روز ضعف بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ تیسرا روز جمعہ کا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد جب میں حاضر ہوا تو فرمایا گیارہ نمازیں میری قضا ہوئیں۔ تمام بدن خون آلودہ ہے۔ سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے

نہی مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیمار کو سر اٹھانے کی طاقت نہو تو نماز موقوف رکھنا چاہیئے۔ اور ابرو کے اشارے سے
ز نہیں۔ تم کو اس مسئلہ کے متعلق کیا معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ دوپہر کے بعد دونوں
ہاتھ اٹھاکر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے۔ جیسا کہ خواجہ نقشبند نے اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔ عصر کے وقت
ندی حاضر تھا۔ پوچھا دن کتنا باقی ہے۔ میں نے عرض کیا چار گھڑی۔ فرمایا ابھی مغرب دور ہے۔ مغرب کے وقت
شب شنبہ کہ دسویں محرم تھی دو تین بار سانس تیز لی اور چل بسے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۹) مردان خدا کی موت ایسی ہوتی ہے۔ زندگی بھی پاک صاف ستھری۔ موت بھی خوف و ہراس سے
ری۔ تمام عمر خدمت خلق کرتے رہے۔ نفع زیادہ پہنچایا۔ فائدہ کم اٹھایا۔ لقائے الٰہی کے ذوق نے مرگ کی
تلخیوں کو بھلا دیا تھا۔ بزرگان سلف سے ملنے کی آرزو نے دنیوی صحبتوں کو بے کیف کر دیا تھا۔ بردں کو بھی
ا سمجھا۔ اون سے بدلہ نہ لیا اور معاف کر دیا ؎

مسکراتے ہیں پھول کانٹوں میں ؛ ہائے کیا شان دلربائی ہے۔

اری محی الدین شاہ عبداللطیف قادری ذوقی | ف ۸۰۲ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۶۴ ، (ج) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

اری امین الدین بن سیف الدین ویلوری | ف ۸۰۳ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۶۱ ، میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

اری شیخ احمد مجددی | ف ۸۰۴ آپ قاری قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے فرزند قاری و عالم تھے حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے۔ والد کے حین حیات انتقال کر گئے
یخ وفات ۱۱۹۵ھ ہے۔ پانی پت میں دفن ہیں۔

اری شیخ رکن الدین احمد ثانی گجراتی | ف ۸۰۵ مولد احمد آباد۔ ولادت ۱۱۴۱ھ۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ تجوید و قرات سے واقف تھے
رس و تدریس میں ساری عمر صرف کر دی۔ ۱۱۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔

اری قاضی محمد بن ابو محمد انصاری تلمسانی المغربی ثم مدراسی | ف ۸۰۶ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۶۲ ، میں درج ہیں
اں ملاحظہ ہوں۔

اری سید عبدالرزاق حسینی زبیدی قادری | ف ۸۰۷ والد کا نام سید مرتضیٰ حسینی وطن بلگرام۔ ولادت ۱۱۴۵ھ۔ حنفی المذہب۔ محدث۔ قاری۔ فقیہہ۔

صاحب نثات۔۔ ادیب۔ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ۔ زیارت و تحصیل علم کی غرض سے اوائل عمر ہی میں ہندستان سے نکلے۔ علمائے زبید۔ مصر و حجاز سے علوم حاصل کئے۔ شیخ احمد علوی۔ عبدالخالق زبیدی۔ ابوالعباس احمد بن علی دمشقی۔ جمال محمد بن احمد حنبلی یہہ سب آپ کے اساتذہ تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ پھر زبید ہی میں قیام کیا۔ مرض طاعون سے ۱۲۰۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد (۶۶) ہے۔ سلہ

قاری حافظ نور محمد بجیل مہاروی

ف ۸۰۸ آپ بجیل مہار علاقہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ پہلے قرآن حفظ کیا۔ دہلی آکر تجوید و قرارت و دیگر علوم حاصل کئے۔ سنہ ۱۱۵۰ھ میں مولانا فخر کے مرید ہوئے۔ ریاست بھاولپور میں کام کیا۔ سنہ ۱۲۰۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے ممتاز شاگرد قاضی مولانا محمد عاقل تھے سلہ

قاری عبدالمجید دہلوی

ف ۸۰۹ وطن دہلی سنہ ولادت تقریباً ۱۱۴۰ھ تجوید کی بڑی خدمت لی وفات تقریباً ۱۲۱۰ھ میں ہوئی۔ شاگرد قاری کرم اللہ تھے۔

قاری حافظ معزالدین لاہوری

ف ۸۱۰ قاری حافظ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری سے جو بابرکت سلسلہ لاہور میں جاری تھا اوس کی ایک کڑی قاری حافظ معزالدین لاہوری تھے۔ قاری حافظ محمود کے انتقال کے بعد آپ نے اس مدرسے کی ۴۲ سال تک خدمت کی۔ بہت سے قاری و حافظ بنائے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

مقری قاضی ثناء اللہ پانی پتی

ف ۸۱۱ وطن پانی پت۔ بچپن سے علوم سے دلچسپی تھی۔ زبردست عالم و فقیہہ و مفتی گذرے ہیں۔ ایک عرصہ تک قضاوت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے ارشد تلامذہ میں سے تھے حضرت کی طرف انتساب کرکے تفسیر مظہری بڑی مقبول تفسیر لکھی جو طبع ہو چکی ہے۔ اس تفسیر میں فقہ اور تصوف کے مسائل بڑی خوبی سے حل کئے گئے ہیں۔ حال ہی میں اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے سنہ ۱۲۱۶ھ میں وفات ہوئی۔ پانی پت میں کبیرالاولیاء کے مزار سے قریب ایک احاطے میں دفن ہے۔ مجھے بھی مزار پر فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔

سلہ تذکرۂ علمائے ہند۔ از رحمٰن علی

سلہ تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی

(ب) آپ نے اپنی تصنیف ارشاد الطالبین میں قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنے پر زور دیا ہے مگر گلے بازی کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "قرآن بہ تصحیح و تجوید و حسن صوت بے تغنی بخوانند۔"

مقری معین الدین کوکنی

ف ۸۱۲ وطن بمبئی۔ آپ کا خاندان بمبئی میں ممتاز تھا۔ لڑکپن ہی میں علوم حاصل کئے۔ تجوید و قرات قاری دلدار علی شاہ سے سیکھی جو قاری میر عبداللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ اس طرح یہہ بابرکت خاندان بمبئی میں مقیم رہا۔ یوسف شاعر آپ کے قرابت میں تھے جن کا پروفیسر نجیف اشرف ندوی نے اپنے مقالے میں ذکر کیا۔ کوکنی صاحب کی وفات سنہ ۱۲۱۵ھ کے بعد ہوئی۔

قاری مفتی امیر حیدر بلگرامی

ف ۸۱۳ مولد بلگرام۔ والد کا نام نور الحسنین۔ ولادت سنہ ۱۱۶۵ھ۔ محمد بن عبد الجلیل بلگرامی سے علوم سیکھے۔ پھر اورنگ آباد آکر مقری نور الہدیٰ سے تجوید و قرات و دیگر علوم سیکھے۔ پھر کلکتہ میں قیام کیا۔ وہاں سے بلگرام آئے۔ پھر مرشد آباد میں امامت اختیار کرلی۔ وفات سنہ ۱۲۱۷ھ میں ہوئی۔

قاری مفتی محمد عوض

ف ۸۱۴ وطن بدایون۔ لڑکپن میں علوم کی تکمیل کی۔ حدیث و فقہ میں کمال حاصل کیا۔ علم قرآن و تجوید و ضبط قرات سبعہ کے ماہر کامل تھے۔ قرات میں چند رسائل سنہ ۱۱۸۸ھ میں لکھے جس کے قلمی نسخے مولوی صدیق حسن خان کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ بدایون سے آپ بانس بریلی جاکر وہیں مقیم ہوگئے۔ مفتی اسلام ہوئے۔ آپ کے تقدس اور علمی مہارت کی بڑی شہرت تھی۔ آصف الدولہ ایک بار بریلی آئے تو آپ سے ملاقات کی۔ اضافہ ٹیکس پر عوام حکومت کے خلاف ہوگئے مگر حضرت اوسکے موافق تھے اس لئے عوام حضرت سے بھی بدظن ہوگئے۔ آپ بریلی سے رامپور اور وہاں سے ٹونک گئے۔ وہیں سنہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال کیا۔ مفتی صاحب کی بیٹی سے دو فرزند ہوئے دوسرے فرزند نواب صدیق حسن خان تھے (مآثر صدیقی از سید محمد علی حسن جلد اوّل)

قاری حافظ عبد الرحیم

ف ۸۱۵ شاہ عالم کے عہد حکومت میں لال قلعہ کے شاہی حفاظ میں سے تھے۔ متقی و پرہیزگار تھے۔ تجوید سے بخوبی واقف تھے۔ اونکے فرزند قاری حافظ احمد یار شاہ اکبر ثانی کے عہد حکومت میں ممتاز قاری و حافظ شمار ہوتے تھے۔ شاہی حفاظ میں شریک ہوئے۔ شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ انشاء کے خاص احباب میں شمار تھا۔ بڑے شگفتہ مزاج خوش طبع اور سخن فہم تھے۔ کم زیادہ ہونے کے باوجود ذوق سے دوستوں کی طرح ملتے تھے۔

مقری حافظ مصلح الدین عباسی پانی پتی

ف ۸۱۶ وطن پانی پت۔ بارھویں صدی میں آپ

کی شخصیت ایک مرکزی حیثیت رکھتی تھی۔ لڑکپن ہی میں تقریباً جملہ علوم نیز تجوید و قراءت حاصل کئے۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہاں اساتذہ وقت سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ حجازی لحن کو ہندوستان میں رائج کیا۔ واپسی کے بعد ایک عرصہ تک تجوید و قراءت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے فرزند قاری حافظ عبیدہ اللہ عرف قاری لالا تو اپنے وقت کے سرتاج مجودین تھے اور آپ کے شاگرد قاری حافظ قادر بخش نے اس فن کی بڑی خدمت انجام دی۔

نظام علی خان۔ آصف جاہ ثانی
۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۷ھ

ف ۸۱۷ شاہ عالم بادشاہ کے ہم عصر دکن میں نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی تھے۔ اس لئے دکن کے قراء کے تذکرہ کو ہم نے آصف جاہ ثانی کے تحت جمع کر دیا ہے۔ یہ زمانہ پرآشوب تھا۔ نظام علی خان کو جنگ و جدال سے زیادہ سابقہ رہا۔ کیونکہ اونکے عہد میں مرہٹوں۔ انگریزوں۔ فرانسیسیوں پنڈھاری اور ٹھگ سب ہی کا زور تھا۔ تاہم علماء و قراء اپنا کام انجام دیتے رہے۔

قاری حافظ شاہ غلام حسین اورنگ آبادی

ف ۸۱۸ والد کا نام سید اسحاق۔ وطن جنیر۔ حفظ و تجوید و قراءت و علوم درسیہ سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ شاہ علی رضا گجراتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اچھے قاری و حافظ تھے۔ ناصر جنگ شہید آپ کے مرید و معتقد تھے آپ نے تجوید و قراءت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ خاندان عنایت اللہی کے اکثر بزرگ خصوصاً قاری قمر الدین وغیرہ آپ سے ملتے رہتے تھے۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات ہوئی۔ جیلی پورہ اورنگ آباد میں دفن ہیں۔ بڑا گنبد اور خانقاہ اور مسجد اطراف میں ہے۔ مصنف نور العنایت لکھتے ہیں کہ آپ کے والد کا نام سید شاہ شہاب الدین قادری تھا۔ والد کی زندگی تک جنیر میں رہے۔ اونکی وفات کے بعد اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرلی۔ رمضان میں ہر شب ایک قرآن ختم کیا کرتے۔ سن بلوغ سے کبھی نماز با جماعت فوت نہیں ہوئی۔ عوض خان حاکم اورنگ آباد آپ کا مرید تھا۔ سید منیب اللہ سے آپ کو بیحد محبت تھی۔ آپ کے ہم عصر دوسرے بزرگ شاہ محمود صاحب پنچکی والے۔ شاہ محمد فخر الدین ترمذی سجادہ نشین شاہ نور حموی اور غلام علی آزاد بلگرامی تھے۔"[1]

قاری نظام الدین احمد ثانی فرزند امام المدرسین

ف ۸۱۹ والد کا نام امام المدرسین مولانا محمد حسین حافظ و مقری۔ صدر مدرسہ بیدر۔ مولد بیدر۔ ۱۱۰۳ھ سنہ ولادت ہے۔ اپنے والد سے گو تحصیل علم کا موقعہ نہ ملا۔ مگر خاندانی روایات کو باقی رکھا۔ فن تجوید و قراءت

---

[1] تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی

حاصل کیے میں اچھی دستگاہ پیدا کی۔ اچھے خطاط تھے۔ والد نے جو رسالہ رسم الخط قرآن فارسی میں لکھا تھا اوس کی نقل
یا۔ وہاں اصل نسخہ کتب خانہ سعیدیہ واقع حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ آپ کی اولاد میں بھی تجوید و قراءت کا شوق جاری
عرصہ تک۔ آپ کے فرزند ناصر الدین بھی اچھے قاری تھے۔ قاری نظام احمد ثانی (یا صغیر) کا انتقال ۱۱۸۹ھ میں ہوا

تو اپنے و

ی الدین ابو البقا ابن سید مجد الدین عرف خواجہ معصوم | **ف ۸۲۰** مولد۔ بالاپور۔ والد کا نام سید مجد الدین عرف سید شاہ محمد معصوم

انجام دی

س نواب نظام۔ فرزند اکبر سنہ ولادت ۱۱۵۰ھ حصول علوم میں اپنے والد اور چچا سے استفادہ کیا۔ تجوید و قراءت سے
ے تذکرہ کو ننقل تھے۔ قاری قمر الدین کی لڑکی سیدۃ النساء سے عقد ہوا۔ درس و تدریس و اصلاح کے کام میں لگے رہے
زمانہ پر آشوب ربیع الاول ۱۱۹۲ھ کو ہوئی جبکہ والد زندہ تھے۔ بالاپور میں مزار ہے۔

یروں۔ فرانس

فظ قمر الدین بن منیب اللہ | **ف ۸۲۱** آپ قاری حافظ عنایت اللہ کے پوتے اور قاری منیب اللہ کے فرزند دوم تھے۔ بہ مقام ایلچپور پیدا ہوئے۔ ولادت ۱۱۲۳ھ میں

ں جنیبر۔ حفظ کے تفصیلی حالات فقرہ (۲۳۶) جلد اول میں درج ہیں۔

ں و تدریس میں

سید شرف الدین ابو الوفا ابن سید مجد الدین عرف خواجہ معصوم | **ف ۸۲۲** مولد بالاپور۔ سید شاہ مجد الدین عرف سید معصوم

کے مرید و

و ضا قاری قمر فرزند دوم۔ ولادت ۱۱۵۴ھ میں ہوئی۔ ابتدائی کتب درسیہ والد ماجد سے پھر دیگر علمائے خاندان
ں۔ بڑا گنبداو۔ حافظ و قاری ہوئے۔ خوش الحان تھے قرآن مجید بہت کیفیت سے پڑھتے۔ تھے بالاپور سے اورنگ آباد
الدین قادر ابن عم زاد حاجی سید نور الھدیٰ و نور العلیٰ سے دیگر علوم حاصل کر کے سید قمر الدین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ متقی
ں۔ رمضان ۲۰م الطبیع سلیم الوضع تھے۔ درس و تدریس میں عمر صرف کی۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۹۴ھ کو بہ عمر ۴۰ سال
حاکم اورنگ اوس وقت والد زندہ تھے۔ بالاپور میں دفن ہیں سلے

ے بزرگ شاہ

ی الدین عرف خواجہ معصوم بالاپوری | **ف ۸۲۳** مولد بالاپور۔ والد کا نام سید شاہ محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ بالاپوری۔ سنہ ولادت ۱۱۱۶ھ

رامی تھے"

ن مولانا محمد حسن اللہ نے کان میں اذان کہی۔ مولانا ظہیر الدین برادر بزرگ سے کتب درسیہ پڑھیں۔ تجوید و قراءت
لد بیدر ۳ اپنے بڑے بھائی اور چچاؤں سے کی۔ مولانا ظہیر الدین ہی کے مرید و خلیفہ ہوئے ۱۰۶۹ھ میں حج
رکھا۔ فن تجوید شرف ہوئے۔ بیمار والدہ ساتھ تھیں اونکو پشت پر سوار کر کے ارکان حج ادا کیے۔ تاز کرتے تھے کہ

ٍیت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المستندیٰ ابن حافظ سید نور المستندیٰ

ہر حاجی صرف ایک حج ادا کرتا ہے اور میں دو حج ادا کرتا ہوں ایک کعبہ کو سر پر اٹھا کر دوسرے کعبے کا طواف کرتا ہوں۔" حج سے واپسی پر بالا پور میں قیام کیا۔ درس و تدریس مشغلہ تھا۔ چند روز کیلئے بالا پور سے چچازاد بھائی قاری قمرالدین کی ملاقات کے لئے اورنگ آباد آئے۔ پھر واپس بالا پور چلے گئے۔ بالا پور میں لقوے کا مرض لاحق ہوا تو پھر اورنگ آباد جا کر علاج کرایا۔ صحت یاب ہوئے۔ ۲۶ رجب ۱۱۹۰ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بالا پور میں سید امام الدین کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ ؎۱

ف ۸۲۴ **شیخ القراء مولانا نورالھدیٰ اورنگ آبادی** تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۳۸ و ۲۳۹ میں درج ہیں۔

ف ۸۲۵ **قاری شاہ غلام احمد کمبل پوش حیدرآبادی** والد کا نام شاہ غلام الحق۔ عالم و فاضل و قاری تھے حافظ بہت قوی تھا۔ فصوص الحکم ازبر تھی۔ جید حافظ تھے۔ تہجد میں قرآن شریف کثرت سے پڑھتے۔ تراویح میں قرآن شریف بہت زیادہ سنایا کرتے اور دنوں میں امامت نہ کرتے۔ ایک مرتبہ شاہ موسیٰ قادری نے وجہ پوچھی تو کہا عشاء میں وجہ بتاؤں گا۔ عشاء کی نماز میں امامت کے لئے خود بڑھ گئے۔ ایک رکعت میں پندرہ پارے پڑھے۔ سارے مقتدی بے چین ہو گئے۔ نماز کے بعد کہا "بس اسی لئے میں نماز نہیں پڑھاتا۔" سید شاہ محمد قادری نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۲۰۴ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ حیدرآباد کی شرقی جانب دفن ہوئے۔ ؎۲

ف ۸۲۶ **قاری حافظ سید غلام سرور خطیب** قاری حافظ غلام سرور ابن سید محمد مراد ابن سید عبدالرسول گجراتی الاصل بہت ذہین تھے۔ ۸ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کرلی اپنے والد سید محمد مراد کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔ یہاں کتب درسیہ خطیب حافظ محمد طاہر سے پڑھتے رہے جو ایک اچھے قاری بھی تھے۔ خطیب صاحب ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو یہ اونکی عیادت کو گئے۔ گفتگو میں خطیب صاحب نے اونکی ذہانت کا اندازہ لگایا اور اوسکے بعد توجہ زیادہ مبذول کردی۔ تجوید و قراءت کے متداول نصاب کی تکمیل کی۔ انتیس سال کی عمر میں اپنی لڑکی سے عقد کردیا۔ محمد طاہر کے انتقال کے بعد آپ مکہ مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور وہیں درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ۱۲۰۷ھ میں وفات ہوئی۔ روضہ شاہ ابوالحسن میں دفن ہوئے۔ ؎۳

؎۱ نورالعنایت المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نورالمقتدیٰ ابن حافظ سید نورالمہتدیٰ۔

؎۲۔ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

ف ۸۲۷ — قاری سید زین العابدین عرف کلیم اللہ بالاپوری

مولد بالاپور۔ والد کا نام قاری سید مجد الدین المعروف بہ خواجہ معصوم جن کے یہہ فرزند چہارم تھے ولادت سنہ ۱۱۶۱ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ تجوید و قرات اپنے والد اور چچا سے سیکھی۔ سنہ ۱۱۸۱ھ میں بمقام اورنگ آباد قاری مولانا قمر الدین کی دختر دوم حور النساء بیگم سے عقد ہوا۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ۲۶ر شوال سنہ ۱۲۲۲ھ کو وفات ہوئی۔ ظہیر الدین کے حصار میں دفن ہوئے [۱]

ف ۸۲۸ — قاری سید نور العلیٰ اورنگ آبادی

والد کا نام قاری قمر الدین جن کے یہہ فرزند دوم تھے۔ قاری نور الہدیٰ کے چھوٹے بھائی۔ مولد اورنگ آباد۔ ولادت سنہ ۱۱۶۰ھ۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ نور الہدیٰ سے حاصل کی۔ تجوید و قرات بھی ان ہی سے سیکھی۔ مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۳ر ربیع الاول سنہ ۱۲۲۳ھ کو حیدر آباد میں اونکی وفات ہوئی۔ عیدگاہ قدیم کے قریب دفن ہیں۔ مزار پر گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ تین لڑکے چھوڑے یہہ تینوں قاری تھے۔ (۱) سید نور الانبیاء (۲) سید نور الاولیاء (۳) سید نور الاصفیا۔ ایک لڑکی پوتی بیگم نام کی تھیں۔

ف ۸۲۹ — قاری سید میران ابن سید شمس الدین

مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام سید شاہ شمس الدین بن منیب اللہ ولادت سنہ ۱۱۵۷ھ۔ تجوید و قرات والد سے سیکھی۔ بھڑکل کی مسجد میں امامت بھی کرتے تھے بعد ازاں ان میں مجذوبانہ کیفیت پیدا ہوگئی۔ لاولد رہے۔ سنہ وفات ۵ر رجب سنہ ۱۲۲۴ھ ہے۔ مزار اورنگ آباد میں والد کے بازو ہے۔

ف ۸۳۰ — مقری ابو العیاش محمد العلی بحر العلوم

فرنگی محلی۔ ولادت سنہ ۱۱۴۲ھ وفات سنہ ۱۲۲۵ھ تفصیلی حالات فقرہ جات ۳۷۰ میں درج ہیں۔

ف ۸۳۱ — اکبر ثانی سنہ ۱۲۲۱ھ تا سنہ ۱۲۵۳ھ

یہہ بادشاہ خود حافظ و قاری تھا۔ متقی و پرہیزگار تہجد گذار۔ خانگی زندگی بڑی بے لوث تھی۔ شب کو دو بجے بلاناغہ اٹھکر صبح تک عبادت میں مصروف رہتے۔ قاری عبد الرحمن خان احسان سے تجوید سیکھی تھی مگر انگریزوں نے جو اقتدار سلب کرلیا تھا اوس کی وجہ سے اونکی حکومت صرف لال قلعہ کی حد تک محدود ہوکر رہ گئی تھی۔ تاہم لال قلعہ میں قراء و حفاظ کی کثرت تھی۔ شہزادے اور شہزادیاں و سلاطین زادیاں۔ یہہ سب تجوید و قرات سے واقف تھیں۔ قاری قادر بخش پانی پتی بھی لال قلعہ کے قراء و حفاظ میں سے تھے۔ انھوں نے ایک رسالہ "تجوید و قرات" اور

---

[۱] نور العنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المقتدیٰ فرزند حافظ نور المہتدیٰ

دوسری کتاب مختصر التجوید دونوں اردو میں ۱۲۴۲ھ میں لکھیں۔ اونکے قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں

(ب) کنز المعانی شرح شاطبی تصنیف جعبری جس کو کاتب حسین بن داؤد بن محمد بن احمد ساکن چتول نے نقل کیا تھا۔ اس کی کتابت ۱۲۴۷ھ سے قبل کی ہے۔ یہہ قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دہلی مرکزی لائبریری میں منتقل ہوا۔

(ج) سبعہ کے فروش کا ایک قرآن شریف جو یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان کے حکم سے کاتب عبد الغفار خان نے ۱۲۸۱ھ میں لکھا تھا رامپور سے دہلی مرکزی لائبریری میں منتقل ہوا (اس نسخے کا ذکر ٹونک کے نوابوں کے ضمن میں آچکا ہے)

قاری نور الاولیاء ابن نور العلیٰ | **ف ۸۳۲** مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام قاری سید نور العلیٰ ابن قاری قمر الدین ابن منیب اللہ ابن عنایت اللہ۔ والد سے تجوید و قراءت و دیگر علوم سیکھے۔ کشتی کا بہت شوق تھا۔ حج سے فراغت پانے کے بعد حیدرآباد آکر بڑے بھائی کے ساتھ کام کرتے رہے اون سے پہلے وفات پائی۔ الماس کی مسجد میں دفن ہوئے تاریخ وفات ۱۲۲۹ھ ہے۔[۱]

قاری قاضی مولانا عاقل چشتی | **ف ۸۳۳** کوٹ مٹھن علاقہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ پھر علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ نور محمد بھیل نہاروی سے تجوید و قراءت سیکھی اور ان ہی کے مرید بھی ہوئے۔ دن بھر طلباء کو درس دیتے رہتے اور رات کو طالبان حق کی تعلیم فرماتے۔ اوقات منضبط تھے۔ زندگی میں توازن اور استقامت تھی۔ ۸ رجب ۱۲۲۹ھ کو وفات پائی۔ کوٹ مٹھن علاقہ پنجاب میں مزار ہے۔[۲]

قاری نور المصطفیٰ اورنگ آبادی | **ف ۸۳۴** مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام قاری حاجی قمر الدین ابن شاہ منیب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ۔ آپ تیسرے فرزند تھے۔ کتب درسیہ و تجوید و قراءت برادر کلاں حاجی نور الہدیٰ اور سید نور العلیٰ سے سیکھی۔ قاری نور الہدیٰ کے مرید تھے متدین و متقی۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ ۱۰ رمضان ۱۲۳۰ھ یوم پنجشنبہ کو انتقال ہوا۔ اورنگ آباد میں بڑے بھائی کے پاس دفن ہیں۔ نور المقتدیٰ انکے فرزند تھے۔[۱]

قاری حافظ سید ضیاء الدین المعروف بہ اللہ دے صاحب | **ف ۸۳۵** وطن برہان پور۔ والد کا نام

---

[۱] گلزار آصفیہ۔ تذکرۂ اولیائے دکن نور العنایت

[۲] تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی

سید شاہ نقی۔ حافظ قرآن و عالم باعمل تھے۔ تفسیر و حدیث و اصول و فروع۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کے اچھے جاننے والے تھے۔ حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد دہلی پہنچے۔ وہاں مولانا شاہ لطیف کی خدمت میں رہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ دہلی ہی میں ۱۲۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ عبدالعزیز نے اونکے گھر انتقال کی خبر بھیجتے ہوئے تعزیت نامہ برہان پور روانہ کیا۔ شاہ ولی اللہ کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے ؎۱

قاری حافظ سید مجاہد الدین ابن سید معصوم بالاپوری

ف ۸۳۶ مولد بالاپور۔ والد کا نام شاہ مجدالدین سید محمد معصوم ابن شاہ محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ۔ والد کے تیسرے فرزند تھے سنہ ولادت ۱۱۵۸ھ ہے۔ اورنگ آباد میں سید شمس الدین سے استفادہ کیا۔ اونکے انتقال کے بعد مولانا نورالہدیٰ سے درس لیتے رہے۔ حفظ و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ جب مولانا قمرالدین سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ "آپ کے والد میں کیا کمی ہے جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو۔ آپ اورنگ آباد سے بالاپور جاکر والد سے بیعت ہوئے اور یہیں درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔ بھونسلا کی جنگ میں شریک تھے۔ ۱۲۳۳ھ میں مولانا نورالعلیٰ سے ملاقات کے لئے حیدرآباد گئے۔ واپس آکر ۲۰ رجب ۱۲۳۵ھ کو وفات ہوئی۔ بالاپور میں مزار ہے لاولد تھے۔ ؎۲

قاری حافظ نورالانبیاء

ف ۸۳۷ مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام سید نورالعلیٰ۔ ابن حاجی شاہ محمد قمرالدین بن شاہ منیب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ بالاپوری حافظ۔ قاری متوکل۔ ذاکر و شاغل۔ گوشہ نشین۔ اورنگ آباد سے اپنے والد کے ساتھ حیدرآباد آئے۔ الماس کی مسجد کو جو یاقوت پورہ میں ہے اور جو اوس وقت ویران ہو چکی تھی۔ آباد کیا۔ اوسی مسجد میں تراویح میں قرآن سناتے تھے آپ کی وجہ سے مسجد کی رونق بڑھ گئی۔ وہیں درس بھی دینے لگے۔ رمضان ۱۲۳۵ھ میں وفات ہوئی مسجد الماس ہی کے روبرو دفن ہوئے۔ ؎۳

قاری محمد غوث خان شرف الدولہ شرف الملک

ف ۸۳۸ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۲۵ تا ۲۲۸ میں درج ہیں وہاں لاحظہ ہوں

؎۱ تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی

؎۲ تذکرۂ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔ نورالعنایت

؎۳ گلزار آصفیہ۔ نورالعنایت

قاری قاضی امام الدین خان کاکوروی | **ف ۸۳۹** وطن کاکوری۔ والد کا نام ملا حمید الدین محدث بن غازی الدین کاکوروی۔ ولادت ۹ شوال ۱۱۶۶ھ تیسرے فرزند تھے۔ والد سے تجوید و قراءت و دیگر علوم حاصل کئے۔ قاضی نجم الدین سے بھی استفادہ کیا۔ بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی کے شاگرد ہوئے۔ قراءت کی تکمیل لکھنؤ میں کی۔ بنارس کے قاضی مقرر ہوئے۔ ایک رسالہ تجوید میں لکھا جو جو غیر مطبوعہ ہے۔ حسن صورت۔ حسن سیرت و حسن صوت کے حامل تھے۔ وفات ۸ رجمادی الاولیٰ ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔ کاکوری میں دفن ہوئے۔ ؁[1]

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی راوی ہفت قرات | **ف ۸۴۰** آپ اپنے والد شاہ ولی اللہ کے مرید خلیفہ و شاگرد تھے۔ وقت کے بے مثل محدث و مفسر و فقیہہ تسلیم کئے گئے۔ مقری سبعہ قرات تھے۔ اکثر قاریوں نے آپ سے سبعہ قرات سیکھی ہیں۔ آپ کا مسلک دریاضت۔ زہد و تقویٰ۔ تلقین و ہدایت تھا۔ علم و فضل میں کوئی ہمسر نہ تھا۔ آپ دن کے وقت مدرسہ میں دینی علوم کا درس دیتے تھے۔ اور رات کے وقت طالبان حق کی تعلیم و تلقین و توجہ میں مصروف رہتے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ بہت سے انگریز بھی استفادہ کیلئے حاضر ہوتے تھے جن میں الگزنڈر۔ فریزر اور سیٹن کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ تفسیر عزیزی میں ضاد کے مخرج پر بحث کی ہے۔ فن موسیقی کے بھی جاننے والے تھے۔ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھتے تھے وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ ولی اللہی قبرستان میں مہندیوں میں مزار مبارک والد کے مزار کے برابر واقع ہے۔

قاری شاہ عبد القادر دہلوی | **ف ۸۴۱** آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند دوم تھے۔ آپ کو ارادت و خلافت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل تھی۔ علوم دینی بھی والد ہی سے حاصل کئے آپ بڑے عالم و فاضل محدث و مفسر ہوئے۔ تارک الدنیا اور گوشہ نشین تھے۔ تمام عمر مسجد اکبری کے حجرے میں عبادت و ریاضت میں بسر کی۔ بے حد صابر۔ قانع و متوکل مزاج تھے۔ قرآن کا بامحاورہ اردو ترجمہ آپکی یادگار ہے جو ابتک مشہور و مقبول ہے۔ تفسیر موضح القرآن بھی بڑی مقبول تفسیر ہے۔ آپکی وفات ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔ شاہ ولی اللہ کے پہلو میں دفن ہیں۔

قاری مولانا شاہ رفیع الدین | **ف ۸۴۲** آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند سوم تھے۔ علوم دینی کی تکمیل

---

[1] مشاہیر کاکوری و نزہت الخواطر

بزرگوار اونکے خلیفہ شاہ محمد عاشق سے کی تھی۔ اپنے زمانے کے عالم وفاضل۔ مشہور محدث ومفسر تھے۔ حضرت شیخ عبدالعزیز بہت ضعیف ہوگئے تو آپ نے اونکی جگہ درس وتدریس۔ تلقین وہدایت کا انجام دیا۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اردو میں اونکی یادگار ہے۔ ۱۲۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ والد کے ...کے قریب دفن ہوئے۔

...ری مولانا شاہ عبدالغنی

ف۸۴۳ آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند چہارم تھے۔ علوم دینی اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین سے حاصل کئے۔ بڑے عالم و ...ضل وپابند شریعت تھے۔ تمام عمر یاد الٰہی میں بسر کی۔ وفات ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ والد کی مزار کے قریب ...فن ہوئے۔

...ری منشی محمد مسعود لکھنوی

ف۸۴۴ آپ لکھنو کے متوطن تھے۔ قرآن مجید سے آپکو بیحد شغف تھا۔ تجوید وقرات وعربی کی درسیہ کتب لڑکپن میں پڑھ لی تھیں۔ قرآنی رسم الخط سے ...فیت حاصل تھی۔ خوشنویس بھی تھے۔ قرآن مجید کے پانچ نسخوں کی کتابت کی تھی۔

(ب) اپنے فرزند منشی محمد ظہیر الدین خان کی تعلیم کی تکمیل خود اپنی نگرانی میں کرائی۔ ختم تعلیم کے بعد آپ ...کالج لکھنو میں فارسی کے پروفیسر ہوگئے۔ ابتداءً آپ کو قرات وقرآن سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ مگر جب والد کا ...ل ۱۲۳۹ھ میں ہوا تو شب وفات ہی سے آپ نے تجوید سیکھنی شروع کی۔ رفتہ رفتہ قرآن سے لگاؤ پیدا ...ا۔ اوسکے بعد ۱۲۸۴ھ تک قرآن کا مطالعہ جاری رہا۔ آپ نے ۱۲۸۶ھ میں ترغیب القرآن کے نام سے ایک ...نولکشور پریس سے طبع کرایا۔ جس میں تلاوت وقرات کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ میں نے ...خواجہ غلام محی الدین ملکاپوری کے کتب خانے میں دیکھا ہے۔

...ی حافظ احمد یار فرزند حافظ عبدالرحیم

ف۸۴۵ قاری حافظ احمد یار لال قلعہ کے شاہی حفاظ وقرا میں سے تھے۔ والد کا نام قاری عبدالرحیم تھا۔ ...لال قلعہ کے شاہی حفاظ تھے حافظ احمد یار انشا کے خاص دوستوں میں تھے۔ یہ شگفتہ مزاج خوش طبع ...ہم تھے۔ ذوق سے باوجود سن رسیدہ ہونے کے ہم عمر دوستوں کی طرح ملتے تھے۔ ۱؎

حافظ غلام رسول ویران

ف۸۴۶ لال قلعہ کے شاہی حفاظ میں تھے۔ نابینا تھے۔ اکبر شاہ ثانی و بہادر شاہ کے زمانے میں قرات وحفظ کی تعلیم دیتے رہے شاعری کا ذوق

۱؎ آب حیات، از محمد حسین آزاد

تھا۔ ویران تخلص کرتے تھے۔ استاد ذوق سے تلمذ حاصل تھا۔ محمد حسین آزاد کے ملنے والوں میں تھے۔ لہ

قاری حافظ غلام رسول شوق | ف ۸۴۷ پیدائش سنہ ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔ اچھے حافظ وقاری تھے۔ لال قلعہ کے شاہی حفاظ میں جگہ پائی دہلی میں کابلی دروازے کے پاس رہتے تھے محلہ کی مسجد میں بچوں کو درس دیا کرتے تھے۔ شیخ ابراہیم ذوق بھی ان ہی کے پاس پڑھنے لگے۔ غلام رسول صاحب شاعر بھی تھے۔ شوق تخلص کرتے تھے۔ ذوق کی شاعری کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔

قاری حافظ شاہ غلام علی مجددی | ف ۸۴۸ آپ کے والد شاہ عبداللطیف امرتسر کے رہنے والے تھے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۱۵۶ھ کی ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد نے حضرت علیؓ کو خواب میں یہہ فرماتے دیکھا کہ اس بچے کا نام میرے نام پر رکھنا۔ آپکی والدہ کو بشارت ہوئی کہ اس بچے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ بچچانے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم فرماتے ہیں کہ اس بچے کا نام عبداللہ رکھنا چنانچہ والدنے علی۔ والدہ نے عبدالقادر اور چچانے عبداللہ کے نام سے پکارا۔ جب آپ سن رشد کو پہنچے تو غلام علی کے نام سے مشہور ہوئے۔

(ب) حافظہ قوی تھا۔ لڑکپن میں حفظ وقراءت کی تکمیل کرلی۔ علوم متداولہ اساتذان وقت سے حاصل کئے حضرت میرزا مظہر جانجاناں سے بیعت تھے اون ہی سے خلافت لی۔ اجل خلفاء میں آپ کا شمار ہے۔ سخت عبادت وریاضت ومجاہدات کیا کرتے تھے۔ آپ کا تمام وقت ارشاد وتلقین، درس وتدریس میں گذرتا تھا جب لوگوں کا مرجوعہ بڑھا تو آپ نے ایک وسیع خانقاہ ترکمان دروازے کے قریب بنوائی جو آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی خانقاہ میں قرأت سبعہ کا درس پابندی سے ہوتا تھا۔ بعض پٹھانوں نے وہیں بیٹھکر سبعہ قرأت کی کتابیں نقل کی ہیں۔

(ج) حضرت کی وفات سنہ ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ خانقاہ ہی کے احاطے میں دفن ہوئے۔ مرشد کے مزار کے پہلو میں آپکی مزار ہے۔

(د) آپکے خلیفہ مجاز امام الدین مجددی تھے جو قاری سبعہ تھے اور آپکے بعد انھوں نے اس خانقاہ میں سبعہ کا درس جاری رکھا۔

قاری سبعہ محمد بیگ دہلوی | ف ۸۴۹ وطن دہلی۔ ولادت تقریباً سنہ ۱۱۷۰ھ۔ وفات تقریباً سنہ ۱۲۴۰ھ آپ شیخ القراء عبدالخالق متوفی کے سلسلے کی کڑی ہیں۔ قرأت سبعہ کے

لہ آب حیات از محمد حسین آزاد

جاننے والے تھے دہلی میں آپ کی بڑی شہرت رہی۔ آپ نے قاری کریم اللہ سے قراءت سبعہ سیکھیں۔

شیخ القراء حافظ محمد نسیم رامپوری ف ۸۵۰ افغانی النسل۔ قاری حافظ عبید اللہ کے شاگرد جو مولانا مغربی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ قاری سبعہ ہوئے۔ خوش الحانی میں مشہور تھے۔ ادائی میں لاثانی۔ بہت تحقیق سے پڑھتے تھے۔ آپ نے رامپور میں ترویج تجوید و قراءت کے لئے سازگار احول پیدا کیا۔ علوم متداولہ میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔ آپکے داماد قاری حافظ فخر اللہ ابن شیخ اسلم تھے۔ آپ ہی سے تجوید و قراءت سیکھکر درس دیتے رہے۔ دوسرے نامور شاگرد (۱) حافظ شاہ ابو سعید مجددی (۲) قاری حافظ سید علی حسین (۳) قاری حافظ نجیب علی احقر (۴) قاری مولانا احمد علی چڑیا کوٹی وغیرہ تھے وفات تقریباً ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ رامپور میں دفن ہیں [۱]

قاری محمود عرب مدراسی ف ۸۵۱ وطن حضر موت۔ ۱۱۸۵ھ میں مدراس آئے۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے تھے۔ گھوڑوں کی سوداگری کرتے تھے۔ مدراس میں تجوید و قراءت کا کام بھی کیا۔ آپکے تین فرزند تھے۔ تینوں حافظ و قاری ہوئے (۱) قاری حافظ محمد عرب (۲) قاری حافظ عبد الرحیم (۳) قاری حافظ عبد الغفور۔ شاگردوں میں قاری محمد صاحب (۲) قاری مولوی احمد علی۔ یہہ دو مشہور ہوئے قاری محمود عرب کا انتقال تقریباً ۱۲۴۰ھ میں ہوا۔

قاری مولانا سید جمال الدین رامپوری ف ۸۵۲ وطن لاہور۔ والد کا نام سید کفایت علی تھا۔ ایک درویش کی دعا سے سید کفایت علی کو ۱۱۳۸ھ میں اولاد ہوئی لڑکا ہونہار و ذہین تھا۔ دہلی بھیجکر شاہ ولی اللہ کے درس میں شریک کیا۔ جملہ علوم عقلی و نقلی حدیث و تفسیر و تجوید و قراءت سیکھی شاہ عبد العزیز آپ کے ہم سبق تھے۔ مولانا فخر الدین دہلوی سے بیعت کی۔ رامپور میں قیام کیا۔

(ب) آپ نہایت خوش خلق۔ منکسر المزاج تھے۔ ہر شخص کو تعظیم دیتے۔ درس و تدریس آپکا شغلہ رہا۔

(ج) مولوی عبد الماجد اپنے فرزند عبد الرحیم کو صغر سنی میں آپکی خدمت میں لے گئے۔ دیکھکر فرمایا۔ "آؤ حافظ عبد الرحیم"۔ والد نے عرض کیا اس نے تو ابھی ناظرہ بھی نہیں پڑھا ہے۔ فرمایا انشاء اللہ حافظ ہو جائے گا۔ یہہ اونکی دعا کی برکت تھی کہ قاری حافظ عبد الرحیم کی قراءت و حفظ کا چرچا خاص و عام میں ہر جگہ ہونے لگا۔

(د) مولانا سید جمال الدین نے طویل عمر پائی۔ ایک سو تین سال کی عمر میں ۱۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

---

[۱] "تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق

رامپور میں مدفون ہیں۔ ایک بڑا گنبد ہے۔ دوسرے قرا بھی صحن میں مدفون ہیں۔ ؎۱

شاہ رفیع الدین قندھاری قاری ہفت قرات | ف ۸۵۳ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۳۱۱ میں درج ہیں۔

قاری محمد یوسف مکی ثم مدراسی | ف ۸۵۴ مدراس میں قاری منتصر مصری کے ہم عصر ایک جید قاری محمد یوسف مکی تھے جو مکہ معظمہ سے آکر مدراس میں اقامت پذیر ہوئے ایک عرصہ تک تجوید و قرات کی خدمت انجام دی۔ انتقال تقریباً ۱۲۸۱ھ میں ہوا۔

(ب) آپ کے شاگردوں میں قاری قادر خان ابن احمد خان تھے جنھوں نے سفید القاری کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو ۱۲۶۱ھ میں بہ مقام مدراس طبع ہوا۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اسلام مدراس میں محفوظ ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

شاہ ابوالحسن ثانی نحوی ویلوری | ف ۸۵۵ آپ کے تفصیلی حالات فقرہ (۷۶۴) ج میں درج کئے گئے ہیں۔

قاری حافظ عبدالرحمن سورتی | ف ۸۵۶ وطن سورت۔ ولادت ۱۱۸۰ھ وفات ۱۲۴۵ھ۔ تجوید و قرات کے اچھے جاننے والے۔ حافظ بھی تھے۔ ایک عرصے تک درس و تدریس کا کام کیا۔ آپکے شاگردوں میں ممتاز ہستی قاری شیخ اسمٰعیل سورتی کی تھی۔

قاری حافظ محمد اسمٰعیل شہید | ف ۸۵۷ آپ شاہ عبدالغنی کے فرزند تھے۔ ولادت ۱۱۹۶ھ میں ہوئی علوم شاہ عبدالعزیز سے سیکھے۔ حافظ و قاری ہوئے۔ اسلامی درد رکھتے تھے۔ سکھوں کی زیادتیاں دیکھ کر مسلمانوں کو منظم کر کے ان کے خلاف جہاد کیا۔ کئی جگہ فتح پائی۔ انگریزوں کو یہ بات بہت شاق تھی۔ انھوں نے سکھوں سے بھی سازش کی اور مولانا کو کہکر عقد بیوگان پر زور دیا جو پٹھانوں کو ناپسند ہوا۔ غرض سازش در سازش سے اور بعض ساتھیوں کی غداری سے ۱۲۴۶ھ میں شہادت پائی۔

قاری شیخ بن عبداللہ الحموی مدراسی | ف ۸۵۸ باہر سے آکر مدراس میں قیام کیا۔ خوش الحان ہونے کی وجہ سے بہ حیثیت قاری مشہور ہوئے۔ ولادت تقریباً ۱۱۸۰ھ وفات ۱۲۴۷ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالوہاب مدار الامراء آپ کے شاگرد تھے۔

قاضی شیخ ولی اللہ فرخ آبادی | ف ۸۵۹ ساندی خیر آباد میں ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا

؎۱ تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق

ساتھ فرخ آباد گئے۔ وہاں علوم حاصل کئے۔ پھر قنوج جاکر باقی علوم کی تکمیل کی۔ شیخ عبدالباسط بن رستم علی کے درس میں شریک ہوئے ۱۱۸۹ھ میں حج کے لئے گئے۔ تجوید و قرات و حدیث پہلے شیخ احمد بن سعید سے پھر شیخ عبدالملک۔ پھر شیخ ابراہیم شافعی سے سیکھی۔ سات سال وہاں رہکر ۱۱۹۶ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ فرخ آباد میں ایک بڑا مدرسہ ۱۲۲۴ھ میں قائم کیا۔ عوام نے کثرت سے فائدہ حاصل کیا۔ ۵ رجب بروز دوشنبہ ۱۲۲۶ھ کو انتقال ہوا۔ [1]

قاری حافظ شاہ ابوسعید مجددی

ف ۸۶۰ شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن مجتبیٰ بن سیف الدین بن خواجہ معصوم مجددی۔ ولادت بمقام رامپور ۱۱۹۶ھ میں ہوئی۔ گیارہ برس کی عمر میں حفظ کیا۔ قاری محمد نسیم سے تجوید و قرات سیکھی۔ علوم عقلی و نقلی مفتی شرف الدین رامپوری سے سیکھے۔ نیز مولانا شاہ رفیع الدین سے استفادہ کیا۔ شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند لی۔ ۱۲۲۵ھ میں شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوکر نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک طے کیا اور خلافت حاصل کی۔ ۱۲۴۹ھ میں فریضہ حج سے فارغ ہوئے۔ حج کو جاتے وقت شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ خانقاہ میں چھوڑا۔ اور بڑے صاحبزادے عبدالغنی کو اپنے ساتھ رکھا۔ حج سے واپسی کے بعد دہلی میں قیام کیا ۱۲۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ غلام علی کے پہلو میں اونکی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ [2]

قاری حافظ منصر مصری ثم مدراسی

ف ۸۶۱ تقریباً ۱۲۰۵ھ میں ایک جید قاری و حافظ مصر سے مدراس میں وارد ہوئے۔ جنہوں نے اپنے کمالات کی وجہ سے بہت جلد شہرت و مقبولیت حاصل کرلی۔ مدراس میں تجوید و قرات کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا وفات تقریباً ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ والاجاہی قبرستان میں دفن ہیں۔ ابتک اونکی قبر پر فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ اونکے شاگردوں میں قاری محمد صاحب و مولوی احمد علی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے ایک عرصے تک تجوید کی خدمت انجام دی۔

قاری مولانا عابد عرف شاہ نور بھاگلپوری

ف ۸۶۲ مولانا شہباز محمد دیوریہ کے سجادہ نشین وطن بھاگلپور۔ عالم و قاری تھے۔ درس و تدریس میں معروف رہا کرتے تھے۔ آپکے فرزند محمد اشرف بھی عالم و قاری تھے۔ جنہوں نے قرات کے رسالے شائع کئے۔ مولانا عابد کی وفات ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔

---

[1] نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبدالحی
[2] تذکرہ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

قاری غلام نبی ابن شاہ غلام سرور خطیب مکہ مسجد

ف ۸۶۳ والد کا نام قاری حافظ شاہ غلام سرور جو کہ مسجد کے خطیب تھے اون کا ذکر فقرہ نمبر ۸۰۲ میں آچکا ہے۔ غلام نبی نے اپنے والد سے تجوید و قرارت اور حفظ کی تکمیل کی۔ والد کے انتقال کے بعد خود مکہ مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ خوش الحانی کے لئے مشہور تھے۔ ۱۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ بود علی شاہ کی کھڑکی کے پاس مدفون ہیں۔ [۱]

قاری شیخ امین الدین محدث کاکوروی

ف ۸۶۴ وطن کاکوری۔ ابن حمید الدین بن غازی الدین بن محمد غوث کاکوروی۔ علامہ روزگار تھے۔ ولادت ۱۱۶۴ھ میں ہوئی۔ علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ اوسکے بعد شاہجہان پور جاکر قاضی نجم الدین سے عبد العلی لکھنوی سے اور امام بخش سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں شیخ اعلم سندھیلوی حیدر علی بن حمد اللہ۔ محمد ضیاء الشریف الحسینی بریلوی سے شرف تلمذ رہا۔ پھر حرمین شریفین جاکر ۱۱۸۷ھ میں حج کیا۔ شیخ ابو سعید کے مرید ہوئے مدینہ میں چھ ماہ قیام کیا۔ ابو الحسن بن محمد صادق السندھی سے حدیث و قرارت کی سند لی۔ میر داد مکی کو الجزریہ سنایا۔ ہندوستان واپس آکر شیخ ابو سعید کے ساتھ مدراس میں قیام کیا۔ پھر کاکوری واپس ہوئے۔ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ وفات ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔ کاکوری میں دفن ہیں۔ [۲]

قاری حافظ محمد یار خان

ف ۸۶۵ تفصیلی حالات فقرہ نمبر (۷۹۳) میں درج ہیں۔

نواب ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ

ف ۸۶۶ ہندوستان کے دیگر مقامات کے مقابلہ میں دکن میں امن و سکون کا دور دورہ تھا۔ اس لئے یہہ زمانہ تجوید و قرات و اشاعت علوم کے لئے سازگار رہا۔ بہت سے جید قاری خاص بلدہ حیدرآباد میں و ریاست کے دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے تھے جنہوں نے بڑی اہم خدمات انجام دیں۔

(ب) آصف جاہ چہارم نے علماء کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اونکے نام مناصب و تنخواہیں منظور کیں اس لئے دور دور سے علماء و قراء یہاں آکر بس گئے۔ یہہ سرپرستی کا سلسلہ ایک سو سال تک جاری رہا مشاہیر قراء کے نام یہاں درج ہیں۔

---

[۱] گلزار آصفیہ

[۲]۔ نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبد الحی

قاری مولوی محمد حیدر لکھنوی | ف ۸۶۷ خاندان فرنگی محلی کے چشم و چراغ۔ والد کا نام محمد مبین نسبًا سلسلہ عبد العلی بحر العلوم سے ملتا تھا۔ آپ قاری بھی تھے۔ لکھنو سے حیدرآباد تشریف لائے۔ اچھے واعظ تھے۔ کہ مسجد میں وعظ کیا کرتے تو بیٹھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ آپ کو منیر الملک اور مہاراجہ چندو لال نے بڑی بڑی منصبین دے رکھی تھین۔ ۱۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے فرزند مولوی محمد ظہور بھی اچھے قاری و واعظ تھے۔ والد کے انتقال کے بعد حیدرآباد آکر رہ گئے تھے [۱]

قاری حافظ محمد علی دہلوی | ف ۸۶۸ دہلی سے آکر حیدرآباد میں آپ نے اردو محلہ میں گاڑی خانے کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔ متقی و پرہیزگار حافظ و قاری تھے قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ مصنف گلزار آصفیہ نے آپ کو "عابد شب زندہ دار و زاہد بیدار" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ محی الدولہ احمد یار خان و دیگر عمائد آپ کے مرید تھے۔ ۱۲۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ [۲]

شیخ القراء حافظ قاری میر شجاع الدین قاری ہفت قرات | ف ۸۶۹ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۶۲ تا ۲۶۶ میں درج ہیں

قاری محبوب علی شاہ مجذوب | ف ۸۷۰ ولادت ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ وطن حیدرآباد دکن۔ ابتدائی عمر میں تجوید و قراءت و علوم سیکھے بعد میں جذب طاری ہوگیا۔ کبھی کبھی مجذوبانہ انداز میں قراءت سناتے تھے تو لوگ بیحد متاثر ہوتے تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۱۲۷۰ھ میں انتقال ہوا۔ چپکنی پورہ بیرون شہر دفن ہوئے۔ [۲]

مقری حافظ شاہ سعد اللہ صاحب مجددی | ف ۸۷۱ شاہ صاحب دہلی کے رہنے والے بڑے عالم و فاضل تھے۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی۔ حضرت میرزا مظہر جان جانان کے خلیفہ تھے۔ دہلی سے حیدرآباد ۱۲۴۷ھ میں آئے۔ علم و فضل میں ان کی ٹکر کا کوئی تھا تو وہ قاری حافظ میر شجاع الدین صاحب تھے۔ آپ کی وجہ سے حیدرآباد میں سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کی بڑی ترویج ہوئی۔ محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں وفات پائی۔ اردو محلہ میں بڑا گنبد و مسجد و خانقاہ ہے۔ [۳]

قاری حافظ سید اشرف ایلچپوری | ف ۸۷۲ علاقہ برار کے شہر ایلچپور میں سید اشرف صاحب

---

[۱] مراۃ الکونین۔ گلزار آصفیہ [۲] گلزار آصفیہ

[۳] مراۃ الکونین و گلزار آصفیہ۔

فرزند محمد فقیہہ نواب نامدار خان کے ہم عصر تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سید شمس الدین استاد شاہ عبدالرحمٰن غازی وشہید ایلچپوری سے ملتا ہے۔ لڑکپن میں خاندان عنایت الٰہی سے حصول علوم کے علاوہ قرات بھی سیکھی اور حفظ کی بھی تکمیل کی۔ حافظہ کا یہہ حال تھا کہ کبھی لقمہ نہیں لیتے تھے۔ ایلچپور کے خطیب رہے وفات ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ ایلچپور میں دفن ہیں۔

بوظفر بہادر شاہ ۱۲۵۳ھ تا ۱۲۷۳ھ

۸۷۳ ف بوظفر بہادر شاہ متقی و پرہیزگار۔ قاری و حافظ ہونے کے علاوہ عابد شب زندہ دار بھی تھے۔ لڑکپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ مستند قاریوں سے قرات سیکھی تھی جن کا ذکر لال قلعہ کے قراء و حفاظ کے ضمن میں آئے گا۔ قرآن روزانہ پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ رسم الخط قرآنی سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اچھے خوشنویس تھے خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بوظفر بہادر شاہ بھی قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے۔ نسخ میں یکتا مانے گئے ہیں۔ خوشنویس تمنا کرتے تھے کہ کسی طرح اون سے تلمذ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ منشی ممتاز علی کئی سال تک اس فکر میں رہے کہ کس طرح تلمذ کا موقعہ حاصل ہو جائے۔ بڑے سوچ بچار کے بعد نسخ میں قطعات لکھکر جامع مسجد کے اوس مقام پر جہاں بادشاہ سلامت تشریف فرما ہوتے تھے آویزاں کر دیئے۔ جمعہ کی نماز کے لئے جب بادشاہ سلامت آئے تو اون قطعات پر نظر پڑی۔ جب کاتب کے بارے میں دریافت فرمایا تو فوراً منشی ممتاز علی سامنے آکر آداب بجالائے۔ بادشاہ نے پوچھا کس سے تلمذ حاصل ہے۔ عرض کیا کسی سے نہیں عرصے سے جہاں پناہ کے سلسلہ تلمذ میں داخل ہونے کا شوق ہے۔ فرمایا "اچھا آیا کرو" او سوقت سے ممتاز علی اصلاح لینے لگے اور اپنے زمانے کے ماہر خطاط بن گئے۔ اونکو نزہت رقم کا لقب ملا تھا۔ منشی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا۔ ۱۲۸۵ھ میں منشی صاحب ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ اونکے دو فرزند منشی مشتاق علی اور منشی عبدالغنی بھی خطاطی کے فن کے کمال میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ خصوصاً نسخ اعراب میں منشی مشتاق علی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی کتابت کے لئے سب سے پہلے ارباب مطابع کی نظر ان ہی پر پڑتی تھی۔ منشی ممتاز علی کا خطاطی کا کمال اونکے لڑکوں ہی تک محدود نہ رہا: بلکہ باپ بیٹوں نے کثیر تعداد میں لوگو نکو اس فن کی تعلیم دی۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جتنے کاتب پھیلے ہوئے ہیں اونکی بڑی تعداد کو بالواسطہ یا بلاواسطہ ان ہی دو صاحبوں سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ منشی ممتاز علی کے ایک اور شاگرد منشی محبوب علی میرٹھی تھے۔ جن سے مولانا اشتیاق احمد صدر شعبۂ کتابت دارالعلوم دیوبند نے خطاطی کا فن سیکھا۔ یہہ بھی ممتاز و یگانۂ روزگار خطاط مانے گئے۔ مجتبائی پریس میں قرآن مجید کا ایک نسخہ خاص اہتمام سے ۱۲۸۰ھ میں طبع کیا گیا تھا جس کی کتابت منشی ممتاز علی اور تصحیح مولانا محمد قاسم نانوتوی

نے کی تھی۔ ؎

ف ۸۷۴ قاری حافظ کریم اللہ دہلوی نے فن تجوید میں ایک رسالہ موسوم بہ وسیلۃ القاری علی کلام الباری بزبان اردو ۱۲۵۴ھ میں مرتب کیا۔ اس کی ایک ایک کاپی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری۔ اور سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں موجود ہے۔

(ب) قاری حافظ کریم اللہ نے ایک اور رسالہ "منبع عرفان فی سبعہ قرات و رسم القرآن" کے نام سے ۱۲۷۹ھ میں لکھا جس کا ایک نسخہ سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں محفوظ ہے۔

ف ۸۷۵ سید محمد دہلوی نے ایک رسالہ "نہایت البیان فی مقاصد القرآن" ۱۲۵۵ھ بزبان فارسی لکھا۔ جس کا ایک نسخہ فی الوقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۷۶ قاری غلام مرتضیٰ نے منظوم رسالہ قرات ۱۲۵۷ھ میں لکھا جس کا قلمی نسخہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔

ف ۸۷۷ قاری محمد فخر اللہ نے جو قاری محمد نسیم رامپوری کے داماد تھے قرات کا ایک اردو رسالہ موسوم بہ "فخر المتعلمین" ۱۲۵۸ھ میں لکھا۔ جس کی ایک نقل دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں موجود ہے

ف ۸۷۸ ایران میں قرات کا ایک رسالہ شاہ عباس ثانی کے زمانے میں عبدالرضا ابن جلال نے ترتیب دیا تھا جو سید ابوالقاسم کی کتاب منظومہ کی شرح ہے اس کی نقل ناظم الدولہ کی فرمائش پر ۱۲۵۹ھ میں کی گئی تھی۔ دوسری نقل ۱۲۷۸ھ میں محمد باقر نے کربلا میں کی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں میں نے دیکھا تھا۔

ف ۸۷۹ احمد عفیف بن اسعد اللہ خان نے المواھب الملیہ فی تعریب تجوید الادبیہ ۱۲۶۰ھ میں بزبان عربی لکھی۔ جس کا قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۰ قاری عنایت حسین نے "نور سرمدی" کے نام سے اردو میں تجوید کا رسالہ لکھ کر ۱۲۶۱ھ میں طبع کرایا۔ جس کا نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۱ قاری سید حسن نے "کتاب تجوید" بزبان فارسی ۱۲۶۴ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۲ زینت القاری دوسری بار ۱۲۶۴ھ میں طبع ہوئی۔

؎ حیات قاسمی از مولانا مناظر حسن گیلانی صفحہ ۵۳۴-۵۳۲ نوٹ

ف ۸۸۳ قاری محمد بن علی بن محمد الحسینی نے "تجوید القرآن" بزبان فارسی ۱۲۶۵ھ میں لکھی۔ اس کا قلمی نسخہ سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں موجود ہے۔

ف ۸۸۴ قاری حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدہلوی نے ۱۲۶۶ھ میں قرات سبعہ کے موضوع پر اردو میں "حرز الاصول والفروع" تصنیف کی۔ عبد الرحیم خان نے ۱۲۷۰ھ میں اوسکی کتابت کی تھی۔ قاری حافظ محمد علی خان کے ایک شاگرد قادر محی الدین عرف محمد غوث نے حسب فرمائش عبد الرشید خان دہلوی قطعہ تاریخ لکھا جس کا آخری مصرع ہے۔ ع "مجمع تجوید کتاب کریم" ۱۲۶۶ھ اس کا ایک قلمی نسخہ فی الوقت عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۵ مفتی محمد سعد اللہ رامپوری نے جو علامہ روزگار اور تجوید کے ماہر تھے قرات میں تین کتابیں لکھیں (۱) رسالہ خلاصۃ النوادر یہہ اختلافات سبعہ پر فارسی کی کتاب ہے جو مظاہر العلوم واقع سہارنپور کے کتب خانے میں موجود ہے (۲) رسالہ قرات منظومہ (۳) قرات سبعہ بنائل التجوید والقرات۔ یہہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانے میں موجود ہے۔

ف ۸۸۶ قاری یوسف حسین مکی القرری نے فوائد قرات القرآن بمقام بلدہ مدراس ۱۲۵۰ھ میں لکھی جو ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اسلام مدراس میں محفوظ ہے۔

ف ۸۸۷ ایک اور تجوید کی کتاب اختصار معروفیہ ہے یہہ شرح شاطبیہ منظوم ہے جس کو بزبان فارسی قاری فاضل خان نے مکہ معظمہ میں مرتب کیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۸ نور الازھر فی شرح الجمع الاکبر" قرات سبعہ پر النہروانی قاری عبد اللطیف کی عربی کتاب ہے جو ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بین السورتین بسم اللہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں ضربی عدد کی تفصیل بتلائی ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۹ قاری محمد حسن علی ہاشمی شاہجہانپوری نے رموز القرآن کے نام سے تجوید کا ایک رسالہ ۱۲۷۰ھ میں لکھ کر شائع کیا۔ جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۹۰ قاری حافظ محمد رضا علی بنارسی نے رغائب الالباب بزبان فارسی ۱۲۷۱ھ میں لکھا جس کا قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۹۱ المنتخب التجوید قلمی مدراس کے قلمی کتب خانے میں موجود ہے۔

ف ۸۹۲ حاجی مقری محمد میاں اورنگ آبادی نے "تجوید محمدی" بزبان عربی ۱۲۷۳ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۹۳ ایک ہی عہد میں قلمی و مطبوعہ کتب تجوید کی طبع و اشاعت فن تجوید کی مقبولیت کا ثبوت ہے اس زمانے میں شائقین فن بڑی محنت سے کمیاب کتابوں کی نقل کر کے اونکی اشاعت کا سامان بہم پہنچایا کرتے تھے۔ غرض پانی پت اور دہلی تجوید و قراءت کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ قاری حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث قاری کبیر الدین۔ قاری نجیب اللہ۔ قاری عبدالرحمٰن بن چودھری۔ عبدالصمد یہ سب پانی پت میں اشاعت تجوید و قراءت میں مصروف تھے۔

(ب) ہم عصر قراء کے حالات بیان کرنے سے پہلے لال قلعہ کے قراء و حفاظ کا اجمالی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لال قلعہ کے قراء و حفاظ

ف ۸۹۴ شاہان مغلیہ کے خاندانی روایات کے مطابق قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کے بعد ہر بچے سے حفظ و قراءت کی تکمیل کرائی جاتی تھی اوسکے بعد دوسرے علوم کی طرف توجہ کی جاتی تھی۔ چنانچہ شاہ عالم قاری و حافظ تھے۔ غلام قادر روہیلے نے دولت نہ پا کر جب شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا دیں تو شاہ عالم نے کہا کہ میری اصلی دولت تو میرے سینے میں ہے جس کو کوئی نہیں چھین سکتا۔ اس دولت سے مراد دولت حفظ قرآن تھی۔

(ب) شاہ عالم کے بعد اکبر ثانی حافظ و قاری و خوشنویس تھے۔ اونکے بعد ابوظفر بہادر شاہ بھی حافظ و قاری و خوشنویس ہوئے۔ ہر شہزادہ اور ہر شہزادی کی باضابطہ تعلیم کے لئے حافظ و قاری و خوشنویس و عالم الگ الگ مقرر رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ لال قلعہ میں حفاظ و قراء و خوشنویسوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اون میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:۔

ف ۸۹۵ طبقہ امراء میں قراءت و حفظ کا ایک نامور سلسلہ نواب محب الدولہ قاری حافظ غلام رسول خان کا خاندانی سلسلہ تھا۔ یہ خان پور۔ اوکھلا۔ سن کھیڑا اور کنبیڈے کے جاگیردار تھے۔ غلام رسول خان محمد شاہ کے زمانے میں بارسوخ و بااثر امراء میں سے تھے اونکے تین لڑکے تھے اون کا خاندانی شجرہ ذیل میں درج ہے:۔

(شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

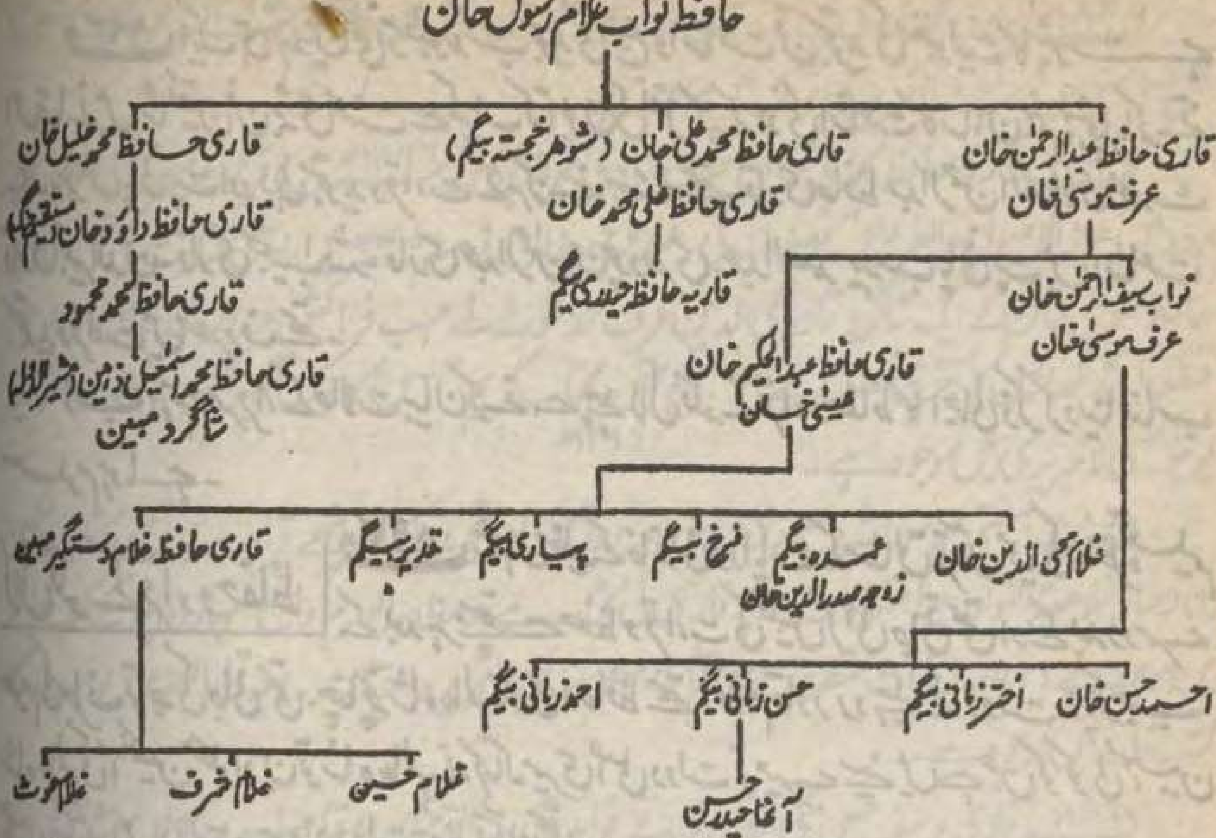

ف ۸۹۶ قاری حافظ نواب غلام رسول خان کے حالات فقرہ نمبر ۷۹۶ میں درج ہیں اونکے خلف اکبر قاری حافظ نواب عبدالرحمن خان عرف موسیٰ خان المتخلص بہ احسان المخاطب بہ صمصام الدولہ شہامت جنگ عالم۔ حافظ قاری اور شاعر تھے۔ اولاً شاہ عالم کے استاد رہے بعد ازاں اکبر ثانی کے۔ من بعد بہادر شاہ کے طویل عمر پائی تھی۔ ایک سو پچیس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ جگت استاد کے نام سے مشہور تھے۔ بہادر شاہ اونکو استاد جیو کہکر پکارتے تھے۔ محمد حسین آزاد نے اپنے مشہور تذکرہ آب حیات میں اون کا شمار قدیم استادوں میں کیا ہے۔ لال قلعہ میں آپ کی بڑی توقیر تھی۔

(ب) ولادت سنہ ۱۱۴۰ھ۔ وفات سنہ ۱۲۶۵ھ میں ہوئی۔ اکثر و بیشتر شہزادوں و شہزادیوں کو قرات و حفظ میں آپ سے تلمذ رہا۔ سیاہ فام تھے۔

(ج) شاعر ہونے کی حیثیت سے مشاعروں میں شرکت فرماتے تھے۔ کبھی دوسرے شعرا سے نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر سب عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاعر ناراض ہو گیا تو مشاعرے میں انکی ہجو میں ایک شعر کہہ دیا۔ جو ادبی اعتبار سے بلند پایہ ہے۔ آپ کی کالی رنگت کی طرف چوٹ کرتے ہوئے کہا۔ ؎

اے خال رخ یار تجھے ٹھیک بنانا ٭ جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر

اس سے شاعر کی جودت طبع ۔ سلیقہ مندی ۔ انداز بیان کی خوبیاں کھل کر آتی ہیں ۔ چہرے کو مصحف اور خال کو نظر نہ لگنے کا سامان سمجھ کر چھوڑ دینا نئی بات نہیں ہے ۔ مگر جب ہم تلمیح و کنایے پر نظر ڈالتے ہیں تو اوس زمانے کے خوش اسلوبی بیان کی داد دینی پڑتی ہے ۔

ف ۸۹۷ قاری حافظ غلام رسول خان کے دوسرے صاحبزادے نواب دلیر الدولہ دلاور الملک فیروز جنگ قاری حافظ محمد علی خان تھے ۔ اونکی شادی خجستہ بیگم بنت عالمگیر ثانی سے ہوئی جو خود حافظ و قاریہ تھیں ۔ اونکے بیٹے نواب احتشام الدولہ نصیر الملک رفعت جنگ قاری و حافظ علی محمد خان تھے آپ بڑے خوش الحان تھے ۔ بارہ سال کی عمر میں حفظ و قراءت سے فراغت پائی ۔

(ب) سعادت یار خان رنگین نے مجالس رنگین میں یہہ واقعہ لکھا ہے کہ علی محمد خان ایک مرتبہ اپنے کمرے کے اندر قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے ۔ جب نظر اٹھائی تو دیکھا کہ دس بارہ آدمی قوی الجثہ سفید بڑا عمامہ باندھے ۔ بڑی شکل و داڑھی والے منڈیر پر ہاتھ رکھے قرآن سن رہے ہیں ۔ یہہ دیکھکر آپ بے ہوش ہوگئے ۔

(ج) علی محمد خان کی شادی فاطمہ بیگم بنت شاکرہ بیگم بنت زینت النساء بیگم (دختر اورنگ زیب) سے ہوئی تھی ۔ فاطمہ بیگم خود قاریہ و حافظہ تھیں ۔ فاطمہ بیگم کے بطن سے ایک لڑکی ہوئی جس کا نام حیدری بیگم رکھا ۔ یہہ لڑکی بھی حافظہ و قاریہ و شاعرہ تھی ۔ تھوڑے تغیر سے یہہ شعر کہا تھا ۔

ے حیدری ام کنیز فاطمہ ام ✦ از مکافات حشر مارا چہ غم

غرض زینت النساء سے لیکر چار پشت تک سب لڑکیاں قاریہ و حافظہ ہوئیں

ف ۸۹۸ قاری حافظ غلام رسول خان کے تیسرے فرزند قاری حافظ محمد خلیل خان تھے ۔ اونکے بیٹے ندیم الدولہ خلیفۃ الملک مستقیم جنگ قاری و حافظ محمد داؤد خان تھے ۔ اونکے بیٹے بھی حافظ و قاری تھے اور پوتے قاری حافظ محمد اسمٰعیل ذہین جو قاری حافظ غلام دستگیر مبین کے شاگرد تھے ۔

ف ۸۹۹ قاری حافظ عبد الرحمن خان کے دو فرزند تھے ۔ بڑے نواب سیف الرحمن خان المعروف بہ موسیٰ خان ۔ دوسرے قاری حافظ عبد الحکیم خان المعروف بہ عیسیٰ خان جن کے بیٹے قاری حافظ غلام دستگیر مبین تھے ۔ جو محمد اسمٰعیل ذہین کے استاد تھے ۔ غرض اس خاندان میں قاری و حافظ کثیر تعداد میں پیدا ہوئے

ف ۹۰۰ بہادر شاہ کے زمانے میں لال قلعہ کے دوسرے گرامی قاری سرفراز حسین عزمی تھے ۔ اکثر شہزادوں و شہزادیوں نے تجوید و قراءت ان ہی سے سیکھی تھی ۔ اونکے بیٹے عباس حسین خان بھی اچھے قاری تھے ۔

ف ۹۰۱ بہادر شاہ کی دو لڑکیاں کلثوم زمانی بیگم اور کالی بیگم حافظہ و قاریہ تھیں۔ ایک اور شہزادی محمدی بیگم نامی بھی حافظہ و قاریہ تھیں۔

ف ۹۰۲ بہادر شاہ کے بیٹے مرزا غلام فخر الدین خان المخاطب بہ فخر الملک قاری و حافظ تھے۔ دوسرے بیٹے قاری حافظ مرزا بخت آور شاہ کا بھی اچھے قراء میں شمار ہوتا تھا۔

ف ۹۰۳ قاری حافظ قادر بخش بھی لال قلعہ کے حفاظ میں سے تھے جن کا ذکر جلد اول فقرہ نمبر ۲۸۹ میں آچکا ہے۔ آپ قاری حافظ عبد الرحمٰن پانی پتی کے چچا تھے۔ آپ کو شاہ عبد العزیز سے بھی تلمذ حاصل تھا۔

ف ۹۰۴ قاری حافظ عبد الرحیم کا ذکر فقرہ نمبر ۸۱۵ میں اونکے فرزند حافظ یار کا ذکر فقرہ نمبر ۸۶۵ میں آچکا ہے قاری حافظ ویران کا ذکر فقرہ نمبر ۸۴۶ میں آگیا ہے۔ اور حافظ غلام رسول شوق کا ذکر فقرہ نمبر ۸۴۷ میں آچکا ہے۔ یہ سب قاری لال قلعہ سے تعلق رکھتے تھے اور بہادر شاہ کے زمانے تک کام کرتے رہے۔

قاری حافظ محمد عبد اللہ خان رامپوری

ف ۹۰۵ قاری حافظ محمد عبد اللہ خان عرف حافظ کلاں عالم متبحر تھے۔ جید حافظ و عمدہ قاری تھے ریاضت و مجاہدے میں اکابر زمانہ تھے۔ سات حج کئے۔ درس و تدریس کے سلسلے میں ٹونک و جاورہ گئے تھے دونوں جگہ سے منصب ملتی تھی۔ تقریباً ۱۲۵۶ھ میں انتقال ہوگیا۔ قاری حافظ عبد الرزاق خان آپکے فرزند تھے [۱]

مقری شیخ امام الدین امروہی نقشبندی

ف ۹۰۶ وطن امروہہ۔ ابن علی احمد بن زین الدین ولادت ۱۱۹۳ھ۔ پہلے شیعہ تھے بعدہٗ سنی عقیدہ اختیار کیا۔ شاہ غلام علی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سبعہ قرات مولانا کرم اللہ سے سیکھیں۔ حافظ قاری عبد الرحمٰن پانی پتی کو آپ سے تلمذ تھا۔ بہ عمر ۶۳ سال ۱۲۵۶ھ میں انتقال کیا۔

قاری مولوی کرم اللہ محدث دہلوی

ف ۹۰۷ پہلے آپ کایستھ ہندو تھے۔ حصول علم کے بعد مذہبی تحقیق کا ولولہ پیدا ہوا۔ بالآخر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور شاہ صاحب ہی سے قرات و تفسیر و حدیث باقاعدہ سیکھی۔ اوسکے بعد قرات سبعہ کی تکمیل قاری عبد الرب سے کی۔ جن کو قاری غلام مصطفےٰ سے۔ ان کو قاری عبد الغفور سے۔ اور اونکو شیخ القراء عبد الخالق منوفی سے تلمذ حاصل تھا۔ شاہ غلام علی صاحب کے مرید ہوکر طریقہ مجددیہ میں خلافت حاصل کی۔ صاحب خزینۃ الاصفیا ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ "در تفسیر و قرات یگانۂ وقت بود۔ اکثر اہل دہلی در فن قرات قرآن شاگرد وے بودند

---

[۱] کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق۔

اوریمین سے خاص تام قاری شیخ امام الدین امروہی اور قاری محمد بیگ کا لیا جاتا ہے۔ قاری امام الدین سے قاری عبدالرحمن نے سیکھا تھا۔ ایک بار حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر شرمندہ تھے کہ میں کیوں واپس آگیا۔ دوبارہ ارادہ کیا لیکن راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔ وفات ۱۲۵۸ھ میں ہوئی۔ تاریخ وفات بگو قطب اشرف مکرم کرم۔
۱۲۵۸ھ

قاری حافظ نصیر الحق قادری ف ۹۰۸ وطن دہلی۔ والد کا نام ظہور الحق جن سے جملہ علوم و قراءت وحفظ کی تکمیل کی۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ایک عرصے تک خدمت خلق انجام دیکر سنہ ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ ۱؎

شاہ محمد اسحاق مہاجر ف ۹۰۹ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے۔ والد کا نام محمد افضل وطن دہلی۔ ولادت سنہ ۱۱۹۲ھ میں ہوئی۔ بیحد ذکی اور ذہین تھے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے شرف تلمذ تھا۔ نانا کی زندگی ہی میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ تجوید و قراءت کے اچھے ماہر تھے۔ عمر کا بڑا حصہ علوم کی اشاعت میں گذارا۔ آپکے شاگردوں میں شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی۔ قاری حافظ کرم اللہ۔ قاری حافظ مظہر علی کاکوروی اور سرسید احمد خان تھے۔ سنہ ۱۲۵۸ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ شاہ محمد یعقوب برادر خورد ساتھ تھے۔ حج کے بعد وہیں قیام کیا۔ سنہ ۱۲۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ محمد یعقوب بھی اچھے قاری تھے۔ آپکے داماد امیر بیگ بھی تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔

قاری سید حسن ف ۹۱۰ آپ اچھے قاری و عالم تھے۔ علم تجوید کے پھیلانے میں بڑی کوشش کی۔ طلباء کی سہولت کے لئے ایک رسالہ موسوم بہ "کتاب تجوید" بزبان فارسی سنہ ۱۲۶۴ھ میں لکھا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

قاری حافظ جعفر علی اکبرآبادی ف ۹۱۱ ولادت تقریباً سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قراءت کی تکمیل کر لی تھی۔ بیحد خوش الحان تھے۔ صاحب تقویٰ، نہایت نیک و بابرکت بزرگ تھے۔ محلہ نوری دروازے میں آپ کا مکان تھا جہاں ابتک آپ کی اولاد آباد ہے۔ آپ کو تجوید و قراءت و قرآن خوانی میں کمال حاصل تھا۔ اذان اس خوش الحانی سے دیتے تھے کہ تیرھویں صدی کے بلال کہلاتے تھے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اذان دیا کرتے۔ بہت سے لوگ

۱؎ - مرأة الکونین

آپ کی اذان سننے کے لئے وقت سے قبل آکر منتظر بیٹھ جاتے تھے جس وقت آپ اذان دیتے تو سامعین پر ایک وجد کا عالم طاری ہو جاتا۔ عمر بھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ تقریباً ١٢٧٠ھ میں انتقال ہوا۔ ۱؎

ف ٩١٢ قاری حافظ علی محمد عرف جی صاحب رامپوری

ولادت ١٢٩٢ھ۔ لڑکپن میں قرآن مجید تجوید و قراءت و علوم درسیہ سے فارغ ہو کر پچاس سال سیاحت میں گزارے۔ ہر جگہ علم حاصل کیا اور بزرگوں کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ پھر رامپور آکر ایک مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ صرف تجوید و قراءت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ قاری بے مثل تھے۔ سب کو حسبۃً للہ پڑھاتے۔ جو طالب علم قرآن مجید تجوید سے ختم کرتا اسکے سرپرست سے اس کے لئے نئے کپڑوں کے ایک جوڑے اور پھول کے ہار کا انتظام کراتے۔ جلسہ کر کے دو روپئے خود نذر کرتے۔ اگر اپنے پاس نہ ہوتا تو قرض لیتے مگر نذر ضرور دیتے۔

(ب) قاری علی حسین صاحب جو تجوید و قراءت میں بے مثل استاد تھے۔ آپکی خدمت میں استفادے کے لئے آتے تھے۔

(ج) مفتی قاری سعد اللہ صاحب بھی آپ سے ملتے رہتے تھے۔ اسی سال کی عمر میں ١٢٧٢ھ میں انتقال ہوا۔ مسجد گھیر قلندر خان کے شرق میں زیر دیوار دفن ہیں۔ ۲؎

ف ٩١٣ قاری حافظ عبد الغنی ساکن پھلواری شریف

وطن پھلواری شریف۔ مضافات پٹنہ ولادت ١١٩٠ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں علوم درسیہ سے فارغ ہوئے۔ پھر مفتی برکت اللہ عظیم آبادی۔ ملا جمال دہری۔ ملا برکت اللہ الہ آبادی۔ ملا نظام الدین فرنگی محلی سے حصول علم میں استفادہ کیا۔ قراءت سیکھی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ تراویح میں خوش الحانی سے سنایا کرتے۔ دن بھر درس و تدریس میں گذار دیتے ١٢٧٢ھ میں وفات ہوئی۔ ۳؎

ف ٩١٤ قاری مولوی احمد علی چڑیا کوٹی

والد کا نام غلام حسین بن سعد اللہ عباسی عالم و فاضل ولادت ١٢٠٠ھ۔ تجوید و قراءت قاری محمد نسیم رامپوری سے سیکھی غلام علی عباسی چڑیا کوٹی سے علوم حاصل کئے (چڑیا کوٹ اعظم گڑھ کا ایک قصبہ ہے) وفات ١٢٧٢ھ میں ہوئی

۱؎ بوستان اخیار از سعید احمد

۲؎ تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق

۳؎ آثار پھلواری شریف از حکیم سید شاہ شعیب نیر

درس وتدریس میں عمر صرف کی۔ انوار احمدیہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ [1]

ف ۹۱۵ قاری حافظ شرف الدین لاہوری

قاری حافظ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری کے مدرسے میں مسلسل حفظ و قراءت کی تعلیم ہوتی چلی آرہی تھی اس کا سلسلہ قاری حافظ محمد محمود کے بعد قاری حافظ معز الدین نے جاری رکھا۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ قاری حافظ شرف الدین نے سنہ ۱۲۱۲ھ سے ساٹھ سال تک درس گاہ کی خدمت کی جس سے کثیر تعداد میں عوام کو فائدہ پہنچا۔ سنہ ۱۲۷۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اونکے بعد اونکے فرزند حافظ احمد الدین نے مدرسہ سنبھالا۔

ف ۹۱۶ قاری سید جلال الدین اللہ والے برہان پوری

وطن برہان پور۔ خلف اکبر مولوی سید نقی شاہ برہان پوری۔ ولادت سنہ ۱۱۸۱ھ میں ہوئی شاہ علی اکبر نانا تھے۔ ابتداً والد ماجد و ہمشیرہ سے تلمذ رہا۔ اونکی ہمشیرہ عالمہ فاضلہ اور قاریہ تھیں۔ عورتوں میں وعظ کیا کرتی تھیں۔ اون کے زہد و عبادت کا بھی شہرہ تھا۔ ان بزرگون سے استفادے کے بعد آپ حرمین شریفین چلے گئے جہاں حدیث و قراءت کی سند حاصل کی۔ واپسی پر سلسلہ قادریہ میں والد سے خلافت حاصل کی۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ صدہا طالب علموں کو پڑھایا۔ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ چند سال حیدرآباد آکر قیام فرمایا۔

(ب) آپ کی تصانیف کثیر التعداد ہیں۔ آپ کا ایک نایاب کتب خانہ تھا جس میں قلمی کتابیں بہت تھیں۔ فالج کے اثر سے بروز جمعہ سنہ ۱۲۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ علی اکبر کی خانقاہ کی مسجد کے صحن واقع برہان پور میں دفن ہوئے۔

(ج) آپکے شاگردون کی تعداد بہت ہے۔ جن کے منجملہ مشہور یہہ ہیں:۔ (۱) مولوی قاری عبید اللہ فرزند (۲) مولوی سید مطیع اللہ (۳) قاری حافظ محمد مظہر (۴) قاری حافظ سید رحیم الدین (۵) قاری حافظ سید نجم الدین (۶) قاری حافظ عبد الغنی (۷) قاری حافظ عبد الغفار (۸) قاری حافظ انور خان وغیرہ [2]

ف ۹۱۷ قاری احمد علی خان لکھنوی

وطن رامپور۔ لکھنو میں متداولہ علوم کی تحصیل کی۔ پھر لکھنو ہی میں درس تجوید و قراءت کا مشغلہ اختیار کیا۔ بڑے متقی و پرہیزگار و دیندار بزرگ تھے۔ آپکے شاگردوں میں اچھے قاری و حافظ محمد حسن خان نیر تھے۔ جو بعد ازاں رامپور چلے گئے سنہ ۱۲۷۳ھ میں بزمانہ غدر شہید ہوئے۔ [3]

---

[1] تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان۔ نزہت الخواطر از مولانا عبد الحی

[2] تاریخ برہان پور [3] تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد خان شوق وغیرہ

ف ۹۱۸ وطن دہلی۔ والد کا نام شاہ رفیع الدین

شیخ القراء حافظ مخصوص اللہ ابن رفیع الدین دہلوی

ابن شاہ ولی اللہ۔ آپ حافظ و مقدس بزرگ تھے زاہد و عابد شب زندہ دار۔ راوی ہفت قرات بیس پچیس سال تک مسلسل تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے۔ یہ درس روشن الدولہ کی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ حضرت کے اوقات بہت منضبط تھے۔ ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقویٰ شعاری میں صرف کی۔ آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔

(ب) آپ کی ایک صاحب زادی امۃ الغفار تھیں جو قاریہ زاہدہ ہونے کے علاوہ صحاح ستہ پڑھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے عورتوں میں قراءت کی تعلیم و حدیث کا درس جاری کیا۔

(ج) شاہ مخصوص اللہ کا انتقال ۱۲۷۳ھ میں ہوا۔ سرسید احمد خاں نے آپ سے تجوید و قراءت سیکھی تھی[1]

ف ۹۱۹ وطن اورنگ آباد۔ علوم و قراءت کی تکمیل اورنگ آباد

حاجی مقری محمد میاں اورنگ آبادی

ہی میں کی۔ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے علماء سے بھی تجوید و قراءت کا استفادہ کیا۔ واپسی کے بعد فن قراءت پر بزبان عربی "تجوید محمدی" ۱۲۷۳ھ میں لکھی۔ آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر قاری مفتی نور الضیاء المعروف بہ ضیاء یار جنگ تھے۔

ف ۹۲۰ کلکتے کے متوطن۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کی اوسی مقام پر تحصیل

قاری شاہ محمد عبد الحق کلکتوی

کی۔ کلکتے سے کانپور آکر کچھ عرصہ قیام کیا۔ محمد عبد اللہ امام جامع مسجد کانپور نے جو مدرسہ جامع العلوم کانپور کے مہتمم بھی تھے آپ سے تجوید و قراءت سیکھی۔ آپ واعظ بھی اچھے تھے۔ شیعہ کے بہت خلاف تھے۔ حج و ہجرت کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے گئے۔

(ب) اونکے بعد قاری محمد عبد اللہ نے تیس سال کانپور میں تجوید و قراءت کی خدمت انجام دی۔ فن تجوید پر ایک رسالہ "قاری بنانے والی کتاب" اردو میں مرتب کیا جو کانپور سے طبع ہو چکی ہے اور اب بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔

(ج) قاری محمد عبد اللہ کے فرزند قاری حافظ محمد ولی اللہ ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور میں درس دیتے رہے۔ اب مسجد میر محمود لاری پارک میں درس دیتے ہیں۔ میں ان سے مل چکا ہوں ان کا تفصیلی ذکر متعاقب آئے گا۔

ف ۹۲۱ وطن رامپور۔ والد کا نام منشی رسول بخش ابن منشی فیض بخش

قاری حافظ عبد الصمد یوسفی

---

[1] حیات جاوید از الطاف حسین حالی۔

عالم و فاضل قاری و حافظ تھے۔ ذہین و طباع واقع ہوئے تھے۔ مولانا شاہ نقی علی قلندر کے شاگرد تھے ان ہی سے تجوید و قرارت سیکھی۔ خوش گلو واقع ہوئے تھے۔ کلام اللہ خوب پڑھتے تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں لکھنؤ گئے۔ ۱۲۷۳ھ میں غدر کے بعد اونکو اور اونکے والد کو سزائے موت ہوئی [۱]

قاری محمد علی جونپوری | **ف ۹۲۲** مولد جونپور۔ والد کا نام مولوی سخاوت علی جونپوری۔ تحصیل علوم میں اپنے والد سے تلمذ رہا۔ تجوید و قرارت سے واقف تھے والد کے حین حیات بحالت شباب ۱۲۷۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ [۱]

---

[۱] تذکرۂ علمائے ہند از رحمٰن علی و تجلی طور وغیرہ

دورِ حکومت برطانیہ

بابِ سیزدھم (۱۲۷۳ھ تا ۱۳۰۰ھ) حصہ اوّل

---

۹۲۳ غدر میں بہت سے خاندان تباہ ہوگئے۔ بے شمار افراد ہجرت کرکے بیرون ہند روانہ ہوگئے مسلمانون کا علمی ذوق متاثر ہوا۔ وہ سکون و اطمینان جو درسگاہون کی نشو و نما کے لئے ضروری ہے تاراج ہوگیا۔ تاہم قراء و علماء کی تعداد اتنی باقی رہ گئی تھی کہ تجوید و قراءت کا کام چلتا رہا۔ بعض علماء و فضلا ریاست ہائے حیدرآباد۔ رامپور۔ ٹونک اور بھوپال وغیرہ میں پناہ گزین ہوئے جہان ان کی خاطر خواہ سرپرستی کی گئی۔

(ب) ۱۲۷۳ھ سے لیکر تیرھوین صدی کے ختم تک کے قراء کا ذکر پہلے حصہ میں کیا جائے گا چودھوین صدی کے قراء کا ذکر اس دور کی خصوصیات کے ساتھ متعاقب کیا جائے گا۔

۹۲۴ اس دور کے ابتدائی ستائیس سال میں تجوید پر جو کتابین لکھی گئین اور قرآن مجید پر جو کے جو حاشیے لکھے گئے وہ درج ذیل ہیں:۔

(الف) قاری محمد عبداللہ نے مرغوب القاری (منظوم) فارسی میں مطبع ہاشمی سے ۱۲۷۷ھ میں شائع کی جس کے کاتب ممتاز علی تھے۔ کتب خانہ مظاہر العلوم سہارن پور میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

(ب) قاری یوسف علی خان ابن مظہر علی خان شاگرد قاری قادر بخش پانی پتی نے ایک رسالہ حرف ضاد کی تحقیق میں ۱۲۷۸ھ میں لکھا جو کتب خانہ مظاہر العلوم سہارن پور میں قلمی موجود ہے۔

(ج) قاری حافظ کریم اللہ دہلوی استاد نواب وزیر الدولہ والی ٹونک نے قراءت سبعہ پر دوسری کتاب "منبع القرآن فی سبعہ قرات و رسم القرآن" ۱۲۷۹ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ سعیدیہ کتب خانہ ٹونک میں موجود ہے۔

(د) فتح المنان فی تجوید القرآن ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد دکن میں لکھی گئی جس کا قلمی نسخہ اسٹیٹ

لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔

(ھ) مولانا غلام قادر مدراسی نے ضوابط القرآن لکھ کر ۱۲۸۰ھ میں مظہر العجائب پریس مدراس سے شائع کرایا۔

(و) عبدالغفار خان نے قرآن مجید کا ایک نسخہ فروش سبعہ کے ساتھ حسب الحکم یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان نواب ٹونک کے لئے ۱۲۸۱ھ میں لکھا جو رامپور پہونچ گیا۔ وہاں سے مرکزی لائبریری دہلی میں منتقل ہوا۔

(ز) قاری مولانا عثمان بن حافظ محمود نے "راحت القاری شرح زینت القاری" نام کی کتاب مرتب کر کے محمدی پریس بمبئی سے ۱۲۸۲ھ میں طبع کرائی۔

(ح) محمد عبدالرحمن محدث پانی پتی نے ایک رسالہ "تحفہ نذریہ" ۱۲۸۳ھ میں لکھ کر طبع کرایا۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(ط) قرآن شریف کا ایک نسخہ لکھنو سے ۱۲۸۶ھ میں طبع کرایا گیا جس کے حاشیے پر اختلافات سبعہ مندرج ہیں۔ یہہ بڑی تقطیع کا نسخہ جس کی کتابت حشمت علی کاتب نے کی۔ منشی امیر اللہ تسلیم نے طباعت کی تاریخ نکالی ہے۔

زحسن کوشش حشمت علی باز ❖ چو مصحف طبع شد بے مثل دوران
نوشتم از پئے تاریخ تسلیم ❖ شد از سید دوچندان شان فرقان ۱۲۸۶

مانگ زیادہ ہونے سے یہہ نسخہ دوبارہ طبع کیا گیا۔ اوسکے بعد وہ نسخے بھی ناکافی ہونے سے تیسری بار ۱۳۰۶ھ میں لکھنو سے طبع ہوا۔ طبع سوم کا ایک نسخہ سید قادر محی الدین صاحب اسسٹنٹ کمشنر آبکاری وظیفہ یاب مدراس کے پاس موجود ہے۔ سبعہ کے حواشی کے علاوہ اس میں جا بجا بحر العلوم و درۃ الفرید و اتحاف کے حوالے بھی مندرج ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں سبعہ قرات کے طلباء کثیر تعداد میں پائے جاتے تھے۔

(ی) قاری محمد حسن علی ہاتفی شاہجہان پوری نے "رموز القرآن" کے نسخے اردو میں دوسری مرتبہ ۱۲۸۸ھ میں طبع کرائے۔ ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(ک) قاری عبدالرحمن کلکتوی نے تیسوین پارے کے متن کے ساتھ سبعہ قرات کے اختلافات واضح کر کے ۱۲۸۹ھ میں بمبئی سے طبع کرایا۔

(ل) قاری محمد صادق مدراسی کے پاس التیسیر کا قلمی نسخہ ۱۲۸۹ھ میں پہونچا۔

(م) قاری مسیح الزمان حیدرآبادی نے ایک کتاب "ضوابط القرآن" امام عاصم کی قرات میں یعنے

اونکے دونون رادیون کے اختلافات بتلاتے ہوئے لکھی۔ جو حیدرآباد سے ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوئی۔

(ن) وقوف سجاوندی کی ایک خوشخط نقل عزیز الرحمن نے ۱۲۹۵ھ میں کی جو حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(س) حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدہلوی نے "حرز الاصول والفروع" قرات سبعہ میں بزبان اردو لکھی جو بے نظیر کتاب ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

قاری مولوی عبدالکریم صوفی ابن برکت علی

ف ۹۲۵ مولد ظفرآباد۔ والد کا نام سید برکت علی سنہ ولادت ۱۲۴۶ھ۔ نشوونما اعظم گڑھ میں ہوئی۔

متداول علوم نیز تجوید و قرات اپنے والد ہی سے سیکھی۔ پھر قاری نور سے اوس کی تکمیل کی۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل کیا۔ خوش الحان تھے۔ آواز میں سوز پایا جاتا تھا۔ عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں صرف کیا۔

(ب) سید نورالدین نے اپنی تصنیف "تجلی نور" کے حصہ دوم میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "طبعش سلیم و ذہنش مستقیم۔ جوان صالح جامع محامدہ و اوصاف حسنہ بود۔ مشق قرات از قاری نور نمود کلام مجید بہ الحان خوش و پر درد می خواندے۔ خامہ اش اصل الاصول کلک خطاطان زمن و در خوشخطی دستگاہ احسن داشت۔ ہموارہ در درس و تدریس اشتغال می ورزید۔ صوفی تخلص کردے"۔

(ج) ۸ محرم ۱۲۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ قبر خام اعظم گڑھ میں عیدگاہ کے باغ کے اندر ہے۔

قاری حافظ محمد جمیل المعروف بہ بسم اللہ صاحب برہان پوری

ف ۹۲۶ مولد برہان پور۔ خلف رشید مولوی عبدالغفار۔ ولادت ۱۲۱۱ھ میں ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو۔ فقہ وغیرہ میں مولوی سید قدرت اللہ و مولانا ضیاء الدین اللہ والے صاحب سے استفادہ کیا۔ پھر حیدرآباد دکن آکر مولوی محمد حفیظ صاحب والد مسکین شاہ صاحب سے علوم حاصل کئے بعد ازان دہلی جاکر شاہ محمد اسحاق و مفتی صدرالدین خان و مولوی اخوند شیر محمد خان سے علوم حدیث و تفسیر و تجوید و قرات و اصول و منطق و طبیعیات و الہیات وغیرہ کی تحصیل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ میں شاہ ابوسعید سے بیعت ہوکر خلافت حاصل کی۔ پھر لکھنو جاکر مرزا حسن علی تلمیذ شاہ عبدالعزیز سے علم کلام و حدیث و تفسیر کی سند لی۔ بعد ازان حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ واپسی کے بعد برہان پور میں قیام کیا۔ ۱۲۴۹ھ میں قاضی مقرر ہوئے۔ وہان سے حیدرآباد آکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ بوقت افتتاح مدرسہ دارالعلوم ۱۲۷۲ھ میں مدرس اول مقرر ہوئے۔ پنچش سے ۲۳ جمادی الاولی ۱۲۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ محلہ شکر گنج میں نواب صفدر یار جنگ کے صحن میں دفن ہوئے۔ مشہور و معروف شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) مولوی احمد علی رکن عدالت العالیہ (۲) مولوی حسن زمان (۳) علاء الدین حیدر (۴) آصف نواز جنگ
(۵) رفعت یار جنگ وغیرہ ۱؎

قاری حافظ حاجی محمد سخاوت علی عمری ف ۹۲۷ مولد جونپور۔ سنہ ولادت ۱۲۲۶ھ مولوی قدرت علی ردولوی اور مولوی عبد الحی دہلوی سے علوم حاصل کئے۔ قرات و حفظ کی تکمیل کی۔ جامع مسجد جونپور کو شیعون کے قبضے سے واپس لیکر اوس میں مدرسہ فرقانیہ ربانیہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں حفظ۔ تجوید و قراءت کی تعلیم ہوتی تھی۔ صدہا کسانوں کو حافظ و قاری بنادیا۔ اونکے بعد اون کے فرزندوں نے اور اونکے شاگرد کرامت علی جونپوری نے مدرسہ جاری رکھا۔ کچھ عرصے تک سخاوت علی صاحب ریاست باندا میں بھی رہے۔

(ب) ۱۲۶۴ھ میں آپ نے پہلا حج کیا۔ دوسری بار ۱۲۷۲ھ میں حج کو گئے اور حجاز مقدس میں مستقل اقامت اختیار کرلی۔ ۱۲۷۴ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔
(ج) سخاوت علی صاحب کے فرزند (۱) مولوی محمد (۲) مولوی محمد شبلی (۳) مولوی حافظ حاجی عبد الغنی تھے۔ شاگردوں میں مشہور ہستی کرامت علی جونپوری کی تھی۔ ۲؎

قاری حافظ مجیب علی احقر رامپوری ف ۹۲۸ مولد نگینہ ضلع بجنور۔ سنہ ولادت ۱۱۹۰ھ۔ لحیم شحیم کھلا رنگ۔ پانچ سال کی عمر میں رامپور آئے۔ علوم درسیہ ملا سید علی سے حاصل کئے۔ قاری محمد نسیم سے حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ مولانا رفیع الدین دہلوی کے مرید ہوئے۔ تہجد کے وقت سے صبح تک تلاوت میں مصروف رہتے۔ شاعر بھی تھے احقر تخلص کرتے تھے باقی وقت درس و تدریس میں گذارتے تھے۔ کثرت سے شاگرد ہوئے۔ پچاسی سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاخر ۱۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ چرخ والی مسجد کے حجرے میں رہتے تھے۔ مولانا جمال الدین کے احاطے میں دفن ہیں ۳؎

حاجی ابو سعد اسمٰعیل بن حسین ویلوری ف ۹۲۹ وطن ویلور (ارکاٹ) ابن حسین بن امام الدین بن نور الدین۔ ولادت ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان عرب خاندان تھا جو ویلور میں بس گیا تھا۔ آپ نے تجوید و قراءت اپنے والد سے سیکھی۔ پھر مدراس جاکر

۱؎ گلزار آصفیہ۔ تذکرہ علمائے ہند۔ تاریخ برہان پور
۲؎ تذکرہ علمائے ہند از رحمن علی۔ و تجلی نور تذکرہ مشاہیر جونپور از نور الدین
۳؎ تذکرہ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

اپنے چچا عبد الحمید سے دیگر علوم کی تحصیل کی۔ وعظ کیا کرتے تھے۔ حج بھی کیا۔ تمام عمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات بہ مقام ویلور ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ [۱]

۹۳۰ قاری محمد عبد اللہ
یو۔ پی کے رہنے والے۔ تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے۔ آپ نے ایک منظوم رسالہ قراءت پر "مرغوب القاری" کے نام سے فارسی میں لکھا جو مطبع ہاشمی سے ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوا۔ کاتب ممتاز علی تھے۔ مظاہر العلوم کے کتب خانے میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

۹۳۱ قاری حافظ شاہ احمد سعید مجددی
مولد مصطفےٰ آباد۔ رامپور۔ سنہ ولادت ۱۲۱۷ھ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے۔ مفتی شرف الدین تلمیذ شاہ عبد العزیز سے تفسیر و حدیث کی سند لی۔ جب ۱۲۳۹ھ میں آپکے والد حج و زیارت کیلئے گئے تو آپ کو اپنی جگہ خانقاہ میں چھوڑا۔ خراسان۔ بلخ و بدخشان کے لوگ کثرت سے آپکے مرید تھے۔ اسی بنا پر غدر میں آپ کو خارج البلد کیا گیا۔ آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے فرزند شاہ محمد عمر اور پوتے شاہ ابو الخیر ساتھ تھے۔ دونوں نے تجوید و قراءت کی تکمیل وہیں کی [۲]

۹۳۲ قاری یوسف علی خان
والد کا نام منظہر علی خان۔ تجوید و قراءت قاری قادر بخش پانی پتی سے سیکھی۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ ایک رسالہ ضاد کی تحقیق میں ۱۲۷۸ھ میں لکھا جو کتب خانہ مظاہر العلوم میں قلمی حیثیت سے موجود ہے۔

۹۳۳ قاری شیخ احمد بن نعیم کشمیری
والد کا نام شیخ نعیم بن شیخ مقیم۔ مولد سری نگر (کشمیر) قاضی جمال الدین کشمیری سے علوم کی تحصیل کی۔ تجوید و قراءت قاری عباد اللہ سے حاصل کی۔ طریقت میں شاہ محمد اکبر سے بیعت ہوئے۔ درس و تدریس میں لگے رہے وفات ۱۲۷۸ھ میں ہوئی۔

۹۳۴ مولانا فضل حق خیر آبادی
وطن خیر آباد۔ والد کا نام فضل امام بن محمد ارشد سنہ ولادت ۱۲۱۲ھ۔ اپنے والد ہی سے علوم حاصل کئے۔ تجوید و قراءت کی بھی ان ہی سے تکمیل کی۔ قوی الحافظہ تھے۔ چودہ مہینے میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تمام عمر درس و تدریس و خدمت خلق میں گذاری وفات ۱۲۷۸ھ میں ہوئی [۳]

---

[۱] نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبد الحی

[۲] روض الازہار فی ذکر الاخیار از زید ابو الحسن دہلوی مطبوعہ

[۳] نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبد الحی۔

قاری حافظ جلال الدین احمد بنارسی

۹۳۵ وطن بنارس۔ والد کا نام مولانا شاہ عبد الاعلیٰ سنہ ولادت ۱۲۲۱ھ۔ علوم متعارفہ اولاً اپنے والد سے پڑھے پھر مولوی احمد اللہ محدث بنارسی سے تلمذ رہا۔ بعد ازاں کانپور اور دہلی تشریف لے گئے۔ تجوید و قراءت و حدیث کی تکمیل میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے بھی تلمذ رہا۔ حدیث کی کتابیں مولانا عبد الحق بنارسی سے پڑھیں۔ عمل بالحدیث اور اتباع سنت کا جذبہ بھی ان ہی بزرگوں کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا۔ آپ بیحد ذہین تھے۔ حفظ قرآن کا شوق ہوا تو رمضان کی پہلی سے روزانہ ایک پارہ یاد کرکے رات کو تراویح میں سنادیتے۔ ایک عرصے تک کوئینس کالج بنارس میں مدرس رہے۔ وفات ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔

(ب) آپکے صاحب زادوں میں مولانا سید سعید الدین احمد اچھے قاری اور تلاوت کی مزاولت کرنے والے تھے۔ وفات ۱۲۹۳ھ میں ہوئی [1]

قاری محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ بدر الملک

۹۳۶ مولد مدراس۔ والد کا نام قاری محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک۔ آپ اپنے والد کے دوسرے فرزند تھے۔ ۵ محرم ۱۲۱۱ھ کو پیدا ہوئے۔ ۲۵ محرم ۱۲۸۰ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ تجوید و قراءت میں ماہر تھے۔ مدرسہ محمدیہ میں درس دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ "فوائد بدریہ" سیرۃ النبیؐ پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ علامہ شمس الدین الجزری نے بہ دست خود قرآن شریف کا ایک نسخہ پر عشرہ قرات کا حاشیہ لکھا تھا۔ الجزری کے انتقال کے بعد اونکے فرزند ابوبکر احمد نے الحافظ الاصبہانی سے اس نسخے کی نقل کرائی۔ جس پر ذیل کی عبارت درج ہے۔ "بخط العالم الربانی طاہر بن عرب بن ابراہیم الحافظ الاصبہانی تلمیذ شیخ الامجد والامام السند محمد بن محمد بن محمد الجزری رحمہم اللہ" قرآن شریف کے اس نسخے کو جس کا متن بروایت امام بصریؒ لکھا گیا تھا تحفۃً احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں بھیجا گیا۔ متن میں مدود کی لمبائیاں وغیرہ کو سرخی اور لاجوردی روشنائی سے واضح کیا گیا تھا۔ قرآن شریف کا یہ نسخہ شاہی کتب خانے میں رہا۔ وہاں سے ٹیپو سلطان کے کتب خانے میں بعد ازاں والاجاہی کتب خانے میں منتقل ہوا مولوی محمد غوث صاحب نے اوسکی ایک نقل اپنی قلم سے ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۶ھ کو مکمل کی۔ اصل اور نقل دونوں اسی خاندان میں محفوظ ہیں۔ اصل نسخہ تو محمد غوث صاحب ایم اے لائبریرین عثمانیہ یونیورسٹی کے پاس محفوظ ہے۔ محمد غوث کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نقل مولوی صبغۃ اللہ صاحب کے پاس موجود تھی۔ حضرت نے اوس پر

---

[1] تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی۔ و از تذکرہ مشائخ بنارس مرتبہ عبد السلام۔

ایک حاشیہ رسم الخط کا اضافہ کر کے سنہ ۱۲۷۶ھ میں مدراس میں طبع کرایا۔ طبع شدہ نسخہ میں نے شیخ القراء حضرت روشن علی صاحب کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ اوسکے بعد کتب خانہ محمدیہ میں کئی نسخے ملے۔ اون میں سے ایک نسخہ صبغۃ اللہ صاحب کے فرزند مفتی محمد محمود اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے گئے اور استاد الشیخ محمد شربینی الدمیاطی مصری سے اوسی نسخہ پر قرات سبعہ کی تعلیم پائی۔ اور یادداشت کے طور پر صفحہ اول پر لکھا ہے "ابتدائے قرات سبعہ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۸ھ۔ پیش شیخنا الشیخ محمد شربینی الدمیاطی المصری۔ ۸ صفر سنہ ۱۳۰۸ھ روز سہ شنبہ وقت صبح ختم کردم" ذیل کی دوسری یادداشت سید محمد التونسی سے سبق حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ "بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی دوشنبہ سنہ ۱۳۰۹ھ پیش شیخنا السید محمد تونسی آغاز کردم"

(ب) حضرت کی کوشش اور دلچسپی لینے کی وجہ سے قرارت کی اور کتابیں بھی مدراس سے طبع ہوئیں اس لئے ہر طباعت پر سنہ ۱۲۶۷ھ درج ہے۔

ف ۹۳۷ قاری مولانا محمد ہاشم دہلوی وطن دہلی۔ ولادت تقریباً سنہ ۱۲۱۰ھ کی ہے۔ فن تجوید و قرارت و دیگر علوم دہلی کے علماء سے حاصل کئے۔ قرات عشرہ کے جید قاری تھے۔ تجوید و قرارت میں آپ کے استاد قاری محمد بیگ تھے اونکے استاد قاری کرم اللہ اونکے استاد قاری عبد المجید اونکے استاد قاری غلام مصطفےٰ۔ اونکے استاد قاری حافظ عبد الغفور۔ اور اونکے استاد شیخ القراء عبد الخالق منوفی تھے۔ اس طرح یہہ بابرکت سلسلہ حضرت عبد الخالق منوفی تک پہونچتا ہے۔ مولانا محمد ہاشم صاحب کا مشغلہ تجوید و قرارت کے درس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اونکے ایک شاگرد قاری عبد الرحمٰن بن پیر بخش بن امیر شاہ تھے جنہون نے تجوید کی تکمیل سنہ ۱۲۷۳ھ میں کی۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ مولانا محمد ہاشم کا انتقال تقریباً سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہوا۔

ف ۹۳۸ قاری حافظ شاہ مظہر علی کاکوروی وطن کاکوری۔ والد کا نام شیخ غالب علی ابن شیخ غلام صفی ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمٰن شہید۔ یہہ سلسلہ حضرت مخدوم نظام الدین کاکوروی سے ملتا ہے۔ شاہ محمد کاظم قلندر کے نواسے تھے۔ ولادت سنہ ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔ عالم و فاضل قاری و حافظ تھے۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ سنہ وفات سنہ ۱۲۸۱ھ ہے۔ مہدی علی خوشنویس آپ کے فرزند تھے جن کا انتقال سنہ ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔

ف ۹۳۹ قاری حافظ سید کرم اللہ برہان پوری مولد برہان پور۔ قاری و حافظ و عالم ہوئے۔ ریاضتیں بہت کیں۔ متواضع واقع ہوئے تھے۔ متقی و عابد و زاہد و اہل اللہ تھے۔ طبع موزون رکھتے تھے۔ حافظ تخلص کرتے تھے۔ وفات سنہ ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔ صحن جامع مسجد میں دفن ہوئے اونکے فرزند حافظ اکرام اللہ واعظ تھے وہ بھی صحن مسجد میں دفن ہوئے۔

قاری حافظ محمد عبیداللہ عرف قاری لالا ف ۹۴۰ وطن پانی پت۔ والد کا نام قاری حافظ مصلح الدین عباسی پانی پتی۔ قاری لالا نے اپنے والد سے تجوید و قرات و دیگر علوم حاصل کئے۔ تجوید میں آپ کی تحقیق کے ساتھ ادائی لاجواب تھی۔ مخارج و صفات کی ادائی پر کامل قدرت رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں بہترین قاری تھے جن کی مثال ہندوستان بھر میں کہیں نہ مل سکی۔ پانی پت، دہلی، بھوپال میں قیام رہا۔ ہر جگہ بڑی تعداد میں لوگ رجوع ہوئے۔ سفر کرتے ہوئے دکن بھی آئے تھے۔ آخری زمانہ بھوپال میں گذرا۔ تقریباً سنہ ۱۲۸۲ھ میں انتقال ہوا قبر بھوپال میں قلندر شاہ کے تکیہ میں ہے۔

(ب) آپ کے شاگردوں میں قاری غوث علی شاہ پانی پتی بھی تھے۔ چند روز قرات سبعہ کا درس حاصل کرنے کے بعد حضرت نے غوث علی شاہ کو ایک ہی روایت پر اکتفا کرنے کا مشورہ دیا۔ غوث علی شاہ نے اس کی تعمیل کی۔

(ج) ایک روز قاری غوث علی شاہ صاحب نے قاری لالا سے پوچھا کہ کیا آپ کو اپنے سے بہتر بھی کوئی ملا ہے؟ آپ نے جواب میں ذیل کا قصہ سنایا۔ ایک دفعہ میں دکن کی جانب سفر کر رہا تھا۔ ایک گاؤں میں قیام کیا۔ میری عادت تھی کہ جب کسی مقام پر ٹھہرتا تو وہاں کے قاریوں کے متعلق استفسار کر لیتا۔ چنانچہ حسب عادت اس گاؤں میں بھی دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا قاری کسے کہتے ہیں ہم نہیں جانتے البتہ ایک اندھے حافظ مسجد میں رہتے ہیں جو لڑکے پڑھایا کرتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اون سے مل سکتے ہیں۔ چنانچہ میں اون سے ملنے گیا دیکھا کہ لڑکے باہر بیٹھے ہیں اور ایک حجرہ میں حافظ جی موجود ہیں۔ ایک ایک لڑکا اندر جاتا ہے اور سبق پڑھ کر واپس آجاتا ہے۔ میرے مسجد میں داخل ہونے کے بعد جو لڑکا اندر جانے کو تھا اوس کے ذریعہ میں نے اپنی اطلاع دی۔ حافظ جی نے اندر بلا لیا۔ مزاج پرسی کے بعد میں نے کلام مجید سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میرے ذوق کا اندازہ کر کے انھوں نے خواہش کی کہ پہلے میں کچھ سناؤں۔ امتثالاً میں نے تلاوت آغاز کی تو اندھے نے کان کھڑے کئے میں رکوع ختم کر چکا تو پوچھا "کیا تم قاری لالا ہو"۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور ساتھ ہی استفسار کیا کہ کیسے پہچانا۔ کہا کہ سارے ہندوستان میں اس خوبی و ادائی کے ساتھ پڑھنے والا اس زمانے میں قاری لالا کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد حافظ جی نے پڑھنا شروع کیا۔ ابھی اعوذ ہی پڑھی تھی کہ پاس رکھے برتن کے سرپوش کو حرکت ہوئی اور رکوع شروع کرتے ہی وہ تقریباً ایک گز اونچا اڑ کر معلق ٹھہر گیا۔ جب حافظ جی پڑھ چکے سرپوش اپنی جگہ واپس آگیا۔ میں عالم حیرت میں مبہوت ہو گیا۔ حافظ جی نے میری خاموشی کی وجہ پوچھی میں نے یہ ماجرا بیان کیا تو انھوں نے فرمایا تمھیں قال میں ید طولیٰ حاصل ہے اور مجھے حال میں۔ میں پورے

قرآن مجید کا عامل ہوں۔ آج دوپہر میں اور بھی تماشے دکھاؤں گا۔" غرض ظہر کے وقت مجھے جنگل کی طرف لے گئے ایک کنوئیں پر پہونچکر مجھے کہا آؤ وضو کرکے نماز پڑھ لیں۔ میں نے کہا اچھا میں رہٹ کھینچتا ہوں آپ وضو کر لیں فرمایا اس کی ضرورت نہیں کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو کر سورۂ یٰسین پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا تو پانی جوش مار کر اوپر چڑھنے لگا۔ بالآخر کنارے پر آگیا۔ ہم نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ گھومتے ہوئے ہم دوسرے کنوئیں پر پہونچے حافظ جی کو پیاس محسوس ہوئی۔ انھوں نے فرمایا میں سورۂ رحمٰن پڑھ کر انگلی پر دم کروں اور تین بار رہٹ کی طرف اشارہ کر کے چکر دوں جب میں نے اوس پر عمل کیا تو رہٹ خود بخود چلنے لگا۔ پانی پی کر ہم آگے بڑھے تو کھیت والا ہمارے پیچھے دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ حضرت یہہ کیا ہوا کہ رہٹ تھمتا ہی نہیں میرا کھیت غرق ہو رہا ہے۔ حافظ جی نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور پہلے کی طرح پڑھ کر انگلی پر دم کر کے الٹے تین چکر دیدو۔ میں نے کوشش کی کہ رہٹ کو اپنی طاقت سے روک دوں مگر اس زور سے چکر کھا رہا تھا کہ شاید ہاتھی کی طاقت بھی اوس کو نہ روک سکتی۔ آخر وہی عمل کیا۔ رہٹ کا زور فوراً تھم گیا۔ واپسی پر میں نے شاگردی کی استدعا کی تو والضحیٰ سے والناس تک سورتوں پر عمل کی مجھے اجازت دی اور ہر سورت کے اثرات سے واقف کرایا۔ میں نے آزمائش کی تو وہی اثر پایا۔ یہہ قصہ بیان کر کے قاری لالا نے غوث علی شاہ کو بھی اس عمل کے اثرات کا مشاہدہ کرایا۔ یہہ سنکر غوث علی شاہ کو بھی اندھے حافظ جی سے ملنے کا شوق ہوا۔ خیال تھا کہ حج سے واپسی کے بعد اونکے پاس جاکر قیام کریں گے مگر جب حج سے واپسی ہوئی تو معلوم ہوا کہ اون حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا۔

(ج) عجیب بات ہے کہ اتنا بڑا قاری دکن کی سرزمین پر رہتا تھا مگر اس گمنامی کی حالت میں کہ نابینا حافظ سے بڑھ کر لوگ اونکے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ کوئی واقف نہ تھا کہ قوت بصارت کا یہہ معذور بصیرت و روحانیت کے کیسے محیر العقول کمالات کا حامل ہے۔ عجیب تر امر یہہ ہے کہ قاری لالا اور غوث علی شاہ دونوں کے بیان میں حافظ صاحب کا نام بھی نہیں ملتا۔ نہ معلوم کتنے جواہر پارے اس طرح گمنامی کی حالت میں بسر کرتے رہے۔ اولیاءی تحت قبائی۔ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ۔

قاری حافظ شمس الدین فیض | **ف ۹۴۱** مولد حیدرآباد دکن۔ ولادت ۱۱۹۵ھ۔ بافیض بزرگ تھے حضرت شاہ شجاع الدین صاحب کے شاگرد خاص۔ حفظ و قرارت کی تکمیل بھی حضرت ہی سے کی۔ اچھے شاعر بھی تھے۔ فیض تخلص تھا۔ وفات ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ حیدرآباد ہی میں دفن ہیں۔

مدرسۂ دارالعلوم دیوبند و مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور | **ف ۹۴۲** ۱۲۸۳ھ فیض و برکت کا سال تھا کہ یو۔ پی میں ان دو مدرسوں کی بنیاد رکھی گئی۔ دونوں

مدرسے اُس وقت سے لیکر اب تک علوم دینی کی خدمت کر رہے ہیں۔ جو قرا، وقتاً فوقتاً ان اداروں سے فارغ ہو کر نکلے اون کا ذکر برمحل کیا جائے گا۔

قاری حافظ محمد جلال خان ٹونکی ف ۹۴۳ وطن ریاست ٹونک۔ والد کا نام امیر خان۔ ولادت ۱۲۳۰ھ۔ وفات ۱۲۸۴ھ۔ تفصیل کے لئے ریاست ٹونک کے حالات ملاحظہ ہوں جو فقرہ جات ۲۵، تا ۱۷۸، میں درج ہیں۔

قاری عبدالوہاب مدارالامراء مدراسی ف ۹۴۴ وطن مدراس۔ والد کا نام محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک، ولادت ۱۲۰۵ھ۔ عبدالعلی بحرالعلوم سے تلمذ رہا۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور جعفر حسین صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ نیز والد سے قرارت و دیگر علوم کی تکمیل کی۔ بعد ازاں شیخ علی بن عبداللہ الحموی سے تجوید و قرارت میں کمال حاصل کیا۔ ۱۲۶۴ھ میں پہلا حج اور ۱۲۶۸ھ میں دوسرا حج کیا۔ درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔ والد نے اپنی زندگی ہی میں وزارت کے فرائض اونکو سپرد کر دیئے تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپکے سات فرزند تھے۔ سب کے سب عالم و فاضل و قاری تھے۔ ان سب میں مشہور حافظ محمد غوث المخاطب بہ انتظام خان تھے۔ نیز ملاحظہ ہوں فقرہ جات ۲۴۸ و ۲۴۹۔ ۱؎

قاری مولوی حاجی حافظ ہادی علی کاکوروی ف ۹۴۵ مولد بنارس۔ آبا و اجداد کا وطن کاکوری تھا۔ سنہ ولادت ۱۲۱۴ھ۔ والد کا نام مولوی محمد عظیم تھی۔ علمائے فرنگی محلی کی خدمت میں رہکر علوم کی تکمیل کی۔ قرارت بھی وہیں سیکھی۔ حافظ محمد ابراہیم سے خوش نویسی کا فن حاصل کیا۔ جن میں اونکی بڑی شہرت ہوئی۔ خوش نویس ہفت قلم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی کتابت کردہ قرآن مجید کے نسخے اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے نامی گرامی کاتب آپ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۳۴ھ میں بنارس سے قطع تعلق کر کے لکھنؤ میں مکان خرید کر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ وہیں ۱۲۸۶ھ میں انتقال کیا۔ ۲؎

۱؎ نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء
۲؎ تذکار الابرار صفحہ ۱۴۴۔ و تذکرۂ مشائخ بنارس از عبدالسلام۔

قاری حافظ سید بادشاہ حسینی حیدر آبادی ف ۹۴۶ وطن حیدر آباد۔ ولادت ۱۲۱۹ھ۔ حضرت شاہ شجاع الدین کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ قرارت و دیگر علوم حضرت ہی سے تحصیل کئے۔ شاہ صاحب کے فرزند حاجی عبداللہ کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک عرصے تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ وفات ۱۲۸۶ھ میں ہوئی۔ آپکے چار فرزند تھے (۱) قاری سید محمد صدیق (۲) قاری سید احمد علی شاگرد سید محمد صاحب تونسی (۳) قاری سید محمود مکی (۴) قاری حافظ سید عمر راوی ہفت قرات۔ وفات ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو فقرہ (۱۰۳۷)

قاری نواب مصطفےٰ خان شیفتہ ف ۹۴۷ والد کا نام نواب اعظم الدولہ سرفراز الملک مرتضیٰ خان مظفر جنگ جاگیر دار جہانگیر آباد۔ سنہ ولادت ۱۲۱۸ھ و بروایت دیگر ۱۲۲۰ھ لڑکپن میں علوم و فنون حاصل کئے۔ تجوید کے اچھے جاننے والے تھے۔ استادان وقت سے قرارت سیکھی تھی حضرت شاہ غلام علی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ ابو سعید و شاہ احمد سعید سے استفادہ کیا تھا۔ اچھے شاعر تھے۔ شیفتہ تخلص تھا۔ مومن کے شاگرد تھے۔ ۱۲۵۵ھ میں حج کیا۔ ۱۲۸۶ھ میں انتقال ہوا۔ لہ

قاری شیخ اسمٰعیل سورتی ف ۹۴۸ وطن سورت (گجرات) ولادت ۱۲۱۷ھ۔ قاری حافظ عبدالرحمٰن سورتی سے تجوید و قرارت کی تکمیل کی اور دوسرے علوم حاصل کئے۔ بعد ازاں درس و تدریس کا سلسلہ آغاز کیا۔ وفات ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ سلہ

قاری حافظ مولانا عبدالرشید مجددی ف ۹۴۹ فرزند شاہ احمد سعید مجددی ۱۲۳۷ھ بمقام لکھنو پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں حافظ ہوئے۔ والد سے بیعت کی۔ قاری حبیب اللہ

لہ شیفتہ کے چند شعر نمونتہً پیش ہیں:۔

(۱) آشفتہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ ✤ طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں

(۲) جس لب کے بوسے غیر لیں اس لب کے شیفتہ ✤ کم بخت گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے

(۳) وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی ✤ میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر لے

(۴) شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ ✤ اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

(۵) پھر کہتے ہو کہ چھیڑنے کی اپنی خو نہیں ✤ عطر سہاگ ملتے ہو وہ جس میں بو نہیں

سلہ نزھت الخواطر جلد ہفتم۔ از مولانا عبد الحی۔

ملتانی و قاری فیض احمد دہلوی سے قرات و دیگر علوم سیکھے۔ ۱۲۵۶ھ میں حج کیا۔ ۱۲۸۷ھ میں وفات ہوئی۔[1]

قاری حافظ شاہ امیر حسن عظیم آبادی

ف ۹۵۰ وطن عظیم آباد پٹنہ۔ والد کا نام محب حسن۔ شاہ یحییٰ کے مرید و خلیفہ۔ حفظ و قرات کی تکمیل لڑکپن ہی میں کرلی۔ پٹنہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ دو بار حج کیا۔ پھر تارک الدنیا ہوگئے۔ تجوید و قرات کے ماہر تھے۔ اس خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے کہ سننے والوں پر محویت طاری ہوجاتی۔ زاہد۔ عابد۔ کثیر البکا مشہور تھے۔ ۱۲۸۸ھ میں وفات ہوئی۔[2]

قاری امیر احمد ٹونکی

ف ۹۵۱ والد کا نام مولوی نصیر احمد ابن ولی محمد۔ سید احمد شہید کے خلفاء میں سے تھے۔ وزیر الدولہ نواب وزیر خان نے ۱۲۵۳ھ میں خط لکھ کر آپ کو طلب کیا تھا۔ مولوی امیر احمد صاحب مدرسہ خلیلیہ ٹونک میں بعد ازاں مدرس ہوئے۔ آپ مولانا برکات احمد صاحب کے بہنوئی تھے۔[3]

شیخ القراء مولانا کرامت علی جونپوری

ف ۹۵۲ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۰ میں درج ہیں۔ عظیم المرتبت شخصیت تھی۔

قاری حافظ منیر علی رامپوری

ف ۹۵۳ مولد رامپور۔ والد کا نام مولوی رستم علی بن مولوی محمد اسمٰعیل ولادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ علوم اپنے والد اور علمائے رامپور سے حاصل کئے۔ حفظ و قرات کی بھی تکمیل کی۔ قرآن مجید ایسا پڑھتے کہ سننے والوں پر رقت طاری ہوجاتی تھی۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔[4]

قاری حافظ عبدالرحیم رامپوری

ف ۹۵۴ مولد رامپور۔ والد کا نام عبدالماجد۔ سنہ ولادت ۱۲۳۰ھ صغر سنی میں آپکے والد آپ کو مولانا جمال الدین صاحب کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا "آؤ حافظ عبدالرحیم" والد نے عرض کیا کہ اس نے تو ابھی ناظرہ بھی نہیں پڑھا ہے۔ فرمایا انشاءاللہ حافظ ہوجائے گا۔ یہ حضرت کے دعا کی برکت تھی کہ عبدالرحیم نے بہت جلد حفظ کرلیا اور قرأت وقت سے تجوید و قرات بھی سیکھی۔ پھر تو عبدالرحیم کی قرات و حفظ کی داستانیں ہر زبان پر تھیں۔ رفتہ رفتہ قبول عام کی سند حاصل ہوگئی۔ بہ مقام رامپور تقریباً ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔[4]

---

[1] تذکرۂ کاملان رامپور از حافظ احمد علی شوق

[2] مراۃ الکونین و نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی

[3] آثار مالوہ از وکیل مرتضیٰ احمد خان۔

[4] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

قاری مولوی زمان خان شہید ف ۹۵۵ مولد شاہ جہان پور۔ والد کا نام عمر خان۔ سنہ ولادت ۱۲۴۲ھ۔ لڑکپن میں قرآن مجید ختم کیا۔ تجوید بھی سیکھی۔ تلاوت سے خاص شغف تھا۔ سنہ ۱۲۶۵ھ میں بزمانۂ افضل الدولہ حیدرآباد آئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۲۸۲ھ میں حج کیا۔ دو سال حجاز میں قیام کرکے واپس آئے۔ تجوید و قراءت کی تکمیل بھی وہیں کی۔ واپسی پر محلہ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد میں سکونت اختیار کی۔ مدرسہ و مسجد تعمیر کرائی۔ نواب عثمان علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ تلاوت قرآن بہ کثرت کرتے تھے۔ عصر سے عشاء تک ہمیشہ تلاوت میں گذارتے۔ سنہ ۱۲۹۲ھ میں تلاوت ہی کی حالت میں شہادت ہوئی۔ انکے بھائی مسیح الزمان خان بھی قاری تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

قاری حافظ سید نصیر الدّین عبیداللہ برہان پوری ف ۹۵۶ مولد برہان پور۔ والد کا نام مولوی سید جلال الدین اللہ والے صاحب خلف اکبر تھے سنہ ولادت ۱۲۲۳ھ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل برہان پور و حیدرآباد دکن میں کی۔ دوسرے علوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ ادیب و شاعر تھے۔ نثر مقفّیٰ و مسجع ہوا کرتی تھی۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں جن میں علوم قرآنی پر تیسیر فی مہمات التفسیر (۲) برہان الھدیٰ فی تفسیر الرحمٰن علی العرش استویٰ (۳) رسالہ سجدات و تعداد آیات و حروف و سور تہائے قرآن وغیرہ ہیں۔ بیگم صاحبہ بھوپال کی دعوت پر بھوپال میں بھی چندے قیام کیا۔ فن سپہ گری میں ماہر تھے۔ حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہونچے ۱۵ محرم بروز جمعہ انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ؎۱

قاری سعید الدین احمد بنارسی ف ۹۵۷ مولد بنارس۔ والد کا نام قاری سید جلال الدین بنارسی ولادت سنہ ۱۲۵۲ھ۔ والد سے علوم سیکھے۔ مولانا عبدالحق بنارسی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ طبیب بھی تھے اور عربی کے ادیب بھی۔ کوئنس کالج بنارس میں کام کیا۔ ہر وقت تلاوت قرآن کا شغلہ رہتا تھا۔ آپ کی لغات القرآن مشہور ہے۔ کئی بار چھپ چکی ہے سنہ ۱۲۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ باغ فاطمان میں دفن ہیں۔ ؎۲

مقری حافظ سید علی حسین رامپوری ف ۹۵۸ مولد و منشا رامپور۔ والد کا نام سید قمر علی۔ حفظ قرآن کی تکمیل خیر محمد پنجابی کی نگرانی میں ہوئی۔ تجوید دراز

؎۱ تاریخ برہان پور وغیرہ

؎۲ تذکرہ مشائخ بنارس از عبدالسلام۔

قاری محمد نسیم رامپوری سے اور حدیث حضرت نعیم شاہ سے سیکھی۔ بعد ازاں حضرت نعیم شاہ کے مرید ہو گئے۔ زاہد۔ عابد۔ متقی اور پرہیز گار تھے۔ جامع مسجد رامپور کے پیش امام مقرر ہوئے۔ عرصے تک امامت کے ساتھ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیا۔ جہری نمازوں میں قرآن شریف ایسا پڑھتے کہ مقتدیوں پر رقت طاری ہو جاتی۔ آواز میں عجیب درد تھا۔ لہجہ میں بڑا اثر پایا جاتا تھا۔ بہت منکسر المزاج تھے۔ حافظ قاری علی محمد عرف جی صاحب سے اور مفتی سعد اللہ سے ملتے رہتے تھے۔ وفات ۱۲۹۳ھ میں بمقام رامپور ہوئی۔ نعیم شاہ کی مزار کے پاس دفن ہوئے۔ [1]

مقری مفتی محمد سعد اللہ رامپوری

۹۵۹ مولد مراد آباد۔ مولسری والی مسجد کے عقب میں مکان تھا والد کا نام نظام الدین۔ ۱۷ رجب ۱۲۱۹ھ کو ولادت ہوئی۔ والد کا انتقال صغر سنی میں ہوا۔ بڑے بھائی نے پرورش کی۔ اور ابتدائی علوم سکھلائے۔ بھاوج سے لڑکر نکل گئے تحصیل علم کی خاطر مختلف مقامات کا سفر اختیار کیا۔ ۱۲۲۹ھ میں دہلی پہونچے۔ شاہ عبد العزیز۔ مولانا شاہ محمد اسحٰق اور بہت سے علماء سے درس لیا۔ ظہور اللہ لکھنوی و مرزا حسن علی لکھنوی سے حدیث سیکھی۔ فارغ التحصیل ہو کر ۱۲۴۳ھ میں لکھنو پہونچے تو اعزہ کو پتہ چلا۔ ۱۲۵۰ھ میں مراد آباد لائے گئے۔ جہاں آپ کی شادی ہوئی۔ ۲۹ سال لکھنو میں ملازمت کی۔ ۱۲۷۰ھ میں حج کیا۔ واپسی پر نواب یوسف علی خان نے رامپور بلاکر عہدہ قضاوت دیا۔ اور آپ کی شاگردی بھی کی۔ آپ جملہ علوم میں کمال رکھتے تھے۔ تجوید و قراءت۔ فارسی نظم و نثر۔ عربی ادب اور دیگر فنون میں بے مثل تھے۔ ایک سو تصانیف ہیں جن میں تجوید پر مندرجہ ذیل چار کتابیں بہت مشہور ہیں: (۱) رسالہ فی وجود الغنۃ (قراءت میں بزبان فارسی مطبوعہ) (۲) رسالہ تجوید مطبوعہ بزبان فارسی (۳) خلاصۃ النوادر تجوید میں جس کا ترجمہ سراج القاری کے نام سے طبع ہوا ہے (۴) نوادر البیان فی علوم القرآن۔

(ب) آپ کو کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک بڑا کتب خانہ جمع کیا جو پہلے انکے فرزند کے قبضہ میں تھا اب انکے پوتے مولوی فضل اللہ کے پاس ہے جس میں آٹھ سو کتابیں اب بھی موجود ہیں۔

(ج) آپ قاری علی محمد عرف جی صاحب و قاری علی حسین صاحب و قاری محمد نسیم صاحب سے ملتے رہتے تھے۔

(د) مفتی محمد سعد اللہ کا انتقال ۱۲۹۴ھ میں ہوا۔ شاہ بغدادی صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوئے آپکے دو فرزند لطف اللہ و بشارت اللہ تھے۔ [1]

---

[1] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

ف ۹۶۰ — قاری مولوی حاجی احمد علی احراری رامپوری

مولد رامپور۔ والد کا نام مرزا جان رامپوری علوم و تجوید و قراءت رامپور ہی میں سیکھی۔ بے مثل قاری ہوئے قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ریاست باندا میں آٹھ سال مقیم رہے۔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں حج سے فارغ ہوئے سنہ ۱۲۷۰ھ میں حیدر آباد دکن میں ایک سو تیس روپیے ماہوار پر مدرس مقرر ہوئے۔ کسی ناگواری کی بنا پر سنہ ۱۲۸۰ھ میں رامپور واپس ہوگئے۔ بعد ازاں صفائی ہوجانے پر واپس حیدر آباد آئے اور پانچسو روپیہ پر ناظم عدالت مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۲۹۴ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا۔ دو لڑکے قاری عبد الولی اور مولوی عبد العلی تھے۔ [1]

ف ۹۶۱ — قاری حافظ نواب محمد عباد اللہ خان ابن امیر خان ٹونکی

تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۷۶۵ (ب) میں درج ہیں سنہ ۱۲۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۹۶۲ — قاری حافظ نواب محمد جمال خان ابن امیر خان ٹونکی

تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۷۶۵ (ب) میں درج ہیں۔

ف ۹۶۳ — قاری حافظ شاہ محمد اسمٰعیل بنارسی

مولد بنارس۔ حفظ و قرارت کی تکمیل لڑکپن میں کی قاری شاہ رضا علی بنارسی کے شاگرد تھے وفات سنہ ۱۲۹۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے فرزند الحاج قاری حافظ خلیل الرحمٰن خاص خوبیوں اور صفات کے حامل تھے۔

ف ۹۶۴ — قاری حافظ مولوی حکیم عالم علی رامپوری

مولد نگینہ ضلع بجنور۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۲۵ھ والد کا نام کفایت علی ابن سید فتح علی۔ مراد آباد میں مقیم ہوئے عالم متبحر۔ حافظ۔ قاری محدث و طبیب تھے۔ حافظ شبراتی رامپوری۔ مولوی مملوک علی نانوتوی کی شاگردی کی۔ رامپور میں بھی قیام رہا۔ نہایت متورع و زاہد تھے۔ پابندی سنت کا بطور خاص لحاظ رکھتے تھے۔ رمضان سنہ ۱۲۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ مراد آباد میں دفن ہیں۔ [1]

ف ۹۶۵ — قاری مولوی غلام رسول خان رامپوری

مولد رامپور۔ ابتدائی علوم و تجوید رامپور میں حاصل کیے۔ خوشنویسی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ رسم الخط قرآنی سے واقف ہونے کے علاوہ خط نسخ و نستعلیق و شکستہ کے بھی ماہر تھے۔ پہلے لکھنؤ گئے۔ پھر بھوپال آکر ملازم ہوگئے۔ وفات سنہ ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ [1]

---

[1] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

مفتی قاری ریاض الدین کاکوروی

ف ۹۶۶ وطن کاکوری۔ والد کا نام قاضی علیم الدین ابن قاضی نجم الدین ولادت ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ پھر شیخ فضل اللہ و شیخ حسین سے استفادہ کیا۔ قوی الحافظہ تھے۔ نواب کلب علی خان کے زمانے میں رامپور کے مفتی ہوئے۔ پھر حیدرآباد دکن آئے اور یہیں انتقال کیا۔ تاریخ وفات ۱۲۹۵ھ ہے۔ [1]

مولانا غلام قادر قاری ہفت قراءت مدراسی

ف ۹۶۷ وطن مدراس۔ ولادت ۱۲۳۰ھ جید عالم و قاری سبعہ تھے۔ آپ نے مدراس میں بہت فیض پہنچایا آپ نے ایک رسالہ ضوابط الفرقان کے نام سے ۱۲۸۰ھ میں لکھا جو مطبع مظہر العجائب مدراس سے شائع ہوا۔ آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے ایک ممتاز شاگرد سید علی مراد شاہ افضل کڑپوی بھی قاری ہفت قراءت تھے۔ کڑپہ اور جنوبی ہند کے کئی شہروں میں رہکر تجوید کی تعلیم دی۔ ان کا ذکر جلد اول فقرہ ۳۲۴ میں درج ہے۔

(ب) مولانا غلام قادر کا انتقال ۱۲۹۵ھ میں ہوا۔

قاری محمود علی پسر کرامت علی جونپوری

ف ۹۶۸ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۲۷۸ میں درج ہیں۔

قاری حافظ عبد العزیز عرف اخوند جی

ف ۹۶۹ وطن دہلی۔ فن تجوید و قراءت و دیگر علوم شاہ عبد العزیز مولانا محمد کریم۔ مولانا شاہ محمد اسحق اور مولانا عبد القادر سے حاصل کئے۔ قرآن مجید کو مکرر شاہ عبد القادر سے پڑھا۔ عبادت۔ ریاضت و مجاہدات میں سختی سے عادی تھے قرآن شریف سے خاص لگاؤ تھا۔ تلاوت بہت کرتے تھے۔ درس و تدریس میں عمر بسر کی۔ ۱۲۹۶ھ میں وفات ہوئی۔ آستانہ باقی باللہ میں مزار ہے۔

قاری حافظ عبد العلی خان رامپوری

ف ۹۷۰ وطن رامپور۔ والد کا نام ملا محمد عمران خان ابن ملا محمد غفران خان۔ باپ اور دادا دونوں عالم تھے۔ قاری عبد العلی خان نے دادا سے علوم سیکھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ اچھے قاری تھے بڑی شہرت پائی۔ ۱۲۹۷ھ میں وفات ہوئی۔ [2]

قاری حافظ نور المقتدیٰ اورنگ آبادی

ف ۹۷۱ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام نور المصطفےٰ ابن

---

[1] نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبد الحی۔

[2] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

قاری محمد قمر الدین ابن منیب اللہ ابن عنایت اللہ۔ سنہ ولادت ۱۲۰۰ھ ہے۔ والد سے قرآن پڑھا۔ علوم دینی کی تعلیم والد و عم بزرگ شاہ مجیب اللہ سے حاصل کی۔ حافظ قرآن ہوئے۔ تجوید و قراءت بھی سیکھی۔ خطاطی کا فن بھی حاصل کیا۔ قاری نور المہتدیٰ فرزند تھے۔ سات لڑکیاں ہوئیں۔ سب کو تجوید و قراءت و مذہبی تعلیم سے آراستہ کیا۔ حافظ نور المقتدیٰ کی وفات ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ [۱]

ف ۹۷۲

قاری سید غوث علی شاہ قادری نقشبندی پانی پتی

نواح دہلی کے رہنے والے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت لڑکپن میں سیکھی۔ بعد ازاں قاری عبید اللہ عرف قاری لالا سے تجوید کی تکمیل کی۔ کچھ روز قراءت سبعہ کی مشق کر کے سلسلہ ترک کر دیا۔ سیاح تھے۔ نقشبندیہ مجددیہ طریقہ میں شاہ غلام علی سے خلافت پائی تھی۔ زیادہ قیام پانی پت میں رہا۔ شاہ بوعلی قلندر کے مزار کے احاطے میں مشرق رویہ جو حجرے ہیں اور ان میں سے کونے والے حجرے میں آپ کا قیام تھا۔ قاری عبد الرحمن پانی پتی سے ملتے رہتے تھے۔ آپکے شاگرد گل حسن نے آپکے ملفوظات کو جمع کر کے "تذکرہ غوثیہ" کے نام سے شائع کیا ہے جو بہت مشہور و مقبول ہے۔ مختلف سلسلوں سے اجازت یافتہ تھے ۱۲۹۸ھ میں وفات پائی۔ مزار پانی پت میں ہے۔ [۲]

ف ۹۷۳

قاری حافظ شاہ محمد عمر مجددی

وطن دہلی۔ والد کا نام شاہ احمد سعید مجددی ولادت ۱۲۴۴ھ آپ کے والد کو ۱۲۷۳ھ میں غدر کے بعد جلا وطن کیا گیا تو آپ بھی انکے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ آپ کے فرزند شاہ ابوالخیر بھی ساتھ تھے۔

(ب) شاہ محمد عمر نے لڑکپن میں علوم متداولہ و تجوید و قراءت کی تکمیل فرمالی تھی۔ مکہ معظمہ میں آپ کو اور آپکے فرزند دونوں کو بزرگوں سے استفادے کا موقع ملا۔ ۱۲۹۰ھ میں اپنے لڑکے کے ساتھ دہلی واپس آئے۔ کچھ روز رہکر رامپور چلے گئے وہیں ۱۲۹۸ھ میں انتقال کیا۔ حافظ جمال اللہ شاہ کے احاطے میں دفن ہیں۔ [۳]

ف ۹۷۴

قاری محمد صادق مدراسی

وطن مدراس۔ ولادت تقریباً ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت سے واقف تھے۔ التیسیر کا قلمی نسخہ ۱۲۸۹ھ میں انکے پاس پہنچا جو اب ڈاکٹر عبد الحق مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں موجود ہے۔ وفات تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔

---

[۱] نور العنایت از سید نور المقتدیٰ اورنگ آبادی۔

[۲] تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی۔ و تذکرۂ غوثیہ از گل حسن

[۳] روض الازہار فی ذکر الاخیار از زید ابوالحسن دہلوی۔

دورِ حکومت برطانیہ (بہ سلسلہ سابقہ)

بابِ چہاردہم (۱۳۰۰ھ تا ۱۳۶۵ھ)

ف ۹۷۶ تیرھویں صدی ہجری کے حالات ختم ہوئے۔ پچھلے صفحات میں اوس جدوجہد کا ایک اجمالی نقشہ پیش کیا گیا جو مسلسلہ، متصلہ، مشہورہ، و متواترہ قرات کی اشاعت کے سلسلے میں ہندوستان میں گذشتہ آٹھ سو سال میں کی گئی تھی۔ اس سے قبل عربی بولنے والے ممالک میں جو عملی و تصنیفی کام انجام پایا اوس کا اجمالی نقشہ بھی پیش کردیا گیا جس سے علمائے اسلام کی اوس خدمت کا اندازہ ہوا جو فن تجوید و قراءت کی ترویج واشاعت میں انجام دی گئی تھی اور اس کا بھی علم حاصل ہوا کہ اس فن کی اشاعت میں تسلسل برقرار رکھنے کی غرض سے ہندوستان نے اپنا کیا حصّہ ادا کیا۔ اس کے بعد اب اوس دور انحطاط کا بھی نقشہ پیش کیا جاتا ہے جو تقریباً نصف صدی پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں یہہ بتایا جائے گا کہ اس عرصہ مدت میں فن تجوید کے ساتھ کیسی بے اعتنائی برتی گئی اور اوسکے اسباب وعلل کیا تھے۔

اسباب بے اعتنائی

ف ۹۷۷ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ کے بعد روز بروز انگریزوں کا اقتدار مستحکم ہوتا گیا۔ مغلیہ شہنشاہیت کا واسطہ جو برائے نام تھی وہ بھی باقی نہ رہا۔ تاہم یہہ نام نہاد شہنشاہیت قدیم طرز تعلیم کی برقراری۔ دفتری زبان کی حیثیت سے زبان فارسی کی بقاء۔ شائقین کے لئے تحصیل علم کے مواقع اور سہولت کی فراہمی اور اسلامی تمدن و ثقافت کی ترویج میں بڑی حد تک ممدومعاون ثابت ہوئی۔ انگریزی پالیسی یہہ تھی کہ زبان انگریزی کو دفتری زبان کا درجہ دیا جائے اور اس غرض کی تکمیل کے لئے انگریزی تعلیم عام کردی جائے۔ اس حکمت عملی کو روبہ عمل لانے کے لئے انگریزی اسکول کھولے گئے۔ تقریباً پچاس سال تک تو مسلمانوں نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی۔ مگر پرانی روش آخر کب تک نبھ سکتی۔ نئے خیال کے لوگ نئی تعلیم کے حامی و مددگار ہوگئے۔ سر سید احمد خان کا خیال تھا کہ طالب علموں پر دو بڑی غیر زبانوں یعنے عربی اور انگریزی سیکھنے کا بار بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا ایک ہی غیر ملکی زبان کو اختیار کیا گیا۔ انگریزی کے ساتھ ریاضی۔ جغرافیہ تاریخ وغیرہ جیسے فنون شامل ہوگئے۔ مگر عربی کو اختیاری زبان سے زیادہ اہمیت نہ ملی۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ نصف صدی تک علم تجوید و قراءت غیر اہم ہوکر رہ گیا۔

(۲) دوسری وجہ تجوید سے بے اعتنائی کی یہہ تھی کہ جو خوش الحان نہ ہوتے ان کو عوام کم سنتے اس لئے ایسے لوگوں میں تجوید کا شوق باقی نہ رہا۔

(۳) تیسری وجہ یہہ تھی کہ متصل۔ متواترہ۔ مسلسل و مشہورہ قراءت کے جاننے والے قاریان کرام جو بلاد اسلامیہ سے لگاتار آتے رہتے تھے اونکی درآمد کا سلسلہ اس لئے مسدود ہوگیا کہ ہندوستان کے جدید ماحول میں اون کی قدر و منزلت باقی نہ رہی۔

(۴) اس فن کے حصول میں محنت زیادہ درکار تھی۔ لیکن رفتار زمانہ کے اعتبار سے اس کی قدر و قیمت کی کوئی توقع نہ تھی۔

(۵) یہہ خالص عملی کام تھا۔ اس لئے کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں کو مشق کا موقعہ نہ ملا۔ اور نہ اس فن سے اون کو لگاؤ پیدا ہوا۔

(۶) مدرسہ و کالج کے نصاب تعلیم میں تجوید و قراءت کو کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ اس لئے جدید تعلیم سے آراستہ ہونے والے نوجوانوں کو اس سے دور کی نسبت بھی باقی نہ رہی۔ اس لئے وہ اس کے حسن و قبح کو پرکھ نہیں سکتے تھے۔ عربی مدارس میں بھی اس کا کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔

ان تمام وجوہ کی بناء پر چودھویں صدی کے آغاز میں رفتہ رفتہ اس فن سے توجہ ہٹتی گئی۔ تا آنکہ تجوید و قراءت کی عام مقبولیت متاثر ہوگئی۔ اور وہ خاص خاص افراد کے حلقوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔

۹۷۸ اس صدی میں حصول فن تجوید کے جو ذرائع و وسائل تھے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) زمانہ سابق کے باکمال مقریوں نے جو سلسلہ قائم کر دیا تھا اوس کی بدولت کم از کم متعلقہ خاندانوں کے افراد میں جدید قاری پیدا ہوتے رہے چنانچہ پانی پت۔ امروہہ۔ مراد آباد۔ لکھنو۔ الٰہ آباد۔ کانپور۔ احمد آباد۔ برہان پور۔ حیدرآباد۔ دکن۔ مدراس۔ ویلور میں قراء ہمیشہ موجود رہے۔

(۲) جس کسی کو تجوید و قراءت کا شوق ہوتا اگر اسکو سفر حج کی سعادت نصیب ہوتی تو وہ فریضۂ حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کسی مستند قاری سے قراءت سیکھتا اور واپس آکر سلسلہ درس جاری کرتا۔ چنانچہ حرمین میں تین مستند قراء عبیدی۔ سمنودی۔ کاظمی صاحب سلسلہ تھے جن سے استفادہ کرکے ہندوستان آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ہمارے استاد محترم مولانا روشن علی صاحب کے سلسلے میں یہہ تینوں بزرگ آجاتے ہیں۔

(ب) بہر حال حصول علم کے امکانات کم ہوں۔ معلمین کی تعداد بھی زیادہ نہ ہوا اور رفتار زمانہ کے اعتبار سے فن کی جانب عام رجحان بھی کم ہو تو آثار انحطاط کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ مولانا کرامت علی صاحب نے

کم توجہی کا جو شکوہ کیا وہ فقرہ ۲۷۱ جلد اول میں آپ کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے۔ پچاس برس قبل
مولانا اشرف علی صاحب نے عربی مدارس کے نصاب کے متعلق ایک تقریر فرمائی تھی جس میں مولانا نے یہہ شکایت
کی تھی کہ عربی مدارس میں تجوید و قرات نہیں سکھلائی جاتی جس کی وجہ سے جو عالم بھی نکلتے ہیں تجوید سے
بے بہرہ ہوتے ہیں۔ مولانا عبدالباری صاحب نے تجدید نصاب عربی پر ایک مضمون معارف بابتہ مئی ۱۹۴۸ء
میں لکھا تھا جس میں انھوں نے مولانا اشرف علی صاحب کے اسی خیال کو دہرایا تھا۔ مولانا اشرف علی صاحب نے
فرمایا تھا" اکثر مدارس عربیہ میں تجوید کا علم و عمل داخل نصاب نہیں۔ اس کمی کا نتیجہ یہہ ہے کہ اکثر طلباء بلکہ علماء
بھی افسوس ہے کہ قرآن مجید صحت سے نہیں پڑھ سکتے۔ جس پر عوام تک ہنستے ہیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ امام عالم
ہو اور اوس کی نماز فقہ کی رو سے درست نہو۔ لہٰذا طلباء پر لازم کیا جائے کہ تجوید علماً و عملاً حاصل کریں۔
مولانا اشرف علی صاحب کے اس بیان سے اوس زمانے کی حالت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ
عوام میں اس کی دلچسپی ضرور کم ہوگئی تھی مگر خواص میں ذوق کا فقدان نہ تھا۔ جیساکہ متذکرہ ذیل کے
قراء کی کارگذاریوں سے واضح ہوگا۔

۹۷۹ مولانا اشرف علی صاحب اور اونکے ہم عصر قراء کی چیخ و پکار کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ہندوستان
کی بڑی بڑی درس گاہوں و مدارس عربیہ نے اس جانب توجہ کی۔ چنانچہ پچیس سال پہلے میں نے جو
مختلف عربی مدارس دیکھے تھے ان میں اور حالیہ مدارس میں جن کا ۱۹۵۸ء کی ابتداء میں بدوران سفر
مدارس کا معائنہ کیا۔ بین فرق محسوس ہوا۔ دارالعلوم دیوبند میں پہلے صرف ایک قاری تھے جن کے پاس
طلباء کی تعداد پانچ سات سے زیادہ نہ تھی۔ مگر اب اس درس گاہ میں پانچ شیوخ التجوید کام کررہے
ہیں اور ان سب کی جماعتیں بھرپور ہوا کرتی ہیں۔

(ب) مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے تجوید کی جانب خاص توجہ کی۔ دارالعلوم مظاہر العلوم
سہارن پور میں دو شیخ التجوید کام کررہے ہیں اور مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور میں تین شیوخ درس
دے رہے ہیں۔ مرادآباد کے مدرسہ شاہی و مدرسہ امدادیہ میں سبعہ قرات کے جاننے والے دو استاد
مامور ہیں۔ رامپور کے مدرسہ عالیہ میں دو شیوخ۔ مدرسہ فرقانیہ اور جامع مسجد میں ایک ایک معلم کام کررہے
ہیں۔ لکھنو۔ الہ آباد۔ کانپور۔ بنارس۔ گیا اور کلکتے میں تجوید و قرات کا ذوق عام ہے۔ علی گڑھ
میں مقری عصام الدین خلف قاری حافظ ضیاء الدین صاحب کام کررہے ہیں۔ بمبئی کی ہر بڑی مسجد میں
ایک اچھا قاری و حافظ موجود ہے۔ چنانچہ قراء کی سب سے زیادہ تعداد اس وقت بمبئی میں موجود ہے
اس اہتمام کی بناء پر ڈھارس بندھتی ہے کہ گذشتہ دور کی کم توجہی کی تلافی ہوسکے گی۔

۹۸۰ اب یہاں اون تصانیف و تالیفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو تجوید قراءت کے تعلق سے چودھوین صدی ہجری میں ہندوستان میں مرتب ہوئیں۔ ساتھ ہی قرآن پاک کے اون نسخون کا ذکر کیا جائیگا جن کے حاشیوں پر سبعہ وعشرہ قرأت کے اختلافات درج ہیں۔ ایسے نسخوں کی کتابت یا طباعت اس امر کی بین دلیل ہے کہ تجوید وقراءت کے سیکھنے وسکھلانے کا ذوق وشوق اس زمانے میں پایا جاتا تھا۔ حیرت کا مقام ہے کہ کم توجہی کے باوجود اس فن میں تالیفات کی معتد بہ تعداد معرض وجود میں آئی۔ یہہ وہ کتابیں ہیں جن کا پتہ مجھے لگا۔ بہت سی ایسی تالیفات بھی ہوں گی جو میرے علم میں نہیں آئی ہیں

(۱) قاری محمد اشرف عالم ابن مولانا عابد نے مجموعہ آداب اور پھر آداب القرآن کے نام سے فن تجوید پر رسالے ۱۳۰۱ھ میں شائع کیے۔

(۲) قاری محمد ابراھیم حیدرآبادی نے "ولی القاری" لکھ کر ۱۳۰۳ھ میں شائع کرائی۔ اونکی دوسری تالیف "مختصر المفید فی علم التجوید" ہے جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

(۳) قاری حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدہلوی نے "حرز الاصول والفروع" سبعہ میں بزبان اردو بڑی بے نظیر کتاب لکھی ہے۔ قلمی نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۴) مطبوعہ قرآن شریف جس کی تقطیع ۲ × ۱½ فٹ اور ۵۱ ااصفحات پر مشتمل ہے اس کا وزن ۲۵ پونڈ ہے۔ یہہ قرآن شریف میور پریس دہلی میں ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوا۔ اس میں اختلافات سبعہ کا ایک حاشیہ ہے۔ دوسرا حاشیہ رسم الخط کا۔ تیسرا اور چوتھا حاشیہ تفسیر حسینی وتفسیر عزیزی کا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سید محمود علی سجادہ نشین شاہ عبد الحلیم بھنڈاری انکلے سر علاقہ بھڑونچ کے پاس ہے۔ یہہ نسخہ دوسری بار ۱۳۰۸ھ میں دہلی میور پریس سے شائع ہوا۔ اس کی طباعت کپڑے پر بھی ہوئی ہے جس کا ایک نسخہ مسٹر سید مجید اللہ ڈپٹی کمشنر پولیس حیدرآباد (حال منتقل شدہ بہ بمبئی) کے پاس موجود ہے۔

ندا یہہ غیب سے آئی کہ تاریخ
شتاب لکھ جزاک اللہ خیرا
۱۳۰۸

(۵) قرآن شریف کا ایک نسخہ جس کی ہر سطر واؤ سے شروع ہوتی ہے۔ کلکتہ میں مطبع غوثیہ سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا۔ جو حکیم ظہیر احمد صاحب ٹونکی شاہی طبیب کے پاس موجود ہے۔

(۶) قاری بشیر محمد لکھنوی نے سبعہ قرات میں سراج القراوت اردو میں ۱۳۰۶ھ میں لکھنو سے طبع کرائی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے۔

(۷) قاری سید علی مراد شاہ کڑپوی نے ۱۳۰۸ھ میں "روح التجوید" لکھا جو بعد ازان ۱۳۱۹ھ میں مطبع نامی مدراس سے شائع ہوا۔

(۸) قاری حافظ عبدالهادی خان قاری سبعہ قرأت نے ہدایت القراء سبعہ قرأت میں اردو میں لکھ کر بھوپال سے ۱۳۱۲ھ میں طبع کرائی۔

(۹) قرآن مجید کا ایک نسخہ اعجاز محمدی پریس آگرے سے ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا۔ جس کے حاشیہ پر تفسیر حسینی درج ہے۔ اس کی تقطیع ۱۲/۷ × ۱ فٹ ہے۔ یہ خط گلزار میں لکھا ہوا ہے۔ بین السطور شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ حکیم ظہیر احمد صاحب ٹونکی طبیب شاہی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۱۰) قرآن شریف کا ایک نسخہ ۱۳۱۳ھ میں قاری عبدالعلیم فرزند قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے مطبع فیض عام مظفر آباد سے طبع کرایا۔ جس پر سبعہ قرأت کا حاشیہ درج ہے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے اس کی نظرثانی کی تھی اس کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد صاحب ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس موجود ہے۔

(۱۱) قاری محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ مجددی خلیفہ شاہ سعداللہ شاہ نے اپنی کتاب لذات سکینی میں قرأت کا باب باندھا تھا۔

(۱۲) قاری محمود حسین تلمیذ شیخ القراء حافظ سید محمد تونسی نے قواعد تجوید پر ایک کتاب موسوم بہ ضیاء الفرقانی مرتب کی ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں مطبع عزیز دکن سے شائع کرایا۔

(۱۳) عثمان دانی کی مرتبہ قرأت سبعہ کی مشہور ومعروف کتاب "التیسیر" کو عربی متن میں حیدرآباد سے ۱۳۱۶ھ میں طبع کیا گیا۔ قاری مولانا محمد عمر نے اس کی طباعت میں حصّہ لیا۔

(۱۴) قاری سید سلیمان بھوپالی نے المختصر المفید فی مباحث التجوید۔ المعروف بہ تحفۃ الطلّاب کی دو جلدیں بزبان اردو ۱۳۱۶ھ میں شائع کرائیں۔

(۱۵) قاری محمد عبداللہ امام جامع مسجد کانپور و مہتمم مدرسہ جامع العلوم نے "قاری بنانے والی کتاب" اردو زبان میں مرتب کی جو ابتک کئی بار چھپ چکی ہے۔

(۱۶) قاری محمد یوسف نے محمد صدیق افغانی کی زبدۃ الترتیل کا اردو ترجمہ کیا اور "تجوید کی حقیقت" کے نام سے اوس کو کریمی پریس الہ آباد سے شائع کیا۔

(۱۷) اختلافات قرأت و رسم الخط قرآنی پر جو کتاب موسوم بہ "المعجز" موررسالہ مفتح الطرائق والابواب" ۱۷ھ میں لکھی گئی تھی اوس کو محمود بن محمد نے ۱۳۱۷ھ میں اس کی قلمی کتابت کی۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۱۸) تجوید القرآن مع رسالہ تعلیم الوقف یادگار حق القرآن منظوم از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔

(۱۹) حافظ محمد احمد خلف قاری حافظ عبداللہ نے ایک رسالہ خلاصۃ التجوید احمدیہ ۱۳۲۰ھ میں بہ مقام

حیدرآباد دکن لکھا۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۲۰) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن جو عربی زبان میں شیخ القراء ضیاء الدین احمد کی تالیف ہے۔ سنہ ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوئی۔

(۲۱) مقری رشید احمد گنگوہی نے "رد الطغیان فی اوقاف القرآن" لکھی۔

(۲۲) "ضیاء القرات" شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد نے سنہ ۱۳۲۵ھ میں لکھ کر طبع کرایا۔

(۲۳) قاری ضیاء الدین کی مجموعہ ضیاء القرات" کی دوسری طباعت سنہ ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔

(۲۴) مفتی محمد محمود مدراسی نے اپنا رسالہ موسومہ "ریاض القراء" لکھ کر سنہ ۱۳۲۷ھ میں طبع کرایا۔

(۲۵) قاری مسیح الزمان کی ضوابط القرآن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

(۲۶) قاری حسن الزمان نے ایک رسالہ موسومہ "رسم الخط امام" مرتب کیا جس کا قلمی نسخہ اونکے کتب خانے میں موجود ہے۔ دوسری تالیف "قرات القرآن عن اہل بیت" ہے جو ۸۰۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کا سنہ تالیف سنہ ۱۳۲۸ھ ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے اہل بیت کی احادیث سے یہہ ثابت کیا ہے کہ اہل بیت کی قرات بھی وہی تھی جو دوسرے قراء کی تھی۔ اسکے علاوہ کچھ نہ تھی۔

(۲۷) التیسیر کا عربی نسخہ دوسری مرتبہ مجتبائی پریس دہلی سے سنہ ۱۳۲۸ھ میں طبع ہوا۔ جس کا ایک نسخہ شیخ القراء حافظ محمد سابق صاحب لکھنوی کے پاس موجود ہے۔

(۲۸) "تنشیط الطبع فی اجراء السبع" از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ سنہ ۱۳۳۳ھ۔

(۲۹) قاری محمد عثمان ابن حافظ عبد الرحمن شاگرد صوفی ناصر الدین بخاری نے "خلاصۃ الرسوم" کے نام سے ایک رسالہ فن قرات پر لکھا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۳۰) قرآن شریف کا ایک نسخہ سنہ ۱۳۳۵ھ میں سادھوڑے سے شائع ہوا جس پر قاری عبد الرحمن پانی پتی کی تقریظ۔ حاشیہ پر اختلافات سبعہ بالوضاحت درج ہیں۔ اس کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد صاحب ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس محفوظ ہے۔

(۳۱) الاقتصاد فی الضاد از قاری مولانا رحیم اللہ بجنوری تلمیذ محمد قاسم نانوتوی مطبوعہ سنہ ۱۳۳۶ھ۔

(۳۲) قاری حافظ محمد عبد اللہ مرادآبادی نے "طیبۃ النشر" کا ترجمہ "توضیح العشر" مرادآباد سے سنہ ۱۳۳۶ھ میں شائع کیا۔

(۳۳) شیخ القراء میر روشن علی حیدرآبادی نے جواہر الصبیان و حرز الصبیان دو رسالے سنہ ۱۳۳۶ھ میں حیدرآباد سے شائع کرائے۔

(۳۴) قاری منیر علی حیدرآبادی نے ایک رسالہ خلاصۃ التجوید سنہ ۱۳۴۱ھ میں شائع کیا نیز "رسالہ تشریح

نقشہ جات تجوید" بھی شائع کیا۔

(۳۵) معرفتہ التجوید و تحفتہ المبتدی کو قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔

(۳۶) رفع التضاد عن احکام الضاد از محمد شفیع دیوبندی و اشرف علی تھانوی مطبوعہ ۱۳۴۳ھ۔

(۳۷) "خلاصتہ التجوید" از قاری ریاست علی مطبوعہ ۱۳۴۳ھ۔

(۳۸) جمال القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی جو کئی بار چھپ چکی ہے۔

(۳۹) فیض العزیز معروف بہ مفتاح التجوید از مفتی قاری سعید احمد سہارن پوری مطبوعہ ۱۳۴۳ھ۔

(۴۰) "رسالہ تجوید" از قاری عبدالغفور خلف حاجی محمد ابراہیم حیدر آبادی مطبوعہ ۱۳۴۴ھ۔

(۴۱) افضل الدرر المعروف بہ درر العقیلہ فی شرح متن العقیلہ للشاطبی۔ از قاری عبدالرحمن مکی جو ۱۳۴۶ھ میں بزبان عربی شائع ہوئی۔

(۴۲) "تحفتہ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن" مترجمہ الحاج القاری الحافظ محمد زکریا شیخ الحدیث سہارن پوری جو ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔ یہ شیخ حسن مصری بن ابراہیم السیوطی الشہیر بہ شاعر تنزیل مدینہ کی کتاب تجوید کا ترجمہ ہے۔

(۴۳) تسہیل الترتیل از پروفیسر الیاس برنی۔ اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد سے ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔

(۴۴) "اتالیق تجوید القرآن" تالیف قاری شاہ تاج الدین حیدر آبادی ۱۳۴۷ھ میں حیدر آباد سے طبع ہوئی

(۴۵) اعظم التجرید فی وجوب علم التجوید از ابوذکا سراج الدین سلامت اللہ حیدر آبادی اختر دکن پریس نل گنج سے طبع ہوئی۔

(۴۶) قراءت کا پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا رسالہ از قاری محمود حسین حیدر آبادی۔ شمس الاسلام پریس حیدر آباد سے شائع ہوا۔

(۴۷) سراج الترتیل از پروفیسر کلیم اللہ حسینی۔ شمس الاسلام پریس حیدر آباد سے طبع ہوا۔

(۴۸) قاری ابو محمد محی الاسلام نے شرح سبعہ قراءت مطبع علمی دہلی سے ۱۳۴۷ھ میں شائع کیا۔

(۴۹) "رہنمائے تجوید" از قاری سردار علی شاہ ساکن سکھر (سندھ) کریمی پریس لاہور سے ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوا۔

(۵۰) مفید الاقوال فی شرح تحفتہ الاطفال از قاری محمد حسین ناسکی ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوا۔

(۵۱) ملا علی قاری علی متن الشاطبیہ۔ دار العلوم دیوبند سے عربی میں بہ اہتمام قاری محمود حسن ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوئی۔

(۵۲) ضیاء الفرقانی از قاری محمود حسین حیدر آبادی دو بار طبع ہوئی۔

(۵۳) ہدایۃ الترتیل از خلیل احمد انبیٹھوی۔ حیدرآباد سے طبع ہوئی۔

(۵۴) مکمل ضیاء التجوید از مقری محمد سلیمان دیوبندی (استاد مظاہر العلوم) مطبوعہ ۱۳۵۳ھ۔

(۵۵) فوائد مرضیہ شرح اردو مقدمۃ الجزریہ از قاری سلیمان دیوبندی ثم سہارنپوری مطبوعہ ۱۳۵۵ھ

(۵۶) کاشف الابہام فی الوقف علی الھمزہ لحمزہ وھشام۔ از محب الدین احمد مطبوعہ ۱۳۵۵ھ۔

(۵۷) ہدیۃ الوحید فی علم التجوید از قاری عبدالوحید الٰہ آبادی ثم دیوبندی مطبوعہ ۱۳۵۵ھ۔

(۵۸) الکتاب الوحید ترجمہ مفتاح التجوید (تالیف شیخ عبداللہ بن ابراہیم مکی) مترجم قاری حافظ محمد اسمٰعیل بدری رامپوری مطبوعہ ۱۳۵۶ھ۔

(۵۹) عذار القرآن از قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی مطبوعہ ۱۳۵۶ھ۔

(۶۰) اقتباس التجوید از کرنل قاری مرزا بسم اللہ بیگ حیدرآبادی مطبوعہ ۱۳۵۹ھ۔

(۶۱) قواعد تجوید از علامہ سید اشرف شمسی جس کا قلمی نسخہ اب بھی پایا جاتا ہے۔

(۶۲) قاعدہ مفتاح القرآن از حکیم قاری عبداللہ رشید مکی مطبوعہ ۱۳۶۴ھ۔

(۶۳) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن از قاری حفظ الرحمٰن دیوبندی مطبوعہ ۱۳۶۵ھ۔

(۶۴) قرآن شریف کا ایک نسخہ سبعہ کے حاشیے کے ساتھ شیخ القراء حافظ عنایت اللہ نے سہارنپور سے شائع کیا تھا۔ نیز قراءت پر ایک رسالہ لکھا جو قرآن شریف کے اوسی نسخہ کے ابتداء میں درج ہے۔

(۶۵) مکمل تیسیر التجوید جو قاری عبدالخالق سہارنپوری کی تالیف ہے۔ محبوب المطابع دہلی سے شائع ہوئی

(۶۶) مصباح التجوید از محمد عثمان مبارک پوری۔ مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔

(۶۷) ہدایت التجوید از مولوی عبدالحی حیدرآباد سے شائع ہوئی۔

قاری حافظ حاجی محمد خان جاگیردار علاقہ اجمیر ساکن ٹونک

ف ۹۸۱ھ افغانی النسل اور عمر خیل میں اخنزائی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے

محمد گڑھ علاقہ اجمیر میں انگریزوں نے جاگیر دے رکھی تھی۔ یہ بڑے باخدا بزرگ تھے۔ ولادت تقریباً ۱۲۰۲ھ کی ہے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں کرلی تھی۔ بعد ازاں حج و زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ تجوید و قراءت سے بڑی دلچسپی تھی۔ سبعہ قراءت سیکھنے کا شوق ہوا تو کاتب تفضل حسین دہلوی نے ۱۲۵۷ھ میں قرآن شریف کا ایک نسخہ نقل کیا جس پر سبعہ قراءت کا حاشیہ بھی درج ہے۔ خاتمہ پر یہ الفاظ مندرج ہیں۔ "سمئوالمکان محمد خان کے لئے لکھا گیا"۔ خان صاحب نے اپنے فرزند واحد نور خان کو بھی تجوید و قراءت سکھلائی تھی۔ چنانچہ ۱۲۶۰ھ میں قرآن شریف کا یہ نسخہ انھیں کے حوالے کردیا جو قرآن شریف اس وقت خان صاحب کی

نامی فصیح جہان بیگم صاحبہ کے پاس ٹونک میں محفوظ ہے۔ محمد خان کا انتقال سو سال کی عمر میں تقریباً ۱۳۰۲ھ میں ہوا۔

ف ۹۸۲ حکیم حافظ قاری مولوی محمد حسن خان نیّر مولد لکھنو۔ والد کا نام حکیم مولوی علی حسین۔ سنہ ولادت ۱۲۵۲ھ ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری حافظ احمد علی خان لکھنوی سے جن کی قرآن خوانی کی شہرت تھی تجوید سیکھی۔ والد مشہور طبیب تھے۔ آپ نے بھی طبابت سیکھی۔ پھر رامپور آکر مطب کرتے رہے۔ اچھے قاری ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے۔ شاعر بھی تھے۔ نیّر تخلص تھا ۱۳۰۳ھ میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ جامع مسجد رامپور میں ہوئی۔ شاہ جمال اللہ کی مزار کے پاس دفن ہوئے۔

(ب) آپکے فرزند احمد حسن بھی حافظ و قاری تھے۔ طبیب بھی اچھے تھے۔ [۱]

ف ۹۸۳ شیخ القراء حافظ عبدالولی رامپوری ثم اورنگ آبادی والد کا نام حاجی قاری احمد علی احراری جن کا ذکر فقرہ نمبر ۹۶۰ میں گذر چکا ہے۔ مولد رامپور دینی علوم و فنون سیکھے۔ جیّد حافظ و خوش الحان قاری تھے۔ وجیہہ اور قوی تھے۔ فن قراءت کے معلومات کا جہاں تک تعلق ہے رامپور میں اون کا ثانی نہ تھا۔ جب آپکے والد حیدرآباد دکن آکر ملازم ہوئے تو آپ بھی حیدرآباد آگئے اکبر جنگ کوتوال کے زمانے میں بلدہ پولیس میں ملازم ہوئے۔ کسی معاملہ میں اختلاف کی وجہ سے کوتوالی بلدہ سے کوتوالی اضلاع میں تبادلہ ہو گیا۔

(ب) اورنگ آباد میں اگرچہ سب انسپکٹر ہی کی خدمت پر مامور تھے مگر بڑے با اقتدار تھے۔ چھوٹے بڑے سب اون کی عزت کرتے تھے۔ ڈیوٹی بڑی سختی سے ادا کرتے۔ راتوں کو خود راونڈ لگاتے۔ کسی بدمعاش کو چوری کی ہمت نہ ہوتی۔ اگر کسی شریف بچے کو راتوں کو گھومتا دیکھتے تو ایک مرتبہ نرمی سے سمجھا دیتے۔ دوسری مرتبہ سختی سے ڈانٹتے کبھی تھانے میں بٹھا دیتے جس کے اثر سے شریف بچوں میں آوارگی کا انسداد ہو گیا۔

(ج) ۱۲۹۰ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک سال وہاں رہکر شیخ حسن بدیری مصری سے قراءت سیکھی شیخ حسن بدیری نے شیخ ابراہیم سے اور انھوں نے سید محمد متولی سے اور انھوں نے عبیدی سے قراءت سیکھی تھی۔ حج سے واپسی پر تجوید و قراءت کی تعلیم میں بڑی دلچسپی لی۔ بعد کل کی مسجد کے پاس کی مسجد میں درس دیا کرتے۔ اس فن کی تعلیم میں اس قدر شغف تھا کہ اگر کوئی شاگرد نہ آتا تو خود اوس کے گھر جاکر اوسکو لاتے۔ خود بھی اتنے خوش الحان تھے کہ جب تلاوت کرتے تو راہرو خاموش کھڑے سنا کرتے۔

---

[۱] تذکرہ کاملان رامپور۔ و روایات شاگردان خاص

(د) اورنگ آباد میں سکھوں کا بڑا زور تھا۔ مگر قاری صاحب اپنے فرائض کی ادائی میں اونکی پروا نہ کرتے۔ سازش کرکے ایک سکھ نے جب آپ پیشاب کیلئے بیٹھے تھے تو پیچھے سے حملہ کرکے شہید کردیا۔ ۱۳۰۳ھ میں شہادت ہوئی۔ چوک کی مسجد کے پاس دفن ہوئے۔

(ھ) عربی میں عمدۃ القصائد کے نام سے تجوید کے قواعد نظم کئے جو ۱۲۹۵ھ میں طبع ہوئے۔

(و) اورنگ آباد میں آپکے بہت سے شاگرد تھے۔ اون سب میں مشہور محمد ابراہیم التمیمی القادری تھے جو بڑے خوش الحان تھے۔ استاد کے نام سے منسوب کرکے اردو میں ولی القاری کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جو ۱۳۰۳ھ میں دار المطبع پتھر گٹی سے شائع ہوئی (۲) دوسرے شاگرد فیض محمد اورنگ آبادی تھے (۳) قاری شرف الدین (۴) قاری شیخ احمد (۵) حاجی حافظ قاری ابو محمد ابن حافظ جان محمد (۶) حاجی حافظ قاری محمد حسن ابن حاجی ابو محمد (۷) قاری سید اصغر مہتمم پولیس وظیفہ یاب (۸) قاری نظام الدین اورنگ آبادی (۹) قاری نظام الدین دوم اورنگ آبادی۔ [1]

قاری حافظ مولانا عبد الحی فرنگی محلی **ف ۹۸۴** والد کا نام مولانا عبد الحلیم بن مولانا امین اللہ الانصاری سنہ ولادت ۱۲۶۴ھ۔ لڑکپن میں قرارت و دیگر علوم سے فراغت پائی۔ والد جب جونپور کے مدرسے کے صدر مدرس ہوکر گئے تو آپ بھی ساتھ گئے۔ حفظ کی تکمیل جونپور ہی میں اپنے والد کی نگرانی میں کی۔ بیحد ذہین و طباع تھے۔ گو عمر زیادہ نہیں پائی تس پر بھی کثیر التصانیف ہوئے آپکے فتاویٰ بھی مشہور ہیں۔ طبع ہوچکے ہیں۔ ضاد کی ادائی کے متعلق آپ کا فتویٰ قابل دید ہے۔ آپ حیدر آباد بھی آئے تھے یہاں چار سال قیام کرکے درس دیتے رہے۔ انتقال سے چار پانچ سال پہلے واپس ہوگئے۔ شاگردوں میں (۱) وحید الزمان (۲) قاری مولوی انوار اللہ (۳) قاری مولوی عین القضاۃ قابل ذکر ہیں وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی

قاری شیخ رحمٰن علی ناروی **ف ۹۸۵** مولد نارہ۔ والد کا نام حکیم شمشیر علی۔ ولادت ۲ ذی الحجہ ۱۲۴۴ھ علوم متداولہ حکیم احسان علی سے نارہ میں سیکھے۔ بعد ازاں قاری عبد الرحمٰن انصاری پانی پتی سے تجوید و قرات سیکھی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ کا اصلی نام محمد عبد الشکور تھا مگر جب آپ کمپنی بہادر کی ملازمت کے لئے گئے تو وہاں کے کلرک کو آپ کا نام لکھنے میں مشکل درپیش ہوئی تو اوس نے رحمٰن علی رجسٹر میں لکھ لیا۔ اوس وقت سے آپ اوسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپکے اساتذہ میں مولانا محمد شکور مچھلی شہری مولانا ثابت علی لکھنوی۔ مولوی سید حسین فتح پوری۔ مولانا عبد اللہ زید پوری۔ شاہ محمد سلامت اللہ بدایونی وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۲۶۷ھ میں ریاست ریوان میں ملازم ہوئے۔

---

[1] تذکرہ کاملان رامپور۔ و روایات شاگردان خاص۔

(حب) آپ نے تذکرۂ علمائے ہند مرتب کیا جو بہت مقبول ہوا۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۰۲ھ میں ہوئی۔

قاری امیر اللہ بن فقیر اللہ

ف ۹۸۶ وطن مبارک پور۔ ضلع پرتاب گڑھ۔ لڑکپن میں کتب درسیہ کی تکمیل کی غدر میں حصہ لیا تھا۔ اوسکے بعد جب حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تو وہاں قاری امیر بیگ صاحب داماد شاہ محمد یعقوب سے تجوید و قراءت سیکھی۔ واپسی پر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے آپکے فرزند احمد اللہ بھی عالم و فاضل ہوئے۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۰۲ھ میں ہوئی۔

شیخ القراء عبد الرحمٰن بن پیر بخش کلکتوی

ف ۹۸۷ مولد کلکتہ۔ والد کا نام پیر بخش بن امیر شاہ کلکتے میں قرآن شریف ناظرہ پڑھکر حفظ کی تکمیل کی۔ پھر تحصیل علم کے لئے فرخ آباد گئے وہاں سے شاہجہان پور پھر دہلی پہونچے۔ مولانا قاری محمد ہاشم قاری عشرہ سے پہلے ایک روایت کی تکمیل کی۔ پھر الجزری اور شاطبی پڑھی اور سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں رامپور جاکر مفتی محمد سعد اللہ سے طیبۃ النشر پڑھی۔ سنہ ۱۲۸۹ھ میں ایک پارہ (تیسواں) کو سبعہ قراءت متن میں لکھ کر مطبع حیدری بمبئی سے شائع کیا۔ قاری محمد ہاشم کا ذکر فقرہ نمبر ۹۲۷ میں آچکا ہے۔ عبد الرحمٰن صاحب نے درس و تدریس میں بہت وقت گذارا۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۰۵ھ میں واقع ہوئی۔

قاری مولوی وجیہ الدین خان

ف ۹۸۸ مولد کاکوری۔ والد کا نام مفتی علیم خان ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین خان۔ ولادت سنہ ۱۲۳۲ھ۔ لڑکپن میں قراءت و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ پھر لکھنؤ جاکر دیگر علوم کی تکمیل کی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ سنہ وفات سنہ ۱۳۰۵ھ ہے[1]

قاری پیر محمد لکھنوی

ف ۹۸۹ لکھنؤ میں اپنے زمانے میں آپ سبعہ کے اچھے جاننے والے تھے آپ کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ آپ نے سبعہ قراءت میں سراج القراءت لکھنؤ سے طبع کرائی اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

قاری سید حمید الدین

ف ۹۹۰ والد کا نام سید جلال الدین۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے تھے درس و تدریس آپ کا مشغلہ رہا۔ سنہ وفات سنہ ۱۳۰۷ھ ہے۔

قاری مولوی صدیق حسن خان

ف ۹۹۱ مفتی قاری محمد عوض بدایونی آپ کے نانا تھے۔ سنہ ۱۲۴۸ھ مطابق سنہ ۱۸۳۲ء میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ علوم و قراءت لڑکپن میں سیکھیں۔ خوشنویسی میں بھی مہارت حاصل کی۔ شاہ مخصوص اللہ سے استفادہ کیا جو سبعہ قراءت کے بہت

---

[1] تذکرۂ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر۔

اچھے جاننے والے تھے۔ سنہ ۱۲۸۰ھ میں مولوی محمد یعقوب مہاجر سے حدیث و قرآن کی سند حاصل کی۔ صدرالدین صاحب دہلوی سے بھی علوم حاصل کئے۔ ۲۱ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں پہلی مرتبہ بھوپال گئے جہاں ملازمت اختیار کی۔ مگر سنہ ۱۲۷۳ھ میں ترک کر دی۔ غدر میں قنوج چلے گئے۔ وہاں سے ٹونک آکر سلسلہ ملازمت میں منسلک ہو گئے۔ سنہ ۱۲۷۶ھ میں دوبارہ بھوپال گئے۔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں مدارالمہام جمال الدین کی بیوہ لڑکی سے نکاح کیا۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں حج کیا۔ سنہ ۱۲۸۸ھ میں شاہ جہان بیگم بھوپال نے نکاح کیا۔ سنہ ۱۳۰۷ھ میں انتقال ہوا۔

(ب) آپ کی تمام عمر تصنیف و تالیف میں گذری۔ جید عالم تھے۔ بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ سنہ[۱]

قاری حافظ نواب اکرم خان ابن امیر خان

ف ۹۹۲ مولد ٹونک۔ والد کا نام امیر خان امیرالدولہ والی ٹونک۔ ولادت سنہ ۱۲۳۹ھ۔ ٹونک میں حفظ و قرات کا بڑا اچھا ماحول تھا۔ چنانچہ محمد اکرم خان و دیگر شہزادگان نے حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ وفات ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔

قاری سید علی مراد شاہ بخاری المتخلص بہ افضل

ف ۹۹۳ والد کا نام سید جلال الدین اکمل ابن شاہ کمال جاہی۔ وطن کڑپہ جنوبی ہند۔ ولادت سنہ ۱۲۴۹ھ وفات سنہ ۱۳۱۰ھ عمر ۶۱ سال۔ ابتدائی تعلیم والد سے پائی۔ پھر دیگر علوم مشرقیہ کے مدارس میں تکمیل کی۔ مولانا غلام قادر اور منشی غلام محمد سے تلمذ رہا۔ عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گذارا۔ گندلور۔ مدن پلی۔ مدراس گٹ یاتم۔ بنگلور۔ چنتامنی ان مقامات میں بھی رہکر درس دیا ہے۔ شاگردوں کی سہولت کے لئے تجوید کے قواعد مختصراً لکھے۔ اس کتاب کا نام روح التجوید رکھا۔ قلمی نسخے اب بھی مل سکتے ہیں۔ حضرت قادر شہ میری اب بھی اس کتاب کو اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہیں۔ ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۰ھ کو مدراس میں انتقال ہوا۔ کڑپہ میں شاہ نوراللہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

قاری حافظ مولانا رضا علی بنارسی

ف ۹۹۴ مولد بنارس۔ والد کا نام سخاوت علی ابن مولانا محمد ابراہیم ابن ملا محمد عمر۔ ولادت ۱۶ صفر بروز یکشنبہ سنہ ۱۲۴۶ھ لڑکپن میں علوم سیکھے۔ لکھنؤ جاکر سنہ ۱۲۶۲ھ میں علوم و فنون کی تکمیل فرمائی۔ سنہ ۱۲۶۶ھ میں کلام پاک حفظ کیا۔ تجوید و قرات میں بھی کمال حاصل کیا۔ سنہ ۱۲۷۵ھ میں حج و زیارت سے فارغ ہوئے۔

(ب) بنارس میں آپ کا حلقہ فیض و ارشاد بہت وسیع تھا۔ مسجد شاہی دھرہرہ میں ہر جمعہ کو خطابت

سنہ[۱] مآثر صدیقی از سید محمد علی حسن۔

امامت کے فرائض انجام دیتے اور جمعہ کے بعد مسلمانوں کے کثیر اجتماع میں وعظ فرماتے تھے۔ عیدگاہ میں عیدین کی امامت کرتے۔

(ج) آپ کا مجموعہ فتاویٰ فیوض الرضا کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے علمی معاصرت تھی۔ آپ کی قراءت وخوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ سننے والے بیخود و محو ہو جاتے تھے۔ شب بیدار و عبادت گذار تھے ۱۲۷۶ھ میں مولانا شاہ احمد سعید دہلوی سے نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت کی۔ ۲۱ر شعبان ۱۳۱۲ھ بروز یکشنبہ وفات ہوئی۔ عیدگاہ کے مشرقی جانب قبر ہے جس پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

(د) آپ کے دو فرزند تھے۔ دونوں اچھے قاری تھے (۱) قاری مولانا محمد شریف جن کی وفات ۲۱ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو ہوئی (۲) قاری مولانا محمد ظریف جن کی تاریخ وفات ۸ر ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ ہے۔ دونوں کے قبور اسی چبوترے پر والد کے بازو ہیں۔ [1]

قاری نواب محمد علی خاں والی ٹونک

ف ۹۹۵ مولد ٹونک۔ والد کا نام نواب محمد وزیر خان وزیر الدولہ ابن نواب امیر خان امیر الدولہ۔ ولادت ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء لڑکپن میں قراءت و دیگر علوم سیکھے۔ مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں تخت نشین ہوئے شہر ٹھاکروں کے قتل کے واقعہ میں انگریزوں نے انکو معزول کر کے بنارس بھیجدیا۔ جانے سے پہلے ۱۲۸۴ھ میں اپنے فرزند کے حق میں تخت سے دستبردار ہوئے۔ بنارس جانے کے بعد وہاں ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنایا۔ جن کے اخراجات کے کفیل خود ہوتے تھے۔ بڑا کتب خانہ جمع کیا جو انکے منجھلے صاحب زادے قاری حافظ عبدالرحیم خان کے پاس رہا۔ وفات ۱۳۱۳ھ میں ہوئی۔ [2]

قاری شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی

ف ۹۹۶ وطن مرادآباد (اترپردیش) سنہ ولادت باختلاف روایت ۱۲۰۹ھ یا ۱۲۱۳ھ۔ والد کا نام شیخ اہل اللہ ابن محمد برکت اللہ۔ ۱۲ سال کی عمر تھی جب کہ والد کا انتقال ہوا۔ والدہ نے بڑی عسرت سے پالا۔ قحط کے زمانے میں پتے ابال کر کھائے اور بڑی تکلیفیں برداشت کر کے بچے کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ بچپن ہی سے لہو و لعب سے نفرت تھی۔ دہلی جاکر شاہ عبدالعزیز سے علوم حاصل کئے۔ فارغ التحصیل ہو کر شادی کرلی۔ دو لڑکے عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم ہوئے اسکے بعد بیوی کا انتقال ہو گیا۔ عقد ثانی کے بعد دو لڑکے

---

[1] تذکرہ مشائخ بنارس از عبدالسلام

[2] تاریخ ٹونک اصغر علی آبرو۔ تذکرہ ٹونک عبدالتواب خان۔ آثار مالوہ وکیل مرتضیٰ خان۔

اور ایک لڑکی ہوئی۔

(ب) سلسلہ نقشبندیہ میں شاہ غلام علی صاحب کے مرید تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں رجوع خلق شروع ہوا۔ دوسری بیوی کے انتقال پر عقد ثالث کیا۔

(ج) درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ لباس سادہ پہنتے تھے۔ ہمیشہ عبادت الٰہی اور ذکر میں مصروف رہتے۔ قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں عجیب نکات بیان کرتے۔ بارہ بجے رات سے بیدار ہوکر تہجد اور پھر مراقبات وغیرہ میں مصروف رہا کرتے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے۔ خلق و محبت۔ سخاوت و مروت کی زندہ تصویر تھے مریدین پر ماں باپ سے زیادہ شفقت فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی ذات مرجع خلائق بنی ہوئی تھی۔

(د) وفات سے دس سال قبل استغراق کی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کے خلفاء کثیر تعداد میں ہیں۔ اونہیں سے ایک قاری عبدالرحمٰن بھی تھے جو ایک عرصے تک بھوپال میں رہکر حیدرآباد دکن آ گئے تھے۔ نیز قاری محمد ادریس نگرامی نے آپ سے حدیث و تجوید سیکھی تھی ۔[۱]

(ھ) قرآن مجید سے آپ کو خاص شغف تھا۔ بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی محبت میں جو مزہ ہے وہ جنت کی چیزوں میں نہیں ہے۔ حور و قصور و ماکولات میں بھی وہ مزہ نہیں جو ہمیں قرآن مجید کی تلاوت میں محسوس ہوتا ہے۔ جنت میں ہمارے پاس حوریں آئیں گی تو اون سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید تو سن لو۔"

(و) حضرت کی خدمت میں ایک خوش الحان قاری شیخ احمد مکی رہتے تھے جو اکثر حضرت کو قرآن سنایا کرتے ارشاد رحمانی میں ذکر ہے کہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کو انھوں نے قرآن سنایا۔ آگے لکھا ہے کہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کو جلسہ قرآن ہوا جس میں قاری شیخ احمد مکی نے شیرینی تقسیم کی۔[۲]

قاری مولانا محمد نعیم شاہ المعروف بہ مسکین شاہ **۹۹۷ف** وطن حیدرآباد دکن۔ والد کا نام مولوی عبدالحفیظ آپ شاہ سعداللہ صاحب مجددی دہلوی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے تھے۔ اپنے مریدوں کو تجوید سیکھنے کی تاکید کرتے تھے" لذات مسکینی" جو اونکی تصنیف ہے اوس میں تجوید کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ سنہ وفات ۱۳۱۴ھ ہے۔ حیدرآباد میں لال دروازے (علی آباد کا دروازہ) کے متصل خانقاہ میں دفن ہوئے۔

شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی **۹۹۸ف** وطن پانی پت۔ والد کا نام قاری شاہ محمد۔ سنہ ولادت ۱۲۲۷ھ ہے۔ تلمیذ

---

[۱] مرآۃ الکونین۔ تذکرۂ علمائے ہند وغیرہ۔ [۲] ارشاد رحمانی۔

قاری امام الدین مجددی دہلوی۔ وفات ۱۳۱۴ھ ہے۔ پانی پت میں خاندانی قبرستان میں دفن ہیں تفصیلی حالات فقرہ جات ۲۸۸ تا ۳۰۵ میں درج ہیں۔

ف ۹۹۹ — قاری مولوی راغب علی پانی پتی

ولادت ۱۲۱۹ھ۔ مولوی حافظ احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ فیض عام کانپور سے علوم حاصل کیے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ مدرسہ عربیہ پانی پت میں مدرس اول رہے۔ تجوید و قرأت کی بڑی خدمت انجام دی۔ وفات ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔ ؎۱

ف ۱۰۰۰ — قاری عبدالرحیم مدراسی

وطن مدراس۔ والد کا نام قاری محمود عرب۔ سنہ ولادت ۱۲۲۵ھ اور سنہ وفات ۱۳۱۵ھ ہے۔ مدراس میں تجوید و قراءت کی بڑی اچھی فضاء پیدا کی۔ قاری صاحب کے فرزند محمود عرب دوم بھی اونکے شاگردوں میں شامل ہیں جو والاجاہی مسجد کے امام ہیں۔

ف ۱۰۰۱ — قاری منشی حافظ سراج الدین کاکوروی

مولد کاکوری۔ ولادت ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ محمد علی نابینا سے حفظ و قراءت سیکھی۔ قرآن مجید خوب یاد تھا۔ کاکوری سے فرخ آباد اور پھر قنوج جا کر وکالت کرتے رہے۔ پھر حیدرآباد۔ دکن آئے جہاں ۱۳۱۵ھ میں وفات ہوئی۔ ؎۲

ف ۱۰۰۲ — قاری غلام محمد علوی رامپوری

وطن رامپور۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قراءت و علوم سیکھے۔ پابند اوقات تھے۔ نواب صاحب نے ان کو اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کیا چنانچہ نواب کلب علی خان کے اتالیق رہے اور نواب کاظم علی خان نے اون سے پڑھا تھا۔ اونکے فرزند بھی حافظ و قاری تھے۔ وفات تقریباً ۱۳۱۵ھ میں ہوئی ؎۳

ف ۱۰۰۳ — قاری مولانا سراج الاسلام اکبرآبادی

وطن رسول آباد۔ ضلع فرخ آباد۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قراءت و علوم سیکھے۔ قادریہ و نقشبندیہ سلسلوں میں سبحان شاہ پیلی بھیتی کے مرید و خلیفہ تھے اپنے بھائی قمر الاسلام کے ساتھ آگرہ آئے۔ جامع مسجد آگرہ (جو جہاں آرا بیگم کی بنائی ہوئی تھی) کے خطیب و امام مقرر ہوئے) آواز بہت بلند تھی۔ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھتے

؎۱ تذکرۂ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی

؎۲ تذکرۂ مشاہیر کاکوری

؎۳ تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

تھے۔ ۲۷ رجب ۱۳۱۶ھ کو انتقال ہوا۔ پنج کینوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اونکے فرزند ضیاء الاسلام بھی قاری تھے جو والد کے بعد اس مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ [۱]

قاری حافظ احمد علی جونپوری

ف ۱۰۰۴ فرزند کرامت علی جونپوری۔ ولادت ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ سنہ وفات ۱۳۱۶ھ ہے۔ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۷۵ اور ۲۷۷ میں درج ہیں۔

قاری سر سید احمد خان

ف ۱۰۰۵ سر سید احمد خان۔ ابن سید محمد متقی خان نبیرہ جواد الدولہ جواد علی خان۔ نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد۔ سر سید احمد ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بسم اللہ بڑی دھوم سے ہوئی۔ حضرت غلام علی شاہ نے بسم اللہ پڑھائی۔ پھر قرآن مجید ختم کیا۔ اوسکے بعد کچھ عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ مگر بعد میں تکمیل علوم کا شوق ہوا تو ۲۹ سال کی عمر میں میر نوازش علی سے درسی کتابیں پڑھیں۔ شاہ رفیع الدین کے فرزند شاہ مخصوص اللہ سے جو سبعہ کے قاری تھے قراءت قرآن کی سند لی۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی تصانیف سے اونکو بڑی رغبت تھی۔ اونکے مطالعہ سے اپنے خیالات کی تصحیح کی۔ غدر میں مسلمانوں کی بڑی خدمت انجام دی۔ اوسکے بعد انگلستان گئے جہاں سی آئی ای کا خطاب پایا۔ ۱۸۷۵ء میں علیگڈھ محمڈن اسکول جاری کیا۔ ۱۸۷۸ء میں محمڈن کالج کھولا۔ قرآن مجید کی تعلیم اور نماز علی گڑھ میں لازمی تھی۔ اوس وقت سے لیکر اب تک یہ معمول ہے کہ ایک اچھا قاری علیگڈھ کالج میں ضرور رکھا جاتا ہے۔ آجکل اعتصام الدین فرزند قاری حافظ ضیاء الدین وہاں کارگذار ہیں۔

(ب) سر سید احمد خان میں دیانت۔ وفاداری۔ شریفانہ اطاعت۔ طبیعت ثانیہ تھی۔ شاہ غلام علی شاہ کی خانقاہ کا رنگ جو ابتدائے عمر سے چڑھا تھا۔ تادم واپسین بدستور باقی رہا۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا اونکا ایک شعر ہے ؎

ز جبریل امین قرآن بہ پیغامے نمی خواہم ✤ ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

قرآن مجید کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا کہ فصاحت و بلاغت کے علاوہ ایک اور معجزہ قرآن شریف کا یہ ہے کہ جو ہدایتیں اوس میں ہیں کوئی اور ہدایت اونکے مثل نہیں ہوسکتی۔ اور میں اس کو قرآن کا اصلی معجزہ سمجھتا ہوں نیز فرمایا کہ " وہ ایسا کلام ہے جس سے مختلف درجوں بلکہ متضاد حیثیتوں کے لوگوں کو یکساں ہدایت ہوتی ہے۔ ایک جاہل بدو۔ ایک مقدس مولوی۔ ایک فلاسفر یکساں ہدایت پاتے ہیں۔"

---

[۱] بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی

(ج) جب بعض مولویوں نے اون پر کفر کا فتویٰ لگایا تو جل کر یہہ شعر کہا تھا۔ ؎

خدا دارم دلِ بریان زعشق مصطفےٰ دارم ✣ ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم ۵؎

(د) سرسید احمد خان کا انتقال ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۶ھ کو ہوا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی مسجد کے صحن میں دفن ہیں۔ ۲؎

ری واحد نور خان ٹونکی

ف ۱۰۰۶ وطن ٹونک۔ والد کا نام قاری حافظ محمد خان جاگیردار علاقہ اجمیر ولادت تقریباً ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔ چونکہ والد کو تجوید و قراءت کا شوق تھا نے فرزند کو بھی تجوید کی تعلیم دلائی اور سبعہ کے حاشیہ والا قرآن شریف کا نسخہ اونکو ۱۲۶۰ھ میں دے دیا ری واحد نور خان نے ٹونک میں خدمت انجام دی۔ تقریباً ۱۳۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ اب اونکی بہن کی لڑکی یع النساء بیگم کے پاس یہہ نسخہ موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

ری مولوی محمد شبلی جونپوری

ف ۱۰۰۷ مولد جونپور۔ والد کا نام مولوی سخاوت علی جونپوری۔ ولادت ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ ۱۴ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ علوم قاضی یا اللہ خان صدر الصدور سے سیکھے۔ حافظ نعمت اللہ و حافظ الٰہی بخش سے حفظ و قراءت کی تکمیل کی ۱۲۸۶ھ حج کیا۔ واپسی کے بعد درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وفات تقریباً ۱۳۲۰ھ میں ہوئی ۳؎

ری محمد عبداللہ کانپوری

ف ۱۰۰۸ قاری محمد عبداللہ صاحب جامع کانپور کے خطیب و امام اور مدرسہ جامع العلوم کانپور کے مہتمم تھے۔ آپ نے استاد حافظ قاری شاہ عبدالحق نے جو کلکتے کے رہنے والے تھے اور کانپور آئے تھے تجوید و قراءت سیکھی۔ اوسکے بعد تیس سال تک تجوید کی ت کی۔ ایک رسالہ موسومہ "قاری بنانے والی کتاب" لکھ کر شائع کیا۔ قاری محمد عبداللہ کے انتقال کے اون کے فرزند قاری حافظ ولی اللہ یہہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ پہلے جامع العلوم میں تجوید کا درس یتے تھے۔ اب مسجد میر محمود لاری پارک میں درس دیتے ہیں۔ آپ کا ذکر بعد میں آئے گا۔ قاری محمد عبداللہ وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔

۵؎ جب حکیم بو علی سینا پر کفر کا الزام لگایا گیا تو اوسنے بھی جل کر ایک رباعی کہی تھی ؎

کفرے چو منے گزاف و آسان بنود ✣ محکم تر از ایمانِ من ایمان بنود

در دہر چو من یکے و او ہم کافر ✣ پس در ہمہ دہر یک مسلمان بنود

۵؎ حیات جاوید از الطاف حسین حالی ۳؎ تجلی نور از نور الدین۔

قاریہ قمر النساء بیگم بنت امیر میاں

ف ۱۰۰۹ امیر میاں انکلے سر (علاقہ بھڑونچ) اور گودھرے کے زمیندار اور محتسب تھے۔ والد کا نام سید غلام جواد۔ سنہ ولادت تقریباً سنہ ۱۲۰۰ھ عالم و فاضل تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی علم و فضل سے آراستہ کیا۔ شجرہ ذیل میں درج ہے۔

سید غلام جواد۔ محتسب و زمیندار

|

امیر میاں محتسب و زمیندار پیدائش سنہ ۱۲۰۰ھ

|

- لطف اللہ میاں محتسب و زمیندار — ولادت سنہ ۱۲۳۰ھ
- فخرو بیگم — ولادت سنہ ۱۲۳۵ھ
- قمر النساء بیگم — ولادت سنہ ۱۲۴۰ھ
- عیدرو سی بیگم — ولادت سنہ ۱۲۴۰ھ
- غلام حسین — ولادت سنہ ۱۲۶۵ھ
  - منشی محمد حسین — ولادت سنہ ۱۲۹۵ھ، وفات سنہ ۱۳۷۵ھ
    - قاری امیر الدین — ولادت سنہ ۱۳۲۶ھ

(ب) امیر میاں نے اپنی اولاد کو علم و تجوید سکھلائی۔ چنانچہ فرزند اکبر لطف اللہ میاں نے گودھرے میں تعلیم پائی۔ تینوں لڑکیوں نے گودھرا اور انکلے سر میں اور غلام حسین صاحب نے برودہ اور ڈھبوئی میں تعلیم حاصل کی۔

(ج) قمر النساء بیگم کی ولادت سنہ ۱۲۴۰ھ کی ہے۔ تجوید لڑکپن ہی میں سیکھی۔ ۲۰ سال کی عمر میں شادی ہوئی چالیس سال کی عمر میں سنہ ۱۲۸۰ھ میں بیوہ ہوئیں۔ اوسکے بعد قرآن شریف کا درس شروع کیا۔ انکلے سر اور ڈھبوئی میں چالیس سال تک درس قرآن دیتی رہیں۔ لڑکیاں اور دس بارہ سال کے لڑکوں کو بھی درس میں شریک کر لیتی تھیں۔ چنانچہ اونکے ایک شاگرد اسحاق حسن ہیں جن کی عمر اس وقت ۷۹ سال کی ہے۔ سنہ ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسحاق حسن سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اون کی قراءت بھی سنی ہے اپنی استانی کی بڑی تعریف کرتے تھے کہ وہ بڑی باخدا بی بی تھیں۔ روز و شب کا بڑا حصہ قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کیا کرتیں۔ تہجد گذار تھیں۔ اونکی بہن فخرو بیگم نے بھی انکلے سر میں بچوں کو پڑھایا ہے اس خاندان کے ایک فرد قاری امیر الدین صاحب پہلے ڈھبوئی میں اسکول ماسٹر تھے۔ اب وظیفہ یاب ہیں۔ تجوید و قراءت سے واقف ہیں۔ خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔

قاری حافظ شیخ محبوب حیدرآبادی

ف ۱۰۱۰ قاری عبد الولی صاحب کے ہم عصر عشرہ قراءت کے ایک اور جید قاری حافظ شیخ محبوب حیدرآبادی تھے۔ حج کیلئے

گئے تو کئی سال حرمین میں رہکر تجوید و قرات سیکھی۔ واپسی پر پنچی کی براق کی مسجد۔ محلہ حسینی علم حیدرآباد میں رہنے لگے۔ جہاں تجوید و قرات وحفظ کا درس دیتے تھے۔ جب قاری محمد تونسی صاحب حیدرآباد آئے تو پوچھا کہ یہاں کوئی قاری بھی ہے تو لوگوں نے حافظ شیخ محبوب کا نام بتادیا کہ وہ اچھے قاری ہیں مگر چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ قاری سید محمد صاحب تونسی خود شیخ محبوب صاحب سے ملنے گئے اور اون سے ایک رکوع قرآن شریف سنکر خوش ہوئے۔ گلے سے لگاکر کہا کہ بے شک آپ قاری ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ تجوید و قرات کہاں سیکھی تھی۔ شیخ محبوب صاحب نے اپنا سلسلہ بتایا۔ جو لوگ حضرت سید محمد صاحب تونسی سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ قاری صاحب بہت کم کسی کی تعریف کرتے تھے۔ حافظ شیخ محبوب صاحب کی تجوید کی قدردانی اس امر کا ثبوت ہے کہ شیخ محبوب صاحب اپنے فن میں کمال رکھتے تھے۔ مقام حیرت ہے کہ ایک شخص مدینہ منورہ سے آتا ہے اور حیدرآباد کے ایک قاری کی صحت ادائی کی داد دیتا ہے۔ ورنہ ایک شہر سے دوسرے شہر چلے جایئے تو لہجہ اور ادائی میں فرق محسوس ہونے لگتا ہے۔ صوبوں اور ملکوں کی صورت میں تو بعد مکانی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے مگر قرآن پاک کی صحت ادائی کا وہ اہتمام کیا گیا کہ دو مختلف الممالک قاری ایک دوسرے کی صحت ادائی کا اعتراف کرتے ہیں۔

(ب) حافظ شیخ محبوب کا انتقال تقریباً ۱۳۲۰ھ میں ہوا۔ اونکے شاگرد حافظ شیخ معصوم بھی اچھے قاری تھے۔ استاد کے بعد اوسی مسجد میں عرصے تک قرآن مجید تراویح میں سناتے رہے۔ رمضان میں ان سے قرآن سننے کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ حافظ شیخ معصوم صاحب۔ اوسی مسجد میں تجوید و قرات وحفظ کا درس بھی دیتے رہے۔

مولانا محمد حسن جونپوری — ف ۱۰۱۱ مولد جونپور۔ والد کا نام رجب علی۔ وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔ تفصیلی حالات کیلئے فقرہ جات ۲۸۳ و ۲۸۶ ملاحظہ ہوں۔

قاری حافظ حاجی مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی — ف ۱۰۱۲ ولادت ۱۲۶۹ھ۔ تیرہ سال کی عمر میں حافظ ہوئے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ تجوید و قرات کا شوق ہوا تو پانی پت جاکر قاری حافظ عبدالرحمن محدث پانی پتی سے تجوید و قرات کے ساتھ حدیث کی بھی سند حاصل کی۔ الہ آباد کی جامع مسجد میں حافظ رحمت اللہ کے انتقال کے بعد قرآن مجید تراویح میں سنایا۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے۔ چار حج کئے۔ ۱۳۱۰ھ میں ندوۃ العلماء کے قیام کے دوران میں وہاں کی تحریک میں حصہ لیا۔ ۱۳۱۲ھ میں علحدہ ہوگئے۔ لکھنؤ سے طب کی سند بھی حاصل کی تھی۔ مطب کیا کرتے تھے۔

(ب) مجاہدات بہت کئے۔ طریقہ شطاریہ میں بیعت کی تھی۔ رات میں مشکل سے گھنٹہ دو گھنٹے استراحت کرتے۔ تہجد کے بعد سے صبح تک ذکر و شغل میں مصروف رہتے۔ رمضان میں تقلیل غذا کے قائل تھے۔ فرماتے کہ شیخ علی نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھنے سے مقصود قوت بہیمیہ کا استیصال ہے اور گوشت قوت بہیمیہ کو بڑھاتا ہے لہٰذا اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔ رمضان میں یہ قرآن شریف کے (۳۱) دور ختم کرتے۔ تہجد میں دس پارے پڑھا کرتے سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار بھی کئے تھے۔ پہلے حج کو گئے تو حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کی۔ جنھوں نے چشتیہ طریقہ کے اذکار و اشغال بتائے۔ دوسرے حج میں حاجی صاحب نے تحریری خلافت نامہ دیا۔

(ج) سماع کا بہت شوق تھا۔ ۷ ر رجب دو شنبہ ۱۳۲۲ھ کو اجمیر شریف میں دو گھنٹے حضور اکرم کی ولادت پر وعظ فرمایا۔ ۸ ر رجب کو قوالی میں انتقال ہوا۔ اجمیر ہی میں جنوب مغربی گوشے میں دفن ہیں۔

ف ۱۰۱۳ حضرت کو قرآن مجید بہت اچھا یاد تھا۔ با تجوید خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ کئی سال تک شبینے سنائے جن میں مولانا عبد الحی بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ آخری عمر میں شبینہ سنانا چھوڑ دیا تھا۔ جو لوگ پہلے شبینہ سن چکے تھے انھوں نے حضرت سے شکایت کی کہ کیا بات ہے اب آپ شبینہ نہیں سناتے تو حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید سنانے کا لطف اوسی وقت تک ہے کہ سننے والے پر بار نہ ہو۔ چونکہ اب ایسے سننے والے نہ رہے اس لئے میں نے سنانا موقوف کر دیا۔ پھر آپ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں شبینہ سنا رہا تھا ۲۹ پارے پہلی رکعت میں پڑھکر رکوع کیا اور تیسواں پارہ دوسری رکعت میں پورا کیا تو سلام پھیرنے کے بعد مولانا عبد الحی جو مقتدی اور سامع تھے فرمانے لگے "مزا کرکرا کر دیا۔ ۲۹ پاروں کے بجائے ۳۰ پورے کر کے دوسری رکعت میں کچھ اور ابتداء سے پڑھ دیتے تو کیا بگڑتا۔" مولانا نے فرمایا کہ جب تک ایسے سامع تھے اوس وقت تک سنانے کا لطف تھا۔ اب جو بیزارگی مقتدیوں میں دیکھتا ہوں تو شبینہ سنانے کی ہمت نہیں ہوتی۔"

(ب) کلام اللہ میں استغراق کی یہ ایک ایسی مثال ہے جس سے موجودہ دور کے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن سے ایسی وابستگی مسلسل تربیت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے ایک پارے کو اٹک اٹک کر پڑھنے والا اسقدمین کی قراءت و سماعت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔

(ج) آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت ہے اونمیں سربرآوردہ اصحاب جو ہیں تھے۔ ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں (۱) نذیر احمد لکھنوی (۲) مولانا حکیم عبد الحی ناظم ندوۃ العلماء (۳) مولانا عین القضاۃ (۴) مولانا محمد ابراہیم وغیرہم۔[۱]

ف ۱۰۱۴ | قاری حافظ حاجی مولانا رشید احمد گنگوہی | ولادت ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔ جید عالم و حافظ تھے

---

[۱] سوانح حیات شاہ محمد حسین الہ آبادی از حافظ محمد الفاروقی۔

ی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے گہرے دوست تھے۔ "رد الطغیان فی اوقاف … قرآن" لکھی جس کا ایک نسخہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ سنہ وفات ۱۳۲۲ھ ہے۔ ۱

حافظ حاجی وارث علی شاہ

ف ۱۰۱۵ مورث اعلیٰ نیشاپور سے ہندستان آئے۔ والد کا نام مولانا حافظ سید قربان علی تھا۔ یہ حافظ صاحب بھی بڑی خوبیوں کے انسان تھے قرآن مجید خوب یاد تھا۔ ہر وقت تلاوت فرماتے رہتے۔ یہانتک کہ اخیر عمر میں سل کی بیماری ہوگئی۔ ایک مرتبہ سینے سے خون زیادہ آتے دیکھکر اپنے اقربا کو جمع کیا اور کہا کہ اب میرا وقت آخر ہوا تم گواہ رہو کہ میں مسلمان ہوں اور میرے حافظ ہونے کے بھی گواہ رہو۔ یہ کہکر الحمد سے لیکر والناس تک قرآن مجید سنا دیا۔ اوسی کے ساتھ سانس ٹوٹی اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ انتقال ۱۱۵۲ھ میں ہوا۔

(الف) وارث علی شاہ کی ولادت بروز جمعہ ۱۲۳۲ھ کو ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ ۱۲۵۲ھ میں والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ پہلے ہی قضا کر گئی تھیں۔ سنہ ۱۲۵۲ھ میں سفر آغاز فرمایا۔ دوران سفر میں جوتے کا استعمال ترک کر دیا۔ اجمیر پہنچے۔ پھر بمبئی سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ۱۲۵۳ھ میں حج ادا کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے۔ بیت المقدس۔ شام۔ دمشق۔ بیروت۔ بغداد۔ کاظمین۔ نجف۔ کربلا قسطنطنیہ۔ ترکی اور روس کی سیاحت کرتے ہوئے حج کے موسم میں پھر مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ پھر افریقہ گئے … جنوبوں سفر کرنے کے بعد دیوہ جو بارہ بنکی کے قریب ہے تشریف لائے۔ زیادہ سیاحت پا پیادہ کی۔ چودہ حج کئے … اندر کے علاوہ پا پیادہ چلنے کا دستور تھا۔

(ب) بجد حسین تھے۔ گورا رنگ۔ گفتگو آہستہ آہستہ کرتے۔ زبان میں شیرینی تھی۔ قرآن مجید بڑی خوش الحانی سے پڑھتے۔ سیاحت میں اچھے اچھے قاریوں کو سنا اور ان سے استفادہ کیا۔ آپ کا دستور تھا کہ … روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ شادی نہ کی۔ مدت العمر مجرد رہے۔ یو۔ پی اور بہار کے لوگ … کثرت آپ کے مرید تھے

(ج) وفات ۳۰ محرم بروز جمعہ ۱۳۲۳ھ ۹۱ سال کی عمر میں مطابق ۶ ر مارچ ۱۹۰۵ء کو ہوئی … دیوہ (بارہ بنکی کے قریب) دفن ہیں۔ تاریخ وفات "سربستہ مئے الست حاجی"۔ ۲

شمس المقرئین حافظ سید محمد تونسی

ف ۱۰۱۶ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۳۲۶ تا ۳۲۸ میں درج ہیں۔ تاریخ وفات ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔

---

۱ تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی ۲ مراۃ الکونین۔ و مراۃ الاسرار از عبدالرحمٰن چشتی (دو جلدوں میں)

ف ١٠١٧ مقری حافظ عبدالرحمٰن ضریر کھوکھر

شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی کے شاگردوں میں قاری حافظ عبدالرحمٰن نابینا بہت ذہین فہیم اور قوی الحافظہ تھے۔ استاد کا بڑا ادب کرتے تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج اور خوش خلق تھے۔ پہلے قاری کبیر الدین سے تجوید و قرارت سیکھی۔ بعد ازاں محدث صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ استاد سے جتنا سنتے وہ سب یاد ہو جاتا۔ بعض شاگرد جو استاد کی تقریر پوری طرح نہ سمجھ سکتے یا جن کو یاد نہ رہتا وہ بعد میں عبدالرحمٰن نابینا سے اپنی مشکلات حل کر لیتے۔ چند روز میں عادت سی ہو گئی کہ استاد کے درس کے بعد طلبا نابینا صاحب کے پاس جمع ہو کر سبق دہرا لیتے۔ حضرت کے دوسرے عزیزوں کو جن میں عبدالسلام عباسی اور غالباً عبدالاسلام انصاری بھی شریک تھے۔ نابینا صاحب کا یہہ امتیاز ناگوار گذرا۔ اور یہہ برداشت نہو سکا کہ ایک کھوکھر اون سے سبقت لے جائے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً نابینا صاحب کی شکایت استاد سے کر دیا کرتے۔ جب عبدالرحمٰن ضریر سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے تو حاسدوں نے حضرت سے یہہ شکایت کی کہ ضریر بدعتی ہو گیا ہے۔ گیروی لباس پہننے لگا ہے اور مرید بھی ہو گیا ہے۔ چونکہ محدث صاحب کو خلاف سنت کوئی فعل سخت ناگوار ہوتا تھا اس لئے جب ضریر صاحب آئے تو محدث صاحب نے غصہ سے پوچھا کہ سنا تو بدعتی ہو گیا ہے اور مرید بھی ہو گیا ہے؟ ضریر صاحب سوال کو صحیح طور سے نہ سمجھ سکے سمجھا کہ حضرت مرید ہونے کو بدعت سے تعبیر کر رہے ہیں اس لئے خاموش ہو گئے۔ جب دوبارہ پوچھا تو کہا" جی ہاں۔ محدث صاحب نے کہا "چلے جاؤ ہمارے پاس نہ آیا کرو۔" اوس روز سے درس کی حاضری سے محروم ہو گئے۔ ضریر صاحب سے جو طلباء سبق کے بعد ان سے استفادہ کیا کرتے تھے اون کی پڑھائی میں بھی ہرج ہونے لگا۔ تو انھوں نے ایک ترکیب سوچی کہ حضرت کے آنے سے پہلے جس پلنگ پر وہ بیٹھتے ہیں اوس کے نیچے ضریر صاحب کو لٹا دیا جائے اور چادر ایسی ڈالی جائے کہ دونوں طرف زمین سے کنارے لٹکتے رہیں۔ حضرت جب تشریف لائیں گے تو پلنگ پر بیٹھ جائیں گے اور ضریر صاحب درس سن سکینگے چنانچہ کئی روز تک یہی تدبیر چلتی رہی۔ ایک روز ضریر صاحب نے زور سے سانس لی تو حضرت کو یہہ محسوس ہوا کہ پلنگ کے نیچے کوئی چھپا ہوا ہے۔ پوچھا کہ کسی کے سانس لینے کی آواز آرہی ہے۔ پلنگ کے نیچے کون ہے؟ شاگردوں نے بہت ٹالنا چاہا مگر حضرت نے کہا۔ نہیں ضرور اس کے نیچے کوئی ہے۔ غرض جھانک کر جو دیکھا تو ضریر صاحب دکھائی دیئے۔ اونکو کھینچ کر نکالا گیا۔ پوچھا کہ یہہ کیا حرکت تھی۔ سب ہی نے معذرت چاہی غرض اوس روز سے درس میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی اور ضریر صاحب نے سبعہ قرات کی تکمیل حضرت سے کر لی۔

ف ١٠١٨ ضریر صاحب کی سمجھ اور ذہانت کا اندازہ لگا کر حضرت نے تکمیل نصاب کے بعد درس دینے کی اجازت دیدی۔ ضریر صاحب کی کچھ تو ذہانت تھی اور کچھ منکسر المزاجی تھی کہ لوگ بڑے شوق سے اونکے

پاس جایا کرتے۔ جس مسجد میں ضریر صاحب نماز پڑھاتے اوس کی تیسری منزل میں ایک کمرہ تھا جس میں وہ معہ زنانہ رہا کرتے۔ ایک کھڑکی مسجد کی جانب تھی طلباء وقت بے وقت پوچھنے آتے تو حضرت اوس کھڑکی میں بیٹھکر طلباء کو بتادیا کرتے۔ ایک روز کھڑکی میں بیٹھے سمجھارہے تھے کہ بے خیالی میں نیچے گر گئے۔ تیسری منزل سے گرنے سے صدمہ پہنچا۔ بے ہوش ہوگئے۔ اسپتال پہونچائے گئے۔ عصر کی نماز کے بعد جب حضرت محدث صاحب درس دینے بیٹھے تھے کہ کسی نے محدث صاحب سے کہا کہ ضریر صاحب تیسری منزل سے مسجد کی صحن میں گر کر بے ہوش ہیں۔ محدث صاحب دو زانو بیٹھے تھے دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہا "ہائے ہائے ایک شاگرد تو بینا تھا کیا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اللہ میاں کیا قراءت کو ختم کرنا منظور ہے"۔ غرض بڑی تشویش کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث صاحب کو ضریر صاحب سے کتنی محبت تھی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ضریر صاحب کو ہوش آگیا اور چند روز میں صحت یاب ہوگئے۔ ضریر صاحب سے بہت سے طلباء نے تجوید و قراءت سیکھی۔ ان میں ممتاز قاری محی الاسلام پانی پتی تھے۔ دوسرے قاری حافظ محمد قیام الدین پانی پتی تھے۔

ف ۱۰۱۹ شیخ القراء حافظ عبد الرحمٰن محدث کے دوسرے فرزند قاری حافظ علیم الدین تھے جن کو حضرت نے خود پڑھانا چاہا۔ مگر عدم دلچسپی کی وجہ سے ترقی نہ کی۔ تو بیزار ہوکر ضریر سے کہا کہ اس بچے کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ چنانچہ ضریر صاحب نے اوس بچے کی تعلیم و تربیت میں بڑی محنت کی۔ قاری و حافظ بنادیا۔ یہی نہیں بلکہ حافظ علیم الدین اپنے بڑے بھائی عبد السلام انصاری سے بھی زیادہ عالم و محقق ہوگئے۔ بعد ازاں ہجرت کرکے حجاز چلے گئے۔ رابغ کے قریب ۱۳۳۷ھ میں انتقال ہوا۔

ف ۱۰۲۰ ضریر صاحب ایک عرصے تک پانی پت میں درس دینے کے بعد انبالہ چلے گئے۔ وہاں ۱۳۲۴ھ میں وفات پائی۔ [1]

قاری غلام محمد کرنالی

ف ۱۰۲۱ مولد ہوشیار پور۔ (پنجاب) والد کا نام حافظ محمد رمضان عرف حافظ قاضی صاحب۔ سنہ ولادت ۱۲۶۵ھ ہے۔ لڑکپن میں علوم حاصل کئے۔ پانی پت آکر شیخ القراء حافظ عبد الرحمٰن انصاری محدث پانی پتی کی خدمت میں تیرہ سال رہے۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ پھر کرنال چلے گئے۔ چودہ سال وہاں درس دیا۔

---

[1] واقعات بالا میں نے قاری حافظ عبد اللطیف صاحب پانی پتی کی زبانی سنے جب کہ میں اون کے مکان پر دہلی میں ۶ر جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ کو ملاقات کی غرض سے گیا تھا۔ حافظ صاحب قاری محی الاسلام کے شاگردوں میں سے ہیں۔

تجوید وقراءت کا اچھا ماحول بنا دیا۔ وفات تقریباً ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ ؎۱

قاری حافظ محمد یوسف ڈھاکوی

ف ۱۰۲۲ مولد ڈھاکہ۔ مشرقی بنگال۔ ولادت تقریباً ۱۲۶۵ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں تجوید وقراءت سیکھی۔ حفظ پورا کیا۔ خوش الحان واقع ہوئے تھے۔ ڈھاکہ میں آپ کی بڑی شہرت ہوئی۔ درس وتدریس میں عمر گذار دی۔ وفات ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ قبر ڈھاکہ میں شاہراہ عام سے اتر جانب واقع ہے۔ ؎۲

قاری مسیح الزمان حیدر آبادی

ف ۱۰۲۳ مولد شاہجہان پور۔ والد کا نام محمد عمر خان۔ برادر محمد زمان خان شہید ۱۲۹۲ھ میں محمد زمان خان کی شہادت کے بعد نواب عثمان علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۳ھ میں ضوابط القرآن کے نام سے قراءت امام عاصم کے دونوں راویوں کے اختلافات بتلائے ہوئے تجوید کی ایک کتاب تالیف کی جو حیدر آباد سے شائع ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ نواب عبدالوہاب خان ٹونکی

ف ۱۰۲۴ مولد ٹونک۔ والد کا نام نواب محمد علی خان والی ٹونک نواب عبدالوہاب خان کا خطاب احتشام الملک صفدر جنگ تھا۔ آپ کو تجوید وقراءت سے خاص لگاؤ تھا۔ ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ سنہ وفات ۱۳۲۹ھ ہے۔ نواب ابراہیم علی خان نے آپ کو قاری کا خطاب دیا تھا۔ ؎۳ (ملاحظہ ہو فقرہ ۷۵۸)

قاری حافظ مولوی عبدالحق رامپوری

ف ۱۰۲۵ مولد رامپور۔ محلہ پنجابیان۔ ولادت ۱۲۴۹ھ میں ہوئی علم تجوید کے ماہر تھے اور عالم وحافظ ہونے کے علاوہ نہایت پرہیزگار وخدا پرست تھے۔ درس وتدریس ان کا خاص مشغلہ تھا۔ دو فرزند مولانا فضل حق رامپوری اور حکیم محمد نبی رامپوری تھے وفات ۱۳۲۹ھ میں ہوئی ؎۴

قاری مولانا محمد حسن الزمان دہلوی ثم حیدر آبادی

ف ۱۰۲۶ دہلی کے علماء میں قاری محمد حسن الزمان بڑے باکمال بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ہنگول نواح دہلی میں ۱۲۱۹ھ میں ہوئی۔ آپکے والد کا نام حاجی ذوالفقار علی اور دادا کا نام مولانا محمد قاسم تھا۔ ابتدائی تعلیم والد ہی سے حاصل کی ۱۸ سال کی عمر میں آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں آٹھ سال رہکر علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ ۱۲۴۵ھ میں واپس آئے۔ مگر چند سال کے بعد پھر چلے گئے۔ حجاز۔ مصر اور ترکی کے علماء سے آپ کے تعلقات گہرے تھے۔ وہیں مستند قراء سے قراءت کی

؎۱ تذکرہ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی — ؎۲ آسودگان ڈھاکہ از حکیم حبیب الرحمن

؎۳ سفرنامہ سعادت از نواب سعادت علی خان — ؎۴ تذکرہ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

تکمیل کی۔ ساٹھ سال کی عمر تک ان اسلامی ممالک میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت سید محمد تونسی صاحب سے بھی تعارف حاصل تھا۔

ف ۱۰۲۷ سنہ ۱۲۷۹ھ میں آپ نے حیدرآباد دکن آکر اقامت اختیار کرلی۔ ابتداءً اردو محلہ میں رہنے لگے۔ آپ کو تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا۔ نواب فضل الدولہ نے آپ کی سرپرستی کی۔ تصانیف کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہوا۔ آپ نے اپنی تصانیف میں یہہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بہ لحاظ اصول۔ فقہ۔ حدیث۔ قرات و تفسیر میں اہل بیت اور دیگر اماموں کے مابین کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ ان دونوں مکاتیب خیال میں پوری پوری مماثلت تھی اس موضوع پر آپ نے اپنی تصانیف کا سلسلہ آغاز کیا۔ جو کتابیں شائع ہوئیں اور جو شائع نہو سکیں اونکے دیکھنے سے حضرت کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ اردو محلہ میں قیام کیا لیکن وہاں عدم گنجائش کے باعث پرانی عیدگاہ کے قریب بیرون دبیرپورہ ایک وسیع قطعہ اپنے کام کے لئے منتخب کیا۔ وہاں دیوبند کے کئی سو علماء سے کام لیتے رہے۔ وہیں تصنیف و تالیف کا کام بھی انجام پاتا رہا۔ آپ کے تعلقات مصر و عرب و دیگر بلاد اسلامیہ سے بہت زیادہ رہے چنانچہ جب قاری سید محمد صاحب تونسی حیدرآباد تشریف لائے تو اولاً انھوں نے آپ ہی کے پاس قیام کیا۔ وہاں سے سرور نگر منتقل ہو گئے۔

ف ۱۰۲۸ حضرت حسن الزمان کی تصانیف میں رسم الخط امام کے نام سے ایک قلمی کتاب ہے جس میں حضرت علیؓ کے نسخہ قرآن کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس نسخہ قرآن شریف میں وہی رسم الخط اختیار کیا تھا جو مصحف عثمانی کا ہے۔ حوالوں کے ساتھ یہہ سلسلہ امام نافع اور اونکے راوی سیدنا قالون تک پہونچایا ہے۔

(ب) دوسری تصنیف قرات القرآن عن اہل بیت ہے۔ اس میں اہل بیت کے سلسلے کے حضرت عبدالرحمٰن سُلمی سے مربوط کر دیا ہے۔ اس میں قرات سبعہ کے اختلافات کی بھی صراحت کی گئی ہے۔ یہہ تصنیف ۱۳۲۸ھ میں ختم ہوئی۔ جو فلسکیپ سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(ج) حضرت کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں آپ نے عمدہ عمدہ کتابیں قلمی و مطبوعہ مصر ترکی اور حجاز سے لاکر جمع کی تھیں۔ چنانچہ فن تجوید و قراءت کے بعض اہم قلمی نسخے اس میں موجود ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں محمد ضباع نے مصر میں قرات کی قدیم کتابوں کی طباعت شروع نہیں کی تھی۔ اس لئے حضرت نے الجزری کا النشر۔ و تقریب النشر طیبۃ النشر۔ شرح شاطبیہ الحافظ ابو شامہ۔ منار الھدیٰ۔ فی الوقف والابتدار جیسی معیاری کتابوں کے قلمی نسخے اپنے کتب خانہ میں رکھ چھوڑے تھے۔

(د) سنہ ۱۳۲۹ھ میں حضرت کا انتقال ہوا۔ مکان کے سامنے ایک بڑے چبوترے پر مزار واقع ہے۔

قاری عبدالقادر جونپوری | ف ۱۰۲۹ وطن جونپور۔ والد کا نام مولانا رجب علی۔ قاری کرامت علی نوری

کے بھتیجے اور داماد تھے جن کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۶ میں درج ہیں۔ عبد القادر کی ولادت سنہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ اچھے عالم و قاری تھے۔ تجوید و قراءت اپنے چچا قاری کرامت علی سے سیکھی۔ وفات سنہ ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ آپکے دو لڑکے ہوئے (۱) قاری عبد المتین (۲) قاری ابو الفرح۔

ف ۱۰۳۰ قاری حافظ قمر الدین حیدر آبادی

مولد۔ حیدر آباد۔ شیخ القراء شاہ شجاع الدین صاحب سے تجوید و قرات و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ ہے۔ طویل عمر پائی۔ درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ وفات سنہ ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۳۱ قاری حافظ مولانا سید عمر حیدر آبادی

مولد حیدر آباد۔ دکن۔ والد کا نام سید محمد بادشاہ حسینی حیدر آباد کے مشہور عالم و پیر طریقت تھے۔ سبعہ قرات قاری سید محمد تونسی سے سیکھیں۔ حفظ بھی کیا تھا۔ تمام عمر درس و تدریس وعظ و نصیحت میں بسر کی۔ تفسیر القرآن عربی میں لکھی جو تفسیر القادری کے نام سے شائع ہوئی۔ عربی میں اوسی بے تکلفی سے تقریر فرماتے تھے جس طرح کہ اردو میں "حالات پیر طریقت" مولفہ حکیم فضل اللہ صاحب کے مطالعہ سے آپ کی فاضلانہ و درویشانہ زندگی کے تفصیلات معلوم ہو سکتے ہیں۔ ۱۹ر صفر سنہ ۱۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔

ف ۱۰۳۲ قاری حافظ عبد السمیع

وطن بنارس۔ قاری رضا علی کے خاص شاگردوں میں تھے۔ بیحد ذہین اور اچھے مقرر تھے۔ مزاج میں انکسار تھا۔ لباس سادہ پہنتے تھے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے وہاں سے مدینہ منورہ پہونچے اور وہیں سنہ ۱۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

ف ۱۰۳۳ قاری نظام الدین حیدر آبادی

وطن حیدر آباد۔ دکن۔ ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہوی۔ شیخ القراء سید محمد تونسی کے شاگرد تھے۔ سنہ وفات سنہ ۱۳۳۰ھ ہے۔

ف ۱۰۳۴ قاری جلال الدین ابن شریعت اللہ کانپوری

مولد کانپور۔ والد کا نام شریعت اللہ ولادت سنہ ۱۲۸۵ھ ہے۔ ڈھائی سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا بڑے بھائی کے ساتھ حج کو گئے تو وہیں قیام کا اتفاق ہوا۔ مدرسہ صولتیہ میں شریک ہو گئے۔ شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب سے قرات سبعہ سیکھیں۔ دیگر علوم کی بھی تحصیل کی۔ اٹھائیس سال کی عمر میں سنہ ۱۳۱۳ھ میں ہندستان واپس آکر کانپور میں قیام کیا۔ اردو سے نابلد تھے۔ مولانا احمد حسن کانپوری سے علوم درسیہ کی تکمیل کرکے عالم ہو گئے اسی دوران میں تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے۔ سنہ ۱۳۱۵ھ میں قاری ولی اللہ اونکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۱۹ھ میں فراغت پائی۔ آپکے شاگردوں میں (۱) قاری عباد اللہ (۲) قاری کمال الدین اونکے فرزند (۳) قاری ولی اللہ قاری سبعہ بہت مشہور ہیں۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ سید غلام غوث شطاری حیدر آبادی ف ۱۰۳۵ مولد۔ حیدر آباد دکن۔ حیدر آباد کے طبقہ علماء و مشائخ میں خاص شہرت و مقام کے حامل تھے قوی الحافظہ تھے۔ چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ شیخ القراء حافظ سید محمد تونسی سے سبعہ قرات سیکھیں۔ علامہ عباس علی خان محدث سے حدیث کی سند لی۔ دو مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپکی فصیح البیانی سے عرب بے تکلف آپ کو دکنی نادر کرتے تھے۔ آپ کی تمام عمر علوم دینیہ کی خدمت میں بسر ہوئی۔ فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس ہمیشہ جاری رہا۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ادب و تجوید کے اچھے عالم تھے۔ شیخ القراء سید محمد صاحب تونسی جب حیدر آباد سے تشریف لے گئے تو اسٹیشن پر اپنے تلامذہ سے فرمایا کہ جس کو تجوید و قرارت میں کچھ ضرورت یا اشکال پیش آئے تو وہ غلام غوث صاحب سے رجوع کرے۔ ۲۷ محرم ۱۳۳۱ھ کو انتقال ہوا۔

قاری عبد الرزاق خان رامپوری ف ۱۰۳۶ مولد رامپور۔ والد کا نام قاری حافظ مولوی عبد اللہ خان عرف حافظ کلان۔ تجوید و قرارت و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ ۱۸۵۷ء سے قبل تجارت کرتے تھے۔ غدر کے بعد ہرات اور قندھار چلے گئے۔ امیر داد خان فرمانروائے قلات نے اون کو فوج میں شریک کر لیا۔ جب اوس کو معلوم ہوا کہ یہ اچھے قاری بھی ہیں تو اپنے بچوں کو اون سے تجوید و قرارت سکھلائی تیس سال وہاں رہکر واپس رامپور آگئے اور تجارت کا قدیم پیشہ جاری کیا۔ نیز درس و تدریس بھی کرتے رہے ایک طویل عرصے تک درس دینے کے بعد ۱۳۳۱ھ میں چندوسی میں انتقال ہوا۔ عبد الجبار آصفی اونکے فرزند تھے [1]

قاری حبیب الرحمٰن مکی ثم کلکتوی ف ۱۰۳۷ مولد مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۲۶۲ھ۔ خوش الحان قاری تھے جب آپ کلکتہ تشریف لائے تو آپ کو مسافر خانے کی مسجد کا جو زکریا مسجد کے قریب ہے امام مقرر کیا گیا۔ اوسی مسجد میں درس و تدریس کا کام شروع ہوا۔ وفات ۱۳۳۲ھ میں ہوئی قاری محمد عثمان بھوپالی ان ہی کے شاگردوں میں ہیں۔

قاری حافظ اخوند ولایتی ثم بھوپالی ف ۱۰۳۸ افغانی النسل تھے۔ ولادت ۱۲۶۲ھ میں ہوئی خوش الحان قاری اور باخدا بزرگ تھے۔ بھوپال آکر بس گئے۔ اون سے وہاں کے لوگوں کو بڑا فیض پہنچا۔ ۷۰ سال کی عمر میں ۱۳۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ شاہ محمد علی شطاری ف ۱۰۳۹ مولانا سید غلام غوث شطاری کے جن کا ذکر فقرہ ۱۰۳۵ میں گذر چکا ہے چھوٹے بھائی تھے۔ حیدر آباد کے اجل علماء میں آپ کا شمار تھا۔

---

[1] تذکرۂ کاملانِ رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

شیخ القراء سید محمد تونسی سے سبعہ قرات سیکھیں۔ جید حافظ تھے۔ علامہ عباس علی خان سے حدیث کی سند لی۔ جب انجمن قرضہ حسنہ معین المسلمین قائم ہوئی تو آپ اوس کے معتمد مقرر کئے گئے۔ برسوں بلا معاوضہ مسلمانوں کو بلاسودی قرضہ دلایا ۱۲ رجب سنہ ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ مفتی محمد رمضان بیگ اکبر آبادی ف ۱۰۴۰ وطن قصبہ لیدری خلیب ضلع فتح پور ہسوہ والد کا نام مولوی بسیر علی بیگ۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۶۸ھ ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کے شاگرد۔ مولانا سلامت اللہ صاحب کے مرید تھے۔ عالم بے بدل۔ قاری بے مثل۔ اور جید حافظ تھے۔ جامع مسجد آگرے کے مفتی مقرر ہوئے۔ خوش اخلاق مرنجان و مرنج بزرگ تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ قرآن مجید سے شغف تھا۔ بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے ۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ھ کو انتقال ہوا۔ پنچ کیون کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ملہ

قاری حافظ خواجہ الطاف حسین حالی ف ۱۰۴۱ وطن پانی پت۔ والد کا نام خواجہ ایزد بخش۔ والدہ کا نام امتہ الرسول۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۵۳ھ (مطابق سنہ ۱۸۳۶ء) ہے نو برس کی عمر تھی کہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ قاری حافظ ممتاز علی انصاری سے حفظ و قرارت کی تکمیل کی۔ خوش الحان تھے عام طور سے لوگ ان کے مداح تھے۔ قاری لالا نے اونکی قرارت سنکر داد دی تھی کہ بچہ ہونہار ہے۔ حضرت حالی نے فارسی کتابیں سید جعفر علی سے اور عربی مولوی حاجی ابراہیم حسن سے پڑھی تھیں۔ سترہ برس کی عمر میں شادی اسلام النساء بنت باقر علی سے ہوئی۔ دہلی میں مولوی نوازش علی۔ فیض الحسن۔ میاں نذیر حسین اور غالب سے ملتے رہے۔ اچھے شاعر تھے۔ حالی تخلص کرتے تھے۔ اون کا دیوان اور مسدس بہت مشہور ہیں۔ انداز بیان جدید ہے اصلاحی جذبہ رکھتے تھے۔ سرسید کی تحریک کو انھوں نے بڑی تقویت دی۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ دشمن ہوگئے تھے۔ نظم و نثر میں اعتراضات ہوئے۔ ایک مخالف نے کہا تھا۔ ؎

ابتر ہمارے حملوں سے حالی کا حال ہے ☆ میدان پانی پت کی طرح پائمال ہے

سنہ ۱۸۶۳ء میں مصطفےٰ خان شیفتہ کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں آسمان جاہ نے ۷۵ روپیہ کا وظیفہ منصب جاری کیا۔ بعد میں اس کی مقدار ایک سو کر دی گئی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اونکی اہلیہ ہیضے سے انتقال کر گئیں۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں حالی کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں حیدر آباد کا دوسرا سفر کیا۔ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء مطابق سنہ ۱۳۳۲ھ کو انتقال ہوا۔ پانی پت میں شاہ بو علی قلندر کے احاطے میں ایک کٹہرے کے اندر ان کا مزار ہے۔ مجھے بھی فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔

قاری محمد حسن گیاوی ف ۱۰۴۲ مولد پانی پت۔ والد کا نام شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری

محدث پانی پتی سنہ ولادت ۱۲۶۴ھ ہے۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ اوسکے بعد تقریباً ۱۲۹۵ھ میں گیا چلے گئے۔ جہاں تجوید و قراءت سے کوئی واقف نہ تھا۔ آپ نے اس جگہ تجوید کے لئے فضاء تیار کی اور مسلسل چالیس سال تک تجوید۔ قراءت کے درس و تدریس میں گذار دیئے۔ آپ ہی کی ترغیب پر مولوی رفیع الدین زمیندار نے مدرسہ تجوید القرآن جاری کیا جس میں صرف فن تجوید و قراءت کی تعلیم دیجاتی تھی۔ اس کے مدرس اول قاری محمد حسن صاحب مقرر ہوئے جو دو گھنٹے صبح اور دو گھنٹے شام اس مدرسے میں پڑھایا کرتے تھے۔ مدرسے سے آپ کو بیس روپئے ملتے۔ پھر وکلاء و امراء کے گھر جاکر پڑھایا کرتے جس کا معاوضہ ل جاتا تھا۔ آپ نے بڑی جانفشانی سے تجوید کے پھیلانے میں دلچسپی لی۔ تاریخ فن تجوید میں آپ کی شخصیت اس ضلع کے لئے انقلابی حیثیت رکھتی ہے۔

(ب) قاری محمد حسن نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے جو اولاد ہوئی وہ لڑکپن میں قضا کر گئی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی۔ اس سے تین لڑکے ہوئے ان میں سے ایک حافظ عبد المجید تھے۔ دو لڑکوں کا انتقال ہوگیا۔ دوسری بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے تیسری شادی کی۔ تیسری بیوی سے تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ بڑی لڑکی کی شادی حافظ حیدر علی سے ہوئی جن کا انتقال ہوگیا۔ بیوہ لڑکی ۱۳۷۰ھ تک زندہ تھیں۔ دوسری لڑکی کی شادی قاری عبد الرشید سے ہوئی جو اب ڈھاکے میں ہیں۔ تیسری لڑکی سے دو فرزند قاری حافظ علیم الدین و قاری حافظ قدرت اللہ ہوئے۔ یہ دونوں نواسے قاری عبد القدوس کے شاگرد ہیں میں ان سے ملا ہوں۔

(ج) قاری محمد حسن صاحب کی چالیس سالہ خدمات نے بہت سے قاری پیدا کئے۔ ان میں سے ممتاز نام یہ ہیں:۔ قاری حافظ خدا بخش نابینا (۲) قاری حافظ عبد الرحمٰن صاحب بسمل (۳) قاری حافظ محمد رشید نابینا (۴) قاری حافظ لطافت کریم نابینا (۵) قاری حافظ ارادت الحق (۶) قاری حافظ بشارت الحق، ارادت الحق کے بڑے بھائی (۷) قاری حافظ عبد القدوس (۸) قاری حافظ محمد یوسف (۹) قاری حافظ حاجی مولا بخش (۱۰) قاری حافظ مولانا منظور احمد (۱۱) قاری حافظ امیر الدین (۱۲) قاری حافظ حیدر علی مرحوم بڑے داماد۔

(د) قاری محمد حسن صاحب کا انتقال ۱۳۳۴ھ میں ہوا۔ [1]

مولوی حکیم حافظ قاری مسعود احمد کاکوروی | ف ۱۰۴۳ مولد کاکوری۔ والد کا نام منشی محمد احمد ابن منشی محمد بخش

---

[1] واقعات بالا قاری محمد حسن کے دو ممتاز شاگردوں کی زبانی سنکر قلمبند کئے گئے ہیں (۱) قاری حافظ عبد الرحمٰن بسمل (۲) قاری حافظ عبد القدوس۔

سنہ ولادت ۱۲۵۸ھ ہے۔ تجوید و قرات و دیگر علوم اپنے والد سے سیکھے۔ بعد ازاں دیگر علماء سے استفادہ کیا۔ مطب کیا کرتے تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ کاکوری میں دفن ہوئے۔ ۱؎

ف ۱۰۴۴ قاری شیر محمد خان پانی پتی

وطن پانی پت۔ سنہ ولادت ۱۲۵۵ھ۔ قاری محی الاسلام سے سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ چالیس سال تک قرآن کا درس دیا۔ شاندار مدرسہ تھا۔ مدرسہ اشرفیہ میں پڑھاتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کی۔ وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۴۵ قاری محمد ادریس نگرامی

وطن نگرام ضلع لکھنو۔ والد کا نام حافظ عبد العلی۔ ولادت شوال ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی سے علوم حاصل کئے۔ حدیث و تجوید و قرات کی سند مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے لی۔ نیز عبد الرحمن محدث انصاری پانی پتی سے فن کی تکمیل کی۔ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیا۔ تذکرۂ علمائے حال کے نام سے ایک کتاب ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں شائع کی۔ وفات تقریباً ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۴۶ شیخ القراء محمد ابراہیم القمیصی القادری حیدرآبادی

مولد اورنگ آباد۔ قاری عبد الولی سے تجوید بروایت حفص سیکھی۔ بڑے خوش الحان تھے۔ تحقیق بھی اچھی تھی۔ حیدرآباد آکر میز خانہ مبارک میں ملازمت اختیار کرلی۔ تجوید و قرات کا بڑا شوق تھا۔ جب شیخ القراء سید محمد تونسی صاحب حیدرآباد تشریف لائے تو آپ اونکی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ رات رات بھر جاگ کر عشرہ کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد درس جاری کیا۔ مدت العمر تجوید و قرات سکھاتے رہے۔ آپ نے ایک رسالہ "المختصر المفید فی علم التجوید" لکھ کر ۱۳۰۰ھ میں شائع کیا۔ دوسری تجوید کی کتاب "ولی القاری" ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوئی۔ اوس کے بعد پورے قرآن شریف کی جدار سبعہ تیار کی جس کی طباعت کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ابتدائی دو پارے طبع ہوئے مگر بعض موانعات کی وجہ سے کام آگے نہ بڑھ سکا۔

(ب) شیخ القراء محمد ابراہیم صاحب کے شاگردوں میں ممتاز حیثیت شیخ القراء میر روشن علی صاحب کی ہے (۲) دوسرے ممتاز شاگرد علامہ سید اشرف شمسی تھے جنھوں نے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات سنائیں۔ شمسی صاحب اپنے وقت کے بڑے عالم۔ قاری۔ مفسر۔ محدث۔ فارسی کے شاعر۔ ماہر طب و علم نجوم تھے۔ اس کے علاوہ چھڑی پٹا۔ تلوار و بنوٹ کے فن سے بھی واقف تھے۔ دار العلوم میں پروفیسر تھے آخر زمانے میں تارک الدنیا ہوگئے تھے۔

(ج) شیخ القراء محمد ابراہیم کا انتقال ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کو حیدرآباد میں ہوا۔

۱؎ تذکرۂ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر۔

قاری حافظ عبدالسلام انصاری پانی پتی ف ۱۰۴۷ مولد پانی پت۔ والد کا نام شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث۔ پانی پتی کے سنجھلے صاحبزادے تھے۔ والد سے تجوید و قراءت سبعہ سیکھیں۔ سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے۔ تجوید کے بڑے اچھے ماہر مانے گئے۔ بہت سے لوگوں نے تجوید و قراءت سبعہ کا درس آپ سے لیا۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ کو وفات ہوئی۔ پانی پت میں والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

قاری حافظ مولوی انوار اللہ خان قندھاری ف ۱۰۴۸ مولد قندھار ضلع ناندیڑ علاقہ حیدرآباد۔ والد کا نام مولوی حافظ شجاع الدین (یہہ اور شجاع الدین ہیں وہ نہیں ہیں جن کا ذکر دور شجاعیہ میں کیا گیا) ولادت ۱۲۶۳ھ۔ علوم کی تحصیل پہلے اپنے والد۔ پھر حسن الزمان۔ پھر مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے کی۔ بعد ازاں تجوید و قراءت و حدیث کی تکمیل کی۔ نواب عثمان علی خان آصف جاہ سابع کے استاد تھے۔

(ب) آپ نے حیدرآباد دکن میں مدرسہ نظامیہ کی بناء ڈالی۔ یہہ مدرسہ ۱۳۷۲ھ تک بڑے آب و تاب سے جاری رہا۔ اس مدرسے سے حیدرآباد دکن میں بڑے بڑے علماء و فضلاء پیدا ہوئے۔ مگر اب ذرائع آمدنی کے فقدان بدولت مشکلات میں گھر گیا ہے۔ مولوی انوار اللہ خان صاحب نے مدرسہ کے ساتھ شعبہ اشاعت العلوم قائم کیا تھا۔ جس سے بہت سی مفید کتابیں شائع ہوئیں۔ چنانچہ محمد غوث صاحب کی نثر المرجان کی طباعت بھی مولانا ہی کی کوشش سے پوری ہوئی۔ مدرسہ میں ایک بڑا کتب خانہ بھی موجود ہے جس میں فقہ، حدیث و تفسیر کی عمدہ کتابیں جمع ہیں۔ فن قراءت میں ایک نایاب نسخہ "التبصرہ فی القراءۃ العشرہ" کا (جو ابو محمد مکی ابن ابی طالب کی تصنیف کا ہے اور جو ۲۸۰ سنہ میں لکھی گئی) موجود ہے۔ اس نایاب نسخہ کی اہمیت کا اظہار مصری علماء کے اوس وفد نے بھی کیا تھا جو کتابیں دیکھنے کی غرض سے حیدرآباد آیا تھا۔ اس وفد نے اس کتاب کا مائیکرو فلم بھی حاصل کیا ہے اسی طرح مکی ابن ابی طالب کے استاد عبدالمنعم بن عبید اللہ بن غلبون کی کتاب "تذکرہ" کا قلمی نسخہ (جن کا انتقال ۳۹۰ سنہ میں ہوا) حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ یہہ دونوں قلمی نسخے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ تذکرہ تو مصر سے طبع ہو چکا ہے البتہ "التبصرہ" طبع نہیں ہوا۔ اگر اشاعت العلوم اس کی طباعت کا کام انجام دیتا تو اس کی علمی خدمات میں چار چاند لگ جاتے۔

(ج) مولوی انوار اللہ خان صاحب نے چاہا تھا کہ مولوی حسن الزمان کی تصانیف بھی اونکے حوالے کر دیں تاکہ اشاعت العلوم سے اونکی طباعت ہو سکے۔ مگر مولوی حسن الزمان کے فرزند لطیف الزمان اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ طباعت کا روپیہ اونکو دیدیا جائے تاکہ اونکی نگرانی میں طباعت ہو سکے۔ اس بات پر دونوں کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو گئی پھر کشیدگی زیادہ بڑھ گئی۔

(د) مولوی انوار اللہ خان صاحب کا انتقال ۱۳۳۶ھ میں ہوا۔ مدرسہ نظامیہ کے احاطے میں دفن ہیں

آپ نے بھی کئی کتابیں تصنیف کیں جو اشاعت العلوم سے شائع ہوئیں۔

قاری مولانا عبد المتین جونپوری | **ف ۱۰۴۹** مولد جونپور۔ والد کا نام قاری عبد القادر۔ ولادت ۱۲۷۶ھ تجوید و علوم کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ وفات ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ خاندانی حالات کے لئے جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۶ ملاحظہ ہوں۔

قاری حافظ حکیم شاہ ظہیر الدین احمد سہسوانی بدایونی | **ف ۱۰۵۰** مولد سہسوان۔ سنہ ولادت ۱۲۷۷ھ ہے سہسوان سے بدایون آئے۔ تحصیل علوم کے سلسلہ میں قاضی علی احمد سے استفادہ کیا۔ حفظ و تجوید و قرأت کی بھی تکمیل کی۔ فن طب حاصل کیا مطب کرتے تھے۔ اس کے بعد درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں ایک رسالہ قرأت بھی ہے۔ وفات تقریباً ۱۳۴۳ھ میں ہوئی سلہ

قاری سید حسن کانپوری | **ف ۱۰۵۱** مولد کانپور۔ والد کا نام حافظ الدین ولادت ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ والد کے ساتھ لڑکپن میں مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں مولانا رحمت اللہ صاحب جو مدرسہ صولتیہ کے ناظم تھے اون سے علوم سیکھے۔ مصری قاریوں سے تجوید و قرأت سیکھی۔ سبعہ قرأت کے قاری ہوئے۔ آٹھ سال وہاں گذار کر ۳۲ سال کی عمر میں ۱۳۰۸ھ میں کانپور آئے۔ تین سال دار العلوم میں درس دیا۔ پھر ریاست دجانہ ضلع رہتک چلے گئے۔ آپ کے شاگردوں میں قاری مولانا مشتاق احمد ابن مولانا احمد حسن اچھے قاری ہوئے۔ مومن جماعت کے بہت سے حضرات مبارک پور آکر آپ سے تجوید و قرأت سیکھا کرتے۔ دوسرے شاگرد نواب حافظ محمد ابراہیم اور قاری مولوی عبد الستار ہوئے۔ (ملاحظہ ہو فقرہ ۱۱۰۰)

قاری مولانا عبد العلیم پانی پتی | **ف ۱۰۵۲** آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ (۳۰ نبی) میں درج ہیں۔

قاری ریاض الدین ابن ضیاء الدین نارڈی | **ف ۱۰۵۳** وطن نارہ۔ والد کا نام قاری حافظ ضیاء الدین خلف اکبر تھے۔ اپنے والد ہی سے علوم سیکھے۔ تجوید و قرأت میں مہارت حاصل کی۔ سبعہ قرأت کی تکمیل کی۔ الہ آباد اور لکھنؤ میں قرأت کا درس دیتے رہے۔ والد کی زندگی ہی میں بہ عمر چالیس سال ۱۰ محرم ۱۳۳۷ھ میں انتقال ہوگیا۔

قاری عطاء اللہ بہاری | **ف ۱۰۵۴** وطن بہار شریف۔ ولادت ۱۲۷۵ھ۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین

سلہ۔ تذکرۂ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی

...کے شاگرد۔ قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ عزیزیہ بہار میں مدرس تجوید ہوئے۔ وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔
...کے شاگرد قاری السمیع اللہ ہیں جو مدرسہ عزیزیہ میں ان کے انتقال کے بعد تجوید کے مدرس ہوئے۔

...قاری حافظ محمد عبداللہ مہاجر مکی

ف ۱۰۵۵ مولد قائم گنج یو۔پی۔ والد کا نام محمد بشیر خان ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ سنہ وفات ۱۳۳۷ھ ہے۔ تفصیلی حالات ...جلد اول فقرہ جات ۳۱۱ تا ۳۱۳ میں درج ہیں۔

...سراج قاری غلام محی الدین چیدہ۔ ویلوری

ف ۱۰۵۶ جنوبی ہند کے زبردست عالم۔ عربی کے بے نظیر ادیب و شاعر۔ دارالعلوم لطیفیہ ویلور کے صدر مدرس تھے ...کے اچھے جاننے والے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں قاری حافظ سید محمد قاسم مشہور ہوئے۔ چیدہ صاحب کی ...ت تقریباً ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔

...ی حافظ عبدالحمید ڈھاکوی

ف ۱۰۵۷ مولد ڈھاکہ۔ محلہ ہزاری باغ میں رہتے تھے والد کا نام محمد قابل ولادت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ مرشد کا نام محمد عارف۔ جید حافظ اور اچھے ...تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ میں انتقال ہوا۔ ڈھاکے میں دفن ہیں۔ [1]

...حسن ی حافظ عبدالاول جونپوری

ف ۱۰۵۸ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۷۹ تا ۲۸۲ میں درج ہیں۔

...القراء حافظ عبدالحق مہاجر مکی

ف ۱۰۵۹ تفصیلی واقعات جلد اول فقرہ جات ۳۲۹ تا ۳۳۱ میں درج ہیں۔

...ہند قاری مولانا محمود الحسن دیوبندی

ف ۱۰۶۰ وطن دیوبند۔ سہارنپور۔ والد کا نام مولوی ذوالفقار علی۔ دیوبند میں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ مولانا محمد قاسم ...ظ ضیں اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے علوم حاصل کئے۔ ایک مدت تک ان کی صحبت سے فیض یاب ...۔ تجوید شیخ القراء عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی سے تجوید و قرات سیکھی۔ دیوبند میں مدرس ہوئے ...ہے۔ حدیث کا درس ۴۵ سال تک دیتے رہے۔ تہجد کے وقت بھی سالہا سال درس دیا کرتے تھے۔ اردو ...اعری سے بھی دلچسپی تھی۔ ۱۲۹۵ھ میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت ہوئے۔ چالیس ...القراء حافظ برابر ذکر و فکر کرتے رہے۔

---

[1] ...ودگان ڈھاکہ: از حبیب الرحمن

(ب) حافظ قوی تھا۔ فطرتاً ذکی۔ ذہین اور وسیع القلب واقع ہوئے تھے۔ مولانا کو قرآن سے خاص شغف تھا۔ گو حافظ نہ تھے لیکن قرآن پاک کی اتنی آیتیں از بر تھیں کہ آپ پر حافظ ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔ سنہ ۱۳۲۷ھ میں ترجمۃ القرآن کی ابتدا کی۔ سنہ ۱۳۳۳ھ میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حج کے بعد آپ کو مالٹا میں قید رکھا گیا۔ سنہ ۱۳۳۵ھ سے لیکر سنہ ۱۳۳۸ھ تک مالٹا میں رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی کا بیان ہے کہ زمانۂ اسیری میں روزانہ قرآن شریف کا ایک دور پورا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۳۸ھ میں قرآن شریف کا ترجمہ پورا ہوا۔ حواشی لکھ رہے تھے کہ آپ کو رہا کر کے ہندستان بھیجدیا گیا۔ ۲۰ رمضان سنہ ۱۳۳۸ھ کو بمبئی پہونچے۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۹ھ کو وفات پائی۔

۱۰۶۱ قاری مولانا عبد العزیز صدیقی حیدرآبادی

مولد حیدرآباد۔ والد کا نام علامہ عبد القدیر صدیقی حسرت۔ ولادت سنہ ۱۳۰۳ھ۔ سولہ سال کی عمر میں مولوی فاضل و منشی فاضل کی سند حاصل کی۔ تجوید و قرات کی ابتدائی تعلیم حضرت سید عمر صاحب سے پائی۔ سبعہ قرات کی تکمیل شیخ القراء عبد الخالق صاحب مکی سے کی۔ خداداد ذہانت تھی۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ علم موسیقی میں بھی کافی دخل تھا۔ خوش آواز تھے۔ قرآن مجید بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے تھے اور اسی اشتیاق کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ۲۲ صفر سنہ ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

۱۰۶۲ قاری محمد یحییٰ مدنی ثم کلکتوی

عربی النسل تھے۔ مدینے سے آئے۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ ہے۔ سنہ ۱۳۲۵ھ میں زکریا مسجد کلکتہ کے امام مقرر ہوئے۔ خوش الحان قاری تھے اوسی مسجد میں تجوید و قراوت کا درس دینے لگے۔ بہت سے شاگرد پیدا کئے جن میں قاری عبد العظیم بھی تھے۔ وفات سنہ ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔ مانک تلے کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

۱۰۶۳ قاری حافظ حاجی مولوی ابو الخیر مکی ثم جونپوری

والد کا نام مولوی سخاوت علی جونپوری جب وہ حج کے لئے گئے تو مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہاں ابو الخیر سنہ ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اوسی سال انتقال ہوگیا۔ والدہ کے ساتھ واپس جونپور آئے۔ حافظ نعمت اللہ حافظ احمد۔ اور حافظ مدا سے حفظ و قرارت کی تکمیل کی۔ پھر عبد الحی فرنگی محلی سے علوم کی تحصیل کی۔ متقی پرہیزگار تھے۔ والد کے مدرسہ کی جو جامع مسجد جونپور میں تھا نگرانی کرتے رہے۔ تقریباً سنہ ۱۳۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

۱۰۶۴ قاری حافظ اکرام الدین سہارنپوری

مولد سہارنپور۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۷۸ھ ہے۔ شیخ القرا حافظ عبد الرحمن محدث کے شاگرد تھے۔ درس و تدریس میں لگے رہے اونکے ایک شاگرد قاری حافظ اللہ دیا تھے جو اچھے قاری تھے۔ جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔ اکرام الدین

کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

قاری حکیم مولانا رحیم اللہ بجنوری ف ۱۰۶۵ وطن بجنور۔ تلمیذ مولانا محمد قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ تجوید و قراءت بھی وہیں سیکھی۔ مطب کرتے تھے۔ ضاد کی ادائی پر ایک رسالہ الاقتصاد فی الضاد لکھ کر ۱۳۳۶ھ میں شائع کیا۔ بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ وفات تقریباً ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ نیاز احمد قاری سبعہ دہلوی ف ۱۰۶۶ وطن دہلی۔ والد کا نام شیخ عبدالرحمٰن ولادت ۱۳۰۲ھ تجوید و قراءت سبعہ شیخ القراء محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی سے سیکھیں۔ بڑے خوش الحان اور قراءت سبعہ کے عالم تھے۔ اپنے استاد ہی کے لب و لہجے میں پڑھتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔ انفلوئنزا کے وبائی دور میں بتاریخ ۱۰ محرم ۱۳۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ عبدالحی خطیب مکہ مسجد حیدرآبادی ف ۱۰۶۷ وطن بھوپال۔ خوش الحان قاری تھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل قاری سید سلیمان بھوپالی سے کی۔ حیدرآباد آکر مکہ مسجد کے خطیب و مدرسہ حفاظ کے صدر ہوئے۔ وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔ اجالے شاہ کی درگاہ میں دفن ہوئے۔

قاری عبدالقادر خان حیدرآبادی ف ۱۰۶۸ مولد حیدرآباد۔ قاری خوش الحان۔ شیخ القراء سید محمد تونسی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ مدرسہ نظامیہ میں مدرس تھے۔ وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

مقری حافظ ارادت الحق گیاوی ف ۱۰۶۹ وطن گیا۔ سنہ ولادت ۱۲۹۰ھ ہے۔ آپ اور آپکے بڑے بھائی بشارت الحق دونوں بڑی خوبیوں کے حامل تھے قاری احمد حسن سے جو فرزند شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۱۲ میں کیا گیا۔ تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی۔ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ قاری احمد حسن کے حقیقی جانشین آپ ہی ہوئے۔ تجوید کے ماہر تھے اور اس کی اشاعت کا آپ کو بڑا شوق تھا۔ تلامذہ کے ساتھ بڑی شفقت و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ شہر کا کوئی حافظ ایسا نہ تھا جس نے آپ سے استفادہ نہ کیا ہو۔

(ب) طہارت کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ کثرت مجاہدات کی وجہ سے نحیف ہو گئے تھے۔ "پتلے حافظ جی" کے نام سے مشہور تھے۔ استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ نماز اتنی خضوع و خشوع سے پڑھتے تھے کہ اوس کی مثال کم ملتی ہے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ عادت یہہ تھی کہ جب کھانا سامنے آتا تو اوس کی

نصف مقدار نکال کر الگ کر دیتے یا کسی محتاج طالب علم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔

(ج) اگھسیار ٹولے میں مدرسہ قائم کیا تھا۔ وہیں پڑھایا کرتے تھے۔ فیض بہت تھا۔ طلبا سے محنت بھی خوب لیتے تھے۔ قرآن شریف خوب یاد تھا اوس کے پڑھنے یا پڑھانے کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔ جب کسی کو قرآن ختم کراتے تو رقت طاری ہو جاتی۔ روتے ہوئے کلمات نصیحت تلقین فرمایا کرتے۔ اس میں التزاماً اس کا ذکر ہوتا کہ "بیٹا قرآن کو پہچانو"۔ منکسر المزاج ایسے تھے کہ بڑے ائمہ اور اساتذہ سے لیکر کمسن حفاظ کے گھر جا کر قرآن سنا کرتے یہہ اون کی بڑی بے لوث خدمت ہوا کرتی۔

(د) رمضان المبارک میں تراویح میں جب قرآن ختم ہوتا تو کسی حیلے سے بھی نذر قبول نہ فرماتے۔ جاننے والے عادت سے واقف تھے۔ خود ہی احتراز کرتے۔ لیکن اگر کوئی انجان شخص ختم کے بعد کچھ پیش کرتا تو سخت خفگی کا شکار ہوتا۔ شہر کی جس مسجد میں عدم ادائی معاوضہ کے باعث کوئی حافظ تراویح میں قرآن سنانے پر آمادہ نہ ہوتا تو خود وہاں جا کر تراویح پڑھایا کرتے۔ رات بھر تمام غیر آباد مسجدوں میں نوافل میں قرآن کا سلسلہ جاری رکھتے تھے قرآن کی صحت کے معاملہ میں اتنے محتاط تھے کہ اگر کہیں پڑھتے پڑھتے شبہ بھی ہو جاتا تو رکوع کے رکوع پیچھے سے لوٹایا کرتے۔

(ہ) مولانا خیر الدین صدر مدرس مدرسہ قاسمیہ گیا سے بڑی عقیدت تھی۔ اون سے علوم سیکھے بھی تھے۔ مرض الموت میں جب وقت آخر آن پہونچا تو ایک صبح اٹھ کر تیمار داروں سے فرمانے لگے کہ "قرآن کے اوراق کس نے میرے نیچے بچھا دیئے ہیں ان کو نکالو بے ادبی ہو رہی ہے"۔ تیمار دار حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ مولانا خیر الدین کو طلب کیا۔ مولانا تشریف لے گئے تو فرمایا "مولانا میرا خاتمہ خراب ہو رہا ہے مجھ کو بچائیے۔ یہہ کیا ہے کہ قرآن مجید کے اوراق بستر پر بچھا دیئے گئے ہیں اور میں ان پر لیٹا ہوا ہوں۔ ان اوراق کو میرے نیچے سے نکالئے۔ تیمار دار میری بات نہیں مانتے۔ آپ ہمارے شفیق استاد ہیں۔ آپ میری عاقبت سنوارنے کا انتظام فرمائیے"۔ مولانا سمجھ گئے کہ اس وقت یہہ مجسم قرآن بنے ہوئے ہیں فرمایا "فکر نہ کیجئے انشاء اللہ خاتمہ بخیر ہو گا"۔ کہنے لگے "براہ کرم صرف تسلی نہ دیجئے۔ قرآن کے اوراق تو ہٹائیے"۔ مولانا نے فرمایا "مبارک ہو آپ نے زندگی بھر قرآن کی خدمت کی ہے اس کی برکت سے آپ سراپا قرآن ہو گئے ہیں"۔ حافظ صاحب نے فرمایا "میرے نیچے قرآن کے اوراق ہیں اس کا کیا علاج ہے"۔ مولانا نے کہا "اگر قرآن کو قرآن پر رکھ جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ آپ سراپا قرآن ہیں اس لئے کوئی ہرج نہیں۔ اس کی فکر نہ کیجئے"۔ عرض کیا خدا کے ہاں آپ مجھے بچانے کی ذمہ داری لیتے ہیں"۔ فرمایا "ہاں میں ذمہ داری لیتا ہوں"۔ یہہ سنکر مطمئن ہوئے۔ بشاشت کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ سنہ وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ہے سنہ (فٹ نوٹ صفحہ ۳۲۱ پر ملاحظہ)

(۹) یہہ زندگی اور یہہ موت دونوں قابل رشک ہیں۔ قرآن مجید سے وابستگی پیدا کرنے سے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں وہ مولانا کے حال و قال سے علامہ اقبال کے اس شعر کا عملی ثبوت ہم پہونچاتے ہیں ؎

یہہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مسلم ٭ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(س) آپ کے شاگردوں میں قاری سید جلیل اشرف مونگھیری وغیرہ شامل ہیں۔

قاری حافظ حکیم محمد عنایت اللہ خان ف ۱۰۷۰ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ مقری سید سلیمان داؤد سے قرات سبعہ سیکھیں۔ اور اونکی تالیف "تحفۃ الطلاب" کی اشاعت میں مدد دی۔ وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

خان بہادر قاری عبدالعزیز فرخ آبادی ف ۱۰۷۱ وطن فرخ آباد۔ والد کا نام سید منظور احمد کم سنی ہی میں جملہ علوم کی تکمیل کر لی۔ حدیث کی سند میاں صاحب سے حاصل کی۔ شیخ حسین عرب یمنی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ وعظ اچھا کہتے تھے۔ تحصیلدار اور خان بہادر ہوئے۔ طب جانتے تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رہا۔ وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ تین فرزند تھے (۱) سید عبدالغفار (۲) سید عبدالجلیل (۳) سید عبدالحفیظ [۱]

قاری مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنوی ف ۱۰۷۲ مولد رائے بریلی۔ والد کا نام سید فخرالدین بن عبدالعلی۔ سادات حسنی و حسینی۔ اجداد میں ایک بزرگ قاضی احمد بھی تھے۔ سنہ ولادت ۱۸ رمضان ۱۲۸۶ھ ہے۔ فارسی منشی محمد علی سے، عربی شاہ عبدالسلام سے پڑھی۔ مڈل تک انگریزی تعلیم حاصل کی تھی۔ تجوید و قراءت میں قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی کے شاگرد و اجازت یافتہ تھے۔ طب کی تکمیل کی۔ الہ آباد جاکر شاہ محمد حسین صاحب سے استفادہ کیا۔ تصانیف میں گل رعنا۔ نزھت الخواطر وغیرہ مشہور ہیں۔ وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ شاہ محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی قاری سبعہ ف ۱۰۷۳ مولد دھلی والد کا نام قاری شاہ محمد عمر

(فٹ نوٹ صفحہ نمبر ۳۲۰)

---

[۱] مولانا قاری حافظ فخرالدین قاری سبعہ ابن مولانا خیرالدین نے یہہ واقعہ میرے روبرو جس طرح بیان کیا بالکل انہیں کے الفاظ میں میں نے یہاں دہرایا ہے۔ مولانا حافظ فخرالدین کی ہستی مغتنمات سے ہے اون کے تفصیلی واقعات جلد سوم میں درج کئے جائیں گے

[۲] تراجم علمائے حدیث ہند از ابو یحیٰی امام خان نوشہروی۔

ابن قاری شاہ احمد سعید مجددی۔ سنہ ولادت ۱۲۷۲ھ ہے۔ غدر کے بعد ۱۲۷۳ھ میں جب شاہ احمد سعید صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ کے فرزند شاہ محمد عمر اور پوتے شاہ ابوالخیر ساتھ تھے۔ شاہ ابوالخیر نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔ نو سال کی عمر میں حافظ ہو گئے تھے۔ کتب درسیہ اکابر وقت مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر۔ سید حبیب الرحمن مہاجر اور سید احمد علی مکی سے پڑھیں۔ تجوید و قراءت و تصوف میں اپنے والد اور شاہ مظہر سے اور حدیث میں شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ثم المدنی سے استفادہ کیا۔ پھر قاری سبعہ ہوئے۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں اپنے والد کے ہمراہ مصطفےٰ آباد (رامپور) واپس ہوئے۔ آخر زمانے میں خلوت گزین ہو گئے تھے۔ مجاہدہ و ریاضت دن رات کا مشغلہ تھا۔ رامپور سے سرہند گئے۔ یہاں حکم ملا کہ مدینہ جاؤ۔ چنانچہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اکابر مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ کچھ مدت قیام کرنے کے بعد حضور اکرمؐ نے ہندستان واپس جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ۱۳۰۷ھ میں واپس آکر دہلی کی خانقاہ مجددی مظہری میں قیام فرمایا۔ سرحدی پٹھان بلوچی وغیرہ حضرت کی خدمت میں آنے لگے تھے اس لئے آپ چھ مہینے دہلی میں رہتے اور گرمی کے چھ مہینے کوئٹہ میں گذارتے۔ کوئٹہ میں بھی قراءت کا اچھا ماحول بنا دیا۔

(ب) چونکہ آپ سبعہ قراءت کے عالم تھے بہت سے شاگردوں کو سبعہ قراءت سکھلائیں۔ ۳۹ سال درس قرآن دیتے رہے اون میں سے ممتاز شاگرد حافظ قاری نیاز احمد قاری ہفت قراءت تھے۔ تراویح میں آپ بروایت حفص قرآن سنایا کرتے تھے۔ مخصوص لوگوں کو جو سبعہ قراءت سے واقف تھے نوافل یا تہجد میں قراءت سبعہ میں سے کسی روایت سے سناتے۔ اس وقت غیر قراء کو شامل نماز ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ایک حافظ صاحب کو سننے کا شوق ہوا تو مسجد کے باہر ہی رکعت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی اختلاف قراءت کے موقعہ پر لقمہ دیا۔ نماز کے بعد حضرت نے دریافت کیا کہ کس نے لقمہ دیکر ہماری توجہ ہٹائی۔ تو وہ حافظ صاحب وہاں سے بھاگ گئے۔ آئندہ جمعہ کو بعد نماز جمعہ جب درس قراءت ہو رہا تھا تو لقمہ دینے والے حافظ جی بھی حاضر ہوئے۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم ہی ہو جس نے فلاں روز لقمہ دیا تھا۔ اون حافظ صاحب نے اعتراف کیا اور معذرت چاہی۔

(ج) تجوید کے درس میں آپ اوقاف رموز قرآنی پر بہت زور دیتے تھے اور قرآن شریف کے کئی نسخوں پر خود رموز لگائے تھے۔ آپ خوشنویس بھی اچھے تھے۔

(د) وفات سے پہلے اپنے دوسرے فرزند شاہ ابوالحسن کو فرمایا کہ مجدد صاحب سے لیکر ابتک ہمارے خاندان میں حفظ و تجوید چلی آرہی ہے تم تجوید سے تو واقف ہو مگر حفظ کی کمی رہ گئی پوری کرلینا۔

(ھ) وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ شاہ ابوسعید کے پہلو میں دفن ہوئے۔ تین فرزند چھوڑے (۱) شاہ بلال جواب کوئٹہ میں ہیں (۲) شاہ ابوالحسن جواب دہلی میں، والد کی جگہ کام کر رہے ہیں۔ یہ بھی قاری سبعہ ہیں۔

(۳) شاہ عالم جواب شاہ بلال کے ساتھ کوئٹے میں ہیں [1]

ف ۱۰۷۴ قاری حافظ سید ابراھیم سعد حیدرآبادی
عربی النسل۔ جید حافظ و قاری کہ مسجد حیدرآباد کے مدرسہ حفاظ کے صدر مدرس رہے۔ شیخ القراء سید محمد تونسی کے شاگرد تھے۔ مدت العمر مدرسہ حفاظ میں کام کیا اور کئی حفاظ و قراء بنائے۔ وفات سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۷۵ قاری حافظ حبیب الرحمن مکی
محمد بشیر خان کے تیسرے فرزند شیخ القراء عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی کے چھوٹے بھائی۔ مکہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ القراء محمد عبداللہ مہاجر مکی سے قراءت عشرہ سیکھیں اور حفظ کی تکمیل کی۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تشنگان علم تجوید و قراءت کو سیراب فرماتے رہے۔ آخر عمر میں دمہ کا عارضہ ہوگیا تھا۔ علاج کے لئے منجھلے بھائی عبدالرحمن مکی کے پاس الہ آباد گئے وہیں سنہ ۱۳۴۲ھ میں انتقال ہوگیا۔

ف ۱۰۷۶ قاری حافظ محمود خان بھوپالی
مولد دھلی۔ والد کا نام نور محمد۔ قاری حافظ عبدالهادی خان کے بڑے بھائی تھے۔ یہہ خاندان دہلی سے بھوپال منتقل ہوا۔ دونوں بھائی دہلی میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمود خان کی ولادت سنہ ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ سنہ ۱۲۹۵ھ میں اونکے والد نور محمد صاحب بھوپال آئے۔ اوس وقت اونکے دونوں لڑکے حافظ ہو چکے تھے۔ اتنی کمسنی میں بچوں کا حافظ ہونا بیگمات شاہی کے لئے باعث حیرت ہوا۔ اون سے قراءت سنی اور خوش ہوکر اون کو انعام و اکرام دیا۔ اوس وقت سے شاہی محلات میں آمد و رفت رہی۔ یہہ شاہ جہان بیگم کا دور حکومت تھا۔ انھوں نے حافظ محمود خان کو محلات شاہی میں ملازم رکھ لیا یہہ خوش نویس بھی اچھے تھے۔ سلطان جہان بیگم نے آپ سے پڑھا بھی تھا اور سلطان جہان کے شوہر احمد علی خان المعروف بہ سلطان دلہانے بھی آپ سے تعلیم پائی تھی۔ بعدازاں جنرل عبیداللہ خان بھی آپ سے استفادہ کرتے رہے احمد علی خان ایک معمولی بات پر محمود خان سے ناراض ہو گئے تو اپنے اثر کو کام میں لاکر خارج البلد کرا دیا تو آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ جب سلطان جہان تخت نشین ہوئیں تو انھوں نے خان صاحب کو واپس بلالیا۔ مگر خان صاحب نہ آئے۔ جب سلطان جہان حج کو گئیں تو بڑی خوشامد کرکے محمود خان صاحب کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ واپسی کے بعد اون کو منتظم مساجد کے عہدہ پر مامور کیا۔

(ھ) محمود خان صاحب چونکہ لاولد تھے اپنا ترکہ اپنے بھائی عبدالهادی خان کو دیدیا۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔

---

[1] روضۃ الاخیار فی ذکر الاخیار مرتبہ شاہ ابوالحسن زید۔ میں شاہ ابوالحسن زید سے اونکی خانقاہ میں سنہ ۱۳۸۰ھ میں ملا اور مندرجہ بالا واقعات اکثر اونکی زبانی سنکر قلمبند کئے ہیں۔

مولانا عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی ثم لکھنوی | ف ۱۰۷۷ تفصیلی حالات فقرہ جات ۳۰۶ تا ۳۰۹ میں درج ہیں۔

قاری حاجی ابو محمد خلد آبادی | ف ۱۰۷۸ مولد خلد آباد نزدیک اورنگ آباد۔ سنہ ولادت ۱۲۷۳ھ ہے۔ والد کا نام حافظ جان محمد۔ قاری عبدالولی کے شاگرد تھے تجوید بروایت حفص سیکھی تھی۔ شاہ گنج کی مسجد اورنگ آباد کے امام تھے۔ تیس سال سے زیادہ یہہ خدمت انجام دی بہ عمر ۷۰ سال ۱۳۴۳ھ میں انتقال ہوا۔ اورنگ آباد میں دفن ہیں۔

قاری حافظ مولانا عبدالباری فرنگی محلی | ف ۱۰۷۹ مولد لکھنو۔ مولانا عبدالوہاب کے فرزند ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کو تجوید و قرارت کے ساتھ حفظ کیا تحصیل علوم میں اپنے بہنوی مولانا عبدالباقی سے استفادہ کیا۔ پھر مطولات مولانا عین القضاۃ سے پڑھیں تین مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مصر، شام، فلسطین و عراق کا سفر کیا۔ جدید طرز کا مدرسہ عربیہ ۱۳۲۳ھ میں قائم کیا۔ سیاسیات میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا کرتے تھے۔ ۱۳۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ مولانا کی تالیفات ایک سو سے متجاوز ہیں۔ بڑے عملی بزرگ تھے۔ آپ کی ان خوبیوں سے متاثر ہو کر اکبر الہ آبادی نے فرمایا تھا۔ اے چرخ ہوائے شوق چلے اے شاخ عمل گلباری کر ٭ کچھ کام کریں کچھ سعی کریں ہر شیخ کو عبدالباری کر

قاری مولوی عبدالجبار آصفی | ف ۱۰۸۰ مولد رامپور۔ والد کا نام قاری عبدالرزاق خان ابن مولوی حافظ قاری محمد عبداللہ خان۔ آبائی وطن رامپور تھا۔ ننھیالی وطن ملکاپور (برار) ولادت ۱۲۷۷ھ۔ تجوید و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ والد کے ساتھ حیدرآباد آئے اور یہیں ملازمت اختیار کر لی۔ دو شادیاں کیں۔ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ تذکرہ اولیائے دکن اور تذکرہ سلاطین دکن آپ کی مشہور تالیفات ہیں۔ وفات ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ خواجہ اخلاق حسین پانی پتی | ف ۱۰۸۱ مولد پانی پت۔ والد کا نام خواجہ الطاف حسین حالی ولادت ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء حفظ و قرارت کی تکمیل پانی پت میں کی دہلی میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وفات ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۴ء۔

قاری حافظ محمد احسن نابینا جونپوری | ف ۱۰۸۲ وطن جونپور۔ والد کا نام قاری رجب علی شیخ القرا کرامت علی کے بھتیجے تھے۔ ولادت ۱۲۶۴ھ چچا سے تجوید و قرارت و حفظ کی تکمیل کی۔ بڑے اچھے قاری و حافظ و عالم تھے۔ شبینہ میں قرآن سناتے تھے تہجد میں الگ قرآن ختم کرتے تھے۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۳۴۴ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۱۰۸۳

قاری حافظ وحید بخش پانی پتی

وطن پانی پت۔ لڑکپن ہی میں حفظ وتجوید وقراءت کی تحصیل کرلی حافظ قاری عبدالرحمٰن ضریر کے شاگرد تھے۔ ایک عرصے تک درس وتدریس میں لگے رہے۔ قاری محی الاسلام۔ قاری حافظ شیر محمد خان اونکے ہم عصر اور اچھے دوست تھے۔ آپ کی وفات ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ کو ہوئی۔

ف ۱۰۸۴

قاری عبدالرحمٰن مرادآبادی

وطن مرادآباد۔ ولادت سنہ ۱۲۷۵ھ۔ مرادآباد میں تجوید وعلوم سے فارغ ہوئے شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید وخلیفہ ہوئے۔ مرادآباد سے بھوپال آکر رہے وہاں سے حیدرآباد آئے۔ اخیر عمر میں مجذوب ہوگئے۔ لوگ اہل خدمت بزرگوں میں آپ کا شمار کرتے تھے جو فرمادیتے وہ ہوکر رہتا۔ وفات سنہ ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ بہ مقام حیدرآباد دفن ہوئے۔

ف ۱۰۸۵

مقری حافظ مولانا سید محمد علی ساکن نواکھالی

آپ کا آبائی وطن نواکھالی بنگال تھا۔ بچپن ہی میں والدین کے ہمراہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں مدرسہ صولتیہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری محمد عبداللہ صاحب سے تجوید وقراءت سیکھی۔ بنگال اور پھر رنگون کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی تجوید کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے فرزند قاری سید عثمان سے ملنے کے لئے لکھنو گئے۔ جہیر الصوت نہایت خوش الحان۔ وجد آفرین عربی لب ولہجہ میں پڑھتے تھے۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۸۶

قاری حافظ حاجی مولانا خلیل احمد انبیٹھوی

وطن انبیٹھ۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۶۹ھ ہے۔ لڑکپن ہی میں تجوید وقراءت ودیگر علوم کی تکمیل کرلی تھی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید تھے۔ اونکی والدہ مبارک النساء مولانا محمد یعقوب کی بہن اور مولوی مملوک علی صاحب کی بیٹی تھیں۔ جس زمانے میں حدیث پڑھتے تھے اوس وقت شبینہ سننے کا شوق ہوا۔ ایک مرتبہ حافظ رحیم بخش کو قرآن سنانے کے لئے کہا تو انھوں نے انکار کیا۔ اور ساتھ ہی یہ طنز کیا کہ "ایسا ہی شوق ہے تو خود حفظ کیوں نہیں کرلیتے۔ حدیث تو پڑھتے ہو قرآن یاد نہیں ہوتا۔" آپ اس طنز سے بہت متاثر ہوئے۔ ساتھ ہی خیال ہوا کہ بات تو صحیح ہے کیوں نہ قرآن شریف حفظ کرلیا جائے۔ پس اوسی روز سے حفظ کی ابتداء کردی۔ ایک سال میں حافظ ہوکر دوسرے رمضان میں قرآن سنایا۔ آپکو قرآن شریف سے ہمیشہ شغف رہا۔ روزانہ تہجد میں اوابین میں الگ الگ قرآن شریف پڑھتے۔ سنہ ۱۳۲۹ھ میں حج کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے وہاں قیام کرکے درس حدیث شروع کیا۔ اس کے بعد پانچ حج کئے۔ پانچواں حج سنہ ۱۳۳۳ھ میں کیا۔ وفات سنہ ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الخلیل۔ از محمد عاشق علی)

قاری حافظ عنایت اللہ خان رامپوری ف ۱۰۸۷ مولد رامپور۔ والد کا نام حبیب اللہ خان ابن شیخ رحمت خان ابن قاضی معظم خان۔ ولادت ۱۲۵۸ھ۔ لڑکپن میں حفظ پورا کیا۔ بڑے ہوکر مولانا ارشاد حسین صاحب سے تفسیر۔ حدیث۔ قرات و تجوید کی تکمیل کی۔ اوس کے بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپکے فرزند اکبر امداد خان بھی حافظ و قاری تھے۔ مولوی قاری عبدالحکیم بنگالی آپکے شاگرد تھے۔ وفات ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو ہوئی۔

قاری حافظ مفتی محمد محمود مدراسی ف ۱۰۸۸ وطن مدراس۔ والد کا نام محمد صبغۃ اللہ فرزند محمد غوث والد اور دادا جس پایہ کے قاری تھے اور جو ماحول اس خاندان میں پیدا ہوگیا تھا اس لحاظ سے محمد محمود صاحب کا تجوید و قرات سے واقف ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ والد سے تجوید و قرات سیکھکر حیدر آباد آئے۔ پھر حج کے لئے ۱۳۰۶ھ میں مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں سید محمد شربینی مصری سے جو مکہ معظمہ میں قرات عشرہ کا درس دیتے تھے۔ ایک سال تک استفادہ کیا۔ ۸ر صفر ۱۳۰۷ھ میں فراغت پائی۔ اوس کے بعد شیخ یٰسین جنار کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ جاکر سید محمد تونسی سے عشرہ قرات کی سند لی۔

(ب) مفتی محمد محمود تقریباً آٹھ سال عرب میں رہے۔ واپس آکر مدراس میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ "ریاض القراء" کے نام سے ایک رسالہ فن تجوید میں مرتب کیا جو ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوا جو اب کمیاب ہے۔

(ج) مفتی صاحب علم ہیئت سے بھی واقف تھے جب مکہ مسجد کی دھوپ گھڑی (دائرہ ہندسہ) خراب ہوگئی تو اوس کو درست کرنے کے لئے ۱۳۳۷ھ میں آپ کو طلب کیا گیا تھا۔ چند روز حیدر آباد میں قیام کرکے آپ نے گھڑی درست کردی۔ اوس وقت قاری میر روشن علی صاحب اونکی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

(د) مفتی صاحب کا انتقال ۱۳۴۵ھ میں بہ مقام مدراس ہوا۔ والاجاہی مسجد میں اپنے والد محمد صبغۃ اللہ کے پائنتی اپنی ہرواڑ میں دفن ہوئے۔ سرہانے کتبہ لگا ہوا ہے مجھے بھی فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔ والاجاہی مسجد میں کئی بڑے عالم و مقری و مصنفین یعنے حضرت بحر العلوم۔ اونکے داماد و فرزند۔ محمد غوث صاحب ارکاٹی۔ اون کے دونوں بیٹے مدار الامراء و بدر الدولہ۔ مفتی محمد محمود (نیز قاری منصر صاحب) یہہ سب ایک ہی قبرستان میں دفن ہیں

قاریہ حافظہ بی بی صفیہ ف ۱۰۸۹ مولانا منظر حسین۔ مولانا محمود بخش کے فرزند تھے منظر حسین صاحب کی دختر نور اختر بی بی امۃ الرحمان اپنے باپ کا نمونہ تھیں بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں۔ اکابر تک اون کے پاس دعا کے لئے آتے تھے۔ ان بزرگ خاتون کی صاحبزادی بی بی صفیہ مولانا محمد الیاس کی والدہ تھیں۔ یہہ بھی عبادت گذار ذاکرہ۔ شاغلہ قاری حافظہ خاتون

تھیں۔ روزانہ ایک منزل قرآن تلاوت کرتی تھیں۔

قاری حافظ زین العابدین یمنی ثم بھوپالی | ف ۱۰۹۰ مولد یمن۔ بھوپال آکر بس گئے تھے۔ اچھے قاری و حافظ تھے۔ موتی مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ ایک عرصے تک یہہ خدمت انجام دیکر ۱۳۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے فرزند حافظ لطیف الرحمٰن اب بھوپال میں کام کررہے ہیں۔

قاری حافظ محمد مرتضیٰ مدراسی | ف ۱۰۹۱ وطن مدراس۔ والد کا نام حافظ عبد الحکیم مدراسی مفتی محمد محمود کے شاگرد تھے۔ سنہ ولادت ۱۲۵۷ھ ہے۔ بہ عمر نود سال وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ فضل حق مچھلی شہری | ف ۱۰۹۲ وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ والد کا نام عبد الحق مچھلی شہری سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ باخدا بزرگ تھے۔ حفظ و قرات شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی سے کانپور میں سیکھی۔ عرصے تک حضرت کے ساتھ رہے۔ اپنے فرزند سراج الحق کو بھی حضرت کی خدمت میں رکھا جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ فضل حق صاحب نے بہ عمر ۶۵ سال ۱۳۴۵ھ میں انتقال کیا۔

قاری مولانا سید محمد علی مونگھیری | ف ۱۰۹۳ وطن مونگھیر۔ والد کا نام عبد العلی۔ ولادت ۱۲۶۴ھ فیض عام کانپور میں ابتدائی علوم سیکھے۔ قاری حافظ محمد علی کانپوری سے تجوید و قرات سیکھی۔ حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے۔ تجوید و قرات سے اس قدر شغف تھا کہ ہر طالب علم کو تجوید سیکھنے کی تاکید کرتے۔ جو طالب علم فارغ التحصیل ہوکر حضرت سے ملنے آتا اوس کے آگے قرآن رکھ دیتے کہ کچھ سناؤ اگر وہ تجوید سے پڑھتا تو خوش ہوتے۔ ورنہ تاکید کرتے کہ تجوید صاف کرلو۔ پھر معنیٰ اور تفسیر کا امتحان ہوجاتا۔ اچھے قاریوں سے قرآن مجید سننے کا شوق تھا۔ شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی سے آپ کو خلوص تھا۔ جب کبھی وہ مونگھیر آتے تو آپ کی خانقاہ میں قیام کرتے اور اون سے قرآن مجید سنکر بہت محظوظ ہوتے۔

(ب) ایک واقعہ آپ کے فرزند مولانا منت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی بغرض ملاقات مونگھیر آئے۔ حضرت نے اونکو خانقاہ ہی میں ٹھہرالیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد شیخ القراء سے کہا کہ میرے کمرے میں تشریف لائیے چاء وہیں پیئیں گے۔ مولانا محمد علی کا دستور تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چاء نوش فرماتے۔ شیخ القراء جب کمرے میں داخل ہوئے تو حضرت نے کہا "قاری صاحب پہلے ایک رکوع سنا دیجئے" شیخ القراء نے ایک رکوع سنایا۔ سنکر حضرت پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ کہا اور سنائیے۔ قاری صاحب نے ایک اور رکوع سنایا۔ اب کی بار قاری صاحب بھی رو پڑے۔ پھر فرمایا ایک اور۔ اس طرح سماں بندھ گیا۔ کہ تلاوت کے ساتھ دونوں روتے جاتے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے تک یہہ سلسلہ جاری رہا جو لوگ کمرے سے باہر تھے

وہ بھی رو رہے تھے۔ غرض اوس روز چاہنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

(ج) ایک دوسرا واقعہ قاری مولانا فضل اللہ صاحب جو حضرت کے قریبی رشتہ دار ہیں انھوں نے سنایا کہ ابتدائی عمر میں حضرت کو تجوید و قرأت سے قرآن پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ایک خوش الحان قاری ایک دور کی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ خیال آیا کہ اون سے لحن سیکھنا چاہیئے۔ لہٰذا اون سے جا کر ملے اور شاگردی کی درخواست کی انھوں نے ٹال دیا کہ فرصت نہیں ہے۔ چونکہ حضرت کو شوق تھا عشاء اور صبح کی نماز اونکی مسجد میں پڑھتے اور اونکی نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ چند روز میں اس پر حاوی ہو گئے۔ ایک روز اون امام صاحب کی دعوت حضرت کے محلے میں تھی۔ انھوں نے دعوت میں شریک ہونے کے بعد چاہا کہ قریب ہی کی مسجد میں نماز ادا کرلیں۔ مسجد میں داخل ہو کر دیکھا تو نماز شروع ہو گئی تھی اور مولانا محمد علی بالکل اونکی طرز میں قرأت فرما رہے تھے۔ سخت تعجب ہوا کہ یہہ کون شخص ہے کہ میری نقل ہو بہو کر رہا ہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ "صاحب زادے یہہ لحن آپ نے کہاں سے سیکھا" فرمایا "جی آپ سے" تعجب سے کہا کہ میں نے تو تمھیں کبھی نہیں سکھلایا تو جواب میں نمازوں میں شرکت کا واقعہ بیان کیا۔ قاری صاحب بجائے خوش ہونے کے خفا ہو گئے اور برا بھلا کہا۔ مولانا محمد علی خاموش ہو گئے۔ تعجب ہے کہ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کا تخیل یہہ ہوتا ہے کہ اگر ہم دوسروں کو سکھا دیں گے تو پھر ہماری قدر کم ہو جائے گی۔ مگر ایسی مثالیں شاذ ہیں۔ قرأ میں زیادہ تر ایسے لوگ ملیں گے جو اشاعت کو ثواب عظیم سمجھ کر سکھاتے ہیں۔

(د) مولانا محمد علی مونگھیری نے ایک بڑا مدرسہ اور کتب خانہ قائم کیا تھا جو اب تک ہیں۔

(ہ) مولانا محمد علی کی وفات بروز سہ شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو ہوئی۔ خانقاہ ہی میں دفن ہوئے۔ مادۂ تاریخ یہہ ہے۔ ع شمع بزم قادری و نقشبندی بجھ گئی۔

قاری حافظ محمد مدنی پانی پتی ف ۱۰۹۴ مولد پانی پت۔ والد کا نام قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی سنہ ولادت ۱۳۲۸ھ ہے۔ نو سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ بیحد ذہین و ذکی تھے۔ پہلے بروایت حفص تجوید سیکھی اوس کے بعد والد ہی سے سبعہ قرأت کی کتابیں پڑھیں ابھی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ ٹائیفائڈ سے علیل ہو کر ۱۸ سال کی عمر میں ۱۳۴۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ والد کو اپنے ہونہار فرزند کا بے حد رنج ہوا۔ ع این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد۔

حکیم قاری سید برکات احمد بہاری ثم ٹونکی ف ۱۰۹۵ وطن بہار شریف۔ والد کا نام حکیم دائم علی طبیب خاص دربار ٹونک۔ سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ پٹنہ کے سادات سے تھے علوم کی تکمیل پٹنہ اور لکھنؤ میں کی۔ طب کی سند بھی لکھنؤ سے لی۔ تجوید بروایت حفص سیکھی تھی حافظ تو نہیں تھے

کو قرآن شریف اتنا اچھا یاد تھا کہ اگر حافظ غلطی کرتے تو ٹوک دیتے۔ ابراہیم علی خان کے عہد میں ٹونک آئے۔ اپنے والد کی جگہ طبیب خاص مقرر ہوئے۔

(ب) درس و تدریس سے گہرا شغف تھا۔ نواب ابراہیم علی خان کے تخلص خلیل کی مناسبت سے مدرسہ خلیلیہ قائم کیا۔ اوسی میں درس دیا کرتے۔ چار سو روپئے ماہوار مقرر تھی۔ ایک گاؤں جاگیر میں ملا تھا۔ مگر یہہ جملہ آمدنی طالب علموں پر خرچ کردی جاتی تھی۔ تیس چالیس طالب علم ہمیشہ کھانا کھاتے رہتے تھے۔ بیگم خود پکایا کرتیں سنا ہے کہ سب کو گرم کھانا مل جاتا تھا۔ اگر کوئی طالب علم وقت پر نہ آتا تو اوس کے لئے کھانا رکھدیا جاتا۔ یہہ بھی سنا ہے کہ ایک مرتبہ غلہ ختم ہوگیا تو بیگم صاحبہ نے اپنا زیور گروی رکھ کر غلہ منگوایا تھا۔

(ج) مولانا برکات احمد صاحب نے حج بھی کیا تھا۔ بعد فراغ حج حیدرآباد آئے۔ مولانا مناظر احسن جو اونکے شاگرد اور عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اونکے مہمان رہے اور اونکے ساتھ حضرت کمال اللہ عرف مچھلی والے شاہ صاحب سے ملے۔ ایک منطقی اور ایک صوفی کی مڈبھیڑ تھی۔ گفتگو دلچسپ ہوئی تو برابر ایک مہینے تک مباحثہ چلتا رہا۔ بعد ازاں مرید ہوکر چلے گئے۔

(د) شاگردوں میں حضرت مناظر احسن گیلانی۔ معین الدین اجمیری۔ عبدالرحمٰن چشتی حیدرآبادی اور مولوی عبدالقدیر بدایونی تھے۔

(ھ) مولانا برکات احمد کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا۔ ٹونک میں دفن ہیں۔

شیخ القراء حافظ عبدالهادی خان بھوپالی

ق ۱۰۹۶ مولد دہلی۔ والد کا نام نور محمد۔ سنہ ولادت ۱۲۸۷ھ ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ والد اور بڑے بھائی کے ساتھ بھوپال آئے۔ بیگم صاحبہ بھوپال کی خدمت میں دونوں بھائی پیش ہوئے۔ بڑے بھائی کی عمر دس سال کی تھی اور چھوٹے کی آٹھ سال۔ اتنے کمسن حافظ اعجوبہ معلوم ہونے لگے اوس وقت سے محلات شاہی میں آنا جانا شروع ہوا۔ شاہ جہان بیگم اور پھر سلطان جہان بیگم دونوں بھی عبدالهادی خان اور اون کے بڑے بھائی محمود خان کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ قاضی زین العابدین سے علوم سیکھے۔ عبدالهادی خان صاحب کو تجوید و قرات سے اس قدر شغف تھا کہ اگرچہ قرات سبعہ کی تکمیل کی تھی اور شاطبیہ بھی پڑھی تھی مگر مطمئن نہ تھے۔ اس لئے پانی پت گئے اور شیخ القراء عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی کو قرآن مجید سنایا اور شاطبیہ کا دورہ بھی کیا۔ پھر شاطبیہ کی شرح لکھی۔ نیز ہدایت القراء کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جو ۱۳۱۲ھ میں بھوپال سے شائع ہوئی مگر اب نایاب ہے۔

(ب) عبدالهادی خان صاحب نائب قاضی و مفتی رہے ہیں۔ مگر قاری ہی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بڑے خوش الحان تھے۔ اونکے دونوں فرزند قاری حافظ الیاس خان و قاری حافظ ادریس خان خوش الحان قاری

اور جید حافظ تھے۔ عبدالهادی خان صاحب کو قرآن بہت اچھا یاد تھا۔ سوتے میں اکثر قرآن شریف پڑھا کرتے اور لوگ یہہ سمجھتے کہ جاگ رہے ہیں مگر تجوید کی غلطی ہوتی نہ متشابہ لگتا۔ معمولاً روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے ۵۵ سال تک جامع مسجد میں تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے۔ جمعہ کا خطبہ اور نماز بھی آپ پڑھاتے تھے۔ تہجد میں قرآن بہت پڑھتے تھے۔ طالب علموں کو آٹھ اور دس بجے صبح کے وقت پڑھایا کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو جو اعزاز و اکرام و فارغ البالی نصیب ہوئی وہ سب قرآن کی بدولت ہے۔ قاری صاحب اپنے اور پرایوں کو تجوید کی تاکید فرماتے تھے

(ج) قاری صاحب کو چار لڑکیاں تھیں (۱) بدر الدجیٰ (۲) مصباح الظلم (۳) قرۃ العیون (۴) ام الخیار حضرت نے بڑی کوشش سے سب لڑکیوں کو تجوید و قرات سکھلائی۔ حفظ بھی کرایا۔ چنانچہ مصباح الظلم اچھی قاریہ وحافظہ تھیں۔ بڑے سوز سے قرآن شریف پڑھتی تھیں۔ اونکے دو لڑکے ہوئے دونوں حافظ و قاری تھے۔ باقاعدہ تجوید کا مدرسہ چلاتی تھیں۔ بہت سے لڑکے اور لڑکیوں کو قاری بنادیا۔ اونکے پڑھائے ہوئے بچے اور بچیاں اب بھی موجود ہیں۔ لڑکوں میں قدوس صہبائی اور عبدالجلیل خان خوش الحان قاری و حافظ ہوئے۔

(د) ام الخیار بھی تجوید کا مدرسہ چلانے میں مدد کرتی رہین۔ یہہ اب بھی زندہ ہیں اور قرآن شریف سے اونکو غیر معمولی وابستگی ہے۔

(ھ) عبدالهادی خان کے دونوں لڑکوں نے بعد میں بڑی شہرت و نیک نامی حاصل کی۔ اونکے پوتے اور پوتیاں بھی حفظ و قرات میں مشہور ہوئین۔ لڑکیوں کا مدرسہ اوس وقت سے ابتک برابر چل رہا ہے۔ حافظ مولانا عمران خان صاحب جو قاری الیاس خان صاحب کے فرزند ہیں۔ نیز ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء رہ چکے ہیں۔ وہ اور اونکی بیگم ایک مدرسہ "بنات" بھوپال میں چلاتی ہیں۔ جس میں وہ خود اور اونکی پھوپھی زاد بہنین اور دو حقیقی بہنین عربی زبان۔ قرآن اور تجوید کا درس دیتی ہیں۔

(و) بعض عزیزوں کا بیان ہے کہ حضرت قاری عبدالهادی خان کے پیچھے انھوں نے اجنبی لوگوں کو بھی نماز پڑھتے دیکھا جو سفید پوش اور دراز قد تھے۔ جب اونکے متعلق حضرت سے پوچھا گیا تو حضرت نے کہا یہہ نہ پوچھا کرو۔ ان عزیزوں کا خیال ہے کہ یہہ جنات ہوا کرتے تھے۔

(ز) شیخ القراء حافظ عبدالهادی خان صاحب ۱۳۴۶ھ کو حج کو گئے۔ حج سے دو روز قبل اون کا مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ وہین دفن ہوئے۔

(ح) شاگردوں میں مشہور یہہ تھے (۱) حافظ قاری محمد یونس خان مرحوم (۲) حافظ قاری انوار الحق (۳) حافظ قاری محمد جان (۴) حافظ قاری محمد ہادی خان جو فی الوقت مفتی ہیں (۵) قاری عبدالسلام (۶) جنرل عبیداللہ خان (۷) شیخ القراء محمد بختیار خان۔ سلمہ

(فٹ نوٹ صفحہ ۳۳۱ پر ملاحظہ فرما

قاری حافظ محمد ایوب نابینا

ف ۱۰۹۷ راولپنڈی۔ پنجاب کے رہنے والے سنہ ولادت ۱۲۷۶ھ۔ نابینا ہونے کے باوجود اچھے حافظ وقاری تھے۔ فن موسیقی کے بڑے ماہر تھے۔ راگ ورا گنی سے بخوبی واقف تھے۔ جب قاری حافظ سید محمد تونسی صاحب حیدرآباد آئے تو آپ کے کسی دوست نے آپ سے ذکر کیا۔ یہ قصہ حضرت تونسی صاحب کے تحت حصہ اول نقرہ نمبر ۳۲۶ میں لکھا جاچکا ہے۔ آپ نے سبعہ کی تکمیل کی۔ بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ سنہ ۱۳۴۶ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ اونکے شاگردوں میں مولوی ابوالوفا جو نظامیہ کے فارغ التحصیل افغانی النسل ہیں۔ اب بھی حیدرآباد میں زندہ ہیں۔

قاری حافظ شیخ احمد اورنگ آبادی

ف ۱۰۹۸ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام محمد صاحب۔ ولادت سنہ ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالولی سے بروایت حفص قرآن شریف پڑھا بہت خوش الحان تھے۔ حفظ کی تکمیل بھی کی۔ چوک کی مسجد میں امام تھے۔ مدرسہ اسلامیہ چوک میں تجوید وقراءت کا درس دیتے تھے۔ بیس سال تک اس مدرسہ میں انھوں نے تعلیم دی۔ اب مدرسہ بند ہوگیا ہے۔ وفات سنہ ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ محمد خان بھوپالی

ف ۱۰۹۹ ساکن محلہ پاترا بھوپال۔ شیخ القراء عبدالهادی خان کے شاگرد تھے ولادت سنہ ۱۲۸۲ھ۔ وفات سنہ ۱۳۴۷ھ۔ جید حافظ تھے۔ آواز پر کیف تھی جامع مسجد بھوپال کے امام رہے۔ جب آپ جہری نمازیں پڑھتے تو ہندو مسلمان راہرو سب ہی رک جاتے اور آپ کی قراءت سناکرتے۔ ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ شیر محمد خان پانی پتی

ف ۱۱۰۰ وطن پانی پت۔ ولادت سنہ ۱۲۶۷ھ۔ قاری محی الاسلام پانی پتی کے شاگرد تھے۔ سبعہ قرات خوب یاد تھین۔ مدرسہ اشرفیہ میں پڑھاتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کی تھی۔ بڑے متشرع وعابد تھے۔ قرآن مجید کی بڑی خدمت کی۔ چالیس سال سے زیادہ درس وتدریس کا کام انجام دیا۔ بڑا شاندار مدرسہ تھا۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۷ رجب سنہ ۱۳۴۷ھ میں انتقال ہوا۔

قاری چھوٹے میاں فرزند قاری بختیار خان بھوپالی

ف ۱۱۰۱ وطن بھوپال۔ والد کا نام شیخ القراء قاری حافظ بختیار خان۔ ولادت سنہ ۱۳۲۷ھ کی ہے۔ خوش الحانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ حفظ وقراءت سبعہ کی تکمیل میں آپ کے والد نے بڑی محنت کی۔

(فٹ نوٹ بر صفحہ ۳۳۰) سلہ واقعات بالا شیخ القراء حافظ عبدالهادی خان صاحب کے پوتے حافظ مولانا عمران خان صاحب سے سنکر نوٹ کئے گئے۔ نیز دیگر قرائے بھوپال نے ان کی تصدیق کی۔

قرآن مجید ایسا پڑھتے تھے کہ سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔ مشہور تھا کہ اجنہ آپ کو لیجا کر آپ سے قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ چنانچہ آپکے والد سے خواہش بھی کی تھی کہ اس بچے کو ہمیں دیدو مگر والد نے انکار کیا۔ کئی کئی روز غائب رہکر واپس آتے۔ لوگ پوچھتے کہ کہاں تھے تو پریشان ہو کر کہا کرتے کہ یہہ نہ پوچھا کرو۔ مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد صحت گرنے لگی۔ رنگ زرد پڑ گیا۔ بیس سال کی عمر میں ۱۳۴۷ھ میں انتقال ہوا۔ بھوپال میں دفن ہوئے۔ لہ

قاری حافظ نواب ابراھیم علی خان والی ٹونک — ف ۱۱۰۲ ولادت ۱۲۶۵ھ وفات ۱۳۴۹ھ تفصیلی حالات کے لئے فقرہ جات ۸۳، و ۸۴، میں درج ہیں۔

شیخ القرا، حافظ عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی — ف ۱۱۰۳ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۳۱۱ و ۳۱۴ تا ۳۲۱ میں درج ہیں۔

شیخ القرا، حافظ محمد صدیق مکی۔ میمن سنگھی — ف ۱۱۰۴ آپکے والدین ضلع میمن سنگھ۔ بنگال کے باشندے تھے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ محمد صدیق کی پیدائش اور تربیت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ مدرسہ صولتیہ میں شیخ القرا محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے زیر نگرانی قرآن پاک حفظ کیا۔ روایت حفص کے ساتھ تجوید کی تکمیل کی۔ بیحد خوش الحان تھے۔ بے شمار عربی لہجوں کے ماہر تھے۔ ایسا خوش الحان قاری جو بے شمار لہجوں کا جاننے والا ہو ہندوستان میں نہ ہوگا۔ سات آٹھ قسم کے مصری لہجے۔ چار پانچ قسم کے حجازی لہجے، تین چار طرح کے رکبی و مدنی و حسینی لہجے۔ دقیق فرق کے ساتھ دوکا۔ سبکا۔ مایہ۔ محطا خصوصا عشاق لہجہ سے تلاوت میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ حدر تراویح میں پڑھنے کے متعدد ایسے لہجے کہ اونکے اقسام کا یاد رکھنا بھی مشکل ہے آپ کو از بر تھے۔ جب ہندوستان آئے تو کچھ عرصے تک کلکتہ میں قیام کر کے انگریزی فارسی و بنگالی زبان سیکھی۔ پھر طب سیکھنے کے لئے لکھنو آئے۔ مسجد داروغہ حیدر بخش واقع چوک میں قیام کر کے مدرسہ تکمیل الطب میں طب پڑھتے رہے۔ ایک مرتبہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے چند طلبا اوس مسجد میں گئے اور آپ کو قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو محو حیرت ہو گئے۔ مدرسہ جاکر مولانا ضیاءالدین شیخ القراء سے ذکر کیا۔ حضرت نے بلا کر آپ سے قرات سنی۔ اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ حضرت نے ترغیباً سبعہ و عشرہ کی تکمیل کا مشورہ دیا تو آپ نے مدرسہ میں شریک ہو کر تھوڑے ہی عرصے میں تکمیل فرمالی اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہو گئے۔ آخر عمر تک تجوید و قرات کی خدمت انجام دی۔ آپ حسن صوت کے ساتھ حسن صورت اور حسن سیرت کے بھی

لہ یہہ واقعہ مجھے قاری حافظ محمد صدیق حسین۔ قاری محمد یونس خان نیز دیگر قراء بھوپال نے بیان کیا۔

حامل تھے۔ ہر شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ حسن اخلاق۔ تہذیب و شائستگی کے پیکر مجسم تھے۔

(ب) آپ نے اور آپ کے ساتھ مقری عبد المعبود اور مقری محمد نذر امّی نے عشرہ کی تکمیل بطریق درہ وطیبہ شیخ القراء عبد الرحمن مکی سے کی۔ شاگردوں کی کثیر تعداد ہے۔ اون میں سے ممتاز یہہ ہیں: (۱) شیخ القراء ریاست علی (۲) قاری محمد قاسم لکھنوی (۳) قاری تاج الدین لکھنوی (۴) قاری محمد حسن صدیقی (۵) قاری محمد عمر بہاری (۶) قاری محمد انوار الحق لکھنوی (۷) قاری نور الحق لکھنوی (۸) قاری کریم بخش پیلی بھیتی (۹) قاری مظفر علی لکھنوی (۱۰) قاری محمد ادریس مظفر پوری (۱۱) قاری گوہر علی (۱۲) قاری سلامت اللہ (۱۳) قاری عزیز الرحمن (۱۴) قاری عبد الرزاق (۱۵) قاری سید محمد عثمان (۱۶) قاری خلیل احمد لکھنوی (۱۷) قاری حافظ اظہر حسن امروہی ثم کرنالی

(ج) ۱۳۴۹ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ حاجی سید محمد رشید بغدادی ثم حیدر آبادی | **ف ۱۱۰۵** مولد بغداد۔ سنہ ولادت ۱۲۲۹ھ جید حافظ اور اچھے قاری تھے۔ گیارہ حج کئے جن میں سے ۵ کا سفر پیدل کیا۔ قادریہ سلسلہ میں مرید تھے۔ حیدر آباد آکر چوک کی مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ لوگ آپ کی قراءت سننے کے لئے دور، دور سے آتے تھے۔ وفات ۱۳۴۹ھ میں ہوئی۔ خطہ صالحین حیدر آباد میں دفن ہوئے اونکے فرزند حسن میاں بھی اچھے قاری ہیں۔

علامہ قاری سید اشرف صاحب شمسی قاری سبعہ حیدر آبادی | **ف ۱۱۰۶** وطن حیدر آباد۔ مفسر۔ محدث۔ ادیب فارسی کے شاعر۔ سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ علوم بڑی کوشش و کاوش سے حاصل کئے۔ نہایت ذہین وطباع۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ دار العلوم میں پروفیسر تھے۔ قاری محمد ابراہیم صاحب حدیث کے درس کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اونکو حدیث کا درس دیا اور خود اون سے تجوید بروایت حفص سیکھی۔ بعد ازاں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ علوم مختلفہ کے ماہر تھے۔ طب۔ نجوم۔ جھڑی پٹا۔ تلوار کے فن میں مشاق تھے۔ آپ نے عربی میں ایک تفسیر لکھی جو بالاقساط طبع ہو رہی ہے۔ بہت اچھے خوشنویس تھے۔ آخر زمانے میں تارک الدنیا ہو گئے تھے۔

(ب) مزاج میں بہت سادگی تھی۔ زہد و تقوی بہت بڑھا ہوا تھا۔ حقوق کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ خویش واقرباء کے ساتھ سلوک فرماتے رہتے۔ بیگم کے ہاتھ سے کبھی پانی منگوا کر نہیں پیا۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہہ اوس کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ پھر میں کیوں احسان لوں۔

(ج) ۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوا۔

قاری حافظ محمد قیام الدین پانی پتی | **ف ۱۱۰۷** وطن پانی پت۔ قاری عبد الرحمن ضریر پانی پتی کے

شاگرد حفظ و قرات کی تکمیل پانی پت میں کی۔ درس بھی دیا کرتے تھے۔

ف ۱۱۰۸ **قاری حافظ مولوی حکیم نعمت اللہ** وطن شاہ پور ضلع فتح پور۔ والد کا نام قاری حافظ سید رحمت اللہ ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ۔ قرات و حفظ وغیرہ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ پھر دیوبند جاکر علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں لکھنو جاکر عین القضاۃ۔ و مولوی افہام اللہ سے استفادہ کیا۔ وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ ۱؎

ف ۱۱۰۹ **قاری حافظ شرافت حسین سنبھلی** وطن سنبھل متصل مراد آباد۔ ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی جید حافظ و بے مثل قاری تھے۔ کٹرہ موسیٰ کے پاس والی مسجد میں تجوید کا درس دیتے تھے بے شمار لوگوں کو تجوید سکھلائی۔ چالیس سال اس فن کی خدمت کر کے ۱۳۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۱۱۱۰ **قاری حافظ احمد اللہ مبارک پوری** وطن مبارک پور۔ ضلع پرتاب گڑھ۔ والد کا نام امیر اللہ بن فقیر اللہ اون ہی سے علوم متداولہ و فن تجوید و قرات سیکھی پھر حفظ و قرات کی تکمیل قاری حافظ سید محمد امین نصیر آبادی سے کی حدیث کی سند دیوبند سے حاصل کی۔ شیخ الحدیث رہے۔ وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ ۲؎

ف ۱۱۱۱ **قاری حافظ خواجہ سجاد حسین پانی پتی** وطن پانی پت۔ والد کا نام خواجہ الطاف حسین حالیؔ۔ سنہ ولادت ۱۲۷۸ھ ہے۔ حفظ و قرات کی تکمیل لڑکپن ہی میں کر لی تھی۔ پھر علی گڑھ سے بی اے پاس کیا۔ سرکاری ملازمت میں رہے۔ وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۱۲ **قاری مولانا ابو الحسین جونپوری** وطن جونپور۔ والد کا نام قاری مولانا محمد حسن ابن رجب علی (تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۲۶۸ سے لیکر ۲۸۶ میں درج ہیں) سنہ ولادت ۱۳۰۲ھ ہے۔ تجوید و قرات اپنے والد سے سیکھی۔ مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید ہوئے۔ درس و تدریس اور تبلیغ میں لگے رہے۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ کو وفات ہوئی۔

ف ۱۱۱۳ **قاری حافظ عبد الغفور مدراسی** وطن مدراس۔ ولادت ۱۲۹۰ھ۔ مدراس سے بی اے پاس کیا۔ آرسنل میں ملازم ہوئے۔ حفظ و قرات میں عبد الرحیم فرزند محمود عرب کے شاگرد تھے وظیفہ کے بعد ایک عرصہ تک مدراس میں تجوید کی خدمت انجام دی۔ انکے شاگردوں میں قاری غلام رسول امین تاجر پارچہ

۱؎ تذکرۂ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی

۲؎ تراجم علمائے حدیث ہند از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔

(۲) قاری حافظ عبدالقادر امام میمن مسجد- اینڈرسن اسٹریٹ (۳) قاری عبدالخالق (۴) قاری عبدالواحد (۵) قاری عبدالرحمن فرزند ہیں- عبدالغفور صاحب کی وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی-

ف ۱۱۱۴ قاری محمد علی مکی والد کا نام حاجی محمد نذیر مہاجر مکی- ولادت بہ مقام مکہ معظمہ ۱۳۰۸ھ- مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی- تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل قاری شیخ معطی کی نگرانی میں ہوئی بعد ازان کلکتہ میں زکریا مسجد کے امام مقرر ہوئے- بیس سال تک امامت کی- درس تجوید بھی دیا کرتے تھے- اونکے فرزند قاری محمد عثمان بھی اچھے قاری ہیں جو فی الوقت بھوپال میں ہیں- قاری محمد علی کی وفات ۱۳۵۲ھ میں ہوئی-

ف ۱۱۱۵ قاری حافظ فیض محمد اورنگ آبادی وطن اورنگ آباد- قاری عبدالولی سے حفظ و تجوید کی تکمیل کی- جید حافظ تھے- عابد و زاہد تھے- لوگوں سے طمع نہیں رکھتے تھے- بڑے شاکر بزرگ تھے- اخیر زمانے میں موتیا بین آنکھوں میں آگیا تھا- اوسکے علاج کے لئے عثمانیہ دواخانہ حیدرآباد آئے- آنکھوں کا آپریشن ہوا اور پٹی باندھ دی گئی- یہہ اپنے پلنگ پر لیٹے یا بیٹھے تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے- اوسی زمانے میں ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت عثمان علی خان نے عثمانیہ دواخانے کا معائنہ کیا- مریضوں میں بھی گئے- دور سے دیکھا کہ ایک شخص اپنے معمولات میں مصروف ہے نزدیک جاکر سلام کیا- قاری صاحب کو اون کا مخل ہونا ناگوار گذرا- سلام کا جواب دیکر پوچھا آپ کون ہیں کہا عثمان علی خان- پوچھا "فرمانروائے دکن کہاں" فرمایا کہ آپ فرمانروائے دکن ہیں تو آپ کو دوسروں کے معمولات میں مخل ہونے کا حق کیسے پیدا ہوا اعلیٰ حضرت کے اطراف جو امراء و ڈاکٹر تھے وہ سب سناٹے میں آگئے- مگر اعلیٰ حضرت وہاں سے خاموشی کے ساتھ چلے گئے اسپتال کا معائنہ ختم کرنے کے بعد پھر قاری صاحب کے پاس آئے- اور پوچھا کہ "قاری صاحب اب تو آپ اپنے معمولات سے فارغ ہوگئے- مجھے اوس وقت مخل ہونے کا افسوس ہے- اب آپ کا کیا حال ہے-" کہا الحمد للہ اچھا ہوں- دو چار روز میں پٹی کھل جائے گی- اعلیٰ حضرت نے کہا کہ "میرے لئے دعا کیجئے" تو حضرت نے ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی- وہاں سے آگے بڑھ کر بڑے تعجب سے اپنے مصاحبین سے کہا کہ ایسے مستغنی اب بھی دنیا میں موجود ہیں- اعلیٰ حضرت نے تاحیات بیس روپیے کی منصب آپکے نام جاری کر دی-

(ب) حافظ فیض محمد صاحب کی تین بیویاں تھیں- اون سے پانچ لڑکے ہوئے- پانچوں حافظ و عالم و قاری ہوئے- پہلی بیوی سے قاری حافظ فیض احمد- تیسری بیوی سے (۲) حافظ قاری فیض مصطفیٰ (۳) حافظ قاری فیض محمود (۴) فیض حامد (۵) فیض جلیل-

(ج) قاری صاحب کا انتقال شب چہار شنبہ ۹ رمضان ۱۳۵۲ھ کو ہوا- اورنگ آباد میں محلہ جنسی پورہ کے کالی مسجد کے صحن میں دفن ہیں- اونکے مزار پر کتبہ نصب ہے-

ف ۱۱۱۶ **قاری حافظ حبیب طاہر سمکری مکی ثم حیدر آبادی** مولد مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۲۷۸ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل مکہ معظمہ میں کی خوش الحان قاری تھے۔ حیدر آباد۔ دکن آنے کے بعد چوک کی مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ بعد ازاں مدرسہ حفاظ کے معلم مقرر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت اونکی قراءت بہت پسند کرتے تھے۔ اکثر بلاکر قراءت سنا کرتے اور سوا سو روپیے نذرانہ دیا کرتے۔

(حب) آپ کو چار فرزند تھے ان میں سے دو حیدر آباد میں رہ گئے تھے (۱) قاری حافظ حبیب عبداللہ متوفی بہ ۱۳۶۰ھ (۲) قاری حافظ حبیب حسین متوفی ۱۳۷۵ھ۔

ف ۱۱۱۷ **قاری حاجی خلیل الرحمٰن ابن محمد اسمٰعیل** مولد بنارس۔ والد کا نام حافظ قاری محمد اسمٰعیل ولادت پنجشنبہ ۱۶ ر صفر ۱۲۸۴ھ کو ہوئی۔ مولانا عبد الصمد و مولانا رضا علی سے علوم کے علاوہ تجوید بھی سیکھی۔ قرآن پاک کی تلاوت سے خاص شغف تھا معمولاً بیس پاسے روزانہ پڑھا کرتے۔ نماز جماعت میں تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ مولوی رضا علی کے بعد عیدگاہ کی امامت کیلئے آپ کا انتخاب ہوا۔ مدرسہ مظہر العلوم کے ناظم بھی تھے۔ ۲۶ ر ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کو وفات ہوئی۔

ف ۱۱۱۸ **قاضی حافظ قاری غوث علی ابن حافظ معز اللہ** اپنے والد سے تلمذ رہا۔ حفظ و تجوید کی تکمیل بھی اونھیں سے کی۔ صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ فن تجوید و حفظ کی بڑی خدمت کی۔ ۱۳۵۴ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۱۱۱۹ **قاری حافظ جنرل عبید اللہ خان بھوپالی** وطن بھوپال سلطان جہان بیگم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ والد کا نام احمد علی خان المعروف بہ سلطان دلہا۔ ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ اساتذہ میں قاری سید سلیمان بھوپالی۔ قاری حافظ عبد الہادی خان قاری حافظ مرزا محمود بیگ تھے۔ جن سے حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ بعد ازاں قاری حافظ عبد الہادی خان سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ قاری سید سلیمان صاحب کی ایسی نقل کرتے تھے کہ سننے والے کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ قاری سید سلیمان پڑھ رہے ہیں۔ جید حافظ و قاری تھے ہر سال محراب سناتے تھے۔ ۲۱ ر رمضان کو ختم کیا کرتے تھے۔ پہلا محراب مکہ معظمہ میں سنایا تھا۔ اچھے قاریوں کو سننے کے مشتاق رہا کرتے تھے جہاں کہیں خوش الحان قاری ملتا اوس کو بھوپال کی کسی مسجد میں مامور کرا دیتے۔ اس طرح بھوپال میں اچھے قاری جمع ہو گئے تھے۔ حافظ قاری مرزا محمود بیگ کو جو قاری محمد عبد اللہ مہاجر مکی کے داماد تھے اور جن سے مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تھی اوسی وقت بھوپال آنے کی دعوت دی تھی۔ پہلے تو مرزا صاحب نے انکار کیا مگر جب بولا

لگئے قرآن کو محلات شاہی کے قاریوں میں رکھا گیا۔

(ب) مرض الموت میں مرزا صاحب کو پاس ٹھہرنے کے لئے کہا اور ان سے کہا کہ آپ قرآن سناتے رہیئے سنتے سنتے بیہوش ہو جاتے۔ جب ہوش آتا تو کہتے مرزا میں نے فلاں جگہ تک سنا تھا وہاں سے آگے سناؤ۔ غرض اس طرح قرآن سنتے ہوئے انتقال کیا۔ تاریخ وفات سنہ ۱۳۵۵ھ ہے۔ [۱]

(ج) قرآن کے ساتھ وابستگی کی ایسی موثر مثالیں شہزادوں اور بادشاہوں کی زندگیوں میں کمیاب نہیں ہیں

قاری سید غلام محمد شاہ قادری قندھاری حیدرآبادی

ف ۱۱۲۰ وطن قندھار ضلع ناندیڑ۔ دکن۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۹۵ھ تجوید و قراءت سے بخوبی واقف تھے۔ وفات سنہ ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔

قاری محمد اسحاق بیگ دہلوی

ف ۱۱۲۱ وطن دہلی۔ والد کا نام قاری محمد رحیم بیگ دہلوی۔ تجوید و قراءت کی تکمیل قاری قادر بخش کی نگرانی میں کی۔ عرصے تک دہلی میں تجوید کی خدمت انجام دی۔ وفات سنہ ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔

قاری محمد لطیف الزمان حیدرآبادی

ف ۱۱۲۲ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ والد کا نام قاری حسن الزمان دہلوی اپنے والد سے تجوید و دیگر علوم حاصل کئے۔ مولوی انوار اللہ خان صاحب کے ہم سبق تھے۔ والد کے انتقال کے بعد لطیف الزمان کی تمنا یہہ تھی کہ اون کو والد کی جگہ کام کرنے کا موقعہ ملے اور سرکاری امداد جو ملتی تھی وہ جاری رہے۔ مولوی انوار اللہ خان یہہ چاہتے تھے کہ اونکو استاد کی تصانیف شائع کرنے کا موقعہ ملے۔ اس کشمکش میں دونوں میں بدمزگی بڑھ گئی۔ لطیف الزمان جملہ تصانیف اپنے قبضہ میں رکھکر حیدرآباد سے اجمیر چلے گئے۔ اس باہمی نزاع کی وجہ سے مولوی حسن الزمان کی قیمتی تصانیف طبع نہ ہو سکیں

لطیف الزمان کا انتقال سنہ ۱۳۵۵ھ میں ہوا۔ اونکے صاحبزادے احسن الزمان زندہ ہیں (سنہ ۱۳۷۷ھ میں)

قاری محمود حسین حیدرآبادی

ف ۱۱۲۳ وطن حیدرآباد۔ قاری سید محمد تونسی صاحب کے شاگردوں میں تھے تجوید و قراءت کی بڑی خدمت کی۔ وفات سنہ ۱۳۵۶ھ میں ہوئی۔

قاری ڈاکٹر سر محمد اقبال

ف ۱۱۲۴ مولد سیالکوٹ۔ ولادت سنہ ۱۲۹۵ھ مطابق سنہ ۱۸۷۵ء۔ آبا و اجداد کشمیر سے آئے تھے۔ ابتدائی تعلیم ایک قدیم مکتب سے شروع ہوئی۔ ذکاوت و ذہانت خدا داد تھی۔ مڈل و میٹرک پاس کرنے کے بعد انٹرمیڈیٹ کے لئے اسکاچ مشن کالج میں شریک ہوئے

---

[۱] یہہ واقعات خود مرزا محمود بیگ صاحب نے مجھ سے بیان کئے جب میں ان سے ۳ شوال سنہ ۱۳۷۷ھ کو انکے مکان پر جاکر ملا۔

وہاں سید میر حسن ادبیات مشرقی کے پروفیسر تھے۔ ادن سے استفادے کا موقعہ ملا۔ بی اے کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور آئے۔ بی اے میں طلائی تمغہ حاصل کیا۔ اور نٹیل کالج میں کچھ عرصہ پروفیسری کی۔ ۱۹۰۶ء میں انگلستان گئے۔ کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ وہاں سے جرمنی گئے۔ میونچ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری لی۔ بعدازاں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ پھر لندن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ برّ اعظم یورپ کے متعدد ملکوں کی سیاحت کی۔ ڈھائی سال ہندستان سے باہر رہ کر ۱۹۰۸ء میں واپس آئے۔ لاہور میں بیرسٹری شروع کی۔

(ب) اقبال فطرتاً شاعر تھے۔ انھوں نے شاعری کو اپنے پیام کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ اصناف شاعری میں اپنے مقصد کے لئے نظم کو منتخب کیا۔ ابتدائی زمانے کی نظمیں شکوہ۔ جواب شکوہ۔ ہمارا ہندستان۔ نیا شوالہ فریاد امت بہت مشہور ہوئیں۔ رفتار زمانے نے اقبال کے تصورات میں زیادہ پختگی پیدا کر دی۔ چنانچہ اونکے آخری زمانے کی نظموں نے افکار اسلامی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

(ج) اقبال کا انتقال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۸ راپریل ۱۹۳۸ء کو ہوا۔ لاہور میں دفن ہوئے۔

ف ۱۱۲۵ اقبال کو بچپن سے والد کے زیر اثر :ہب سے لگاؤ رہا۔ قرآن مجید سے خاص تعلق تھا۔ سحر خیزی اور تلاوت تو اقبال نے اپنی عمر کے کسی حصے میں نہیں چھوڑی۔ حتیٰ کہ انگلستان کے قیام کے دوران میں بھی جہاں سحر خیزی مفقود ہے۔ اقبال نے صبح سویرے کی تلاوت کا معمول جاری رکھا۔ ؎

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی ؎ نہ چھوٹے مجھسے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

اقبال بڑے خوش الحان تھے۔ والہانہ انداز میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ آخری عمر میں جب آپ کا گلا خراب ہوگیا تو آپ کو سب سے زیادہ افسوس اسی بات کا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کی حلاوت و انہماک سے محرومی ہوگئی والد کی تربیت کی بدولت قرآن فہمی کے بارے میں اقبال کا ایک خاص نقطۂ نگاہ تھا جس کی انھوں نے ذیل کے شعر میں ترجمانی کی ہے۔ ؎

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب ؎ گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

(ب) جب راس مسعود کی بیگم حاملہ ہوئیں تو اقبال نے راس مسعود کو یہ مشورہ دیا تھا کہ کسی خوش الحان قاری سے روزانہ انکو قراءت سنائی جائے تاکہ پیدا ہونے والے بچہ پر قرآنی اثر پڑے۔ ؎[1]

---

[1] اقبال کو بزرگوں کی مزارات سے بڑی عقیدت تھی انگلستان جانے سے پہلے جب حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی مزار پر حاضر ہوئے تو یہ شعر کہا۔ ؎ مجو اظہار تمنائے دل ناکام ہوں ؎ لاج رکھ لینا کہ میں اقبال کا ہمنام ہوں۔ آپکو یاد ہوگا کہ اقبال نامی ایک صاحب محبوب الٰہی کے خاص خادم و معتمد الیہ تھے۔ اوسی کا حوالہ اس شعر میں ہے۔

قاری مولانا ابوالفرح جونپوری

ف ۱۱۲۶ وطن جونپور۔ والد کا نام قاری عبدالقادر ابن رجب علی ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ والد ہی سے تجوید و قراءت اور دوسرے علوم سیکھے۔ ایک عرصے تک اس فن کی خدمت کی۔ ۷۰ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات ہوئی (خاندانی حالات کے لئے ۲۶۸ سے لیکر ۲۸۶ تک فقرہ جات ملاحظہ ہوں)

قاری سید اصغر اورنگ آبادی

ف ۱۱۲۷ وطن اورنگ آباد۔ ولادت ۱۲۷۲ھ۔ مہتمم پولیس وظیفیاب تھے۔ شیخ القراء عبدالولی سے تجوید سیکھی۔ ۸۵ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات پائی۔ تلاوت کا اچھا ذوق تھا۔ تجوید سکھلانے میں بھی کوشاں رہے۔

قاری غوث محی الدین مدراسی

ف ۱۱۲۸ وطن مدراس۔ والد کا نام عبدالکریم۔ بڑے بھائی قاری حافظ محمد مرتضیٰ تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۹۱ میں کیا گیا ہے۔ ولادت ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ غوث محی الدین صاحب نے علوم مشرقیہ و تجوید و قراءت مدراس ہی میں سیکھی تھی۔ بعد ازاں حیدرآباد آکر ملازمت کے سلسلے میں منسلک ہو گئے۔ ۶۴ سال تک ملازمت کی۔ اسی دوران میں تجوید کا درس بھی دیتے رہے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

قاری عبدالعلیم ابن عبدالحلیم ٹونکی

ف ۱۱۲۹ وطن ٹونک۔ والد کا نام عبدالحلیم۔ ولادت ۱۲۹۲ھ علوم و تجوید و قراءت ٹونک ہی میں حاصل کیے۔ اچھے خطاط تھے ان کے والد عبدالحلیم صاحب بھی اچھے خطاط تھے۔ عبدالعلیم صاحب ٹونک کے قاضی مقرر ہوئے۔ وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔ انکے فرزند قاضی الاسلام عالم و فاضل ہیں۔ مدرسہ خلیلیہ ٹونک میں مدرس ہیں بڑی خوبی۔ کوشش و جانفشانی سے مدرسہ چلا رہے ہیں۔

قاری حافظ محمد موسیٰ مصری

ف ۱۱۳۰ ولادت ۱۲۷۷ھ مصر میں تجوید و قراءت و علوم و حفظ کی تکمیل کر کے ۱۳۲۷ھ میں ہندستان آئے۔ کلکتے میں زکریا مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ تیس سال یہاں امامت کر کے ۸۵ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے بھتیجے حافظ محمد صالح اب کلکتے میں ہیں۔ کبھی کبھی زکریا مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ اونکی عمر ۶۲ سال ہے۔

قاری حافظ مولانا علاء الدین بھوپالی

ف ۱۱۳۱ وطن بھوپال۔ والد کا نام سراج الدین۔ ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوی۔ پہلے قاری حافظ عبدالہادی خان سے تجوید و قراءت سیکھی۔ حج کے لئے گئے تو وہاں استادان وقت سے تجوید قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ پہلے مدرسہ عبیدیہ اور پھر مدرسہ احمدیہ میں مدرس تجوید مقرر ہوئے۔ فارسی کے بھی اچھے جاننے والے تھے

ستر سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات ہوئی۔

قاری ضیاء الاسلام اکبر آبادی ف ۱۱۳۲ مولد آگرہ۔ والد کا نام قاضی سراج الاسلام۔ تجوید و قراءت اپنے والد سے سیکھی۔ اوسکے بعد قاری عبد الرحمن ضریر پانی پتی۔ و قاری فتح محمد نابینا سے استفادہ کیا۔ والد کے انتقال کے بعد خطیب و امام و ناظم جامع مسجد آگرہ مقرر ہوئے۔ درس و تدریس میں حصہ لیا۔ آپکے شاگردوں میں قاری فیض محمد نابینا جامع مسجد آگرے میں اب بھی تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ قاری ضیاء الاسلام کی وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔ (بوستان اخیار از سعید احمد و بزبانی فیض محمد نابینا حالات معلوم ہوئے)

قاری محمد حماد جونپوری ف ۱۱۳۳ وطن جونپور۔ والد کا نام قاری حافظ عبد الاول۔ ولادت ۱۳۱۴ھ والد سے علوم و تجوید حاصل کی۔ ایک عرصے تک خدمت کر کے ۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ (خاندانی حالات کے لئے ملاحظہ ہو جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۶)

قاری عبد العظیم کلکتوی ف ۱۱۳۴ وطن کلکتہ۔ سنہ ولادت ۱۲۸۹ھ۔ قاری حافظ محمد یحییٰ مدنی سے جو زکریا مسجد کے امام تھے۔ تجوید و قراءت سیکھی۔ مختلف مدارس میں تجوید و قراءت کا درس دیا وفات ۱۳۵۹ھ میں ہوئی۔ اونکے دو فرزند قاری عبد الحمید اور قاری حافظ عبد المجید کلکتے میں تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔

قاری محمد شفیع بنارسی ف ۱۱۳۵ مولد بنارس۔ ولادت ۱۲۹۸ھ۔ علوم و تجوید و قراءت بنارس ہی میں سیکھی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔

الحاج مولانا قاری حافظ سید محمد قاسم ویلوری ف ۱۱۳۶ وطن ویلور۔ بچپن سے ذہین و قوی الحافظہ مدرسہ لطیفیہ میں علوم سیکھے۔ حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ الحاج محی الدین چیدہ کے شاگرد تھے (جن کا ذکر فقرہ ۱۰۵۶ میں درج ہے) خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ ۱۳۳۰ھ میں حج سے فارغ ہوئے۔ اسکے بعد بیس سال تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۳۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ الیاس خان بھوپالی ف ۱۱۳۷ وطن بھوپال۔ والد کا نام قاری حافظ عبد الهادی خان ابن نور محمد۔ (خاندانی تفصیلی حالات فقرہ (۱۰۷۶) ۱۰۹۶ میں ملاحظہ ہو) علوم و قراءت سبعہ کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ بڑے خوش الحان قاری اور جید حافظ تھے۔ قرآن شریف خوب یاد تھا۔ حالت خواب میں بھی تلاوت جاری رہتی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ جاگتے میں پڑھ رہے ہیں۔ خواب میں

رآن شریف پڑھنے کی عادت اونکے والد کو بھی تھی اور ان کے صاحبزادے حافظ عمران خان میں بھی ہے۔
(ب) حافظ محمود خان کے انتقال کے بعد شہر کی مساجد کا انتظام آپ کے سپرد رہا۔ وفات ۱۳۶۱ھ
یں ہوئی۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا حافظ عمران خان صاحب بھی حافظ و مصر کے فارغ التحصیل ہیں ندوۃ
علماء لکھنؤ کے پرنسپل ہیں جن میں دین کی بڑی تڑپ پائی جاتی ہے۔ خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں۔

ف ۱۱۳۸ | **قاری حافظ محمد عبداللہ المعروف بہ محمد عالم دہلوی**

وطن گجرات۔ علاقہ پنجاب ولادت ۱۲۹۰ھ میں ہوی۔ پانی پت آکر
لوم حاصل کئے۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن محدث انصاری سے و مقری عبدالرحمن ضریر سے استفادہ کیا
حفظ کی تکمیل کی۔ قرات سبعہ بھی سیکھین۔ پھر دہلی آکر درس و تدریس کا کام شروع کردیا۔ تقریباً پچاس سال
راجان دہلی میں پڑھاتے رہے۔ قاری محی الاسلام جب کبھی دہلی آتے تو آپ سے بڑے ادب سے ملتے
بد و زاہد۔ مستغنی المزاج۔ قدرے سخت گیر تھے۔ تجوید و قراءت پڑھانے کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔
ات ۱۳۶۴ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۳۹ | **قاری حافظ غلام نبی گیاوی**

وطن گیا۔ ولادت ۱۳۳۷ھ۔ حفظ و تجوید و قرارت کی تکمیل گیا کے مشہور قاری حافظ عبدالقدوس سے کی۔ اوسکے بعد لکھنؤ جاکر شیخ القراء
بدالمالک صاحب سے سبعہ قرابت کی تکمیل کی۔ بڑے خوش لحان قاری تھے ۳۵ سال کی عمر میں ۱۳۶۲ھ میں
نتقال ہوگیا۔

ف ۱۱۴۰ | **قاری مشتاق احمد کانپوری**

وطن کانپور۔ والد کا نام مولانا احمد حسن جن کی شرح مثنوی مولانا روم بہت مشہور ہے۔ ولادت ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ قاری سید حسن صاحب نے
ن کا ذکر فقرہ نمبر (۱۰۱۱) میں ہوچکا ہے تجوید و قرارت کی تکمیل کی۔ کانپور میں آپ سے بہت فیض پہونچا
ات ۱۳۶۲ھ میں ہوی۔ اونکے فرزند حافظ قاری امداد احمد صاحب فی الوقت کانپور میں فیض رسان ہیں۔
ن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ف ۱۱۴۱ | **قاری حافظ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی**

مولد تھانہ بھون۔ یوپی۔ جامع العلوم کثیر المنفعت بافیض۔ متبع سنت۔ بڑے اچھے واعظ۔ اصلاح امت کا
م بہت کیا۔ دیوبند کے فارغ التحصیل۔ حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید و خلیفہ۔ تجوید و قرارت میں آپ شیخ القراء
عبداللہ مہاجر مکی کے شاگرد تھے۔ ان ہی کا لب و لہجہ اختیار کیا تھا۔ ایسا پڑھتے کہ لوگ سمجھتے کہ قاری
د عبداللہ صاحب پڑھ رہے ہیں۔ اچھے حافظ تھے روزانہ تلاوت کا معمول تھا۔

(ب) فرمایا کرتے کہ عالم کو مجود ہونا لازمی ہے۔ اس پر بہت زور دیتے تھے اور اشاعت تجوید کیلئے بڑی کوشش کی۔ مذہبی اداروں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اکثر مواعظ میں اس کا ذکر کرتے۔

(ج) آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ مواعظ کا ذخیرہ بھی تھانہ بھون سے شائع ہو چکا ہے۔ تجوید و قراءت پر درج ذیل کتابیں تصنیف کیں (۱) جمال القرآن رسالہ تجوید اردو میں (۲) وجوہ المثانی عربی قرات سبعہ میں (۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع اردو میں (۴) تسہیل القرآن (۵) تجوید القرآن۔

(د) وفات ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو ہوئی۔

قاری مولانا خیر الدین گیاوی

ف ۱۱۴۳ وطن حضر ضلع اٹک (مغربی پاکستان) والد کا نام مولوی الف الدین حضروی کامل پوری۔ ولادت ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ فقہ کی تکمیل وطن ہی میں کی۔ حافظہ قوی تھا۔ درسی کتابیں حفظ تھیں۔ فقہ میں مناظرے کیا کرتے تھے۔ مستند کتابوں کے متن زبانی یاد ہونے کی وجہ سے کوئی حریف مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک نحوی مقابلہ کے لئے آئے اور اس راز کو سمجھ گئے۔ انھوں نے کہا مناظرہ زبانی نہ ہوگا۔ کتاب کھولو۔ عبارت پڑھو۔ کتاب زبانی یاد تھی۔ فرفر پڑھ دی انھوں نے وجوہ و اعراب دریافت کئے۔ چونکہ نحو پر حاوی نہ تھے اس لئے جواب نہ دے سکے۔ اون نحوی نے حصول علم کی ترغیب دلائی۔ خیر الدین صاحب نے بھی ٹھان لی کہ دار العلوم سے سند لینی چاہیئے۔ ادھر اون کے والد بزرگوار مصر تھے کہ ملازمت اختیار کی جائے اس لئے بغیر رضائے والدین گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک ساتھی رفیق سفر تھا۔ بچپن سے توکل علی اللہ کا جذبہ غالب تھا۔ راستے میں کوئی تنگی پیش نہ آئی۔ جنگلوں میں بھی رزق کا سامان مہیا ہوتا رہا۔ اس طرح پیدل چلتے ہوئے کرنال پہونچے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ نماز ظہر ادا کرنے کی فکر ہوئی۔ جو مسجد بھی قریب نظر آئی اس میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے فوراً نکلنا چاہتے تھے کہ ایک نابینا حافظ نے آواز دی۔ نام لیکر پکارا۔ لیکن اس بندۂ خدا نے سرسری سا جواب دیتے ہوئے اپنی راہ لی۔ جب شہر پناہ کی دیوار کے پاس پہونچے تو آگے قدم نہ اٹھا۔ اونکے رفیق سفر جو آگے بڑھ گیا تھا مڑ کر جو دیکھا تو مولانا خیر الدین کو کھڑا پایا۔ اوسے آواز دی۔ پھر لوٹ کر اونکے پاس آگئے تو خیر الدین صاحب نے کہا کھینچو۔ جب کھینچا گیا تو دونوں شہر کی طرف گر پڑے۔ رفیق نے کمر میں رومال باندھ کر کھینچا۔ لیکن اونکو اوس جگہ سے نہ ہلا سکے۔ تب آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے والد نے میرے لئے کسی عامل سے عمل کرایا ہے۔ اس لئے اب آگے بڑھا نہیں جاتا۔ اب تم جاؤ۔ میں واپس جاتا ہوں۔ واپس ہوتے ہوئے خیال گذرا کہ وہ نابینا حافظ جنھوں نے نام لے کر پکارا تھا اون سے مل لیں۔ پاس گئے اور دریافت کیا کہ آپ نابینا ہیں صرف میری آہٹ سن کر

میرے نام سے کیسے واقف ہو گئے۔ حافظ صاحب نے کہا میں تمہاری تاریخ سے واقف ہوں کیا تم سمجھتے ہو کہ جس طرح شہر کی ایک طرف رو کے گئے ویسا ہی کیا دوسری طرف نہ روکے جاؤ گے۔ تمہارے لئے اس شہر میں علم کا ایک مخصوص حصہ ہے۔ جب تک اوسکو حاصل نہ کر لوگے یہاں سے جا نہیں سکتے۔ یہہ سنکر اطمینان ہوا۔ کہا میں یہاں اجنبی ہوں یہاں کیا انتظام کر سکتا ہوں۔ کہا میں تمہارا سب انتظام کر دوں گا۔ نابینا صاحب اونکو کرنال کے ایک مشہور عالم کے پاس لے گئے۔ انھوں نے اونکو دیکھکر ننگے پاؤں ننگے سر دور سے استقبال کیا۔ اور فرمایا کہ میں رخصت پر مکان گیا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تمہارا ہاتھ پکڑے ہوئے تمکو میرے حوالے کر رہے ہیں۔ اور یہہ فرمارہے ہیں" اس کو تمہارے سپرد کرتا ہوں"۔ رخصت کے دن پورے نہوے تھے کہ میں مدرسہ واپس آ گیا اور بڑے شوق سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اس دن سے خیرالدین صاحب نے اوس عالم سے استفادہ شروع کیا اور علوم متداولہ کے معتدبہ حصہ کی تحصیل ان ہی سے کی۔ نابینا صاحب نے امامت کے لئے ایک مسجد میں مقرر کر دیا۔ اس طرح گذر اوقات ہونے لگی۔ کرنال میں حصول علم کے بعد خیرالدین صاحب پانی پت گئے۔ وہاں مختلف علوم وفنون کی تکمیل کی۔ تجوید و قراءت کی تکمیل شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی سے کی۔ فارسی کی بلند پایہ کتب کے مطالعہ کے سلسلے میں مولانا الطاف حسین حالی سے استفادہ کیا سب اساتذہ بیٹوں کی طرح شفقت فرماتے تھے۔ حالی صاحب نے مشورہ دیا کہ لاہور یونیورسٹی سے فاضل کی ڈگری حاصل کرو تو پھر میں اعلیٰ قسم کی ملازمت دلا سکوں گا۔ لاہور میں اپنے رسوخ کی بناء پر تعارفی خط اور ملازمت ملنے تک تیس روپیے ماہوار ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ خط میں یہہ بھی لکھا تھا کہ" خیرالدین کو حالی سمجھنا" غرض یہہ لاہور کی طرف چلے تو راستے میں ایک مقام پر فرشتہ خصلت اور مقدس افراد کا گروہ ملا۔ یہہ معلوم کر کے کہ یہہ حصول علم حدیث کے لئے دیوبند جا رہے ہیں جہاں حدیث کی اچھی تعلیم ہوتی ہے تو خیرالدین صاحب کو خیال ہوا کہ وہ بھی اونکے ساتھ جائیں اور حدیث کی تکمیل کے بعد جامعہ لاہور سے مجوزہ ڈگری حاصل کریں۔ اس طرح دیوبند پہنچے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے حدیث کی تکمیل کی۔ مولانا صدیق احمد مولانا حسین احمد مدنی درس میں ساتھ تھے۔ دیوبند پہنچنے کے بعد ڈگری کا خیال دل سے نکل گیا۔ حدیث وفقہ کی تکمیل کے بعد کانپور آئے۔ یہاں احمد حسن کانپوری سے معقولات کا درس لیا۔ مدرسہ فیض عام میں مدرس ہوئے اور کثیر التعداد طلباء کو فیض پہنچایا۔ شاگردوں میں مولانا سحول صاحب پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ عظیم آباد۔ مولانا مبارک کریم صاحب ڈائرکٹر تعلیمات۔ مولانا نثار احمد کانپوری۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری مولانا محمد سجاد صاحب بہاری۔ نائب شریعت بہار۔ مولانا بشارت کریم صاحب وغیرہ اکابر علمائے دین نے اون سے استفادہ کیا۔ گیا میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے جو مدرسہ حضرت مولانا عبدالغفار خلیفہ ارشد

حاجی امداد اللہ صاحب نے قائم کیا تھا وہ آج بھی مدرسہ قاسمیہ کے نام سے موجود ہے۔ اس مدرسہ میں مولانا خیر الدین نے ایک عرصے تک تعلیم دی۔

(ب) وفات ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ دو صاحب زادے قاری حافظ محمد فخر الدین اور (۲) قاری حافظ شرف الدین قرار سبعہ ہیں اور گیا میں اچھا کام کر رہے ہیں۔ جن کے حالات آئندہ صفحات میں درج کئے جائیں گے[۱]

شیخ القراء حافظ محمد عبد اللہ قاری عشرہ ف ۱۱۴۴ موضع لوہاری ضلع مراد آباد کے باشندے تھے والد کا نام جیون علی۔ تھانہ بھون اور پھر مراد آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں حاصل کی۔ آپ بہت ذہین، ذکی اور قوی الحافظہ تھے۔ قاری حضرت ضیاء الدین الہ آبادی کی نگرانی میں تجوید و قرأت سبعہ و عشرہ کی تکمیل۔ نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ سمجھنے کے بعد مدرسہ رحمانیہ محلہ پیر غیب مراد آباد میں مدرس ہوئے۔ امامت و خطابت بھی فرماتے رہے اس کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں منتقل ہوئے۔ پھر مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد کے صدر مدرس مقرر کئے گئے اوسی مسجد میں امامت و خطابت کی خدمت بھی انجام دی۔

(ب) آپ سے بے شمار طلبا فیض یاب ہوئے۔ جملہ امام و راویان سبعہ و عشرہ کے وجوہ و اختلافات وطرق نوک زبان تھے اور ان پر عبور کامل تھا۔ قرأت سبعہ و عشرہ بطریق درہ و طیبہ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے پڑھیں۔ حضرت شیخ القراء مولانا عبد الرحمن مکی الہ آبادی نے بھی اپنی طرف سے اجازت مرحمت فرما دی۔

(ج) محمد عبد اللہ صاحب نے مراد آباد میں غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ سیاسی اور دینی امور میں ہندو مسلمان سب آپ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ علوم تجوید و قراءت اور رسم الخط عثمانی میں آپ کی تالیفات کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

(۱) تحفۃ الاطفال (۲) مقدمہ جزریہ کی اردو شرحیں یہ دونوں غیر مطبوعہ ہیں (۳) سراج القراءت ضمیمہ ضیاء القراءت اردو مطبوعہ (۴) المعالی الجلیلہ شرح عقیلہ (۵) شرح طیبۃ النشر یہ بہت مقبول ہوئی کتب خانہ فخریہ مراد آباد سے ملتی ہے۔

(د) محمد عبد اللہ صاحب کا انتقال ۱۳۶۳ھ میں مراد آباد میں ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔ دس سال کے بعد ۱۳۷۲ھ میں مراد آباد میں کثرت سے بارش ہوئی۔ قبرستان میں پانی آگیا۔ کئی قبریں بہہ گئیں اور بعض قبریں

---

[۱] قاری خیر الدین کے متعلق واقعات بالا اونکے فرزند قاری مولانا فخر الدین کی زبانی سنکر لفظاً لفظاً ان ہی کے الفاظ میں قلمبند کئے گئے۔

کھل گئیں۔ قاری عبداللہ صاحب کی قبر بھی سرہانے کی جانب سے کھل گئی تو اکثر لوگوں نے بہ چشم خود مشاہدہ
کیا کہ چہرہ بالکل تر و تازہ تھا۔ لہ

قاری حافظ محمد اسحاق مکی
ف ۱۱۴۵ وطن مکہ۔ شیخ القراء حافظ عبدالحق مکی کے داماد تھے ولادت ۱۲۹۵ھ
ہے۔ عبدالحق صاحب ہی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ عبدالحق صاحب کے
انتقال کے بعد مدرسہ فخریہ سنبھالا۔ دو مرتبہ حیدرآباد آئے تھے وفات تقریباً ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ فضل الرحمن
ف ۱۱۴۶ وطن موضع تھنی۔ والد کا نام ضمیر الدین ولادت ۱۳۲۸ھ میں
ہوئی۔ وفات ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ حافظ محمد اسمٰعیل کے ساتھی۔ حافظ احمد جان
مہاجر کی نگرانی میں حفظ کر رہے تھے کہ بخار آکر نمونیا ہو گیا اوسی مرض میں انتقال ہو گیا۔ مرنے کے بعد آپکے
ساتھی حافظ محمد اسمٰعیل نے ایک مہینے کے بعد خواب میں دیکھا کہ بہت خوش و خرم ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی
مجھے اجازت مل گئی ہے کہ میں قرآن شریف کے حفظ کی تکمیل کر لوں چنانچہ میرا انتیسواں پارہ ہے۔ پوچھا کہ اتنے
جلدی اتنا کیسے یاد ہو گیا تو کہا کہ یہاں کام تیزی سے چلتا ہے۔

مقری محمد امین الدین
ف ۱۱۴۷ مولد موضع اننارم تعلقہ بھونگیر ضلع نلگنڈہ۔ علاقہ حیدرآباد دکن ولادت
۱۲۹۲ھ۔ ابتدائی تعلیم والد و ماموں سے حاصل کی۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ تلنگی
پر عبور حاصل تھا۔ ہائیکورٹ میں ملازمت کرنے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کرکے وکالت شروع کر دی نستعلیق
کے اچھے خطاط تھے۔ تجوید پہلے دوسرے اساتذہ سے سیکھتے رہے۔ جب قاری عبدالحق صاحب مکی حیدرآباد
تشریف لائے تو آپ اونکی خدمت میں حاضر ہو کر قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۳۶ھ میں سند لی۔ قدیم

لہ یہہ واقعہ مجھے شیخ القراء حافظ حفظ الرحمن صاحب پرتاب گڑھی شیخ التجوید دیوبند نے کلکتے میں
بیان کیا ساتھ ہی یہہ بھی کہا کہ انھوں نے یہہ بات ثقہ راویوں سے سنی ہے۔ خود اون کا چشم دید واقعہ نہیں
ہے ان کا خیال تھا کہ مولانا محمد میاں صاحب نے دیکھا ہے۔ میں نجب محمد میاں صاحب سے ملکر اس واقعہ کی تصدیق
چاہی تو مولانا نے کہا کہ انھوں نے بھی بہ کثرت سنا ہے۔ مزید کہا کہ میرا اور عبداللہ صاحب کا بارہ سال ساتھ رہا
ہے۔ وہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ پھر میں مقری حافظ امیر علی صاحب مرادآبادی قاری سبعہ سے ملا تو انھوں
نے اوسکی تصدیق کی کہ انھوں نے بہ چشم خود یہہ واقعہ دیکھا ہے۔ اوس وقت اونکے دوست محمد کامل کانپوری
قاری سبعہ شاہی مسجد مرادآباد بھی انکے ساتھ تھے۔ آخر الذکر شہادت پر یہہ واقعہ یہاں درج کیا گیا ہے۔

نارائن گوڑہ کی مسجد کے نگران و متولی تھے۔ آپ نے اوسی مسجد کے عقب میں ایک مدرسہ تجوید القرآن کھولا تھا اور یہاں خود درس قرآن دیا کرتے۔ حبیب العیدروس حسین بن احمد صاحب آپکے متعلق فرماتے تھے کہ باوجود ہندی ہونے کے آپ کی ادائی حجازی ہے۔ اس وجہ سے حبیب صاحب نے اپنے فرزندوں کو آپ سے تجوید سکھلائی اور قرآن شریف پورا پڑھایا۔

(ب) آپکے فرزند معین الدین نے بھی آپ سے تجوید سیکھی تھی۔

(ج) امین الدین صاحب کی وفات ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ کو ہوئی تکیہ گجراتی شاہ رام کوٹ میں دفن کئے گئے

ف ۱۱۴۸ قاری مولانا حیدر حسن ٹونکی وطن ٹونک۔ والد کا نام احمد حسن ملقب بہ دلیر بخت۔ ولادت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ ابتدائی علوم ٹونک میں سیکھے۔ پھر لکھنو جاکر اونکی تکمیل کی قاری عبد الرحمن مکی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ مدرسہ ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ میں واپس ٹونک آئے تو شیخ القراء عبد المالک صاحب کو ساتھ لائے اونکی وجہ سے ٹونک میں بہت سے سبعہ و عشرہ کے قاری ہوئے۔ وفات ۱۳۶۴ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۴۹ قاری حافظ حاجی عبد الرحیم بنارسی وطن بنارس۔ امان اللہ پورے میں رہتے تھے۔ والد کا نام حافظ کریم اللہ جو ایک باخدا بزرگ تھے کریم اللہ صاحب نے تجوید و علوم والد سے سیکھے تھے اور حفظ کی بھی تکمیل کی تھی۔ تلاوت سے غیر معمولی شغف تھا۔ تراویح کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف بھی ختم کیا ہے۔ اونکے شاگردوں کی تعداد بنارس اور اوسکے اطراف میں بہ کثرت ہے۔

(ب) حافظ کریم اللہ کے فرزند عبد الرحیم ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر عسرت میں گذری۔ دن کو بنتے تھے اور رات کو علم حاصل کرتے تھے۔ پہلے اردو میانجی حکیم سے سیکھی۔ فارسی کی تکمیل مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں کی۔ عربی کی کتابیں مولانا عبد المجید و مولانا امان اللہ کے پاس پڑھیں۔ رات کا اکثر حصہ پڑھنے میں گذرتا۔ مولانا محمد شریف مصطفےٰ آبادی سے منطق و فلسفہ کا درس لیتے تھے۔ تفسیر مولانا ظفر الدین سے پڑھی۔ تجوید و قراءت بھی مظہر العلوم میں سیکھی۔ اچھے حافظ تھے۔ والد کی طرح کئی بار ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا ہے۔

(ج) آپ صفات حمیدہ کے حامل تھے۔ بردبار۔ تنگدستی میں شکر گذار اور مقبول خلائق واعظ تھے آپنے بنارس و اضلاع میں دین کی بہت تبلیغ و اشاعت کی ہے۔ ان مقامات کے باشندے بڑے اخلاص کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ کو انتقال ہوا۔ کچی باغ کی قبرستان موسومہ تکیہ عبد اللہ شاہ میں مدفون ہیں۔ پس ماندگان میں تین فرزند اور ایک لڑکی ہے۔

ف ۱۱۵۰ قاری حافظ عبد الغفور بھوپالی وطن بھوپال۔ سنہ ولادت ۱۲۹۹ھ ہے جامع مسجد بھوپال

رہے۔ اچھے حافظ وقاری تھے ۶۵ سال کی عمر میں ۱۳۶۴ھ میں وفات پائی۔

حافظ محمد ابراہیم سہارن پوری

ف ۱۱۵۱ وطن سہارن پور۔ شیخ القراء عبدالخالق خان کے شاگرد۔ ایک عرصہ تک شیخ القراء کے ساتھ رہے۔ اونکے
...اسحاق بھی شیخ القراء سے تلمذ رکھتے ہیں۔ قاری محمد ابراہیم کی وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔

...حافظ مع شیخ محمد عرب

ف ۱۱۵۲ مولد و منشاء۔ مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۲۷۵ھ جید حافظ و قاری تھے۔ سلطان جہان بیگم جب حج کو گئیں تو اونکی قراءت سنکر
...ند فرمایا۔ اونکو اپنے ساتھ لائین اور جامع مسجد کا امام مقرر کیا۔ درس و تدریس میں لگے رہے
...سے شاگرد ہوئے۔ انتقال ۱۳۶۵ھ میں ہوا

...حافظ حکیم مولوی عنایت اللہ اعظم گڑھی

ف ۱۱۵۳ وطن قصبۂ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ والد کا نام حافظ محمد اسحاق۔ ولادت ۱۳۰۲ھ
...مع العلوم سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ قاری ضیاء الدین احمد سے کانپور میں بروایت حفص
...یف پڑھا۔ سبعہ کی تکمیل الخیبن سے لکھنو جاکر کی۔ طب کی تکمیل لکھنو سے ۱۳۲۶ھ میں کی۔ مدرسہ
...علوم سہارن پور جاکر دو سال تک تجوید کے مدرس رہے۔ وہاں قرآن مجید کے حاشیے اختلافات
...یر فرمائے۔ اصولی اختلافات کے متعلق ایک رسالہ لکھا جو قرآن شریف کے اوسی نسخے میں منسلک ہے
...یف کا یہہ نسخہ مظاہر العلوم سہارن پور سے ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں باہتمام قاری محمود حسن طبع ہوا
...اری عبدالرحمن مکی کی تقریظ بھی درج ہے۔ بین السطور مولوی اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے یہ نسخہ
قاری حافظ جمیل احمد صاحب کانپوری کے پاس موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔
(ب) ۱۳۳۷ھ میں قاری ضیاء الدین احمد نے آپکو کانپور بلاکر قراءت القرآن (تاج گھر کھنا)
...مدرس مقرر کرایا۔ ۱۳۶۴ھ تک آپ اس مدرسہ میں درس دیتے رہے۔
(ج) آپ متبحر عالم ہونے کے علاوہ طبیب حاذق بھی تھے۔ قیام کانپور کے زمانے میں تجوید و قراءت
...ایک کتاب تالیف کر رہے تھے جو بہت مبسوط و ضخیم ہوگئی تھی مگر طبع نہو سکی۔
(د) بے شمار طلباء آپ سے حفظ قرآن و تجوید و قراءت سیکھکر مختلف مقامات پر درس دیرہے ہیں
...سے بعض نام یہہ ہیں:۔ (۱) حافظ قاری محمود علی کانپوری جنھوں نے ایک روایت سے مقری حکیم
...سم خان امروہی سے پڑھا تھا۔ سبعہ کی تکمیل مقری محمد عنایت اللہ صاحب سے کی۔ پھر اوسی
...مدرس ہوگئے۔ بعد ازاں ترک ملازمت کرکے مطب شروع کردیا تھا۔ نہایت خوش گلو۔ خوش

اخلاق۔ پابند وضع وجید قاری ہیں۔ آجکل کراچی میں مطب کرتے ہیں (۲) دوسرے شاگرد قاری حافظ ضمیر الدین احمد اعظم گڑھی ہیں (۳) قاری حافظ محمد ہاشم (قاری عنایت اللہ کے چھوٹے بھائی) (۴) قاری حافظ خلیل الرحمٰن چچازاد بھائی (۵) فرزند حافظ ظہیر الدین احمد (۶) قاری محمد یامین سہارن پوری (۷) قاری حافظ ضیاء الدین اعظم گڑھی (۸) قاری حافظ ظہور احمد (۹) قاری محمد عبد اللہ (۱۰) قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی (۱۱) قاری حافظ مظفر الدین شاہ آبادی ہر دوئی وغیرہ۔

(ھ) قاری عنایت اللہ صاحب بیمار ہوکر مئو چلے گئے۔ ۱۳۶۵ھ میں وفات ہوئی۔ لہ

قاری حافظ عبد الوحید الہ آبادی

ف ۱۱۵۴ وطن الہ آباد۔ ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں حفظ کی تکمیل کی۔ فارسی کتب کے مطالعہ سے فارغ ہوئے ۱۳۱۴ھ میں درس نظامی شروع کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں درس نظامیہ کے ساتھ فن تجوید وقراءت کی درسی کتب بھی شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی سے پورے شوق سے پڑھتے رہے۔ ۱۳۱۹ھ میں حضرت حفص کی روایت سے تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۰ھ میں قراءت سبعہ متواترہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۱ھ میں دیوبند مدرسہ عالیہ میں تجوید وقراءت کے صدر مدرس ہوکر گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو قاری محمد عبد اللہ مہاجر مکی کی شاگردی بھی نصیب ہوئی۔ قراءت سبعہ وعشرہ کی سند مل گئی۔ تقریباً پینتالیس سال دار العلوم ہی میں خدمت کرکے ۱۳۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

(ب) آپ کی تصنیف ہدیۃ الوحید نہایت عمدہ وجامع کتاب ہے۔ حضرت حفص کی ایک روایت کے قواعد بیان کرتے ہیں۔ آپکے تلامذہ میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اور آپ کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر وغیرہ ہیں۔

قاری عبد الرحیم پانی پتی

ف ۱۱۵۵ وطن پانی پت۔ تجوید وقراءت عبد السلام پانی پتی سے سیکھی۔ مدرسہ عربیہ گنبدان میں صدر المدرسین رہے۔ ایک عرصے تک تجوید وقراءت کا درس دیکر ۱۳۶۵ھ میں وفات پائی۔

قاری احمد سعید الہ آبادی

ف ۱۱۵۶ وطن الہ آباد۔ ولادت ۱۳۰۹ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ مولوی عبد الکبیر بہاری سے پڑھیں تجوید وقراءت شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی سے حاصل کیں۔ انگریزی بھی پڑھی۔ کلکتہ اور بمبئی کے مدارس میں پڑھانے کے بعد بنارس میں مدن پورے میں مقیم ہوگئے جہاں تجوید وقراءت و دیگر علوم کا درس دیتے رہے۔ وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔ لہ

لہ واقعات بالا قاری عنایت اللہ کے دو شاگرد قاری جمیل احمد صاحب کانپوری و قاری خلیل الرحمٰن مئوی سے سنکر درج کئے گئے نیز شیخ القراء حافظ اظہر حسن کی تالیف سے واقعات بالا کی تصدیق ہوتی ہے لہ تراجم علمائے ہند از ابو یحییٰ امام خان نوشہری

دوازدہ سالہ دورِ آزادی

از ۱۳۶۵ھ تا ۱۳۷۷ھ

باب پانزدہم

ف ۱۱۶۱ میں یہہ چاہتا تھا کہ جلد دوم کو ۱۳۷۷ھ تک جو قرأ، انتقال کر چکے ہیں اون کے حالات لکھ کر جلد سوم میں قرائے حال کا ذکر کرون جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب زندہ اور برسر کار ہیں اس لئے اس باب میں دور آزادی کے صرف بارہ سال کا ذکر آئے گا۔

ف ۱۱۶۲ اس قلیل مدت میں تجوید و قرات کی جو کتابیں تصنیف ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "رہنمائے تجوید المعروف بہ میزان التجوید" جس کو مقری محمد سلیمان دیوبندی ثم سہارن پوری نے ۱۳۶۶ھ میں طبع کرایا۔

(۲) قاری محمد ابراہیم ساکن نواکھالی نے نزہت القاری کو ۱۳۶۷ھ میں طبع کرایا۔

(۳) قاری حافظ شفیق الحسن بھوپالی نے ایک رسالہ تجوید "مصباح القرآن" کے نام سے ۱۳۶۷ھ میں طبع کرایا۔

(۴) قاری عبد الصبور حیدر آبادی نے "مفتاح التجوید" لکھکر ۱۳۷۱ھ میں طبع کرایا۔

(۵) قاری حافظ محب الدین احمد الہ آبادی نے "ضیاء البرھان فی جواب علیٰ خط القرآن" لکھ کر ۱۳۷۱ھ میں طبع کرایا۔

(۶) قاری حافظ محب الدین احمد الہ آبادی نے دوسری تالیف "جامع الوقف و معرفۃ الوقوف" ۱۳۷۱ھ میں شائع کی۔

(۷) قاری حافظ عبد الخالق سہارن پوری نے ایک رسالہ تجوید مکمل تیسیر کے نام سے ۱۳۷۱ھ میں شائع کیا

(۸) قاری حافظ فتح محمد نابینا نے شرح قصیدہ لامیہ شاطبی کو کراچی سے ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا۔

(۹) نیز ترجمہ التیسیر اردو میں ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا

(۱۰) نیز وجوہ المفسرہ کا اردو ترجمہ ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا۔

(۱۱) حافظ مقری محمد ابراہیم سہارن پوری نے مکمل مظاہر التجوید اردو میں لکھ کر ۱۳۷۳ھ میں طبع کرایا۔

(١٢) قاری مظفر حسین حیدرآبادی نے "التجوید" اردو میں لکھ کر ١٣٧٥ھ میں طبع کرایا۔

(١٣) قاری عبدالحی اعظمی مبارک پوری نے حمایت الوقف لکھ کر ١٣٧٥ھ میں شائع کیا۔ نیز ایک رسالہ زیر طبع ہے جس کا مسودہ میں نے اون کے پاس کلکتے میں دیکھا تھا۔

(١٤) آغا محمد علی المعروف بہ محمد عبدالمنان نے مفید القاری کے نام سے ایک رسالہ تالیف کر کے ١٣٧٥ھ میں طبع کیا

ف ١١٦٣ **قاری منیر علی حیدرآبادی** وطن حیدرآباد۔ دکن ولادت ١٢٩٦ھ میں ہوئی۔ فارسی و عربی کے ماہر تھے۔ تجوید و قراءت پہلے قاری تونسی صاحب سے سیکھی۔ من بعد شیخ القراء عبدالحق مکی سے سبعہ کی سند لی۔ مدرسہ تعلیم المدرسین میں برسوں قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔ آپ کے شاگرد بھی کثرت سے ہیں۔ قراءت پر ایک اچھا رسالہ "خلاصۃ التجوید" کے نام سے مرتب کر کے ١٣٤١ھ میں شائع کرایا جو بہت مقبول ہوا۔ دس سال کے بعد دوسری مرتبہ طبع ہوا۔ نیز آپ نے "رسالہ تشریح نقشہ جات تجوید" بھی شائع کیا۔ وفات ١٣٦٦ھ میں ہوئی۔

ف ١١٦٤ **قاری عبدالرشید خان بھوپالی** وطن بھوپال۔ والد کا نام امام خان۔ قاری محمد بختیار خان سے تجوید و قراءت سیکھی۔ ایک عرصے تک موتی مسجد کے امام رہے۔ بہت سے شاگرد بنائے۔ قاری عبدالشکور اون کے شاگردوں میں ہیں۔ قاری عبدالرشید خان کا انتقال ١٣٦٦ھ میں ہوا۔

ف ١١٦٥ **قاری حافظ عبدالقیوم عباسی** وطن پانی پت۔ والد کا نام قاری عبدالسلام عباسی اونکی والدہ جمیل النساء، قاری محمد عبداللہ کی لڑکی تھیں جو شیخ القراء حافظ عبدالرحمن پانی پتی کے بڑے بھائی تھے۔ حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں اپنے والد سے کی۔ قاری عبدالسلام انصاری سے یہہ فن حاصل کیا۔ ایک عرصے تک پانی پت میں تجوید کی خدمت کرتے رہے۔ وفات ١٣٦٦ھ میں ہوئی

ف ١١٦٦ **قاری حافظ حاجی محمد محی الدین سجادہ نشین پھلواری شریف** والد کا نام بدرالدین۔ وطن پھلواری شریف (پٹنہ) ولادت ٢٩ ذی الحجہ ١٢٩٦ھ چار سال کی عمر میں ١٣٠٠ھ میں اپنے ماموں شاہ عبدالحق صاحب سے کتب کی پڑھائی شروع کی۔ والد کی نگرانی میں حفظ قرآن با تجوید کی تکمیل کی۔ یعنے حفظ کے ساتھ تجوید کے قواعد بھی سیکھ لئے۔ ١٣١٨ھ میں دستار بندی کی رسم ہوئی مولانا عبدالرحمن ناصری سے علوم کی سند لی۔ فن طب بھی سیکھا۔ فن تجوید میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ سننے والے کمال فن کے معترف ہیں۔ صاحبزادے امان اللہ خان کو جب وہ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے تجوید کی اہمیت جتلاتے ہوئے اور اوس کی جانب مائل کرتے ہوئے حضرت نے لکھا "ہمارے خاندان میں فن تجوید کے ماہرین ہوتے آئے ہیں لیکن خوش الحانی مفقود رہی۔ لیکن اہل دل اور صاحب حال تھے۔ اونکی قراءت کا اثر سننے والوں پر پڑتا تھا۔"

(ب) ۱۳۱۴ھ میں حج کیا۔ اوس کے بعد درس و تدریس میں عمر بسر کی وفات سہ شنبہ ۲۹ رجمادی الاول ۱۳۶۶ھ کو ہوئی۔ ۱؎ آپکے خاندان میں قرآن شریف کا ایک نسخہ موجود ہے۔ جو ملا وجیہ الحق محدث (تلمیذ ارشد ملا عتیق محدث بہاری المتوفی ۱۱۳۵ھ) کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے جس کی کتابت دو ماہ ۲۶ یوم کے اندر ۱۱۴۵ھ میں پایہ تکمیل کو پہونچی۔ قرأت سبعہ کے اختلافات حاشیے پر مندرج ہیں۔

قاری حافظ احمد جان جان سہسرامی ف ۱۱۶۷ وطن سہسرام۔ ولادت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ جید حافظ و قاری تھے۔ چترا میں آکر رہ گئے۔ درس و تدریس میں وقت صرف کیا قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ روزانہ دس پارے پڑھنے کا معمول تھا۔ رمضان شریف میں پندرہ پاروں کی تلاوت ہوتی تھی۔ چترا والے آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔

(ب) تین چار روز کی علالت میں انتقال ہوگیا۔ ہمیشہ سے ریح کا عارضہ تھا۔ اوسی کی شدت کا گمان ہوا کر طبیب کو بلایا تو معلوم ہوا کہ جگر شق ہوگیا ہے۔ زیست کی توقع نہیں۔ اوسکے بعد آپ نے چترا کے لوگوں کو بلاکر بیوی۔ بیٹی اور سب کا حصہ اونکو دیدیا۔ سات سو روپیے حج کے لئے علٰحدہ رکھے تھے اپنی ہر چیز تقسیم کردی مرنے سے پہلے مولانا رحمت اللہ کو بلایا۔ حضرت نے بطور تسلی کہا کہ حافظ صاحب کیا موت سے ڈرتے ہو۔ کہا نہیں۔ آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ نائب رسول اللہ ہیں ہم آپکے سامنے اپنے مسلمان ہونے اور اللہ کو ایک ماننے اور اوسکے رسول کو برحق جاننے کا اقرار کرتے ہیں آپ گواہ رہیں" کلمہ پڑھا اور کہا۔ بس اب آپ جائیے اور صبح کی نماز پڑھیے میں بھی تیمم سے نماز پڑھتا ہوں۔" اس کے بعد کلی سے فارغ ہوئے تھے کہ روح پرواز ہوگئی۔

(ج) دیہات کے گوشہ نشین حافظوں کی اس سادہ موت میں ہمیں بڑا سبق ملتا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والے کس اطمینان و سکون کے ساتھ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں۔

(د) وفات ۱۳۶۶ھ میں ہوئی۔ اونکے شاگرد مولانا محمد اسمٰعیل و فضل الرحمٰن تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل بہت اچھے حافظ و قاری ہیں۔ جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ فضل الرحمٰن کا اوس وقت انتقال ہوگیا جب کہ وہ ۲۲ پارے حفظ کر چکے تھے۔ ۲؎ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۱[illegible]۔

قاری حافظ سعادت علی خان ت ۱۱۶۸ وطن ٹونک۔ والد کا نام نواب ابراہیم علی خان والی ٹونک ولادت ۱۲۹۶ھ کی ہے۔ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء میں تخت نشین ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ

۱؎ حالات زندگی از عون احمد قادری ۲؎ واقعات بالا حافظ قاری محمد اسمٰعیل صاحب نے خود مجھ سے بیان کئے جو اوسی طرح نوٹ کر لئے گئے۔ اون سے ملاقات ۱۳۷۰ھ میں گیا میں ہوئی تھی۔

نواب محمد علی خان کے ساتھ بنارس میں گذرا جو آپکے دادا تھے۔ اون ہی کے زیر پرورش رہکر تعلیم و تربیت پائی۔ حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ آپ نے قراء و علماء و حفاظ کی بڑی خدمت کی۔ وفات سنہ ۱۳۶۷ھ میں ہوئی۔ آپکے بعد آپکے بھائی اسمٰعیل علی خان والی ٹونک ہوئے جواب وظیفہ پا رہے ہیں۔

قاری حافظ محمد سلیمان بن داؤد بھوپالی

ف ۱۱۶۹ محمد سلیمان ابن حافظ اسمٰعیل ابن حافظ محمود ابن محمد داؤد خان، دہلی کے ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۸۵۵ جس میں حافظ نواب غلام رسول خان کا شجرہ درج ہے۔ قاری حافظ محمد خلیل خان کے فرزند قاری حافظ داؤد خان (مستقیم جنگ) تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۸۵۸ میں کیا گیا ہے۔ قاری محمد سلیمان کے والد حافظ محمد اسمٰعیل شاعر بھی تھے۔ ذہین تخلص کرتے تھے۔ مشیر الدولہ کا خطاب پایا تھا۔ ہر ہائینس نواب شاہجہان بیگم نے اپنے برادر میاں نظیر محمد خان کی لڑکی سے اون کا عقد کر دیا۔ آپ کا قیام دہلی میں رہا۔ غدر کے بعد جب دہلی کے خاندان تباہ و تاراج ہوئے تو قاری سلیمان صاحب کے نانا نواب مرزا خلف نواب مغل بیگ جو حافظ بھی تھے مکہ معظمہ سنہ ۱۲۸۲ھ میں چلے گئے اونکے ساتھ قاری محمد سلیمان کی والدہ اور قاری سلیمان جن کی عمر اس وقت ۲ ماہ کی تھی۔ مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ وہان مولوی رحمت اللہ صاحب کی نگرانی میں تربیت ہوی نواب مرزا کا انتقال مکہ معظمہ میں ۲۶ رجمادی الاول سنہ ۱۲۹۹ھ میں ہوا۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کا انتقال سنہ ۱۳۰۸ھ میں ہوا

(ب) قاری محمد سلیمان صاحب نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔ اساتذہ ذیل سے استفادہ کیا (۱) مولوی احمد حسن (۲) مولوی حضرت نور (۳) قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی۔

(ج) بعد فراغت قرات سبعہ مدرسہ صولتیہ میں چھ سال تجوید کے مدرس رہے۔ سنہ ۱۳۰۵ھ میں حیدرآباد کے نواب صدیق یار جنگ حج کے لئے گئے تو اپنے نبیرہ میر ولایت علی کو بغرض تعلیم فن تجوید قاری محمد سلیمان کے سپرد کیا۔ نیز اون سے حیدرآباد آنے کی خواہش کی۔

(د) قاری محمد سلیمان سنہ ۱۳۱۰ھ میں حیدرآباد آئے۔ اوسی سال اونکے والد کا انتقال بھوپال میں ہوا۔ دارالعلوم میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳۱۸ھ میں تحفتہ الطلاب کے نام سے ایک تجوید کا رسالہ لکھا جو قاری حکیم حافظ محمد عنایت اللہ خان شاگرد قاری سلیمان کی کوشش سے طبع ہوا۔

(ہ) دس سال کے بعد جب بیگم صاحبہ بھوپال نے شاہجہانی مسجد بنائی تو قاری صاحب کو بھوپال طلب کرلیا وہان جاکر قاری صاحب سنہ ۱۳۵۰ھ تک رہے۔ جب آپ کو وظیفہ ہوگیا تو آپ پھر حیدرآباد آگئے۔ تقریباً سنہ ۱۳۶۷ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ خاموش صاحب کی درگاہ میں دفن ہوئے۔

(و) قاری صاحب خوبرو۔ خوش سلیقہ۔ نفاست پسند۔ نازک مزاج۔ سلیقہ شعار۔ مستغنی المزاج وام الملف

کا اچھا نمونہ تھے۔ شاگردوں سے سوغات تک لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ بڑے خوش الحان اور جید حافظ تھے امراء کی درباروداری اور خوشامد کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ بھوپال میں بھی بڑے وقار سے رہے اور حیدرآباد میں بھی خاموش زندگی گذار دی۔ متانت پسندی و وقار کی یہہ کیفیت تھی کہ کسی کام میں عجلت کرنا پسند نہ فرماتے۔ ریل پر بھی جانا ہو تو وقت سے پہلے جاتے۔ وقت کم ہوتا تو کہتے آج نہیں کل جائیں گے۔

(س) آپ کے پاس ایک حمائل تھی جس کو آپ بہت عزیز رکھتے تھے اوسی پر حفظ کیا تھا اوسی پر سبعہ کا حاشیہ لکھکر اپنے استاد کو سنایا تھا۔ تمنا تھی کہ کوئی شخص اوس حاشیے کے ساتھ اوس کو طبع کرا دے چونکہ دس ہزار سے کم کا صرفہ نہ تھا اس لئے خود طبع نہ کرا سکے۔ ایک امیر کبیر نے وعدہ کیا کہ وہ طباعت کے اخراجات اٹھالیں گے تو آپ نے وہ حمائل اونکو دیدی۔ پھر نہ تو اوس کی طباعت ہوئی اور نہ حمائل ہی واپس ملی جس کا افسوس کرتے تھے۔ [1]

(ح) آپ کو تین لڑکیاں اور دو لڑکے تھے۔ بڑی لڑکی نے ایک روایت سے تجوید سیکھی تھی۔ تلمذ حضرت حافظ فضل علی سے تھا۔ قاری صاحب کے شاگردوں میں ممتاز نام یہہ ہیں:۔ (۱) قاری حافظ فضل علی (۲) حکیم قاری حافظ محمد عنایت اللہ خان قاری سبعہ (۳) قاری حافظ عبد الحی بھوپالی (۴) قاری نظیر حسن شریف (۵) قاری محی الدین شریف وغیرہ

مقری حافظ محمد نذر نابینا امروہی

ف ۱۱۷۰ وطن امروہہ۔ ولادت ۱۳۰۷ھ۔ شیخ القراء ضیاء الدین احمد سے امروہہ میں حفظ کیا۔ بعد ازاں تجوید و قراءت سبعہ و عشرہ کے درسیات کی تکمیل کی۔ علوم متداولہ بھی سیکھے۔ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ تیسیر و شاطبیہ۔ درہ۔ طیبہ قصیدۂ رائیہ جملہ کتابیں از بر تھیں۔ بے تکلف ان سب کتابوں کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ قرات سبعہ و عشرہ کی اجرائی میں اس قدر ملکہ تھا۔ نیز تمام طرق و اختلافی وجوہ اس قدر مستحضر تھے کہ سبعہ و عشرہ میں کوئی وجہ نہ چھوٹتی تھی اور نہ خلط طرق ہوتا تھا۔ بہت خوش الحان اور جہیر الصوت تھے۔ عربی لب و لہجہ کے ساتھ بڑی خوبی سے تلاوت کرتے۔ تحصیل و تکمیل کے بعد گجرات۔ سورت وغیرہ پر مدرس رہے مگر ہمیشہ استاد کی معیت مقصود رہی۔ جب حضرت جونپور گئے تو حضرت ہی کی خدمت میں رہنے کی خواہش کی چنانچہ حضرت نے آپ کو وہیں طلب کر کے مدرسہ فاروقیہ میں مدرسی کی خدمت پر مامور کر لیا۔ جب شیخ القراء عین القضاۃ کی طلبی پر لکھنو گئے تو آپ بھی چند روز کے بعد لکھنو بلائے گئے۔ آخر عمر تک۔ اوسی مدرسہ میں

---

[1] واقعات بالا قاری صاحب کے داماد کرنل مرزا جیلانی بیگ۔ اور بڑی لڑکی سے سنکر درج کئے گئے۔

درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بالآخر بمقام لکھنؤ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن مکی الہ آبادی کی قبر سے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ آپ نے تجوید میں ایک مختصر رسالہ اردو میں ارقام فرمایا۔ جو مبتدیوں کے لئے مفید اور اون کی استعداد کے مطابق ہے۔

قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی

ف ۱۱۷۱ وطن بھوپال۔ محلہ چھاؤنی۔ والد کا نام مولوی عبدالقادر خان ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ قاری حافظ عبدالھادی خان صاحب سے تجوید و قراءت سیکھی۔ سرکاری دفتر میں ملازم ہوئے۔ موتی مسجد میں تراویح پڑھایا کرتے تھے وفات ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔

قاری حاجی حبیب الرحمٰن خان شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ

ف ۱۱۷۲ مولد بھیکم پور۔ ضلع علیگڈھ۔ تاریخ ولادت ۲۸ر شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ علوم متداولہ کے ساتھ تجوید و قراءت قاری عبدالرحمٰن مکی سے (جو اس وقت مدرس احیاء العلوم تھے) سیکھی۔ قصیدہ جزریہ ان ہی سے پڑھا۔ پھر قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے استفادہ کیا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے معیاری ادیب و مصنف ہونے کے علاوہ علیگڈھ اور ندوے کے تعلیمی و انتظامی معاملات میں عملی حصّہ لیتے تھے۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مجلس انتظامی کے رکن رہ چکے تھے۔

(ب) ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ریاست حیدرآباد میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے حضور نظام سے صدر یار جنگ کا خطاب پایا۔ ۱۹۲۶ء میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں قاری عبدالرحیم کو پورا کلام پاک سنایا اور مدینہ منورہ میں قاری حسن شاعر سے رسالۂ قراءت پڑھا۔ آخری سبق مسجد نبوی میں لے کر قراءت کی سند حاصل کی۔

(ج) ۱۹۳۰ء میں وظیفہ حسن خدمت پر علیحدہ ہوئے۔ ۸۶ سال کی عمر میں ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۱ر اگست ۱۹۵۰ء کو وفات ہوئی۔ کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ حبیب گنج میں ایک بڑا کتب خانہ بے جواب بھی اچھی حالت میں ہے۔ بہت سی قلمی نایاب کتابیں اوس میں موجود ہیں۔[1]

قاری عبدالرحمٰن رامپوری

ف ۱۱۷۳ مولد رامپور۔ والد کا نام قاری علی حسین رامپوری جو شیخ القراء عبدالرحمٰن انصاری محدث کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ والد سے تجوید و قراءت

---

[1] معارف دسمبر ۱۹۵۰ء

سبعہ سیکھیں۔ پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس ہوئے۔ ایک عرصے تک تجوید کی خدمت کرنے کے بعد ۱۳۷۱ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۱۱۷۴ قاری حافظ ادریس خان بھوپالی مولد بھوپال۔ والد کا نام شیخ القرا، حافظ عبد الھادی خان بھوپالی (خاندانی حالات کے لئے ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۹۶) الیاس خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ جید حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ اپنے والد سے سبعہ قرأت کی تکمیل کی۔ محلات شاہی میں اچھا رسوخ تھا۔ وفات ۱۳۷۱ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۷۵ قاری حافظ عبد الوہاب گونڈوی گونڈے میں ایک مدرسہ "مدرسہ فرقانیہ" کے نام سے قائم ہے جس کے مہتمم محمد افضال الحق صاحب قاسمی اور سرپرست مولانا حمید الدین صاحب کلکتوی ہیں۔ اس مدرسہ میں قاری عبد الوہاب صاحب نے بیس سال تک درس دیا ہے۔ بہت سے طالب علموں کو تجوید و قرأت سکھائی ہے۔ نیز حفظ کی تکمیل کی ہے۔ آپ شیخ القرا، عبد المالک صاحب کے شاگرد تھے۔ وفات ۱۳۷۱ھ میں ہوئی۔ ان کے دو ممتاز شاگرد قاری عبد الرزاق صاحب و قاری حافظ زمان خان صاحب ہیں۔ دونوں حفظ قرآن کے مدرس ہیں۔

ف ۱۱۷۶ شیخ القرا، حافظ ضیاء الدین احمد الہ آبادی وطن نارہ ضلع الہ آباد۔ والد کا نام منشی شیخ عبد الرزاق۔ ولادت بروز جمعہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ (مطابق ۲۵ جولائی ۱۸۷۳ء) اپنے چچا منیر الدین احمد سے مروجہ درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ القرا، عبد الرحمن مکی سے تجوید و قرأت سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی۔ تجوید کے مدرس ہوکر مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد امروہہ تشریف لے گئے۔ امروہے کے مدرسہ میں مولانا احمد حسن صاحب محدث و مولانا عبد الرحمن صاحب مفسر و محدث سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔ چونکہ اس مدرسے میں ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے تلامذہ دور دور سے آتے تھے اس لئے بے شمار طلبا، تجوید و قرأت سے بھی مستفید ہوئے۔ یہیں سے آپ کی شہرت بڑھی۔ پھر آپ ہندستان کے مشہور و معروف مدارس مثلاً مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو۔ مدرسہ قرأت القرآن کانپور۔ مدرسہ فاروقیہ جامع مسجد جونپور۔ مدرسہ سبحانیہ جامع مسجد الہ آباد۔ مدرسہ عربیہ سرائے میر۔ اعظم گڑھ۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں کافی عرصے تک قیام فرما کر قرآن پاک اور علم تجوید و قرأت کی خدمت انجام دیتے رہے۔

(ب) متقی و پرہیزگار، منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ چونکہ مختلف مدارس میں رہ کر تعلیم دی ہے اس لئے آپ کے شاگرد ہندوستان اور پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

درس وتدریس میں مصروف رہے۔ بالآخر بمقام لکھنؤ سنہ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی کی قبر سے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ آپ نے تجوید میں ایک مختصر رسالہ اردو میں ارقام فرمایا۔ جو مبتدیوں کے لئے مفید اور اون کی استعداد کے مطابق ہے۔

قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی — ف ۱۱۷۱

وطن بھوپال۔ محلہ چھاؤنی۔ والد کا نام مولوی عبدالقادر خان ولادت سنہ ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ قاری حافظ عبدالهادی خان صاحب سے تجوید و قراءت سیکھی۔ سرکاری دفتر میں ملازم ہوئے۔ موتی مسجد میں تراویح پڑھایا کرتے تھے وفات سنہ ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔

قاری حاجی حبیب الرحمٰن خان شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ — ف ۱۱۷۲

مولد بھیکم پور۔ ضلع علیگڈھ۔ تاریخ ولادت ۲۸ر شعبان سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق سنہ ۱۸۶۶ء۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ علوم متداولہ کے ساتھ تجوید و قراءت قاری عبدالرحمٰن مکی سے (جو اس وقت مدرس احیاء العلوم تھے) سیکھی۔ قصیدہ جزریہ ان ہی سے پڑھا۔ پھر قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے استفادہ کیا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے معیاری ادیب و مصنف ہونے کے علاوہ علیگڈھ اور ندوے کے تعلیمی وانتظامی معاملات میں عملی حصہ لیتے تھے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کی مجلس انتظامی کے رکن رہ چکے تھے۔

(ب) سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق سنہ ۱۹۱۸ء میں ریاست حیدرآباد میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے حضور نظام سے صدر یار جنگ کا خطاب پایا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں قاری عبدالرحیم کو پورا کلام پاک سنایا اور مدینہ منورہ میں قاری حسن شاعر سے رسالۂ قراءت پڑھا۔ آخری سبق مسجد نبوی میں لے کر قراءت کی سند حاصل کی۔

(ج) سنہ ۱۹۳۰ء میں وظیفہ حسن خدمت پر علیحدہ ہوئے۔ ۸۶ سال کی عمر میں سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۱ر اگست سنہ ۱۹۵۰ء کو وفات ہوئی۔ کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ حبیب گنج میں ایک بڑا کتب خانہ ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ بہت سی قلمی نایاب کتابیں اوس میں موجود ہیں۔ ۱؎

قاری عبدالرحمٰن رامپوری — ف ۱۱۷۳

مولد رامپور۔ والد کا نام قاری علی حسین رامپوری جو شیخ القراء عبدالرحمٰن انصاری محدث کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ والد سے تجوید و قراءت

۱؎ معارف دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء

(ج)۔ بروز شنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۱ھ کو الہ آباد میں انتقال ہوا۔ آپ کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں (۱) ضیاء القرات اردو میں مختصر و مفید۔ طرز بیان اور عبارت بہت آسان ہے۔ یہہ رسالہ ۱۳۲۵ھ (مطابق ۱۹۰۷ء) کی تالیف ہے۔ اکثر عربی مدارس میں داخل نصاب و مقبول ہے (۲) خلاصتہ البیان فی تجوید القرآن عربی میں اختصار و جامعیت کے ساتھ مسائل تجوید کی تحقیق و تدقیق میں یہہ رسالہ بے نظیر ہے۔ اختصار کے باعث بہت ادق ہو گیا ہے۔ ۱۳۲۰ھ کی تالیف ہے تین بار طبع ہوا۔ (۳) حضرت نے خود اوس کی تشریح میں ضیاء القرآن فی شرح خلاصتہ البیان عربی زبان میں مرتب کرنی شروع کی تھی مگر تکمیل نہ کر سکے (۴) قصیدہ رائیہ شاطبیہ کی شرح اردو جو نا مکمل ہے۔

ف ۱۱۷۷ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نے (جو ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی جو آپ کے تلامذہ میں سے تھے) علمی نقوش میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔ "آپ قاری عبد الرحمٰن مکی کے شاگرد رشید تھے حافظ۔ عالم۔ قرات عشرہ کے ماہر تھے۔ بعض لوگوں کو شاید یقین نہ آئے مگر یہہ حقیقت ہے کہ اجنہ میں سے کئی ایک آپکے شاگرد تھے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود سادگی اور عجز کا مجسمہ تھے۔ صحیح معنیٰ میں متقی تھے غیبت سے سخت نفرت تھی۔ اپنی خامیوں پر نظر رکھتے ہوئے خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے ہر کس و ناکس سے دعا کراتے تھے راقم الحروف کو علیگڈھ میں اون سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ ؒ نے اپنے مدرسہ کا نام ان ہی کی تجویز پر مدرسہ فرقانیہ رکھا۔ یہہ وہاں کے پہلے مدرس تھے۔ شبیر احمد عثمانی کی دستار بندی انکے ہاتھوں عمل میں آئی"۔

(ب) آپ کے تلامذہ میں مشہور نام یہہ ہیں:۔ (۱) قاری حافظ عبد المعبود برادر خورد۔ (۲) قاری حافظ محمد نذر نابینا (۳) قاری حافظ محمد صدیق میمن سنگھی (۴) حکیم قاری عبد الرحیم خان (۵) قاری حافظ محمد عبد اللہ تھانوی مراد آبادی (۶) قاری حافظ عبد المالک (۷) قاری حافظ حکیم محمد عنایت اللہ (۸) قاری وصی الرحمٰن اسلام آبادی (۹) قاری محمد صالح لکھنوی (۱۰) قاری جمیل الرحمٰن لکھنوی (۱۱) قاری ریاض الدین احمد المتوفی ۱۳۳۷ھ فرزند اکبر۔ (۱۲) قاری حافظ عصام الدین صدیقی فرزند دوم (۱۳) قاری حافظ مستجاب الدین فرزند سوم (۱۴) قاری حافظ محب الدین فرزند چہارم (۱۵) قاری حافظ ریاست علی (۱۶) قاری خلیل احمد لکھنوی (۱۷) قاری حافظ اظہر حسن عرف ابرار احمد امروہی ثم کرتولی (۱۸) قاری سید محمد زکریا ملیح آبادی (۱۹) قاری محمد سلیمان دیوبندی ثم سہارن پوری (۲۰) قاری عبد القوی لکھنوی (۲۱) پروفیسر غلام مصطفےٰ خان علیگڈھی۔ [۱]

قاری شیخ محمد ناظم دار العلوم مئو

ف ۱۱۷۸ عالم و فاضل متقی و پرہیزگار۔ ناظم دار العلوم مئو۔ ۱۳۵۲ھ

---

[۱] رسالہ سلسلہ رحمانیہ ضیائیہ مرتبہ مولانا اظہر حسن صاحب عرف ابرار احمد امروہی۔

سے لیکر ۱۳۷۲ھ تک یعنے بیس سال سے زیادہ اس ادارے کی خدمت انجام دی۔ شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی کے صحبت یافتہ تھے۔ تجوید و قراءت بھی اوس سے سیکھی تھی۔ قراءت سبعہ کی تکمیل بعد ازاں قاری حافظ ریاست علی صاحب سے کی۔ تجوید کے بڑے شائق تھے۔ ہر طالب علم کو تجوید سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے روزانہ کھانے سے پہلے پندرہ بیس منٹ قرآن شریف کی تلاوت لازمی تھی۔ جس کی ہر طالب علم پابندی کیا کرتا تھا وفات ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔[1]

شیخ القراء حافظ بختیار خان قاری سبعہ بھوپالی

ف ۱۱۷۹ افغانی النسل۔ والد بھوپال میں آکر بس گئے تھے۔ والد کا نام گل دراز خان۔ ولادت ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔ قاری شیخ محمد افغانی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ سبعہ قراءت کی تکمیل شیخ القراء عبدالعادی خان صاحب سے کی۔ بافیض بزرگ تھے۔ مسجد مدرسہ آصفیہ میں امام تھے۔ بیحد خوش الحان اور جید حافظ تھے، مدرسہ عبیدیہ میں شیخ التجوید ہوئے جہان بیس سال تک درس دیا۔

(ب) ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ کو انتقال ہوا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو ایسی روشنی دکھائی دی کہ لوگ بے تاب ہوگئے۔ سب کو یقین ہوا کہ یہہ کلام اللہ کا نور تھا۔[2] بھوپال اور اس کے اطراف میں آپکے بےشمار شاگرد پائے جاتے ہیں اون میں سے ممتاز شاگردوں کے نام یہہ ہیں:- قاری حافظ بشیر اللہ خان بھوپالی (۲) قاری حاجی لطیف الرحمٰن بھوپالی (۳) قاری حافظ میر محمد صدیق حسین بھوپالی (۴) قاری ابراھیم بیگ بھوپالی (۵) قاری حافظ منشی عبدالرؤف (۶) قاری حافظ محمد اسحاق قاری سبعہ (۷) قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی (۸) قاری حافظ عبدالشکور (۹) قاری حافظ عبدالرشید (۱۰) قاری حافظ فضل الرحمٰن بھوپالی (۱۱) قاری حافظ محمد سلیمان دوم وغیرہ۔

ف ۱۱۸۰ قاری چھوٹے میاں آپکے فرزند تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۱۰۱ میں گزر چکا ہے۔ یہہ بیحد خوش الحان تھے۔ والد نے بڑی محنت سے حفظ و تجوید کی تکمیل کرائی تھی وفات بیس سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ محمد عمر بھوپالی

ف ۱۱۸۱ وطن بھوپال۔ ولادت ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ خوش الحان قاری اور جید حافظ تھے۔ جامع مسجد بھوپال کے امام مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۰ھ میں حوض میں ڈوب جانے کی وجہ سے وفات واقع ہوئی۔

---

[1] واقعات بالا حافظ قاری ریاست علی شیخ التجوید دارالعلوم مئو نے مجھ سے بیان کئے جب میں نے ۱۷ رمضان ۱۳۷۸ھ کو اون سے ملاقات کی تھی۔ [2] مجھ سے یہہ واقعہ اونکے دو شاگردوں نے یعنے حافظ میر محمد صدیق حسین بھوپالی اور قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی نے بیان کیا۔ جو دفن کے وقت موقعہ پر موجود تھے۔

ف١١٨٢ **قاری حافظ ضیاء الدین دوم قاری سبعہ اعظم گڑھی** وطن قصبہ فتح پوری ضلع اعظم گڑھ۔ ولادت ١٣١٥ھ میں ہوئی۔ قاری حکیم عنایت اللہ صاحب سے تجوید و قراءت سبعہ و حفظ کی تکمیل کی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۵۷ سال کی عمر میں ١٣٧٢ھ میں انتقال ہوا۔

ف١١٨٣ **قاری حافظ جمیل الرحمن لکھنوی** وطن لکھنو۔ والد کا نام حافظ عبد الصمد۔ ولادت ١٣١٠ھ میں ہوئی۔ آپ قاری حافظ محمد صالح کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کا خاندان لکھنو میں حفظ و قراءت کے لئے مشہور ہے۔ تراب خان کٹرا میں رہتے تھے۔ لکھنو و کانپور میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے تجوید و قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں لکھنو اور کانپور کے عربی مدارس میں مدرس تجوید رہ چکے تھے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں چار سال رہے وفات ١٣٧٢ھ میں ہوئی۔

ف١١٨٤ **قاری حافظ حاجی پیر سید جماعت علی شاہ** وطن علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ۔ والد کا نام کریم شاہ۔ ولادت ١٢٥٢ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علی پور میں ہوئی۔ وہاں سے سیالکوٹ آکر حفظ کی تکمیل کی۔ پانی پت جاکر شیخ القراء عبد الرحمن انصاری محدث پانی پتی سے تجوید سیکھی۔ کانپور جاکر متداول علوم کی تکمیل کی۔ نقشبندیہ سلسلے کے بزرگ تھے۔ ہندستان میں بہت لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ وعظ میں بڑی کثرت سے لوگ آتے تھے۔ مواعظ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ طویل عمر پائی تھی۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں ٢٦ ذی قعدہ ١٣٧٢ھ میں انتقال ہوا۔

ف١١٨٥ **قاری قاضی بشیر الدین احمد پیارم پیٹی علاقہ ارکاٹ** وطن پیارم پیٹ علاقہ ارکاٹ۔ مدرسہ لطیفیہ ویلور میں تجوید و قراءت کی تعلیم حاصل کی۔ اوس کے بعد مدت العمر پیارم پیٹ میں تجوید کا درس دیتے رہے۔ بہت سے شاگرد پیدا کئے اون میں اونکے فرزند جمیل احمد بھی ہیں جو والد سے تجوید سیکھکر بڑی میٹ کی مسجد واقع مدراس میں امامت کرتے ہیں۔ قاضی بشیر الدین کا انتقال ١٣٧٣ھ میں ہوا۔

ف١١٨٦ **قاضی حافظ شیخ محمد بیرم مدنی** وطن مدینہ۔ ترکی الاصل تھے۔ ولادت ١٣٠٨ھ میں ہوئی۔ مدینہ میں تجوید سیکھی اور حفظ کی تکمیل کی۔ ١٣٥٣ھ میں حیدرآباد دکن آئے۔ اوس وقت اونکی عمر ۴۵ سال کی تھی۔ چوک کی مسجد کے امام اور خطیب مقرر ہوئے۔ ١٣ سال تک یہہ خدمت انجام دینے کے بعد ١٣٦٦ھ میں واپس مدینہ چلے گئے۔ اردو سے نابلد رہے۔ ١٣٧٣ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔

ف١١٨٧ **قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی** وطن پانی پت۔ ولادت تقریباً ١٣٠٠ھ میں ہوئی

علوم درسیہ سیکھنے کے بعد شیخ القراء عبدالرحمٰن خضریہ پانی پتی سے تجوید و قرارت سبعہ کی سند لی۔ خوش حال گھرانے سے تعلق تھا۔ قاری عبدالسلام انصاری و دیگر قراء وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اپنے استاد کی بڑی خدمت وعزت کرتے تھے۔ قرآن مجید کی بڑی خدمت کی۔

(ب) آپ نے طبقۃ القراء ہند لکھنی شروع کی تھی۔ مختلف مقامات کے قراء کے حالات جمع کر رہے تھے مگر اس کام کی تکمیل نہ ہو سکی۔ مسودات بھی سنا ہے کہ دہلی کے فسادات حالیہ میں تلف ہو گئے۔ آپ نے شرح سبعہ قرات کے نام سے ایک جلد شائع کی تھی۔ دوسری کی نوبت نہ آئی۔

(ج) تقریباً ۱۲۵۲ھ میں حیدرآباد بھی آئے تھے۔ اس وقت شیخ القراء میر روشن علی صاحب نے اپنے شاگردان عشرہ سے قرارت سنوائی تھیں۔ صاحب موصوف عشرہ کے قراء کو سنکر بہت خوش اور متاثر ہوئے

(د) آپ کے شاگردوں میں ممتاز قراء یہ ہیں :- (۱) مقری حافظ شیر محمد خان قاری سبعہ متوفی ۱۳۲۵ھ (۲) مقری حافظ فتح محمد نابینا قاری سبعہ جو فی الوقت پاکستان میں مقیم ہیں اور تجوید کی بڑی خدمت کر رہے ہیں (۳) مقری حاجی عبداللطیف قاری سبعہ جو دہلی میں باڑہ ہندو راؤ میں کام کرتے ہیں (۴) مقری محمد سلیمان خان صاحب قاری سبعہ جو مدرسہ تجوید القرآن واقع تکیہ والی مسجد نیگال پریس کے قریب محلہ آزاد مارکٹ دہلی میں درس دیتے ہیں (۵) قاری حافظ محمد عمر قاری سبعہ جو پانی پت میں مدرسہ تجوید القرآن واقع درگاہ کبیر الاولیاء میں کام کر رہے ہیں۔

(ھ) قاری حافظ محی الاسلام کی وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی

قاری مولوی نورالرحمٰن فرنگی محلی

ف ۱۱۸۸ وطن لکھنو۔ والد کا نام نورالرزاق ابن نورالحسنین فرنگی محلی۔ پیدائش ۱۳۱۳ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم فرنگی محلی کے علماء سے ہوئی۔ جید عالم و مفتی ہو کر حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ اعلیٰحضرت حضور نظام نے غیر معمولی اعزاز و اکرام کیا مغل پورے میں ایک بڑی کوٹھی رہائش کیلئے دی جواب تک قابل دید ہے۔ وہاں بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ منصب و جاگیر بھی ملی۔ پورے حافظ تو نہیں تھے مگر بڑا حصہ قرآن کا زبانی یاد تھا۔ تجوید و قراءت لکھنو میں سیکھی تھی۔ حیدرآباد آنے کے بعد شیخ القراء میر روشن علی صاحب کو بھی سنایا۔ اون سے قرارت سبعہ بھی سیکھیں۔ قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ ہر وقت تلاوت میں معروف رہتے تھے۔ سخاوت میں ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا۔ ہزاروں سے روپیہ آتا اور سب دے ڈالتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر مولوی عبدالرحیم صاحب اول تعلقدار و ناظم عدالت وظیفہ یاب اس طرح کرتے ہیں کہ ایک جگہ مولوی صاحب کی موٹر ٹھہری اور فقیروں نے آگھیرا۔ آپ نے سب کو دیکر رخصت کیا۔ عبدالرحیم صاحب کہتے ہیں کہ میں ساتھ تھا

میں نے اون سے کہا "مولوی صاحب! ایسے بڑے کٹوں کو دیکر کیا فائدہ یہہ تو کما کر بھی کھا سکتے ہیں۔ یہہ مستحق خیرات نہیں ہیں۔" تو مولوی صاحب آبدیدہ ہوگئے فرمایا کہ استحقاق کی بناء پر تو مجھے بھی نہیں ملتا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ استحقاق کا سوال درمیان میں لاؤں۔ اس لئے میں اس پر عمل کرتا ہوں کہ چیزے بدہ درویش را چیزے مگو درویش را۔"

(ب) مولوی صاحب کبھی شکوہ و شکایت نہ کرتے۔ اور شکایت کو برا جانتے۔ علالت و تکلیف میں بھی حرف شکایت زبان پر نہ آتا۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو دو تین روز نزع کی تکلیف رہی مگر قرآن شریف کا پڑھنا جاری رہا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب ناظم عدالت وظیفہ یاب کا بیان ہے کہ مرنے سے تھوڑی دیر پہلے میں عیادت کے لئے گیا تھا۔ تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ میں سلام کرکے قریب جاکر بیٹھ گیا۔ فرمانے لگے کہ "مولوی صاحب لوگ جو سکرات سے گھبراتے ہیں اوس کی وجہ یہہ ہے کہ مرنے کے وقت تکلیف ہوتی ہے اور انسان کو تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ سے شکایت ہو جاتی ہے کہ یہہ تکلیف کیوں دی اس کیفیت میں بندہ راضی برضا نہیں رہتا۔ جس کی وجہ سے ایمان کمزور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر مولوی صاحب! الحمد للہ! میرے قلب میں بالکل شکایت نہیں۔ میں بہت خوش ہوں یہہ بھی اوس کا فضل ہے۔" یہہ کہکر خاموش ہوگئے۔ پانچ منٹ نہیں ہوئے تھے کہ انتقال ہوگیا۔

(ج) ساٹھ سال کی عمر میں ۱۳۷۳ھ میں وفات پائی۔ حیدرآباد میں دفن ہوئے۔

قاری حافظ اشتیاق احمد پانی پتی

ف ۱۱۸۹ وطن پانی پت۔ تجوید و قراءت قاری عبدالسلام پانی پتی سے سیکھی۔ مدرسہ فرقانیہ متعلقہ مدرسہ رحمانیہ میں ایک عرصے تک مدرس رہے۔ وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔

قاری حفیظ الدین احمد پانی پتی

ف ۱۱۹۰ وطن پانی پت۔ مدرسہ حفظ القرآن پانی پت کے مدرس تھے۔ حالیہ فسادات میں پاکستان چلے گئے۔

قاری حافظ حکیم اللہ

ف ۱۱۹۱ وطن پانی پت۔ مدرسہ تعلیم القرآن متصل چوک قلندر پانی پت میں مدرس تھے۔ حالیہ فسادات میں پاکستان چلے گئے۔

قاری مولوی نظیر حسن شریف حیدرآبادی

ف ۱۱۹۲ وطن حیدرآباد۔ والد مدراس سے آکر یہاں مقیم ہوگئے تھے۔ ولادت ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔ عربی۔ فارسی و انگریزی سے واقف تھے۔ تجوید و قراءت کی تکمیل قاری سید سلیمان سے کی۔ سررشتہ تعلیمات میں ناظم المدارس رہے۔ وظیفہ پہ علٰحدگی کے بعد درس و تدریس کا شوق رہا۔ مساجد میں صبح و شام حسبۃً للہ درس

دیا کرتے تھے۔ زندگی بڑی باضابطہ اور منظم تھی۔ بے غرض معلموں کا نمونہ تھے۔ وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنی لڑکیوں کو بھی تجوید سکھائی تھی۔

ف ۱۱۹۳ قاری نورالضیاء المخاطب بہ ضیاء یار جنگ اورنگ آبادی خاندان عنایت اللٰہی سے آپ کا سلسلہ ملتا ہے۔ والد کا نام سید نورالاتقیاء المتوفی ۱۳۰۸ھ ابن سید نور المقتدی المتوفی ۱۲۹۸ھ ابن سید نور المصطفےٰ المتوفی ۱۲۳۰ھ ابن سید شاہ محمد قمرالدین المتوفی ۱۱۹۳ھ۔

(ب) قاری نورالضیاء کی ولادت ۱۲۸۸ھ میں بہ مقام اورنگ آباد ہوی۔ ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ عربی۔ فارسی۔ حدیث و فقہ کے جید عالم تھے۔ تجوید قاری محمد میاں اورنگ آبادی سے سیکھی۔ فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ فن تاریخ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس پر بڑا عبور حاصل کیا۔ عدالت العالیہ حیدرآباد کے عہدہ افتاء پر فائز ہوئے۔ امیرانہ زندگی گذاری۔ مولانا سید اشرف شمسی جلال الدین توفیق وغیرہ سے صحبتیں رہتی تھیں۔

(ج) ۱۳۷۳ھ میں بہ مقام حیدرآباد انتقال ہوا۔ نعش اورنگ آباد لے جائی گئی۔ بھڑکل کے پاس خاندانی قبرستان میں قاری قمرالدین و قاری نورالھدیٰ کے بازو دفن ہیں۔

ف ۱۱۹۴ قاری حافظ فضل علی حیدرآبادی مولد امرسر علاقہ جے پور۔ والد کا نام حافظ شجاع الدین ولادت ۱۳۰۰ھ۔ بچپن میں والد کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔ قاری سید سلیمان بھوپالی کے شاگرد تھے۔ تجوید کے ساتھ حفظ کی بھی تکمیل کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا۔ مکہ مسجد میں رمضان کے پہلے دہے میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ دوسرے دہے میں حسینی علم کی مسجد میں سناتے۔ اس طرح ہر رمضان میں دو دفعہ باون سال تک قرآن شریف سناتے رہے دارالعلوم میں مدرس تھے۔ میں نے اور کرنل تاج احمد خان صاحب نے ایک عرصے تک آپ سے استفادہ کیا۔

(ب) آپ نے ۱۳۷۲ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ ۱۳۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت کا ایک لڑکا قاری حافظ عبدالعزیز نامی حافظ و قاری تھا۔ بالکل والد کے لب و لہجہ میں پڑھتا۔ دھوبن کی مسجد متصل دارالسلام میں تراویح میں قرآن شریف سنایا کرتا۔ مگر حضرت کی زندگی ہی میں ۱۸ سال کی عمر میں ٹائیفائڈ کے مرض سے اوس کا انتقال ہوگیا۔

ف ۱۱۹۵ قاری حافظ عبدالسلام پانی پتی وطن پانی پت۔ یہ عبدالسلام اور قاری عبدالسلام انصاری فرزند شیخ القراء عبدالرحمن پانی پتی دو الگ الگ افراد ہیں

آپ نے قاری عبدالرحمٰن ضریر سے تجوید و قراءت سیکھی۔ تقسیم ملک کے بعد فسادات کے دوران میں پاکستان چلے گئے، جہاں ۱۳۷۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

قاری حافظ اللہ دیا رائے پوری

ف ۱۱۹۶ مولد قصبہ سگھ واڑ ضلع رائے پور۔ ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ رائے پور میں تعلیم پائی۔ حافظ اکرام الدین کے شاگرد تھے۔ عبدالرحمٰن ضریر سے تجوید و قراءت سیکھی۔ حفظ کی بھی تکمیل کی۔ وفات ۱۳۷۵ھ میں ہوئی ان کی اہلیہ بھی قاریہ و حافظہ ہیں جو ۱۳۷۷ھ تک زندہ تھیں۔

قاری حافظ عبدالسلام بھوپالی

ف ۱۱۹۷ وطن بھوپال۔ والد کا نام حافظ عبدالرحمٰن بھوپالی۔ شیخ القراء عبدالهادی خان و قاری سید سلیمان سے تجوید و قراءت اور حفظ کی تکمیل کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا۔ لقمہ کبھی نہیں لیا۔ جہیر الصوت و خوش الحان تھے بمبئی میں کھانڈا محلے کی مسجد میں تراویح سنایا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور پارسی بھی سننے آیا کرتے قاری محمد بختیار خان سے دوستانہ مراسم تھے۔ مورس (افریقہ) مقیم ہو گئے۔ وہاں بھی تجوید کا درس دیا کرتے تھے۔ درمیان میں ایک مرتبہ ۱۳۷۵ھ میں بھوپال آئے تھے واپسی کے بعد ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

قاری حافظ انوار الحق بھوپالی

ف ۱۱۹۸ وطن بھوپال۔ والد کا نام عبدالحق۔ ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل قاری عبدالهادی خان صاحب سے کی اور اس کے بعد سبعہ کی بھی تکمیل کی۔ شاطبی پر حواشی لکھے مگر طبع نہ ہو سکے۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۳۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

قاری عبدالسلام جونپوری

ف ۱۱۹۹ وطن جونپور۔ قاری حافظ عبدالاول صاحب جونپوری کے چھوٹے فرزند۔ ولادت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ وفات ۱۳۷۶ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ عبدالستار کانپوری

ف ۱۲۰۰ وطن کانپور۔ والد کا نام عبدالکریم۔ ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ مولانا سید حسن صاحب سے علوم حاصل کئے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی سے کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا۔ مدرسہ ضیاء العلوم کانپور میں تجوید و قراءت کا تیس سال تک درس دیتے رہے ۷۳ سال کی عمر میں ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

قاری سید شاہ محی الدین نبیرہ قادری حیدرآبادی

ف ۱۲۰۱ آپ حضرت سید عبدالقادر گیلانی کی اولاد میں تھے۔ ولادت ۱۳۱۱ھ میں ہوئی

مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں علم کی تحصیل کی۔ شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے قرات سبعہ کی اور جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل کی سند حاصل کی۔ استاد محترم نے آپ کو افصح القراء کے ساتھ خلافت و نیابت عطاء فرمائی ۲۹ رجب ۱۳۷۶ھ کو انتقال ہوا۔

شیخ القراء عبد الخالق سہارن پوری ف ۱۲۰۲ وطن علیگڈھ۔ والد کا نام شیخ جیون علی ولادت ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ والد کا انتقال ۱۳۰۲ھ میں ہوا ابتدائی تعلیم صدیق حسین سے حاصل کی۔ حفظ کی تکمیل بھی اون ہی کی نگرانی میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ اور چھوٹے بھائی عبد المالک کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ بعد فراغ حج مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء محمد عبداللہ مہاجر مکی کے پاس تجوید و قرارت وعلوم حاصل کئے۔ چار سال مکہ معظمہ میں قیام کر کے ۱۳۱۷ھ میں مدینہ منورہ گئے چھ ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ معظمہ واپس آئے جہاں مزید تین سال قیام کیا۔ اس عرصے میں قرارت کی درسی کتابیں اور پورا قرآن مجید شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب کو سنایا۔ ۱۳۲۲ھ میں نوان حج کر کے ہندستان واپس ہوئے۔

(ب) ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور میں آپ کا تقرر ہوا۔ اس وقت سے لے کر ۱۳۷۶ھ تک یعنے ۵۳ سال تجوید و قرارت کی خدمت انجام دی۔ آپ حجازی لہجہ میں بے تکلف قرآن مجید پڑھتے تھے۔ بناوٹ کو پسند نہ کرتے۔ خوش گلو تھے اور عربی لہجوں کے بہت ماہر تھے۔ ترتیل میں عام طور پر حسینی لہجہ اختیار کرتے تھے۔ آواز نہایت صاف بلند اور باریک تھی۔ سانس بہت لمبی تھی۔ ترتیلاً و تحقیقاً بڑی بڑی آیتیں جنکو متوسط سانس والا کم از کم تین چار سانس میں پڑھ سکتا ہے ان کو ایک ہی سانس میں بے تکلفی سے پڑھنا اون کے لئے معمولی بات تھی۔

(ج) آپ بڑے متقی۔ عابد و زاہد تھے۔ جامع مسجد سہارن پور کے امام و خطیب بھی رہے۔ تجوید کے قواعد میں تیسیر التجوید ایک کتاب تالیف کی جو طبع ہو چکی ہے۔

(د) آپ کے فرزند قاری حافظ عبد الباری صاحب عشرہ کے قاری ہیں۔ علیگڈھ میں درس دیتے ہیں دوسرے شاگردوں میں حافظ قاری محمد ابراھیم صاحب سہارن پوری اور اونکے فرزند قاری حافظ اسحاق سہارن پوری ہیں (۴) قاری حافظ محمد صدیق (۵) قاری حافظ اللہ بندہ وغیرہ ہیں۔

(ھ) شیخ القراء عبد الخالق صاحب نے ایک ہزار قاری بنائے۔ رمضان ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

قاری نظام الدین اورنگ آبادی ف ۱۲۰۳ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام فیض محمد۔ ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء عبد الولی اورنگ آبادی سے

بروایت حفص تجوید سیکھی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ (۸۲) سال کی عمر میں ۱۳۷۷ھ میں وفات پائی۔

قاری حافظ مفتی سعید احمد قاری سبعہ سہارن پوری ف ۱۲۰۴ وطن سہارن پور۔ والد کا نام نور محمد۔ ولادت ۱۳۲۱ھ میں ہوئی

قاری عبدالعزیز صاحب سے جو مقری حسن شاعر مدنی کے شاگرد تھے۔ قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۳ھ تک مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ التجوید رہے۔ پھر مدرس اول اور مفتی شہر ہوئے ۵۵ سال کی عمر میں ماہ صفر ۱۳۷۷ھ میں انتقال ہوا۔

(ب) اونکے فرزند قاری حافظ مظفر حسین امام و خطیب مدرسہ مظاہر العلوم کے مدرس ہیں۔ خوش الحان۔ جوان صالح و عابد ہیں۔ اس وقت انکی عمر تیس سال کی ہے قاری محمد سلیمان کے شاگرد ہیں۔

قاری حافظ حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دیوبند ف ۱۲۰۵ ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ دیوبند سے فارغ ہوئے ۱۳۱۶ھ میں مدینہ منورہ میں

درس حدیث شروع کیا۔ جہاں اٹھارہ سال تک یہہ سلسلہ قائم رہا۔ حضرت محمود الحسن کے ساتھ مالٹا میں نظربند رہے۔ رہائی کے بعد جمعیت العلماء میں کام کیا۔ نیز دیوبند میں شیخ الحدیث رہے۔ تنظیم مدرسہ دیوبند میں خاص حصہ لیا۔ تجوید و قراءت ہر طالب علم کے لئے لازمی قرار دی۔ خود حافظ و قاری تھے جس طالب علم کی ادائی درست نہوتی اوس پر سخت ناراض ہوتے۔ آپ ہی کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں آجکل پانچ شیوخ تجوید کام کر رہے ہیں۔ اور سب جماعتیں بھرپور رہتی ہیں۔ آپ کا حلقہ اثر بہار۔ یو۔ پی بہار اور بنگال تک رہا۔ ۸۱ سال کی عمر میں ۱۳۷۷ھ میں انتقال ہوا۔

قاری ابوالکلام آزاد ف ۱۲۰۶ نام احمد۔ والد کا نام خیرالدین قادری نقشبندی۔ مولد مکہ معظمہ ولادت ۱۳۰۵ھ۔ عربی تقریباً مادری زبان تھی۔ مکہ معظمہ ہی میں تعلیم کی تکمیل

ہوئی۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ طبقہ علماء میں آپ کو بڑا امتیاز حاصل تھا ہندستان آکر کلکتے میں مقیم ہوئے۔ اور عمر کا بڑا حصہ وہیں گذرا۔ بلند پایہ ادیب و خطیب تھے۔ تحریر میں الفاظ و معانی کا شکوہ پایا جاتا ہے۔ تقریر میں دریا کی سی روانی تھی۔ ابتداً مخزن وغیرہ میں مضامین لکھتے رہے ۱۷ سال کی عمر میں الندوہ کے ایڈیٹر ہوئے۔ ۱۹ سال کی عمر میں اخبار وکیل کی ادارت کا کام انجام دیا۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال جاری کیا۔ پھر البلاغ کے ایڈیٹر رہے۔

(ب) ہندستان کی تحریک آزادی میں نمایاں حصہ لیا۔ کانگریس۔ مسلم لیگ اور جمعیت العلماء کے پلیٹ فارم سے مسائل حاضرہ پر معلومات آفرین تقریریں کیں۔ حصول آزادی کے بعد مرکزی حکومت میں

وزیر تعلیم رہے۔

(ج) وفات بروز شنبہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء کو واقع ہوئی دہلی میں دفن ہیں

شیخ القراء حافظ قطب الدین سنبھلی

ف ۱۲۰۷ والد کا نام مولوی منیر الدین۔ وطن سنبھل ضلع مرادآباد ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی قاری عبدالرحمن مکی سے اولاً ایک روایت سے قراءت سیکھی۔ پھر سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ سنبھل بلند شہر اور دان پور میں آپ سے کثیر التعداد افراد کو فیض پہونچا۔ قصبہ دان پور ضلع بلند شہر کے مدرسہ وزیر العلوم میں ساٹھ سال تک درس دیتے رہے کہتے ہیں کہ جن طلبار نے آپ سے تجوید سیکھی اونکی تعداد اسکول کے رجسٹر کے لحاظ سے ایک ہزار تک پہونچتی ہے۔ ان میں جو زیادہ مشہور ہیں اونکے نام یہہ ہیں :۔۔۔

(۱) قاری عبدالغفور دان پوری (۲) قاری عبداللطیف ساکن ڈبائی (۳) قاری عبدالغفور ثانی۔ (۴) قاری حافظ حمید اللہ (۵) قاری حافظ محمد سلطان (۶) قاری حافظ عباد اللہ (۷) قاری حافظ علی محمد (۸) قاری حافظ حسین احمد (۹) قاری حافظ محمد سلیم (۱۰) قاری حافظ عبدالواحد میرٹھی (۱۱) قاری حافظ محمد سلطان نابینا (۱۲) قاری حافظ عبدالوحید نابینا (۱۳) قاری حافظ مشتاق احمد نابینا (۱۴) قاری حافظ فقیر اللہ (۱۵) قاری حافظ ہدایت اللہ (۱۶) قاری عبدالوحید دان پوری ثانی (۱۷) قاری حافظ احمد خان دان پوری (۱۸) قاری حافظ حبیب اللہ دان پوری۔

(ب) قطب الدین صاحب کی تاریخ وفات ۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ ہے ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(ج) ایسے ہی بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا اثر ہے کہ اب تک ہندستان کے ہر گوشے میں تجوید و قراءت کے جاننے والوں کی تعداد بکثرت ہے اون کی خاموش کارگذاریاں اس خطہ ارض کو سرسبز و شاداب رکھے ہوئے ہیں اور ہر دور میں مرد از غیب اس کام کو انجام دیتا رہے گا۔

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

میر محمد کتب خانہ کی چند قابل قدر مطبوعات معہ نادر اضافات مفیدہ

لغات الحدیث (عربی۔اردو) تالیف: علامہ وحید الزماں۔
اعلیٰ ایڈیشن الحمد للہ عمدہ رنگین سنہری ڈائی والی جلدوں میں مکمل طبع ہوگیا

مرآۃ القرآن فی لغۃ القرآن (مع اضافہ آئینۂ قرآن)
از: مولانا حافظ عبد المجتبیٰ صاحب کیلانیؒ

مشارق الانوار (مترجم) عربی معہ اردو۔ فقہی ترتیب والا ایڈیشن
تالیف: امام رضی الدین حسن صغانیؒ۔ ترجمہ: علامہ خرم علی بلہوریؒ۔

مزیل الغواشی شرح اردو اصول الشاشی۔ مؤلفہ حکیم نجم الغنی خان رامپوریؒ
مشکوٰۃ السراج (شرح اردو سراجی) مع متن متین۔
از: مولانا مفتی محمد صابر علی صاحب امروہویؒ۔

مشکوٰۃ الانوار (شرح اردو) نور الانوار۔ تالیف مولانا اسلام الحق اسعدی
مصباح العوامل (ترجمہ وشرح معہ ترکیب) شرح مأتہ عامل۔
از: مولانا حامد میاں صاحبؒ

مصباح اللغات (مکمل) عربی اردو ڈکشنری۔ مولانا عبد الحفیظ بلیاویؒ
مصفات (شرح اردو) مرقات۔ مؤلفہ: مولانا افتخار علیؒ۔
معدن الحقائق شرح اردو کنز الدقائق از مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ۔
معلم الاصول (شرح اصول الشاشی اردو) شارح: مولانا حکیم نجم الغنی خانؒ
معین الارواح حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ مرتبہ: محمد خادم حسن زبیری
معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج از: احمد بن حجر
مفتاح الکمال (شرح اردو) تحفۃ الاطفال۔ از: مولانا فتح محمد پانی پتیؒ۔
مفتاح عربی (عربی صرف نحو) تالیف: مولوی محمد نعیم الرحمٰن ایم اے۔
مفید الطالبین مع (اردو ترجمہ) مترجم مولوی محمد احسن صاحبؒ
مقدمہ تاریخ ابن خلدون اردو۔ ترجمہ مولانا سعد خاں یوسفیؒ۔
ملیبار کے جغرافیائی حالات از سید شمس اللہ قادری ماہر آثار قدیمہ۔
منیۃ الراجی (فی حل) السراجی۔ شارح: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحبؒ
مؤطا امام مالکؒ (معہ) ترجمہ وفوائد ضروریہ۔ کشف المغطا۔ ترجمہ
وفوائد، از: علامہ وحید الزماںؒ۔

مہر منیر (شرح اردو) نحو میر۔ تالیف: مولانا عمر احمد عثمانی تھانویؒ۔
نادر مجموعہ رکعات تراویح (معہ اضافہ)
نادر مجموعہ رسائل جناب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔
نادر مجموعہ فن خوشنویسی (اردو) یہ پانچ نادر مجموعوں پر مشتمل ہے۔
نزھۃ النظر (فی توضیح نخبۃ الفکر) (مع اردو ترجمہ) سُلعۃ القربۃ (فی
توضیح) شرح النخبۃ۔ تحشیۃ مولانا محمد عبد اللہ ٹونکیؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد عبد المجتبیٰ۔
نفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ از: مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ
نور الاصباح۔ مترجم وشرح اردو نور الایضاح۔ از۔ مولانا سید محمد میاںؒ۔
نونیۃ الاحاد (معہ ترجمہ وشرح) مشاہیر اُمت۔
از: مولانا القاری محمد طیب صاحبؒ۔
نیل الامانی (شرح اردو) مختصر المعانی (معہ اضافہ) نقشہ
علم البیان۔ مترجم: مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ۔
ولیوں کے حالات۔ تالیف: عبد الرحمٰن شوق۔
ھدیۂ شبیر (شرح اردو) نحو میر۔ از: مولانا شبیر
احمد صاحب نواکھالویؒ۔
ھدیۂ صغیر شرح نحو میر مصنفہ: مولانا اصغر علی صاحب۔
ہدیۃ المصلین (نماز کی مکمل کتاب) مؤلفہ:۔ مولانا مفتی
سید محمد عمیم الاحسان صاحبؒ۔
ہدایۃ المقتدی (الی حل) المبتدی۔ مؤلفہ:
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔
ہدایۃ النحو (مع) حاشیہ اردو۔ حاشیہ: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب

تفصیلی فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی

میر محمد کتب خانہ کی چند قابل قدر مطبوعات معہ نادر اضافات مفیدہ

تحفۃ الدرر (شرح اردو) نخبۃ الفکر شارح سید احمد پالن پوری۔

تحفۃ العروس تالیف علامہ محمود مہدی استنابولی۔

تحقیق الخطبۃ خطبۃ الجمعہ از: مولانا شبیر احمد عثمانی

تفیضہ از مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہیدؒ۔

التحقیق المرضی (علی الشرح) المیبذے۔ مؤلفہ: ۔ مولانا محمد اسلام الحق صاحب۔

تحلیۃ الاسیر (شرح اردو) نحو میر۔ مؤلفہ: مولوی حسین احمد صاحب

الترغیب والترہیب معہ ترجمہ وتشریح: مولوی محمد عبداللہ دہلویؒ

تذکرہ قاریان ہند معہ تاریخ قرأت۔

تسہیل البیان (فی شرح اردو دیوان المتنبی)۔ شارح: مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ۔

تسہیل الدراسہ (شرح اردو) دیوان حماسہ۔ شارح: مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ۔

تسہیلات للسبع المعلقات مؤلفہ: مولانا محمد عبدالقیوم الندویؒ

تشریحات (شرح اردو) مرقات۔ از: مولانا صادق علی بستویؒ

تعلیم الاسلام (مکمل چار حصے) تالیف: مولانا مفتی کفایت اللہ

تعلیم المتعلم وطریق التعلم (مترجم اردو) مترجم: ابن الانوار مولانا محمد انظر شاہ صاحبؒ۔

تعلیم المتعلم طریق التعلم کلاں۔ مع۔ ترجمہ وشرح عربی۔ (وتحقیق الالفاظ) از: المعروف بمحمد یوسف ابن شیخ الاسلام مولانا عبدالحمید

تفسیر حقانی (اردو) تالیف: فخر المفسرین عمدۃ المتکلمین علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی محدث دہلویؒ۔

تفہیمات (شرح اردو) مقامات حریری۔ تالیف: مولانا اعزاز علی

التقریب (لحل) شرح تہذیب۔ از۔ افادات مفتی محمد ابراہیم صاحب

تقریر طحاوی شریف المعروف۔ الحاوی اردو فی حل الطحاوی۔ از: العلامۃ محمد اسعد اللہ صاحبؒ۔

تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ونصیحۃ المسلمین معہ اضافات۔ مؤلفہ: علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ۔

تلبیس ابلیس (اردو) تالیف علامہ ابن الجوزیؒ۔ ترجمہ: مولانا ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھیؒ۔

تنظیم الدرایۃ لحل عویصات الہدایۃ۔ از مولانا محمد ابو الحسن صاحب

تنظیم الاشتات لحل عویصات المشکوٰۃ معہ نادر و (مفید اضافات) شارح: جناب مولانا محمد ابو الحسن مدظلہ۔ (بنگلہ دیش والا ایڈیشن)

التوضیح الضروری (لحل مسائل) المختصر القدوری (شرح اردو) شارح: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب۔

التوضیحات الوضیحہ (شرح اردو) علم الصیغہ۔ شارح: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب۔

تیسیر الباری ترجمہ وشرح صحیح البخاری۔ ترجمہ وشرح: علامہ وحید الزمانؒ

تیسیر القرآن (اردو ترجمہ وحل لغات) تفسیر پارہ عم یتساءلون از: محمد عبدالوحید صاحب۔

جذبہ معرفت مؤلفہ: مولانا محمد عبدالرشید فیضی صاحب۔

حصن حصین مترجم معہ مکمل شرح اردو۔ تالیف: علامہ محمد ابن جزریؒ

حیات وحید الزماں (اردو) تالیف: مولانا محمد عبدالحلیم چشتی صاحب

حیات صحابہؓ (اردو عکسی) تصنیف: مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

خدائی وعدہ (ترجمہ اردو) الوعد الحق۔ تالیف: ڈاکٹر طٰہٰ حسین اسلام کے ابتدائی دور کے مظلوموں کی داستان۔

خلاصۃ الحواشی (شرح اردو۔ اصول الشاشی) از مولانا مفتی محمد ابراہیم

دروس البلاغۃ (معہ شرح اردو) بدور الفصاحۃ (معہ) تفہیم المبانی (ترجمہ) تسہیل المعانی۔ شارح: ابو خالد سید عبدالاحد قاسمی۔

دفع رنج (شرح اردو) پنج گنج۔ از: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب

دلیل الخیرات فی ترک المنکرات وخیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات از مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ۔

تفصیلی فہرست کتب مفت طلب فرمائیں۔

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی

میر محمد کتب خانہ کی چند قابل قدر مطبوعات معہ نادر اضافات مفیدہ

لغات الحدیث (عربی۔ اردو) تالیف: علامہ وحید الزماں۔
اعلیٰ ایڈیشن الحمدللہ عمدہ رنگین سنہری ڈائی والی جلدوں میں مکمل طبع ہو گیا ہے

مرآۃ القرآن فی لغۃ القرآن (مع اضافہ آئینۂ قرآن)
از: مولانا حافظ عبدالحئی صاحب کیلانیؒ

مشارق الانوار (مترجم) عربی معہ اردو۔ فقہی ترتیب والا ایڈیشن
تالیف: امام رضی الدین حسن صغانیؒ۔ ترجمہ: علامہ خرم علی بلہوریؒ۔

مزیل الغواشی شرح اردو اصول الشاشی مؤلفہ حکیم نجم الغنی خان رامپوریؒ

مشکوٰۃ السراج (شرح اردو سراجی) مع متن متین۔
از: مولانا مفتی محمد صابر علی صاحب امروہویؒ۔

مشکوٰۃ الانوار (شرح اردو) نورالانوار۔ تالیف مولانا اسلام الحق اسعدی

مصباح العوامل (ترجمہ و شرح معہ ترکیب) شرح مأتہ عامل۔
از: مولانا حامد میاں صاحبؒ

مصباح اللغات (مکمل عربی اردو ڈکشنری۔ مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ

مصفات (شرح اردو) مرقات۔ مؤلفہ: مولانا افتخار علیؒ۔

معدن الحقائق شرح اردو کنز الدقائق از مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ۔

معلم الاصول (شرح اصول الشاشی اردو) شارح: مولانا حکیم نجم الغنی خانؒ

معین الارواح حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ مرتبہ: محمد خادم حسن زبیری

معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج از: احمد بن حجر

مفتاح الکمال (شرح اردو) تحفۃ الاطفال۔ از: مولانا فتح محمد پانی پتیؒ۔

مفتاح عربی (عربی صرف نحو) تالیف: مولوی محمد نعیم الرحمٰن ایم اے۔

مفید الطالبین مع (اردو ترجمہ) مترجم مولوی محمد احسن صاحبؒ

مقدمہ تاریخ ابن خلدون اردو۔ ترجمہ مولانا سعد خاں یوسفیؒ۔

ملیبار کے جغرافیائی حالات از سید شمس اللہ قادری ماہر آثار قدیمہ۔

منیۃ الراجی (فی حل) السراجی۔ شارح: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحبؒ

مؤطا امام مالکؒ (معہ) ترجمہ و فوائد ضروریہ۔ کشف المغطا۔ ترجمہ
و فوائد، از: علامہ وحید الزماںؒ۔

مہر منیر (شرح اردو) نحو میر۔ تالیف: مولانا عمر احمد عثمانی تھانویؒ۔

نادر مجموعہ رکعات تراویح (معہ اضافہ)

نادر مجموعہ رسائل جناب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔

نادر مجموعہ فن خوشنویسی (اردو) یہ پانچ نادر مجموعوں پر مشتمل ہے۔

نزھۃ النظر (فی توضیح) نخبۃ الفکر (مع اردو ترجمہ) سُلّمۃ القریٰ (فی
توضیح) شرح النخبۃ۔ تحشیہ مولانا محمد عبداللہ ٹونکیؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد عبدالحئیؒ۔

نفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ از: مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ

نورالاصباح۔ مترجم و شرح اردو نورالایضاح۔ از۔ مولانا سید محمد میاںؒ۔

نونیۃ الاٰحاد (معہ ترجمہ و شرح) مشاہیر اُمت۔
از: مولانا القاری محمد طیب صاحبؒ۔

نیل الامانی (شرح اردو) مختصر المعانی (معہ اضافہ) نقشہ
علم البیان۔ مترجم: مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ۔

ولیوں کے حالات۔ تالیف: عبدالرحمٰن شوق۔

ھدیۂ شبیر (شرح اردو) نحو میر۔ از: مولانا شبیر
احمد صاحب نواکھالویؒ۔

ھدیۂ صغیر شرح نحو میر مصنفہ: مولانا اصغر علی صاحب۔

ہدیۃ المصلین (نماز کی مکمل کتاب) مؤلفہ: مولانا مفتی
سید محمد عمیم الاحسان صاحبؒ۔

ہدایۃ المغتذی (الی حل) المیبذی۔ مؤلفہ:
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔

ہدایۃ النحو (مع) حاشیہ اردو۔ حاشیہ: مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب

تفصیلی فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی